بسم اللہ الرحمن الرحیم
تعلّموا النحو فانه جمال للوضيع وتركه هجنة للشريف
(حضرت ایوب سختیانیؒ)
ضیاء النحو
اردو شرح
ہدایۃ النحو
جسمیں اعراب عبارت، ترجمہ، تجزیہ عبارت، تشریح مع اعتراضات
اور اشعار کی تشریح وترکیب پیش کی گئی ہے
تالیف:
حضرت مولانا محمد اصغر علی صاحب
استاذ الحدیث
جامعہ سلامیہ عربیہ
مدنی ٹاؤن غلام محمد آباد فیصل آباد پاکستان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تعلّموا النحو فانه جمال للوضیع وترکه هجنة للشریف

(حضرت ایوب سختیانیؒ)

ضیاء النحو

اردو شرح

هدایة النحو

جس میں

اعراب عبارت، ترجمہ، تجزیہ عبارت، تشریح مع اعتراضات اور اشعار کی تشریح وترکیب پیش کی گئی ہے۔

تالیف

مولانا محمد اصغر علی صاحب

استاذ الحدیث

فون رہائش: 0418729206

جامعہ اسلامیہ عربیہ مدنی ٹاؤن غلام محمد آباد فیصل آباد پاکستان

نام کتاب	ضیاء النحو اردو شرح ھدایۃ النحو
تالیف	مولانا محمد اصغر علی صاحب فیصل آبادی
صفحات	۳۳۲
تعداد	۱۱۰۰

اشاعت اول جنوری ۲۰۰۳ء   اشاعت ثانی اپریل ۲۰۰۶ء   اشاعت ثالث مارچ ۲۰۱۰ء

نظر ثانی استاذ محترم حضرت اقدس مولانا عبد الرحمن صاحب ڈیروی زید مجدہ استاذ الحدیث دار العلوم پیپلز کالونی نمبر ۲ فیصل آباد

ملنے کے پتے

مکتبہ اسلامیہ عربیہ مدنی ٹاؤن غلام محمد آباد فیصل آباد

فون مدرسہ:041-8560546 موبائل فون:03217227696

مکتبہ اسلامیہ بیرون امین پور بازار فیصل آباد	041-2631204
مکتبۃ القرآن بیسمنٹ رسول پلازہ امین پور فیصل آباد	041-2601919
مکتبۃ العارفی جامعہ اسلامیہ امدادیہ فیصل آباد	041-8715856
مکتبہ عمر فاروق جامعہ دار القرآن مسلم ٹاؤن فیصل آباد	0333-6571065
مکتبہ سید احمد شہید الکریم مارکیٹ اردو بازار لاہور	042-7228272
مکتبہ مجیدیہ بیرون بوہڑ گیٹ ملتان	061-4543841
مکتبہ نعمانیہ کراچی نزد دار العلوم کراچی	0333-2252023
مکتبۃ الاحسان کراچی	0321-2926776
مکتبہ حبیبیہ سوارئی ضلع بنیر	0939-9555101

مکتبۃ الانور دکان نمبر ۲ بلاک نمبر ۲ GRE ۱۴۲/۲ نور مینشن بنوری ٹاؤن کراچی 021-4914596

انتساب

میں اپنی اس حقیر کوشش کو اپنے محترم اساتذہ کرام اور قابل صد احترام وافتخار والدین اور بڑے بھائی کے نام کرتا ہوں جن کی انتھک محنت، کوشش اور دعاؤں سے اللہ تعالیٰ نے مجھے آج اس مقام تک پہنچایا ہے

محمد اصغر علی عفی عنہ

۱۹ رجب المرجب ۱۴۲۲ھ بمطابق ۷ ااکتوبر ۲۰۰۱ء

فہرست

تقریظ

از استاذ العلماء ، رئیس الصلحاء ، محبوب الطلباء حضرت مولانا عبید اللہ صاحب زید مجدہ
استاذ الحدیث دار العلوم فیصل آباد

بسم الله الرحمن الرحیم

الحمد لله رب العلمین و الصلوٰة و السلام علی من لانبی بعده

امابعد : مثل مشہور ہے" النحو فی الکلام کالملح فی الطعام "کھانے میں نمک کی ضرورت اس کو خوش ذائقہ اور لذیذ بنانے کیلئے ہوتی ہے اور ہضم میں اس سے مدد ملتی ہے، لیکن عربی کلام میں نحو کی ضرورت اس سے بھی زیادہ ہے، جیسے نحو سے تقریر و تحریر میں چاشنی پیدا ہوتی ہے اور اثر پذیری میں زیادتی ہوتی ہے ایسے ہی مفہوم و مطالب کی صحیح طور پر ادائیگی علم نحو کے بغیر ممکن نہیں ہے، اگر اس علم کی رعایت نہ ہو تو بات بے معنی ہو کر رہ جاتی ہے عبارت کی صحیح ترکیب اور قواعد کے اجراء سے ہی کلام کا صحیح مفہوم پہچانا جا سکتا ہے، پھر علم نحو میں "ہدایۃ النحو" کو تدریسی اعتبار سے اہم مقام حاصل ہے اس کی عبارت کافیہ کی بنسبت آسان ہے اور پیچیدگیوں سے خالی ہے، عزیز القدر مولانا محمد اصغر علی صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ نے جو جید مدرس اور درسیات میں ایک باذوق مصنف ہیں، ہدایۃ النحو کی اردو شرح "ضیاء النحو" مرتب فرما کر اس کو اور آسان بنا دیا ہے، بندہ نے متعدد مقامات سے اس کو دیکھا ہے اسے مدارس عربیہ کے طلباء اور طالبات کے لئے انتہائی مفید پایا،

مؤلف موصوف کی اس محنت کی داد تحسین پیش کرنے کے ساتھ ساتھ حق تعالیٰ شانہ کی بارگاہ میں دست بدعا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان کی اس محنت شاقہ کو قبول فرمائیں اور طلباء اور طالبات کے لئے اس کو زیادہ سے زیادہ نافع اور مفید بنائیں، اور ہم سب کی کوتاہیوں سے درگزر فرما کر اپنی مرضیات پر چلنے کی توفیق مرحمت فرمائیں اور ہم سب کا خاتمہ بالخیر فرمائیں،

آمین یا رب العلمین بجاہ سید المرسلین ﷺ

راقم عبید اللہ عفی عنہ

مدرس دار العلوم فیصل آباد

٦ ذی القعدہ ١٤٢٣ھ مطابق ٢٠ جنوری ٢٠٠٣ء

تقریظ

از استاذ العلماء، رئیس النحو، جامع المعقول و المنقول، حضرت مولانا عبد الرحمٰن صاحب ڈیروی دامت برکاتہم استاذ الحدیث دار العلوم فیصل آباد پیپلز کالونی نمبر ۲ پہاڑی چوک

باسمہ سبحانہ وتعالیٰ

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

ماشاء اللہ تعالیٰ چشم بد دور، عزیزم مولانا محمد اصغر علی صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ کی سعی و کوشش نتیجہ خیز ثابت ہوئی کہ کتاب "ھدایۃ النحو" کو نہایت ہی سہل و آسان کر دیا اور ماشاء اللہ تعالیٰ مولانا کا قلم مشکل کی تسہیل میں خوب رواں دواں ہے، جیسا کہ اس سے پہلے "تہذیب الکافیہ" شرح اردو کافیہ" میں اہل علم معلوم کر چکے ہیں، اس کی طلب میں کثرت سے ارسال خطوط کا سلسلہ مولانا کے پاس اب تک جاری ہے حتی کہ دوسری مرتبہ طبع شدہ نسخہ جات بھی ختم ہونے کو ہیں،

اور امید ہے کہ یہ شرح سابقہ کی بنسبت زیادہ ہی مقبول منظور ہو گی، لیکن یہ تسہیل محض فہم کے اعتبار سے ہے، مسائل کے حفظ کے لئے فہم کے بعد تکرار و تمرین ضروری ہے،

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے فائدہ کو عام و تام فرمائیں، بندہ نے اسکو شروع سے اخیر تک دیکھا، جہاں اصلاح کی ضرورت محسوس ہوئی تو اصلاح کر دی اور انہوں نے اسکو تسلیم بھی کر لیا، یہ ان کے خلوص پر صریح دلالت ہے اللھم زد فزد،

مبتدی اور منتہی دونوں کے لئے بلکہ ابتدائی مدرس کے لئے بھی پڑھانے میں چراغ راہ کا کام دے گی، اللہ تعالیٰ شارح کو اجر جزیل سے نوازیں اور جن حضرات نے اس بارہ میں جس قسم کا تعاون کیا ہے انکی تقصیرات سے درگزر فرمائیں، آمین۔

یارب عفو بکن گناہ ہم را ☆ پاک بشو حرف سیاہ ہم را

بخش بآں الطاف کہ داری ☆ جرم مصنف کاتب و قاری

فقط عبد الرحمٰن ڈیروی خادم حدیث علی صاحبہ الصلوٰۃ والسلام

دار العلوم فیصل آباد پیپلز کالونی نمبر ۲ پہاڑی چوک

۷ شوال ۱۴۲۳ھ مطابق ۲ انومبر ۲۰۰۲ بروز جمعرات

تقریظ

از استاذ العلماء شیخ المعقول و المنقول حضرت مولانا محمد زید صاحب دامت فیوضھم شیخ الحدیث دار العلوم ربانیہ و خلیفہ مجاز حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب قاسمی رحمۃ اللہ علیہ دار العلوم دیوبند

نحمده ونصلی علی رسوله الکریم

بسم الله الرحمن الرحیم

مولانا محمد اصغر علی صاحب ایک جیدّ عالم، اعلیٰ مدرس، بہترین خطیب، عمدہ سجادہ نشین بڑے مبلغ کے مراتب پر فائز ہونے کے ساتھ ساتھ ایک اچھے مصنف بھی ہیں، انکے ملکہ تفہیم نے ان کے ذوق تدریس کو پروان چڑھا کر ذوق تصنیف تک پہنچادیا ہے،

معلوم ہوتا ہے کہ درس نظامی کی شروحات کا ذوق زیادہ رکھتے ہیں خصوصاً کتب نحو کی، پہلے کافیہ کی کامیاب شرح لکھی اور اب ہدایۃ النحو کی "ضیاء النحو" کے نام سے لکھی ہے، امید ہے کہ طلباء کو ان سے کثیر فائدہ ہوگا،

تصنیف کا ذوق علماء میں بہترین ذوق ہے اس سے مسائل کی تحقیق کا خوب موقع ملتا ہے، معمولی سی بات کے لئے بسا اوقات کافی چھان بین کرنی پڑتی ہے، سال ہا سال میں کسی کتاب کی تدریس کے وقت غلط توجیہات کا پتہ نہیں چلتا جو اس کی شرح کے تصنیف کے وقت کھل جاتا ہے، لوگ اپنی تصانیف کا انتساب اپنے شوق سے کسی کی طرف کیا کرتے ہیں، مولانا نے چونکہ علم نحو کا کافی حصہ بندہ سے پڑھا تھا اسلئے خلاف عرف میرا جی چاہتا ہے کہ اس کا انتساب اپنی طرف کروں،

بہتر آن باشد سر دلبراں   گفتہ آید در حدیث دیگراں

دم در نہفتہ بہ زطیباں مدعی   باشد کہ از خزانہ غیبش دوا کنند

لیکن مولانا کی علمی شان اس سے مانع ہے، اللہ تعالیٰ اس کا نفع عام کریں اور مولانا کو اپنی مشقتوں کا صلہ جنت عطا فرمائیں، آمین

محمد زید یکے از خدام حضرت حکیم الاسلام

ذی قعدہ ۱۴۲۳ھ بمطابق ۱۰ جنوری ۲۰۰۳ء بروز ہفتہ

تقریظ

ازیادگارسلف، استاذالعلماءورئیس الاتقیاء، جامع المعقول و المنقول

حضرت مولانا عبدالکریم شاہ صاحب. مدظلہ العالی شیخ الحدیث دارالعلوم حنفیہ چکوال

باسمہ سبحانہ وتعالیٰ

قرآن وحدیث کی زبان صحیح عربی ہے، عربیت میں مہارت حاصل کئے بغیر قرآن وحدیث کا صحیح مفہوم سمجھا نہیں جا سکتا، علم صرف ونحو کو عربی گرائمر کے ناطے قرآن وسنت کے سمجھنے میں بڑا دخل ہے۔

اہل علم کا مشہور مقولہ ہے "النحو فی الکلام کالملح فی الطعام" صیغہ کی صحیح تشخیص عبارت کی صحیح ترکیب اور صحیح اعراب کے اجراء سے ہی کلام کا صحیح مفہوم پہچانا جاسکتا ہے،

پھر علم نحو میں ھدایۃ النحو کو تدریسی اعتبار سے اہم مقام حاصل ہے، کافیہ کے برعکس اسکی عبارت انتہائی سلیس ہے اور پیچیدگیوں سے خالی ہے، اس کو صحیح پڑھنے سے کافیہ کے مسائل کا سمجھنا طالبعلم کے لئے آسان ہو جاتا ہے۔

حضرت مولانا محمد اصغر علی صاحب دامت برکاتھم نے "ھدایۃ النحو" کی اردو شرح "ضیاء النحو" لکھ کر اس کتاب کو انتہائی آسان کر دیا ہے فجزاھم اللہ احسن الجزاء،

کتاب کے مقاصد اور فوائد کو عام فہم طریقہ سے واضح کر دیا، یہ شرح اسم بامسمّیٰ ہے، علم نحو کے مسائل سمجھنے میں واقعی یہ چراغ کا کام دیتی ہے، ھدایۃ النحو پڑھنے بلکہ پڑھانے والوں کیلئے انتہائی مفید ہے حتیٰ کہ اس شرح کا بغور مطالعہ کرنے سے کافیہ کو آسانی سے سمجھنے کی استعداد پیدا ہو سکتی ہے، اللہ تعالیٰ شارح کی علمی ترقی میں اضافہ فرمائیں اور اس شرح کو افادہ عامہ سے قبولیت عطا فرمائیں آمین

عبدالکریم شاہ

دارالعلوم حنفیہ چکوال

۱۰ جمادی الاولی ۱۴۲۳ھ بمطابق ۲۱ جولائی ۲۰۰۲ء

تقریظ

از پیر طریقت، رہبر شریعت، فخر الاماثل، زبدۃ الاتقیاء، شیخ المشائخ حضرت اقدس مولانا مفتی سید جاوید حسین شاہ صاحب دامت برکاتہم شیخ الحدیث جامعہ عربیہ عبیدیہ علامہ اقبال کالونی و خلیفہ مجاز امام الھدی حضرت مولانا عبید اللہ انور قدس سرہ

باسمہ تعالیٰ

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم اما بعد

عزیز القدر مولانا محمد اصغر علی صاحب ایک جید مدرس اور درسیات میں ایک باذوق مصنف ہیں، کافیہ کی شرح کے بعد اب "ھدایۃ النحو" کی اردو شرح "ضیاء النحو" مرتب فرمائی ہے۔ حق تعالیٰ شانہ اپنے عالی دربار میں قبول فرما کر اہل علم کے لئے نافع فرمادیں اور مؤلف موصوف کو مزید ترقیات وبرکات سے نوازیں اور اپنے مقربین خاص میں شامل فرمادیں، آمین

یا الہ العالمین، بجاہ سیدنا محمد وآلہ وصحبہ اجمعین

فقط جاوید حسین عفا اللہ عنہ

۷ ذی قعدہ ۱۴۲۳ھ مطابق ۱۱ جنوری ۲۰۰۳ء

☆مبادیات علم نحو☆

نحو کا لغوی معنی نحو کا لغوی معنی قصد اور ارادہ ہے جیسا کہ محاورے میں کہا جاتا ہے نَحَوْتُ هذا نَحوًا میں نے اس چیز کا پختہ ارادہ کیا' نحو کا معنی جہت بھی آتا ہے جیسے نحو البیت قصدتُ میں نے گھر کی جہت (طرف) کا ارادہ کیا' حاصل یہ ہے کہ نحو کا لغوی معنی قصد' ارادہ اور جہت ہے۔

نحو کا اصطلاحی معنی اَلنَّحْوُ عِلْمٌ بِأُصُوْلٍ يُعْرَفُ بِهَا اَحْوَالُ اَوَاخِرِ الْكَلِمِ الثَّلٰثِ مِنْ حَيْثُ الْاِعْرَابِ وَ الْبِنَاءِ وَكَيْفِيَّةُ تَرْكِيْبِ بَعْضِهَا مَعَ بَعْضٍ 'نحو ایسے قوانین کا علم ہے جس کی وجہ سے تینوں کلموں کے آخر کے حالات معرب ومبنی کی حیثیت سے اور بعض کو بعض کے ساتھ ملانے کی ترکیبی حیثیت معلوم ہوتی ہے۔

موضوع کسی شئ کا موضوع وہ چیز ہوتی ہے جس میں اس شئ کے احوال سے بحث کی جائے مَوْضُوْعُ النَّحْوِ اَلْكَلِمَةُ وَالْكَلَامُ 'نحو کا موضوع کلمہ اور کلام ہے کیونکہ نحو میں کلمہ اور کلام ہی کے احوال سے بحث ہوتی ہے -

غرض وغایت نحو کی دو غرضیں ہیں (۱) غرض قریب (۲) غرض بعید۔

غرض قریب صِيَانَةُ الذِّهْنِ عَنِ الْخَطَاءِ اللَّفْظِيِّ فِيْ كَلَامِ الْعَرَبِ

ذہن کو کلام عرب میں خطاء لفظی سے بچانا۔

غرض بعید اَلْفَوْزُ وَالْفَلَاحُ بِسَعَادَةِ الدَّارَيْنِ نحو کی غرض بعید یہ ہے کہ قرآن وحدیث اس کے ذریعہ سیکھ کر اور عمل کر کے دونوں جہانوں کی کامیابیاں حاصل کرنا۔

نحو کی عظمت وشان حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ تَعَلَّمُوا النَّحْوَ كَمَا تَعَلَّمُوْنَ السُّنَنَ وَ الْفَرَائِضَ تم نحو کو ایسے سیکھو اور حاصل کرو جیسے تم سنن اور فرائض کو سیکھتے ہو' حضرت ایوب سختیانیؒ کا قول ہے کہ تَعَلَّمُوا النَّحْوَ فَاِنَّهُ جَمَالٌ لِلْوَضِيْعِ وَتَرْكُهُ هُجْنَةٌ لِلشَّرِيْفِ تم نحو کو سیکھو کیونکہ یہ گھٹیا آدمی کے لئے باعث جمال اور شریف آدمی کیلئے نحو سے کورا رہنا اس کیلئے عیب کا سبب ہے' بعض نحویوں کا قول ہے کہ اَلنَّحْوُ فِي الْكَلَامِ كَالْمِلْحِ فِي الطَّعَامِ نحو کلام کو ایسے مزیدار کرتا ہے جیسے نمک سے کھانا لذیز اور مزیدار ہوتا ہے۔

نحو کا مدوّنِ اول جب دینِ اسلام کو اللہ تعالیٰ نے تمام ادیان باطلہ پر غلبہ عطا فرمایا اور مختلف زبانوں والے لوگ جوق در جوق اسلام میں داخل ہونے لگے اور عجمیوں کے عربیوں سے اختلاط کیوجہ سے عربی زبان میں فساد آنے لگا اور لوگ عربی کو بگاڑ کر پڑھنے اور بولنے لگے تو امیر المؤمنین حضرت علی رضی اللہ عنہ کو فکر ہوئی کہ اگر اس کا سدباب نہ کیا گیا تو اصل عربی ختم ہو جائے گی چنانچہ حضرت علی رضی اللہ نے عربی زبان کے کچھ قواعد اور اصول جمع کئے پھر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قواعد اور اصول سامنے رکھ کر ابو الاسود دوئلی نے مزید تفصیل کے ساتھ نحو کے قواعد اور اصول پر گفتگو کی' چنانچہ ابو الاسود دوئلی سے کسی نے پوچھا مِنْ اَیْنَ لَکَ ھٰذَا النَّحْوُ اے ابو الاسود تو نے نحو کے یہ قواعد کہاں سے حاصل کئے ہیں تو انہوں نے کہا کہ میں نے یہ قوانین اور قواعد حضرت علی رضی اللہ عنہ سے حاصل کئے ہیں حاصل یہ ہوا کہ نحو کے مدون اول حضرت علی رضی اللہ عنہ اور مدون ثانی ابو الاسود دوئلی ہوئے۔

بعض روایات میں آتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں ایک اعرابی نے لوگوں سے کہا کوئی ایسا آدمی ہے جو مجھے اللہ کے رسول ﷺ پر نازل شدہ کلام سنائے تو ایک آدمی نے سورۃ براءت کی کچھ آیات تلاوت کیں جب وہ اس آیت پر پہنچا اِنَّ اللّٰہَ بَرِیٌٓءٌ" مِّنَ الْمُشْرِکِیْنَ وَرَسُوْلُہٗ' تو اس نے وَرَسُوْلُہٗ کی جگہ وَرَسُوْلِہٖ پڑھ لیا جسکے معنی غلط بن جاتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ مشرکین سے بھی بیزار ہیں اور اپنے رسول سے بھی (معاذ اللہ) بیزار ہیں تو وہ اعرابی یہ کہنے لگا کہ اگر اللہ اپنے رسول سے ایسے بری ہیں جیسے مشرکین سے تو میں بھی اس رسول سے (معاذ اللہ) بری ہوں جب یہ قصہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو معلوم ہوا تو آپ نے اس عرابی کو بلایا اور فرمایا کہ یہ آیت ان اللہ بریٔ من المشرکین ورسولِہٖ نہیں ہے بلکہ اِنَّ اللّٰہَ بَرِیٌٓءٌ "مِّنَ الْمُشْرِکِیْنَ وَرَسُوْلُہٗ" ہے اس کا مطلب یہ بنتا ہے کہ اللہ اور اس کا رسول مشرکین سے بری ہیں' اس کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ابو الاسود دوئلی کو وضع نحو کی طرف توجہ دلائی جس پر انہوں نے قواعد نحو جمع کئے۔

صاحب ہدایۃ النحو

تعارف عارف کبیر شیخ سراج الدین عثمان چشتی نظامی معروف باخی سراج اودھی ہیں آپ سلطان المشائخ نظام الدین محمد بدایونی دہلوی کے نمائندے تھے۔

ابتدائی حالات شیخ سراج الدین بالکل نو عمری میں حضرت نظام الدین محمد بدایونی کی خانقاہ میں آکر شریک ہوگئے تھے اور عنفوان شباب میں علوم ظاہری سے قطعا ناآشنا تھے البتہ علم کا شوق ضرور رکھتے تھے کیونکہ جب آپ دہلی پہنچے تو کتاب اور کاغذ کے سوا کوئی دوسرا سامان آپ کے پاس نہ تھا لیکن خانقاہ میں پہنچ کر مہمانوں کی خدمت میں اتنے مشغول ہوئے کہ لکھنے پڑھنے کا موقعہ نہ مل سکا۔

آغاز تعلیم جس وقت ہندوستان کے مختلف اقطار و جہات میں حضرت سلطان المشائخ نے اپنے نمائندوں کو روانہ کرنا چاہا تو قدرتا بنگال کیلئے انہی کی طرف خیال گیا کیونکہ آپ ان کے ہم زبان تھے لیکن جب یہ محسوس ہوا کہ آپ نے ظاہری علوم کی تکمیل نہیں کی تو سلطان المشائخ نے فرمایا اس کام کیلئے علم کا ہونا انتہائی ضروری ہے اور جاہل آدمی شیطان کا کھلونا ہوتا ہے شیطان جس طرح چاہے اس سے کھیلتا رہتا ہے اتفاقا اس مجلس میں حضرت مولانا فخر الدین زرادی بھی تشریف فرما تھے انہوں نے عرض کیا کہ میں ان کو چھ ماہ میں عالم بنادوں گا چنانچہ حضرت فخر الدین زرادی نے غیاث پور میں شیخ سراج الدین کو تعلیم دینا شروع کی چنانچہ میر خورد بھی آپ کے ساتھ تعلیم میں شریک تھے میر خورد لکھتے ہیں کافی عمر ہو جانے کے بعد مولانا سراج کی تعلیم شروع ہوئی چنانچہ آغاز تعلیم میں آپ کو علم صرف بے گردان اور قواعد وغیرہ سکھائے گئے اور مولانا فخر الدین زرادی نے آپ کے واسطے مختصر و مفصل گردان کی ایک کتاب تصنیف کی جس کا نام عثمانی رکھا' غالبا یہ وہی کتاب ہے جو مدارس عربیہ میں اس وقت "زرادی" کے نام سے مشہور ہے۔

تعلیم نحو و فقہ علم صرف کی تعلیم کے بعد آپ نے شیخ رکن الدین اندرینی سے علم نحو و فقہ کی تحصیل کی آپ کافیہ، مفصل' قدوری، مجمع البحرین پڑھتے رہے چنانچہ آپ چھ ماہ کی مدت میں اس رتبہ پر پہنچ گئے تھے کہ کسی دانشمند کو آپ کے ساتھ بحث و مباحثہ کی مجال نہ تھی۔

عطاء خرقہ ء خلافت ابتدا آپ ظاہری علوم سے بے بہرہ تھے اسی وجہ سے شیخ فرید شکر گنج نے عطائے خرقہ

خلافت حصول علم ظاہری پر موقوف فرمایا آپ چھ ماہ کی قلیل مدت میں علم ظاہری کی تحصیل و تحقیق کر کے مرتبہ تکمیل کو پہنچے ابھی علم ظاہری سے فراغت بھی نہ پائی تھی کہ حضرت شیخ فرید شکر گنجؒ انتقال فرماگئے اور وقت انتقال سلطان المشائخ کو عطائے خرقہ ء خلافت کا حکم ارشاد فرماگئے علم ظاہری حاصل کرنے کے بعد تین برس کامل سلطان المشائخ سے تعلیم پائی اور خرقہ خلافت واجازت حاصل کی۔

خدمت دین آج بنگال کے تین کروڑ سے زائد مسلمانوں پر امت مسلمہ کو ناز ہے جب شیخ سراج الدین عثمان نے اس ملک میں قدم رکھا اس وقت ابھی پوری ڈاڑھی بھی نہ آئی تھی پھر ایمان و عرفان کے ایسے چراغ روشن کئے جن کی وجہ سے پورا بنگال روشن ہونے لگ گیا پھر آپ سینکڑوں ارادتمندوں اور خدمت گاروں سے مل کر شیخ کی خدمت و سرپرستی میں رہنے لگے پھر ان ہی خدمت کرنے والے افراد میں سے ایک فرد کا نام اخی سراج الدین عثمان پڑا جس نے نظام الاولیاء کی خانقاہ سے نکل کر سارے بنگال کو روشن کردیا اور پنڈوہ کے علاء الحق والدین جن کا آج سارا بنگال معتقد ہے وہ انہی اخی سراج الدین عثمان کے ہی تربیت یافتہ ہیں۔

تصانیف آپ کی تصانیف میں سے مشہور میزان الصرف' ہدایۃ النحو اور پنج گنج ہیں' یوں تو آپ کی ہر تصنیف بے بہا موتیوں کا خزانہ ہے لیکن نحو کے قواعد میں ہدایۃ النحو کی جو شہرت ہے وہ محتاج بیان نہیں جس میں آپ نے علم نحو کے تمام قواعد نہایت عمدہ اسلوب کے ساتھ جمع کئے ہیں' ہدایۃ النحو کی مقبولیت کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ وقت تصنیف سے آج تک مدارس عربیہ میں داخل نصاب ہے۔

وفات آخر یہ چمکتا ہوا آفتاب اپنے علم و عرفان سے جہان کو روشن کرتا ہوا کُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ ' کے اصول کے تحت ۷۵۸ھ میں ہمیشہ کیلئے غروب ہو گیا اور اپنے متعلقین کے دلوں میں ہمیشہ کیلئے جدائی کا غم چھوڑ گیا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ وَالصَّلٰوةُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ۔

ترجمہ: اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بڑے مہربان اور انتہائی رحم کرنے والے ہیں۔

"تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ثابت ہیں جو تمام جہانوں کو پالنے والے ہیں اور اچھا انجام متقین کیلئے ثابت ہے اور درود و سلام ہو اللہ کے رسول پر جن کا اسم گرامی حضرت محمد ﷺ ہے اور آپ کی تمام ال پر اور آپ کے تمام صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین پر۔

تجزیہ عبارت: مصنفؒ نے مذکورہ عبارت میں حمد باری تعالیٰ اور صلوٰۃ علی النبی ﷺ بیان کی ہے۔

تشریح: مصنفؒ نے اپنی کتاب کو تسمیہ اور تحمید سے شروع کیا ہے تین چیزوں کی اتباع کرتے ہوئے (۱) کتاب اللہ (۲) احادیث مبارکہ (۳) سلف صالحین "کتاب اللہ کی اتباع اس طرح کیونکہ خَیْرُ الْکَلَامِ کَلَامُ اللّٰہِ کی ابتدا بھی تسمیہ اور تحمید سے ہے، حدیث مبارکہ کی اتباع اس طرح کہ حضور اقدس ﷺ کا ارشاد ہے کُلُّ اَمْرٍ ذِیْ بَالٍ لَمْ یُبْدَأْ بِبِسْمِ اللّٰہِ فَھُوَ اَبْتَرُ ہر وہ ذی شان کام جس کو بسم اللہ سے شروع نہ کیا جائے وہ بے برکت ہوتا ہے۔

اس طرح تحمید کے بارے میں حضور اقدس ﷺ کا ارشاد ہے کُلُّ اَمْرٍ ذِیْ بَالٍ لَمْ یُبْدَأْ بِحَمْدِ اللّٰہِ فَھُوَ اَقْطَعُ اَوْ اَجْزَمُ ہر وہ ذی شان کام جس کی ابتداء حمد باری تعالیٰ سے نہ ہو وہ بے برکت اور نا تمام ہوتا ہے اور سلف صالحین کی اتباع اس طرح ہے کیونکہ اسلاف مصنفینؒ کا طرز و طریقہ رہا ہے کہ اپنی کتاب کا آغاز تسمیہ اور تحمید سے فرماتے تھے۔

حمد کی تعریف اَلْحَمْدُ ھُوَ الثَّنَاءُ بِاللِّسَانِ عَلَی الْجَمِیْلِ الْاِخْتِیَارِیْ نِعْمَةً کَانَ اَوْ غَیْرَھَا ' حمد کہتے ہیں زبان سے اختیاری خوبی پر تعریف کرنا نعمت ہو یا نہ ہو۔

مدح کی تعریف ھُوَ الثَّنَاءُ عَلَی الْجَمِیْلِ مُطْلَقًا ' خوبی پر تعریف کرنا اختیاری ہو یا غیر اختیاری نعمت ہو یا نہ ہو' حمد اور مدح میں نسبت عموم و خصوص مطلق کی ہے' حمد خاص مطلق ہے کیونکہ خوبی اختیاری پر حمد ہوتی ہے اور مدح عام مطلق ہے' خوبی اختیاری پر تعریف ہو چاہے خوبی غیر اختیاری پر' جیسے حَمِدْتُ زَیْدًا عَلٰی عِلْمِهٖ وَکَرَمِهٖ کہہ سکتے ہیں کیونکہ علم اور کرم زید کے اختیار میں ہے اب حَمِدْتُ زَیْدًا عَلٰی حُسْنِهٖ نہیں کہہ سکتے کیونکہ حسن اس کے

اختیار میں نہیں ہے

بلکہ مَدَحتُ زَیداً عَلٰی حُسنِہٖ کہیں گے

شکر کی تعریف فِعلٌ یُنبِئُ عَن تَعظِیمِ المُنعِمِ لِکَونِہٖ مُنعِمًا سَوَاءٌ کَانَ بِاللِّسَانِ اَو بِالجَنَانِ اَو بِالاَرکَانِ بغرض تعظیم منعم کے انعام پر تعریف کرنا چاہے زبان سے ہو یا دل سے یا اعضاء و جوارح سے 'حمد اور شکر کے درمیان نسبت عموم و خصوص من وجہ کی ہے'ایک اعتبار سے حمد خاص ہے کیونکہ حمد صرف زبان سے ادا ہوتی ہے شکر عام ہے چاہے زبان سے ہو یا دل یا جوارح سے 'ایک اعتبار سے حمد عام ہے کیونکہ اس میں عموم ہے چاہے نعمت کے بدلے یا غیر نعمت کے بدلے اور شکر خاص ہے کیونکہ شکر نعمت کے بدلے ہوتا ہے۔

قولہ لِلّٰہِ اَللّٰہُ عَلَمٌ لِلذَّاتِ الوَاجِبِ الوُجُودِ المُستَجمِعِ بِجَمِیعِ صِفَاتِ الکَمَالِ ' اللہ اس ذات کا نام ہے جو واجب الوجود ہے اور کمال کے تمام صفات کو جامع ہیں۔

قولہ رَبِّ العٰلَمِینَ رَبّ دراصل مصدر ہے بمعنی پرورش کرنا یعنی کسی چیز کو آہستہ آہستہ حد کمال تک پہنچانا پھر بطور مبالغہ اللہ کی ذات پر اطلاق ہونے لگ گیا' یا یہ اسم فاعل کے معنی میں ہے یعنی پرورش کرنے والا 'رب کا اطلاق بغیر اضافت کے غیر اللہ پر جائز نہیں البتہ اضافت کے ساتھ جائز ہے جیسے اِرجِع اِلٰی رَبِّکَ اور جیسے اِنَّہٗ رَبِّیٓ اَحسَنَ مَثوَایَ

قولہ اَلعٰلَمِینَ العالمین عالم کی جمع ہے بمعنی ما یعلم الشئ یعنی جس کے ذریعے سے کسی شئ کو پہچانا جائے چونکہ اس عالم کے ذریعے سے صانع کو پہچانا جاتا ہے اس لئے اس کو عالم کہتے ہیں چونکہ بہت سے عالم ہیں جن کا شمار بھی مشکل ہے مثلاً عالم انسان' عالم جنات' عالم حیوانات' عالم سموات' عالم ارضیات' عالم برزخ' عالم جنت اور عالم دوزخ وغیرہ وغیرہ اس لئے عالمین کو جمع لائے ہیں عالم کے تحت اگرچہ ذوی العقول اور غیر ذوی العقول دونوں داخل ہیں لیکن ذوی العقول کو غلبہ دیتے ہوئے اس کی جمع یاء و نون کے ساتھ لائے ہیں۔

قولہ وَالعَاقِبَۃُ لِلمُتَّقِینَ العاقبۃ سے مراد خیر العاقبۃ و حسن العاقبۃ ہے یعنی اچھا انجام متقین کیلئے ثابت ہے المتقین یہ متقی کی جمع ہے یعنی وہ لوگ جو ایمان کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے اور تقویٰ کی زندگی اختیار کرتے ہیں اور اپنے آپ کو ان چیزوں سے روکتے ہیں جن میں عذاب اور سزا مقرر ہے۔

قولہ وَالصَّلٰوۃُ عَلٰی رَسُولِہٖ مُحَمَّدٍ صلوٰۃ کے معنی دعاء کے ہیں اصطلاح میں صلوٰۃ کی نسبت اگر اللہ تعالیٰ کی طرف

ہو تو معنی رحمت مراد ہوتا ہے اور اگر انسانوں کی طرف ہو تو معنی دعاء مراد ہوتا ہے اور اگر ملائکہ کی طرف ہو تو معنی استغفار ہوتا ہے اور اگر وحوش و طیور (چرند و پرند) کی طرف ہو تو معنی تسبیح مراد ہوتا ہے۔

رسول اس انسان کو کہا جاتا ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے مخلوق کی طرف احکام پہنچانے کیلئے مبعوث کیا ہو اور اس کو نئی کتاب اور نئی شریعت سے نوازا ہو اور نبی عام ہے چاہے اسکو نئی شریعت اور نئی کتاب دی گئی ہو یا نہ دی گئی ہو بلکہ اپنے سے پہلے پیغمبر کی شریعت کی تبلیغ کا حکم ہو۔

محمد حمد سے مشتق ہے اسم مفعول بمعنی تعریف کیا ہوا اور آپ اسم بامسمّٰی ہیں اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو بہت سے اعزازات سے نوازا ہے اور ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ امت کے لئے ضروری کردیا آپ علیہ السلام پر درود بھیجنا۔

قوله وَآلِهِ وَاَصْحَابِهِ اَجْمَعِيْنَ سیبویہ کے نزدیک آل اصل میں اہل تھا کیونکہ اس کی تصغیر اھیل آتی ہے ہاء کو خلاف قیاس ہمزہ سے بدل دیا کسائی کے نزدیک آل اصل میں اول تھا کیونکہ اسکی تصغیر اویل آتی ہے واؤ متحرک ما قبل مفتوح واؤ کو الف سے بدلا تو آل بن گیا دونوں حضرات کی دلیل اس کی تصغیر ہے کیونکہ شئ کی اصل دیکھنی ہو تو اس کی تصغیر یا اسکے صیغہ جمع کو دیکھا جاتا ہے۔

آل اور اھل میں دو طرح کا فرق ہے آل کا اطلاق اشراف پر ہوتا ہے خواہ شرافت دنیوی ہو جیسے آل فرعون خواہ شرافت اخروی ہو جیسے آل محمد ﷺ آل نوح علیہ السلام آپ کو دونوں طرح سے شرافت حاصل ہے بخلاف اھل کے اس کا استعمال اشراف اور غیر اشراف پر ہوتا ہے اس لئے اہل حجام بھی کہہ سکتے ہیں دوسرا فرق یہ ہے کہ آل ذوی العقول کی طرف مضاف ہوتا ہے جیسے آل محمدؐ اور غیر ذوی العقول کی طرف مضاف نہیں ہوتا یوں نہیں کہہ سکتے آل الزمان و آل التجارۃ اور اہل عام ہے چاہے ذوی العقول ہوں یا غیر ذوی العقول۔

آل کا مصداق ازواج مطہرات اور آپ کی اولاد ہے اگر کلام میں فقط لفظ آل ذکر ہو اور صحابہ کرام اور ازواج مطہرات کا تذکرہ ساتھ نہ ہو تو پھر آل سے معنی عام مراد ہوں گے یعنی ہر مومن متقی جیسا کہ حضور اقدس ﷺ نے ایک سائل کے جواب میں ارشاد فرمایا کُلُّ نَقِيٍّ تَقِيٍّ فَهُوَ آلِي –

قوله وَاَصْحَابِهِ اصحاب یا تو صاحب کی جمع ہے جیسے اطہار جمع ہے طاہر کی یا اصحب صحب کی جمع ہے جیسے انہار جمع ہے نہر کی، صحابی اس کو کہتے ہیں جس نے ایمان کی حالت میں حضور اقدس ﷺ کو دیکھا یا ملاقات کی ہو اور اسی حالت میں

وفات پائی ہو چونکہ حضور اقدس ﷺ کے علوم و معارف صحابہ کرام کے واسطے سے ہم تک پہنچے ہیں اس لئے مصنفؒ نے دعا میں ان حضرات کو بھی شریک کیا ہے۔

اَمَّا بَعْدُ فَهٰذا مُخْتَصَرٌ مَضْبُوطٌ فِی النَّحْوِ جَمَعْتُ فِيهِ مُهِمَّاتِ النَّحْوِ عَلٰى تَرْتِيبِ الْكَافِيَةِ مُبَوَّبًا وَّمُفَصَّلاً بِعِبَارَةٍ وَّاضِحَةٍ مَعَ اِيْرَادِ الْاَمْثِلَةِ فِی جَمِيعِ مَسَائِلِهَا مِنْ غَيْرِ تَعَرُّضٍ لِلْاَدِلَّةِ وَ الْعِلَلِ لِئَلاَّ يُشَوِّشَ ذِهْنَ الْمُبْتَدِیْ عَنْ فَهْمِ الْمَسَائِلِ وَ سَمَّيْتُهٗ بِهِدَايَةِ النَّحْوِ رِجَاءَ اَنْ يَّهْدِیَ اللّٰهُ تَعَالٰى بِهِ الطَّالِبِيْنَ۔

ترجمہ: بہر حال حمد و صلوٰۃ کے بعد یہ مختصر منضبط کتاب ہے جو علم نحو کے مسائل پر مشتمل ہے جس کے اندر میں نے نحو کے اہم مسائل کو کافیہ کی ترتیب پر باب باب اور فصل فصل کر کے واضح عبارت کے ساتھ جمع کیا ہے اور ساتھ ساتھ تمام مسائل کی مثالیں بھی تحریر کر دی ہیں ان کے دلائل اور علتوں کے ذکر کئے بغیر تاکہ مبتدی کا ذہن مسائل کے سمجھنے میں پریشانی میں مبتلا نہ ہو اور میں نے اس کتاب کا نام ہدایۃ النحو رکھا ہے اس امید پر کہ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے طلباء کو ہدایت دیں۔

تجزیہ عبارت: مذکورہ عبارت میں مصنف رحمہ اللہ اپنی کتاب کا تعارف اور کتاب کا نام بتلا رہے ہیں۔

تشریح: قولہ اَمَّا بَعْدُ اما بعد کا موجد کون ہے اس بارے میں چھ قول ہیں

(۱) حضرت داؤد علیہ السلام (۲) حضرت یعقوب علیہ السلام (۳) یعرب بن القحطانؒ (۴) سحبان بن وائل (۵) قیس بن ساعدہ (۶) کعب بن لوئی۔

اما بعد: اصل میں مهما يكن من شئ فى الدنيا بعد البسملة و الحمد لہ تھا فعل شرط کو حذف کر دیا مہما باقی رہ گیا تو ہاء کو خلاف قیاس ہمزہ سے بدل دیا ماء ما' ہو گیا پھر قلب مکانی کی ام ما ہو گیا ، پھر میم کو میم میں ادغام کر دیا گیا اما ہو گیا۔

بعد کی تین حالتیں دو حالتوں میں معرب اور ایک حالت میں مبنی ہے اس کا مضاف الیہ لفظوں میں مذکور ہو گا یا محذوف' اگر مضاف الیہ مذکور ہو تو معرب ہو گا اگر محذوف ہو تو پھر دو حال سے خالی نہیں یا تو محذوف نسیا منسیا ہو گا یا منویا ہو گا اگر نسیا منسیا ہو تو معرب اگر مضاف الیہ منوی ہے تو بعد مبنی علی الضم ہو گا تو یہاں بَعْدُ مبنی علی الضم ہے جیسے

اما بعد ای بعدالحمد و الصلوۃ۔

قولہ فَھٰذا یہ اما بعد کی جزاء ہے یہاں پر اعتراض ہوتا ہے

اعتراض: کہ ھذا سے اشارہ محسوس مبصر کی طرف ہوتا ہے تو یہاں اشارہ کس چیز کی طرف ہے جب کہ کتاب کا تو یہاں وجود ہے ہی نہیں کہ اس کی طرف اشارہ ہو۔

جواب: خطبہ خواہ الحاقیہ ہو یا ابتدائیہ ہو مشارالیہ حاضر فی الذھن ہوگا، جس کو بمنزلہ محسوس مبصر کے قرار دیا گیا۔

قولہ مُخْتَصَرٌ مَضْبُوْطٌ مختصر اس کلام کو کہتے ہیں جس کی عبارت کم ہو اور معانی بہت ہوں مضبوط مختصر کی صفت ہے یعنی معانی اور الفاظ جو حشو تطویل سے خالی ہوں' حشو اس زائد کلام کو کہتے ہیں جو بے فائدہ ہو اور اصل مراد پر، تطویل اصل مراد پر اس زائد کلام کو کہتے ہیں جس کا کوئی فائدہ نہ ہو اور متعین بھی نہ ہو۔ متعین بھی ہو

قولہ جَمَعْتُ فِیْهِ مُھِمَّاتِ النَّحْوِ یہ جملہ بھی مختصر کی دوسری صفت ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ مختصر سے حال ہو اور اس وقت عامل اس میں معنی اشارہ ہے' مہمات مھمة کی جمع ہے یا مھم کی' تو اس وقت اس سے مراد مشکل مسائل ہیں

قولہ عَلٰی تَرْتِیْبِ الْکَافِیَةِ لفظ الکافیہ میں دو احتمال ہیں (۱) کافیہ کتاب کا نام ہو تو اس صورت میں مطلب ہوگا میں نے نحو کے مضامین کو اس مختصر میں کافیہ کی ترتیب کے مطابق جمع کیا ہے (۲) دوسرا احتمال یہ ہے کہ اگر الکافیہ کتاب کا نام نہ ہو بلکہ اس کا حقیقی معنی ہو جو موصوف محذوف کی صفت ہے یعنی القواعد الکافیہ تو مطلب ہوگا یہ کتاب کافی قواعد پر مشتمل ہے۔

قولہ مُبَوَّبًا وَّ مُفَصَّلًا ان میں دو احتمال ہیں (۱) پہلا یہ کہ دونوں اسم فاعل کے صیغے ہوں پھر جمعت کی ضمیر مرفوع سے حال ہوں گے تو مطلب ہوگا میں نے کافیہ کی ترتیب پر مشکل مسائل اس میں جمع کئے ہیں درآنحالانکہ میں باب باب اور فصل فصل الگ کرنے والا تھا (۲) دوسرا احتمال یہ ہے کہ دونوں اسم مفعول کے صیغے ہوں (بفتح الواو والصاد) تو اس صورت میں فیہ کی ضمیر سے حال ہوں گے تو مطلب ہوگا کہ میں نے مہمات نحو کو اس میں جمع کیا ہے دران حالانکہ یہ مختصر باب باب اور فصل فصل پر تقسیم کر کے الگ الگ بیان کیا ہوا ہے۔

قولہ بِعِبَارَةٍ وَّاضِحَةٍ مَعَ اِیْرَادِ الْاَمْثِلَةِ واضحہ وضاحت سے ماخوذ ہے بمعنی روشن کرنا یعنی ایسی عبارت جس

کے معنی صاف اور روشن ہیں معنی سمجھنے میں کوئی دشواری پیش نہیں آتی پہلی ہی نظر میں سمجھ آجاتے ہیں امثلہ مثال کی جمع ہے جیسے ائمہ امام کی جمع ہے مثال اسے کہتے ہیں جسے قاعدہ کی وضاحت کے لئے لایا جائے۔

مصنف بتانا چاہتے ہیں کہ میں نے اس کتاب کو بہت آسان اور واضح عبارت کے ساتھ مرتب کیا ہے اور ہر مسئلہ کی مثال بھی تحریر کی ہے تاکہ قاعدوں کی مکمل وضاحت بھی ہوتی جائے اور مکمل مسئلہ بھی سمجھ میں آجائے۔

قوله مِنْ غَيْرِ تَعَرُّضٍ لِلْاَدِلَّةِ وَ الْعِلَلِ تعرض کا معنی کسی شئ پر اقدام کرنا اور درپے ہونا ادلة دلیل کی جمع ہے جیسے اجنه جنین کی جمع ہے بمعنی راستہ بتانے والا اور اصطلاح میں دلیل کہتے ہیں کہ جس شئ کے جاننے سے دوسری شئ کا جاننا لازم آجائے العلل علة کی جمع ہے بمعنی مؤثر اور اصطلاح میں علت اس شئ کو کہتے ہیں جس پر دوسری شئ کا وجود موقوف ہو۔

مصنفؒ بتانا چاہتے ہیں کہ اس مختصر کتاب میں مسائل پر دلیلیں اور علتیں بیان نہیں کی ہیں تاکہ طلباء کا ذہن پریشان نہ ہو جائے کیونکہ یہ کتاب بالکل ابتدائی درجات کے طلباء کیلئے لکھی گئی ہے اب اکثر اور اغلب یہی ہے کہ دلائل اور علل بیان نہیں کئے گئے اگرچہ بعض مسائل میں کسی ضرورت کے پیش نظر بیان بھی کر دیئے گئے ہیں۔

قوله سَمَّيْتُهُ بِهِدَايَةِ النَّحْوِ ہدایۃ کا لفظ دو معنی میں مشترک ہے (۱) راہ نمودن یعنی راستہ دکھانا (۲) رسانیدن بمطلوب یعنی منزل و مقصود تک پہنچانا، عربی میں پہلے کو اراءۃ الطریق اور دوسرے کو ایصال الی المطلوب سے تعبیر کرتے ہیں تو یہاں پہلا معنی مراد ہے ہدایۃ النحو کا معنی 'نحو کا راستہ دکھانا ہے تو مصنفؒ یہاں واضح کرنا چاہتے ہیں کہ میں نے اس کتاب کا نام ہدایۃ النحو اس وجہ سے رکھا کہ مجھے اللہ تعالیٰ کی رحمت سے امید ہے کہ اس کتاب کے ذریعے رب العزت طلباء کی رہنمائی فرمائیں گے۔

وَرَتَّبْتُهُ عَلٰى مُقَدِّمَةٍ وَثَلٰثَةِ اَقْسَامٍ وَخَاتِمَةٍ بِتَوْفِيْقِ الْمَلِكِ الْعَزِيْزِ الْعَلَّامِ اَمَّا الْمُقَدِّمَةُ فَفِى الْمَبَادِى الَّتِىْ يَجِبُ تَقْدِيْمُهَا لِتَوَقُّفِ الْمَسَائِلِ عَلَيْهَا وَفِيْهَا فُصُوْلٌ ثَلٰثَةٌ۔

فصل : اَلنَّحْوُ عِلْمٌ بِاُصُوْلٍ يُعْرَفُ بِهَا اَحْوَالُ اَوَاخِرِ الْكَلِمِ الثَّلٰثِ مِنْ حَيْثُ الْاِعْرَابِ وَ الْبِنَاءِ وَ كَيْفِيَّةُ تَرْكِيْبِ بَعْضِهَا مَعَ بَعْضٍ وَ الْغَرَضُ مِنْهُ صِيَانَةُ الذِّهْنِ عَنِ الْخَطَاءِ اللَّفْظِىِّ فِىْ كَلَامِ الْعَرَبِ وَمَوْضُوْعُهُ الْكَلِمَةُ وَ الْكَلَامُ۔

ترجمہ: اور میں نے اس کتاب کو ایک مقدمہ اور تین اقسام اور ایک خاتمہ پر مرتب کیا ہے اس بادشاہ کی توفیق کے ساتھ جو غالب اور بہت زیادہ جاننے والے ہیں بہر حال مقدمہ پس وہ ان مبادیات میں ہے جن کو مقدم کرنا ضروری ہوتا ہے اس لئے کہ بہت سارے مسائل اس پر موقوف ہوتے ہیں اور اس مقدمہ میں تین فصلیں ہیں (فصل اول) نحو ایسے قوانین کا علم ہے جن قوانین کے ذریعے تینوں کلموں کے آخر کے حالات معلوم کئے جاتے ہیں معرب اور مبنی کی حیثیت سے اور بعض کو بعض کے ساتھ ملانے کی ترکیبی حیثیت کا علم ہونا اور علم نحو سے غرض ذہن کو کلام عرب میں خطاء لفظی سے بچانا ہے اور اس کا موضوع کلمہ اور کلام ہے۔

تجزیہ عبارت: مذکورہ بالا عبارت میں مصنفؒ نے اپنی کتاب کے مضامین کی ترتیب کو بیان کیا ہے اور ساتھ علم نحو کی تعریف اور موضوع اور غرض وغایت بیان کی ہے۔

تشریح: قوله رَتَّبْتُهُ عَلٰى مُقَدَّمَةٍ الخ رتبت صیغہ واحد متکلم باب تفعیل سے ہے ترتیب کا لغوی معنی کسی چیز کو اس کی جگہ پر رکھنا اصطلاح میں ترتیب کہتے ہیں اشیاء کثیرہ کو اس طرح کر دینا کہ سب پر ایک اسم کا اطلاق ہونے لگے یہاں سے مصنفؒ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنی کتاب کو ایک مقدمہ اور تین اقسام اور ایک خاتمہ پر مرتب کیا ہے۔

قوله بِتَوْفِيقِ اللّٰهِ الخ توفیق کا لغوی معنی کسی کے کام میں مدد کرنا اور اصطلاحی معنی نیک مطلوب کے حصول کیلئے وسائل واسباب مہیا ہو جانا' یا یوں کہہ لیں اللہ تعالیٰ کا اسباب ووسائل کو بندے کے نیک مقصود کے موافق کر دینا۔

مصنفؒ نے توفیق کو دو وجہ سے ذکر کیا ہے (۱) پہلی وجہ یہ ہے کہ تالیف وتصنیف ایک بہت بڑا کام ہے جس میں اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کرنا بہت ضروری ہے کیونکہ اس کی توفیق کے بغیر یہ اہم کام پایہ تکمیل تک نہیں پہنچ سکتا (۲) دوسری وجہ یہ ہے کہ جب مصنفؒ نے رتبتہ کہا تو فعل کی نسبت اپنی طرف کی ہے یہ عجز اور کسر نفسی کے خلاف ہے اس لئے بعد میں فرمایا اس بادشاہ کی توفیق سے میں نے یہ کام کیا ہے جو غالب بھی ہیں اور بہت زیادہ جاننے والے بھی ہیں۔

قوله اَمَّا الْمُقَدَّمَةُ الخ المقدمة یہ مقدمة الجیش سے ماخوذ ہے مقدمۃ الجیش کہتے ہیں لشکر کا وہ حصہ جو انتظام کے لئے آگے آگے ہو چونکہ مقدمہ کے ماتحت جو امور بیان ہوتے ہیں وہ بھی کتاب کے شروع میں ہوتے ہیں اور یہ مقاصد میں معین ومددگار ثابت ہوتے ہیں جیسے مقدمۃ الجیش مابعد لشکر کیلئے معین ومددگار بنتا ہے اس لئے اسے مقدمہ کہتے ہیں اگر مُقَدِّمَةٌ بکسر دال ہو تو اس وقت اسم فاعل ہو گا بمعنی آگے کرنے والا چونکہ جو امور مقدمہ میں بیان ہوتے ہیں وہ بھی

مقاصد میں آگے کرنے والے ہوتے ہیں اسلئے اسے مقدمہ کہتے ہیں
اگر مُقَدَّمَۃٌ بفتح الدال ہو تو اس وقت اسم مفعول کا صیغہ ہوگا بمعنی آگے کیا ہوا چونکہ مقدمہ بھی مقاصد سے آگے کیا ہوتا ہے اسلئے اسے مقدمہ کہتے ہیں'
مصنف ؒ فرماتے ہیں مقدمہ ان ابتدائی مسائل پر مشتمل ہے جن کو بیان کرنا ضروری ہے کیونکہ بہت سے مسائل اس پر موقوف ہیں پھر اس مقدمہ میں تین فصلیں بیان کی گئی ہیں اس کے بعد مکمل کتاب تین قسموں پر مشتمل ہے قسم اول میں اسم کی بحث، قسم ثانی میں فعل کی بحث اور قسم ثالث میں حروف کی بحث بیان کی گئی ہے۔

قولہ اَلنَّحْوُ عِلْمٌ بِاُصُوْلٍ کسی علم کو شروع کرنے سے پہلے اس علم کی تعریف، غرض وغایت اور موضوع کو پہچاننا ضروری ہوتا ہے تاکہ اس علم میں پوری بصیرت حاصل ہو اسلئے مصنف ؒ نے نحو کی تعریف موضوع غرض وغایت کو پہلے ذکر فرما رہے ہیں۔

علم نحو کی تعریف نحو ایسے قوانین اور اصول جاننے کا نام ہے جس کی وجہ سے تینوں کلموں کے آخر کے حالات معلوم ہوتے ہیں معرب ومبنی ہونے کی حیثیت سے اور بعض کو بعض کے ساتھ ملانے کی کیفیت معلوم ہوتی ہے

علم نحو کی غرض وغایت ذہن کو کلام عرب میں خطاء لفظی سے بچانا ہے۔

علم نحو کا موضوع کلمہ اور کلام ہے کیونکہ موضوع کہتے ہیں جسمیں جس شئ کے احوال ذاتی سے بحث کی جائے چونکہ نحو میں کلمہ اور کلام ہی کے احوال سے بحث ہوتی ہے اسلئے کلمہ اور کلام ہی نحو کے موضوع ہیں۔

فصل : اَلْكَلِمَةُ لَفْظٌ وُضِعَ لِمَعْنًى مُفْرَدٍ وَهِيَ مُنْحَصِرَةٌ فِيْ ثَلٰثَةِ اَقْسَامٍ اِسْمٌ وَفِعْلٌ وَحَرْفٌ لِاَنَّهَا اِمَّا اَنْ لَّا تَدُلَّ عَلٰى مَعْنًى فِيْ نَفْسِهَا وَهُوَ الْحَرْفُ اَوْ تَدُلَّ عَلٰى مَعْنًى فِيْ نَفْسِهَا وَيَقْتَرِنُ مَعْنَاهَا بِاَحَدِ الْاَزْمِنَةِ الثَّلٰثَةِ وَهُوَ الْفِعْلُ اَوْ تَدُلَّ عَلٰى مَعْنًى فِيْ نَفْسِهَا وَلَمْ يَقْتَرِنْ مَعْنَاهَا بِهٖ وَهُوَ الْاِسْمُ۔

ترجمہ : کلمہ وہ لفظ ہے جو کہ معنی مفرد کے لیے وضع کیا گیا ہو اور یہ تین قسموں پر منحصر ہے اسم فعل اور حرف' اس لئے کہ

یا تو وہ معنی مستقل پر دلالت نہیں کرے گا اور وہ حرف ہے یا تو معنی مستقل پر دلالت کرے گا اور اس کے معنی تین زمانوں میں سے کسی ایک زمانے کے ساتھ مقترن ہوں گے اور وہ فعل ہے یا معنی مستقل پر دلالت کرتا ہے اور اس کے معنی اس کے ساتھ (زمانے کے ساتھ) مقترن نہ ہوں گے اور وہ اسم ہے۔

تجزیہ عبارت : اس عبارت میں مصنفؒ نے کلمہ کی تعریف اصطلاحی ذکر کی ہے اور وجہ حصر کی صورت میں کلمہ کی اقسام ثلثہ اسم، فعل اور حرف کی تعریف ذکر کی ہے۔

تشریح : علم نحو کا موضوع چونکہ کلمہ اور کلام دونوں ہیں اس لئے مصنفؒ نے کلمہ کی بحث کو پہلے ذکر کیا ہے اور کلام کو بعد میں ذکر کریں گے 'کلمہ کہتے ہیں جو معنی مفرد کے لئے وضع کیا گیا ہو۔

اعتراض : یہ ہوتا ہے کہ علم نحو کا موضوع کلمہ اور کلام دونوں ہیں تو مصنفؒ نے کلمہ کی بحث کو مقدم کیوں کیا؟

جواب : کلمہ بمنزلہ جزء کے ہے اور کلام بمنزلہ کل کے ہے اور جزء طبعاً کل سے مقدم ہوتا ہو تو مصنف نے وضعاً بھی مقدم کر دیا تاکہ وضع طبع کے مطابق ہو جائے۔

قولہ اَلْکَلِمَۃُ الکلمة پر الف لام کونسا ہے : ابتدا الف لام کی دو قسمیں ہیں (۱) الف لام اسمی (۲) الف لام حرفی
الف لام اسمی وہ ہے جو اسم فاعل اور اسم مفعول پر داخل ہو اور یہ الذی کے معنی میں ہوتا ہے اور اسم فاعل اور اسم مفعول اس کا صلہ بن رہا ہوتا ہے چونکہ کلمہ نہ اسم فاعل ہے نہ اسم مفعول ہے اسلئے الف لام اسمی تو ہو نہیں سکتا چنانچہ الف لام حرفی متعین ہو گیا'

الف لام حرفی وہ ہے جو اسم فاعل اور اسم مفعول کے علاوہ پر داخل ہو اسکی دو قسمیں ہیں (۱) زائدہ (۲) غیر زائدہ

زائدہ : وہ ہے اگر اس کو ہٹا دیا جائے تو معنی میں کوئی خرابی نہ آئے،

جیسے النجم اور الصعق پر الف لام زائد ہے اگر اس کو گرا دیا جائے تو معنی میں کوئی خرابی لازم نہیں آئے گی۔

غیر زائدہ وہ ہے کہ اس کو اگر ہٹا دیا جائے تو معنی میں خرابی لازم آئے جیسے کہ الرجل قائم میں الرجل مبتدا ہے اگر الف لام کو ہٹا دیا جائے تو اس میں ابتدا کا معنی نہ رہے گا بلکہ موصوف صفت کے معنی پیدا ہو جائیں گے۔
لہذا الکلمہ میں الف لام غیر زائدہ ہے کیونکہ اگر الکلمة سے الف لام ہٹا دیا جائے تو مبتدا کا نکرہ ہونا لازم آئے گا

الف لام غیر زائدہ کی چار قسمیں ہیں (۱) جنسی (۲) استغراقی (۳) عہد خارجی (۴) عہد ذہنی

وجہ حصر :وجہ حصر یہ ہے کہ الف لام کے مدخول سے ماہیت مراد ہوگی یا افراد اگر الف لام کے مدخول سے ماہیت مراد ہو تو اس کو الف لام جنسی کہتے ہیں جیسے الرجل خیر من المراۃ یعنی ماہیت رجل ماہیت امراۃ سے بہتر ہے اور اگر لام کے مدخول سے افراد مراد ہوں تو یہ دو حال سے خالی نہیں' یا تمام افراد مراد ہوں گے یا بعض اگر تمام افراد مراد ہوں تو یہ الف لام استغراقی ہے جیسے ان الانسان لفی خسر الانسان میں الف لام استغراقی ہے اور اگر بعض افراد مراد ہوں تو پھر دو حال سے خالی نہیں یا تو وہ بعض افراد خارج میں متعین ہوں گے یا نہیں اگر خارج میں متعین ہوں تو الف لام عہد خارجی ہے جیسے فعصیٰ فرعون الرسول یہاں الرسول میں الف لام عہد خارجی ہے کیونکہ اس کا ذکر پہلے کما ارسلنا الی فرعون رسولا میں ہو چکا ہے اور اگر بعض افراد خارج میں متعین نہ ہوں بلکہ ذہن میں متعین ہوں تو عہد ذہنی ہے جیسے فاخاف ان یاکلہ الذئب یہاں الذئب میں الف لام عہد ذہنی ہے الف لام عہد ذہنی نکرہ کے حکم میں ہوتا ہے الذئب سے خارج میں کوئی فرد متعین مراد نہیں بلکہ کوئی ایک معین بھیڑیا مراد ہے' چنانچہ الکلمۃ میں الف لام جنسی مراد ہے عہدی واستغراقی مراد نہیں کیونکہ قاعدہ ہے تعریف ماہیت کی ہوتی ہے نہ کہ افراد کی۔

بعض نحاۃ کا مذہب یہ ہے کہ الکلمۃ میں الف لام عہد خارجی ہے لیکن ان پر اعتراض ہوگا۔

اعتراض : کہ الف لام عہد خارجی کیسے مراد ہو سکتا ہے حالانکہ کلمہ کا خارج میں کوئی ذکر نہیں ہوا

جواب : تو اسکا جواب وہ یہ دیتے ہیں کہ کلمہ سے اس جگہ وہ کلمہ مراد ہے جو نحویوں کی زبان پر ہر وقت جاری وساری رہتا ہے اسلئے خارج میں بھی متعین ہو گیا۔

کلمہ کس سے مشتق ہے کلمہ اور کلام دونوں الکلم سے مشتق ہیں جس کا معنی ہے زخم لگانا' زخمی کرنا۔

اعتراض : مشتق اور مشتق منہ میں مناسبت کا ہونا ضروری ہے یہاں پر مناسبت نہیں پائی جاتی کیونکہ کلم کا معنی ہے زخمی کرنا اور اصطلاح میں کلمہ اسے کہتے ہیں جو معنی مفرد کے لیے وضع کیا گیا ہو۔

جواب : یہاں مشتق اور مشتق منہ میں مناسبت ہے وہ اس طرح کہ کلم کا معنی ہے زخمی کرنا اور کلمہ اور کلام کی تاثیر بعض دفعہ زخم سے بھی زیادہ ہوتی ہے جیسا کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا قول ہے۔

جَرَاحَاتُ السِّنَانِ لَهَا اِلْتِيَامٌ ☆ وَلاَ يَلْتَامُ مَا جَرَحَ اللِّسَانُ

ترجمہ: نیزوں کا زخم بعض مرتبہ بھر جاتا ہے مگر زبان سے سخت کلمہ کہہ کر لگایا ہوا زخم بھر تا نہیں۔اسی مضمون کو اردو شاعر نے اس طرح بیان کیا ہے

چھری کا، تیر، تلوار کا تو گھاؤ بھرا ☆ لگا جو زخم زبان کا رہا ہمیشہ ہرا

کلمہ اسم جنس ہے یا جمع اس میں بصریوں اور کوفیوں کا اختلاف ہے

بصری کہتے ہیں یہ اسم جنس ہے دلیل یہ پیش کرتے ہیں کہ قرآن پاک میں آتا ہے اِلَیْهِ یَصْعَدُ الْکَلِمُ الطَّیِّبُ یہاں الکلم اسم جنس ہے جمع نہیں کیونکہ اگر یہ جمع ہوتا تو اسکی صفت طیبہ آتی کیونکہ جمع غیر ذوالعقول کی صفت واحد مونث آتی ہے، کوفی کہتے ہیں الکلم جمع ہے اسم جنس نہیں دلیل یہ دیتے ہیں کہ کلم کا اطلاق تین یا تین سے زائد کلموں پر ہوتا ہے اگر یہ اسم جنس ہوتا تو اس کا اطلاق تین سے کم پر بھی ہوتا کوفیوں کی طرف سے بصریوں کے استدلال کا جواب یہ ہے کہ یہاں الطیب الکلم کی صفت نہیں بلکہ یہاں لفظ بعض محذوف ہے اور الطیب اس کی صفت ہے چنانچہ عبارت اس طرح ہوگی اِلَیْهِ یَصْعَدُ بَعْضُ الْکَلِمِ الطَّیِّبُ۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ الکلم کی صفت طیب مذکر اسلئے لائے ہیں کہ جو جمع ایسی ہو کہ اسکے اور اس کے مفرد کے درمیان تاء سے فرق ہوتا ہو اس کی صفت مذکر بھی لا سکتے ہیں اور مؤنث بھی اور یہاں الکلم ایسے ہی ہے،

الکلمۃ میں تاء کونسی ہے: الکلمہ میں تاء وحدت کی ہے تانیث کی نہیں۔

اعتراض: آپ نے پہلے کہا الکلمۃ میں الف لام جنسی ہے اور یہاں تاء کو وحدت کی قرار دیا حالانکہ جنس اور وحدت میں تضاد اور تباین ہوتا ہے اس لئے کہ جنس کثرت اور عموم کو چاہتی ہے جب کہ وحدت خصوص کو چاہتی ہے۔

جواب نمبرا: جنس اور وحدت میں کوئی تضاد نہیں ہے کیونکہ دونوں ایک دوسرے پر صادق آتے ہیں جیسے کہا جاتا ہے هٰذَا الْجِنْسُ وَاحِدٌ وَذَالِكَ الْوَاحِدُ جِنْسٌ ۔

جواب نمبر ۲: وحدت کی تین قسمیں ہیں (۱) شخصی (۲) نوعی (۳) جنسی، ان تینوں میں صرف وحدت شخصی عموم اور کثرت کے منافی ہے باقی دونوں نہیں ہیں لہذا یہاں پر وحدت نوعی اور جنسی مراد ہے۔

قولہ لَفْظٌ لفظ کا لغوی معنی ہے الرمی بمعنی پھینکنا جیسے کہا جاتا ہے اَکَلْتُ التَّمْرَۃَ وَلَفَظْتُ النَّوَاۃَ میں نے کھجور کھائی اور گٹھلی پھینک دی اور نحویوں کی اصطلاح میں لفظ کی تعریف یوں ہے مَا یَتَلَفَّظُ بِہِ الْاِنْسَانُ قَلِیْلاً اَوْ کَثِیْرًا مُہْمَلاً کَانَ اَوْ مَوْضُوْعًا حَقِیْقَۃً کَانَ اَوْ حُکْمًا مُفْرَدًا کَانَ اَوْ مُرَکَّبًا کہ لفظ کہتے ہیں جس کا انسان تلفظ کرے چاہے قلیل ہو یا کثیر چاہے بے معنی ہو یا بامعنی حقیقتا ہو یا حکما مفرد ہو یا مرکب۔

اعتراض: مایتلفظ بہ الانسان کی قید سے کلام اللہ، کلام ملائکہ اور کلام جنات خارج ہو جاتا ہے کیونکہ انسان نے اسکا تلفظ نہیں کیا حالانکہ اسے بھی کلمہ وکلام کہتے ہیں، اللہ کا کلام جیسے قرآن پاک، فرشتوں کا کلام جیسے شعر

اِنَّ فِی الْجَنَّۃِ نَہْرًا مِنْ لَّبَنٍ ☆ لِعَلِیٍّ وَحُسَیْنٍ وَّحَسَنٍ

اور جنوں کا کلام جیسے شعر

قَبْرُ حَرْبٍ بِمَکَانٍ قَفْرٍ ☆ وَلَیْسَ قُرْبَ قَبْرِ حَرْبٍ قَبْرٌ

جواب: مایتلفظ بہ الانسان سے مراد عام ہے کہ تلفظ بالقوۃ ہو یا بالفعل، تو کلام اللہ اور کلام ملائکہ اور کلام جنات کا انسان بالقوۃ یا مایؤل کے اعتبار سے تلفظ کرتا ہے

قولہ وُضِعَ وضع کا لغوی معنی رکھنا اور تعین کرنا ہے اصطلاح میں وضع کہتے ہیں ایک شئ کو دوسری شئ کے ساتھ اس طرح خاص کرنا کہ جب شئ اول بولی جائے یا محسوس کی جائے تو شئ ثانی خود بخود سمجھ میں آجائے۔

قولہ لِمَعْنًی معنی یہ عنی یعنی سے مشتق ہے بمعنی قصد کرنا اور اصطلاحی معنی مَا یُقْصَدُ بِشَیْءٍ جو کسی شئ سے مقصود ہو، معنی یا اسم ظرف ہے بمعنی جائے قصد یا مصدر میمی ہے بمعنی مفعول کے یا یہ خود اسم مفعول کا صیغہ ہے جو اصل میں مَعْنُوْیٌ تھا تعلیل کرکے معنی بنالیا گیا ہے مَرْمِیٌّ کی طرح۔

قولہ مُفْرَدٍ مفرد لغت میں ایک فرد کو کہتے ہیں اور اصطلاح میں مفرد کہتے ہیں مَا لَا یَدُلُّ جُزْءُ لَفْظِہٖ عَلٰی جُزْءِ مَعْنَاہُ یعنی لفظ کا جز معنی کے جزء پر دلالت نہ کرے اگر مُفْرَدٍ جر کے ساتھ پڑھیں تو یہ معنی کی صفت ہوگی اور اگر مُفْرَدٌ رفع کے ساتھ پڑھیں تو یہ لفظ کی صفت ثانیہ ہوگی اور اگر مُفْرَدًا نصب کے ساتھ پڑھیں تو یہ حال ہوگا وضع کی ضمیر سے یا معنی سے جو در حقیقت مفعول بہ ہے حرف جر کے واسطے سے لیکن نصب والی وجہ ضعیف ہے کیونکہ

رسم الخط اسکی موافقت نہیں کرتا کیونکہ نصب کی صورت میں الف لکھا جاتا ہے اور یہاں الف نہیں ہے

قوله وَهِيَ مُنْحَصِرَةٌ فِيْ ثَلٰثَةِ اَقْسَامٍ | تقسیم کی دو قسمیں ہیں (۱) تقسیم الکل الی الاجزاء (۲) تقسیم الکلی الی الجزئیات (۱) تقسیم الکل الی الاجزاء، اسے کہتے ہیں کہ تمام اجزاء سے مل کر کل بنتا ہے کسی ایک جزء پر کل کا نام رکھنا صحیح نہیں ہے جیسے السکنجبین خل وماء وعسل یعنی سکنجبین سرکہ، شہد اور پانی کے مجموعہ کا نام ہے کسی ایک جزء کو سکنجبین نہیں کہہ سکتے (۲) تقسیم الکلی الی الجزئیات اسے کہتے ہیں کہ جزئیات میں سے ہر ایک پر کل کا نام رکھنا صحیح ہوتا ہے جیسے اَلْاِنْسَانُ زَیْدٌ وَّبَکْرٌ وَعَمْرٌو کہ زید بکر اور عمرو انسان کی جزئیات ہیں ان میں سے ہر ایک کو انسان کہنا صحیح ہے یہاں کلمۃ کی تقسیم تقسیم الکلی الی الجزئیات کی قبیل سے ہے کہ اسم فعل اور حرف میں سے ہر ایک کو کلمہ کہنا صحیح ہے۔

کلمہ کی تین قسموں کی وجہ حصر کلمہ تین قسموں پر منحصر ہے کلمہ یا تو معنی مستقل پر دلالت کرے گا یا نہیں کرے گا اگر معنی مستقل پر دلالت نہ کرے تو یہ حرف ہے، اگر معنی مستقل پر دلالت کرے تو دو حال سے خالی نہیں یا تو مقترن بالزمان ہوگا یا نہیں، اگر معنی مستقل پر دلالت کرے اور مقترن بالزمان ہو تو یہ فعل ہے اور معنی مستقل پر دلالت کرے لیکن مقترن بالزمان نہ ہو تو یہ اسم ہے۔

فَحَدُّ الْاِسْمِ كَلِمَةٌ تَدُلُّ عَلٰى مَعْنًى فِيْ نَفْسِهَا غَيْرِ مُقْتَرِنٍ بِاَحَدِ الْاَزْمِنَةِ الثَّلٰثَةِ اَعْنِيْ الْمَاضِيَ وَ الْحَـ وَالْاِسْتِقْبَالَ كَرَجُلٍ وَعِلْمٍ وَعَلَامَتُهٗ صِحَّةُ الْاَخْبَارِ عَنْهُ نَحْوُ زَيْدٌ قَائِمٌ وَالْاِضَافَةُ نَحْوُ غُلَامُ زَيْدٍ وَدُخُوْلُ لَامِ التَّعْرِيْفِ كَالرَّجُلِ وَالْجَرِّ وَالتَّنْوِيْنِ نَحْوُ بِزَيْدٍ وَالتَّثْنِيَةُ وَ الْجَمْعُ وَالنَّعْتُ وَالتَّصْغِيْرُ وَالنِّدَاءُ فَاِنَّ كُلَّ هٰذِهٖ خَوَاصُّ الْاِسْمِ وَمَعْنَى الْاَخْبَارِ عَنْهُ اَنْ يَكُوْنَ مَحْكُوْمًا عَلَيْهِ لِكَوْنِهٖ فَاعِلًا اَوْ مَفْعُوْلًا اَوْ مُبْتَدَاً وَ يُسَمّٰى اِسْمًا لِسُمُوِّهٖ عَلٰى قِسْمَيْهِ لَا لِكَوْنِهٖ وِسْمًا عَلَى الْمَعْنٰى۔

ترجمہ : پس اسم کی تعریف وہ کلمہ ہے جو دلالت کرے ایسے معنی پر جو اس کی ذات میں پائے جاتے ہیں اور اس کے معنی تین زمانوں یعنی ماضی حال اور استقبال میں سے کسی ایک کے ساتھ مقترن نہ ہوں جیسے رجل، علم اور اسم کی علامتیں ان سے خبر دینا صحیح ہو جیسے زَیْدٌ قَائِمٌ اور اضافت ہو جیسے غُلَامُ زَیْدٍ اور لام تعریف کا داخل ہونا جیسے الرجل اور جر اور تنوین کا داخل ہونا جیسے بزیدٍ تثنیہ اور جمع اور صفت اور تصغیر اور نداء کا ہونا پس بے شک ان میں ہر ایک اسم کے خاصے ہیں اور اخبار عنہ کے معنی محکوم علیہ ہونے کے ہیں بوجہ اس کے فاعل اور مفعول یا مبتدا ہونے کے اور اس کا نام رکھا جاتا ہے اسم بوجہ اسکے بلند ہونے کے اپنے دونوں ہم مثلوں سے نہ کہ اس وجہ سے کہ معنی کیلئے علامت ہے۔

تجزیہ عبارت : مذکورہ عبارت میں مصنفؒ نے اسم کی تعریف اور اسم کی علامتیں اور خواص بیان کئے ہیں اور اسم کی وجہ تسمیہ بیان کی ہے۔

تشریح : مصنفؒ جب دلیل حصر کے بیان سے فارغ ہوئے تو اب کلمہ کی تینوں اقسام کی علیحدہ علیحدہ تعریف کرتے ہیں۔

قوله فَحَدُّ الْاِسْمِ الخ صاحب کتاب نے اسم کی تعریف اس طرح کی ہے کہ اسم وہ کلمہ ہے جو مستقل معنی پر دلالت کرے اور ماضی، حال اور استقبال میں سے کسی ایک زمانہ کے ساتھ ملا ہوا نہ ہو جیسے رجل اور علم یہ دونوں مستقل معنی پر دلالت کرتے ہیں اور تین زمانوں میں سے کوئی زمانہ بھی ان میں نہیں پایا جارہا۔

فوائد قیود: جب کلمۃ کہا تو اس میں فعل اور حرف داخل تھے جب علی معنی فی نفسھا کہا تو اس سے حرف نکل گیا کیونکہ وہ مستقل معنی پر دلالت نہیں کرتا اور جب غیر مقترن کہا تو اس سے فعل نکل گیا کیونکہ فعل مقترن بالزمان ہوتا ہے۔

اعتراض: آپ نے اسم کو فعل اور حرف پر مقدم کیوں کیا اگر فعل یا حرف کو مقدم کر دیتے تو کونسی خرابی لازم آتی ہے۔

جواب ۱: اسم چونکہ فائدہ دینے میں مستقل ہوتا ہے کیونکہ مسند اور مسند الیہ دونوں بنتا ہے اور فعل اور حرف کی

طرف محتاج بھی نہیں ہوتا بخلاف فعل کے وہ فائدہ دینے میں مستقل نہیں بلکہ صرف مسند بنتا ہے مسند الیہ نہیں بنتا بلکہ اسم کی طرف محتاج ہوتا ہے اس وجہ سے اسم اصل ہوا اور فعل فرع اور اصل فرع پر مقدم ہوا کرتی ہے اس لئے اسم کو مقدم کیا،

اسم کو حرف پر اس لئے مقدم کیا کہ حرف نہ مسند بنتا ہے نہ مسند الیہ بلکہ اسم اور فعل دونوں کا محتاج ہوتا ہے لہذا جو محتاج ہوتا ہے وہ فرع ہوتا ہے اسلئے اسم کو مقدم کیا۔

جواب نمبر ۲ : مصنفؒ دوسرا جواب منطقی انداز سے دے رہے ہیں اسم مستقل بالمفہوم ہونے پر مطابقۃ دلالت کرتا ہے اور فعل مستقل بالمفہوم ہونے پر تضمناً دلالت کرتا ہے کیونکہ فعل میں تین چیزیں ہوتی ہیں، حدثی معنی اس اعتبار سے فعل مستقل یعنی معنیٰ پر دلالت کرتا ہے، دوسری النسبت الی الفاعل تیسری چیز زمانہ ہے۔ اور حرف مستقل بالمفہوم ہونے پر دلالت کرتا ہی نہیں چہ جائیکہ مطابقۃ دلالت کرے یا تضمناً اسلئے اسم کو فعل اور حرف پر مقدم کیا۔

قوله وَعَلَامَتُهُ صِحَّةُ الْاِخْبَارِ عَنْهُ الخ مصنفؒ اسم کی تعریف سے فارغ ہونے کے بعد یہاں سے اسم کی علامتیں بیان کرتے ہیں

(۱) پہلی علامت : اسم کی یہ ہے کہ اس سے خبر دینا صحیح ہو یعنی وہ مخبر عنہ بن سکے جیسے زَیْدٌ قَائِمٌ میں زید مسند الیہ ہے اور اس کے قیام کی خبر دی گئی ہے اور یہ مخبر عنہ ہے۔

(۲) دوسری علامت : اسم کی اضافت ہے یعنی مضاف الیہ اور مضاف کا ہونا جیسے غُلَامُ زَیْدٍ اضافت اسم کی علامت اور خاصہ اس لئے ہے کہ اضافت کو تعریف یعنی نکرہ کو معرفہ بنانا اور اضافت کو تخصیص یعنی عام کو خاص کرنا اور اضافت کو تخفیف یعنی تنوین، نون تثنیہ اور نون جمع کو گرانا لازم ہے اور یہ تینوں اسم کے ساتھ خاص ہیں اگر اضافت کو غیر اسم کا خاصہ قرار دیا جائے تو لازم اضافت یعنی تعریف، تخفیف اور تخصیص کا غیر اضافت میں پایا جانا لازم آئے گا اور یہ محال ہے۔

اعتراض : اضافت میں مضاف اور مضاف الیہ دونوں شامل ہیں جب کہ بعض مثالوں میں مضاف الیہ اسم نہیں بلکہ فعل ہے جیسے یَوْمَ یَنْفَعُ الصَّادِقِیْنَ صِدْقُهُمْ میں ینفع یوم کا مضاف الیہ ہے یہ اسم نہیں بلکہ فعل ہے۔

جواب: مضاف الیہ کے اسم کا خاصہ ہونے میں نحویوں کا اختلاف ہے بعض کہتے ہیں صرف مضاف اسم کا خاصہ ہے مضاف الیہ نہیں لہذا ان پر تو اعتراض نہیں ہو سکتا ''بعض نحوی کہتے ہیں جس طرح مضاف اسم کا خاصہ ہے ایسے مضاف الیہ بھی'' تو ان پر اعتراض ہوگا وہ اسکا جواب یہ دیتے ہیں کہ یَوْمَ یَنفَعُ الصّادقِین میں ینفع فعل کو مصدر کی تاویل میں کرتے ہیں اور مصدر اسم ہوتا ہے لہذا اس تاویل سے مذکورہ اعتراض کا دفعیہ ہو گیا یعنی اصل میں یوم نفع الصادقین تھا۔

(۳) تیسری علامت: لام تعریف کا داخل ہونا کیونکہ تعریف ابہام کو دور کرنے کیلئے آتی ہے اور ابہام صرف اسم ہی میں پایا جاتا ہے اس لئے لام تعریف اسم کی علامت اور خاصہ ہے جیسے اَلرَّجلُ اَلحَمدُ ۔

اعتراض: لام تعریف کو آپ نے علامات اسم اور خواص اسم میں شمار کیا ہے حالانکہ مضمرات اور اسمائے اشارات پر لام تعریف داخل نہیں ہوتا پھر بھی انہیں اسم کہا جاتا ہے؟

جواب: خاصہ کی دو قسمیں ہیں (۱) خاصہ شاملہ (۲) خاصہ غیر شاملہ

(۱) **خاصہ شاملہ:** ایسا خاصہ ہے جو تمام افراد کو شامل ہو جیسے کتابت بالقوۃ انسان کا خاصہ ہے اور تمام افراد انسانی کو شامل ہے

(۲) **خاصہ غیر شاملہ:** جو تمام افراد کو شامل نہ ہو بلکہ بعض کو شامل ہو اور بعض کو نہ ہو جیسے کتابت بالفعل انسان کا خاصہ ہے بعض کو شامل ہے بعض کو شامل نہیں اسی طرح لام تعریف اسم کی علامت اور خاصہ ہے لیکن خاصہ غیر شاملہ ہے اسم کے بعض افراد کو شامل ہے بعض کو شامل نہیں۔

چوتھی علامت: جر کا داخل ہونا جیسے مَرَرْتُ بِزَیْدٍ جر اسم کا خاصہ اس لئے ہے کہ یہ حرف جر کا اثر ہے اور حرف جر اسم کے ساتھ خاص ہے تو لا محالہ جر بھی اسم کا خاصہ ہوگا اور ضروری نہیں کہ حرف جر لفظوں میں ہی ہو بلکہ حرف جر تقدیری بھی ہو سکتا ہے حرف جر تقدیری ہونے کی صورت میں بھی جر آسکتا ہے لفظی کی مثال جیسے مَرَرْتُ بِعَمْرٍو اور تقدیری کی مثال جیسے غُلامُ زَیْدٍ اصل میں غُلامٌ لِزَیْدٍ تھا۔

(۵) پانچویں علامت: تنوین کا ہونا جیسے رَجُلٌ زَیْدٌ وغیرہ یہ اسم کے ساتھ خاص ہے۔

اعتراض: آپ نے تنوین کو خواص اسم میں شمار کیا ہے حالانکہ بعض مثالوں میں تنوین فعل پر بھی داخل ہوتی ہے جیسے شعر ہے

اَقِلِّی اللَّوْمَ عَاذِلُ وَ الْعِتَابَنْ ☆ وَقُوْلِیْ اِنْ اَصَبْتُ لَقَدْ اَصَابَنْ

یہاں اَصَابَنْ فعل پر تنوین داخل ہو رہی ہے۔

جواب: تنوین کی پانچ قسمیں ہیں (۱) تنوین تمکن (۲) تنوین تنکیر (۳) تنوین عوض (۴) تنوین مقابلہ (۵) تنوین ترنم ان میں سے پہلی چار خواص اسم میں سے ہیں آخری نہیں، تنوین ترنم فعل میں پائی جاتی ہے لیکن مصنفؒ نے للاکثر حکم الکل کا اعتبار کرتے ہوئے مطلق تنوین کو اسم کا خاصہ قرار دیا ہے تنوین کی اقسام کی تفصیل آخر کتاب میں ذکر ہوگی ان شاء اللہ تعالٰی۔

(۶) چھٹی علامت: تثنیہ اور جمع کا ہونا یہ دونوں اسم کی علامت ہیں تثنیہ کی مثال جیسے رجلانِ اور جمع کی مثال جیسے رجال یہ دونوں اسم کی علامت اس وجہ سے ہیں کہ دونوں تعدد کو مستلزم ہیں اور تعدد تغایر کو مستلزم ہے اور حرف میں تغایر نہیں ہوتا اسلئے یہ دونوں اسم کے ساتھ خاص ہیں اور فعل کا تثنیہ اور جمع ہونا حقیقت میں فاعل ہی کے اعتبار سے ہوتا ہے۔

ساتویں علامت: صفت کا ہونا جیسے رَجُلٌ صَالِحٌ کیونکہ کسی شیٔ کی صفت ہونا اس شیٔ کے معنی زائد پر دلالت کرنے کے لئے ہوتا ہے اور فعل زیادتی کو قبول نہیں کرتا اس وجہ سے صفت اسم کے ساتھ خاص ہے۔

آٹھویں علامت: کسی شیٔ کا مصغر ہونا جیسے قریش رجیل یہ اسم کی علامت ہے کیونکہ کسی اسم کی تصغیر اسکی حقارت پر دلالت کرتی ہے اور فعل مصغر نہیں ہوتا کیونکہ فعل اور حرف حقارت کو قبول نہیں کرتے اس لئے یہ اسم کا خاصہ ہے۔

نویں علامت: منادیٰ کا ہونا جیسے یَا زَیْدُ یَا رَجُلُ کسی اسم کا منادیٰ ہونا اسم کی علامت اس وجہ سے ہے کہ منادیٰ حرف نداء کا اثر ہے اور حرف نداء اسم کے ساتھ خاص ہے لہذا اس کے اثر کو بھی اسم کے ساتھ خاص ہونا

ضروری ہے ورنہ اثر کا مؤثر کے بغیر پایا جانا لازم آئے گا اور یہ صحیح نہیں۔

قوله فَإِنَّ كُلَّ هٰذِهِ خَوَاصُّ الْاِسْمِ جب یہ بات معلوم ہوگی کہ شمار کردہ چیزیں اسم کی علامتیں ہیں تو اس سے یہ بات بھی معلوم ہوگئی کہ یہ تمام شمار کردہ اشیاء اسم کے خواص ہیں کیونکہ علامت اور خاصہ میں سے ہر ایک دوسرے کو مستلزم ہے۔

قوله وَ مَعْنَى الْاِخْبَارِ عَنْهُ الخ یہاں سے مصنفؒ اخبار عنہ کا معنی بیان کرتے ہیں کہ اخبار عنہ سے مراد کلمہ کا محکوم علیہ یعنی اسم کا مسند الیہ ہونا ہے کیونکہ محکوم علیہ یا فاعل ہوتا ہے یا مفعول یا مبتدا اور مصنفؒ کے قول مفعول سے مراد مفاعیل خمسہ نہیں کیونکہ وہ محکوم علیہ اور مسند الیہ نہیں بن سکتے بلکہ اس سے مراد مفعول مالم یسم فاعلہ ہے کیونکہ یہ محکوم علیہ بن سکتا ہے۔

قوله وَيُسَمّٰى اِسْمًا لِسُمُوِّهٖ عَلٰى قَسِيْمَيْهِ الخ یہاں سے صاحب ھدایۃ النحو اسم کی وجہ تسمیہ بیان کرتے ہیں اس میں بصریوں اور کوفیوں کا اختلاف ہے۔

بصریوں کا مذہب بصری کہتے ہیں کہ اسم سِمُوٌ سے مشتق ہے جس کے معنی بلند ہونے کے ہیں اسم کو اسم اس لئے کہتے ہیں کہ یہ بھی اپنے اخوین یعنی فعل اور حرف پر بلند ہوتا ہے کیونکہ مسند اور مسند الیہ دونوں بن سکتا ہے جب کہ فعل صرف مسند ہوتا ہے اور حرف نہ مسند ہوتا ہے نہ مسند الیہ۔

اسم یہ ناقص واوی ہے اصل میں سِمُوٌ تھا آخر سے واو کو حذف کر دیا اور شروع میں ہمزہ وصلی زائد کر دیا اور میم کا سکون سین کو دے دیا تو اِسْمٌ بن گیا۔

کوفیوں کا مذہب: کوفی کہتے ہیں کہ اسم وِسْمٌ سے مشتق ہے جس کے معنی علامت کے ہیں کیونکہ اسم بھی اپنے مسمی پر علامت اور دال ہوتا ہے اس لئے اسے اسم کہتے ہیں اِسْمٌ اصل میں وِسْمٌ معتل فاء تھا وِسْمٌ کے شروع سے واو کو حذف کر کے ہمزہ وصلی لگا دیا کیونکہ ابتدا بالساکن محال ہے۔

مصنفؒ کے نزدیک بصریوں کا مذہب مختار ہے اور کوفیوں کا مذہب ضعیف ہے کیونکہ اگر وسم سے مشتق مانا جائے تو اس سے اسم کی تعریف جامع اور مانع نہ رہے گی کیونکہ فعل بھی اپنے معنی پر علامت ہوتا ہے تو اس کو بھی اسم کہنا چاہیے۔

وَحَدُّ الْفِعْلِ كَلِمَةٌ تَدُلُّ عَلٰی مَعْنًی فِیْ نَفْسِهَا دَلَالَةً مُقْتَرِنَةً بِزَمَانٍ ذَالِكَ الْمَعْنٰی كَضَرَبَ يَضْرِبُ اِضْرِبْ وَعَلَامَتُهٗ اَنْ يَّصِحَّ الْاَخْبَارُ بِهٖ لَا عَنْهُ وَدُخُوْلُ قَدْ وَالسِّيْنِ وَسَوْفَ وَالْجَزْمِ وَ التَّصْرِيْفُ اِلَی الْمَاضِیْ وَالْمُضَارِعِ وَكَوْنِهٖ اَمْرًا اَوْنَهْيًا وَاِتِّصَالُ الضَّمَائِرِ الْبَارِزَةِ الْمَرْفُوْعَةِ نَحْوُ ضَرَبْتُ وَتَاءِ التَّانِيْثِ السَّاكِنَةِ نَحْوُ ضَرَبَتْ وَنُوْنَی التَّاكِيْدِ فَاِنَّ كُلَّ هٰذِهٖ خَوَاصُّ الْفِعْلِ وَمَعْنَی الْاَخْبَارِ بِهٖ اَنْ يَّكُوْنَ مَحْكُوْمًا بِهٖ وَ يُسَمّٰی فِعْلًا بِاِسْمِ اَصْلِهٖ وَهُوَ الْمَصْدَرُ لِاَنَّ الْمَصْدَرَ هُوَ فِعْلُ الْفَاعِلِ حَقِيْقَةً۔

ترجمه : اور فعل کی تعریف، فعل وہ کلمہ ہے جو مستقل معنی پر دلالت کرے اور دلالت ایسی ہو کہ جو تین زمانوں میں سے کسی ایک زمانہ کے ساتھ مقترن ہو جیسے ضَرَبَ يَضْرِبُ اِضْرِبْ اور اسکی علامت میں سے یہ ہے کہ جس کا اخبار بہ ہونا صحیح ہو نہ کہ اخبار عنہ ہونا اور قد اور سین اور سوف اور جزم کا داخل ہونا اور ماضی و مضارع کی طرف اس کی گردان کا ہونا اور امر اور نہی ہونا اور ضمیر بارز مرفوع متصل کا اس کے ساتھ متصل ہونا جیسے ضَرَبْتَ اور تاء تانیث ساکنہ کا اس کے آخر میں ہونا جیسے ضَرَبَتْ اور تاکید کے دونوں نون کا داخل ہونا، پس بے شک یہ سارے فعل کے خواص ہیں اور اخبار بہ کا معنی یہ ہے کہ وہ محکوم بہ ہو اور اس کا نام فعل رکھا گیا ہے اسکے اصل کے نام کے ساتھ اور وہ مصدر ہے اس لئے کہ مصدر حقیقت میں فاعل کا فعل ہوا کرتا ہے

تجزیہ عبارت : مذکورہ عبارت میں مصنفؒ نے فعل کی اصطلاحی تعریف اور اس کی علامتیں بیان کی ہیں اور ساتھ ساتھ فعل کی وجہ تسمیہ بھی بیان فرمائی ہے۔

قوله وَحَدُّ الْفِعْلِ كَلِمَةٌ تَدُلُّ الخ یہاں سے صاحب کتاب فعل کی تعریف کرتے ہیں کہ فعل وہ کلمہ ہے جو اپنی ذات کے اعتبار سے کسی معنی پر دلالت کرے اور وہ معنی تین زمانوں میں سے کسی ایک زمانہ کے ساتھ مقترن ہو جیسے ضَرَبَ يَضْرِبُ اِضْرِبْ

فوائدقیود :جب کلمہ کہاتو اس میں اسم اور حرف داخل تھاجب تدل علی معنی فی نفسها کہاتو اس سے حرف نکل گیا کیونکہ وہ مستقل معنی پر دلالت نہیں کرتا بلکہ کسی معنی پر دلالت کرنے میں اسم اور فعل کا محتاج ہوتا ہےاورجب مقترنة بزمان کہاتو اس سے اسم نکل گیا کیونکہ وہ مقترن بالزمان نہیں ہوتا

اعتراض :آپ نے فعل کی تعریف کی مقترن بالزمان ہو ہم آپ کو ایسی مثال دکھاتے ہیں کہ جس میں زمانہ پایا جاتا ہے مگر آپ اسکو فعل نہیں کہتے جیسے زید ن الضارب الان او غدا او امس الضارب میں تینوں زمانے پائے جاتے ہیں مگر پھر بھی آپ اسے اسم کہتے ہیں۔

جواب : زمانہ پر دلالت سے مراد دلالت ذات کے اعتبار سے ہے نہ کہ خارج کے اعتبار سے اور مذکورہ مثال میں جو زمانہ پر دلالت سمجھ آرہی ہے وہ باعتبار لفظ غدا امس وغیرہ کے ہے نہ کہ الضارب کے اعتبار سے۔

قوله وَعَلَامَتُهٗ اَنْ يَصِحَّ الْاَخْبَارُ بِهٖ الخ صاحب کتاب فعل کی تعریف کے بعد فعل کی علامتیں بیان فرمارہے ہیں

(۱) پہلی علامت : کہ فعل کا مخبر بہ ہونا درست ہو یعنی اس سے کسی چیز کی خبر دی جاسکے اس کادوسرا نام مسند اور محکوم بہ بھی ہے جیسے زَيْدٌ ضَرَبَ میں ضرب مخبر بہ اور مسند اور محکوم بہ ہے

(۲) دوسری علامت : قد کا داخل ہونا جیسے قَدْ ضَرَبَ چونکہ قد ماضی کو حال کے قریب کرنے کے لئے وضع کیا گیاہے اور مضارع میں تحقیق یا تقلیل کیلئے وضع ہے اور یہ دونوں باتیں فعل ہی میں پائی جاتی ہیں اسکے علاوہ کسی اور میں متصور نہیں ہوسکتیں اسوجہ سے قد کادخول بھی فعل کی علامت ہے۔

(۳) تیسری علامت : سین اور سوف کا داخل ہونا یہ دونوں استقبال کے معنی کے لئے وضع ہیں لیکن ان میں تھوڑا سا فرق ہے سین مستقبل قریب کے لئے ہے جیسے سیضرب عنقریب وہ مارے گا اور سوف مستقبل بعید کیلئے ہے جیسے سوف یضرب مستقبل بعید میں وہ مارے گا چونکہ یہ دونوں استقبال پر دلالت کرنے کیلئے وضع کئے گئے ہیں اور استقبال صرف فعل میں ہوتا ہے اسی لئے یہ فعل کے ساتھ خاص ہیں۔

(۴) چوتھی علامت : جزم کا داخل ہونا جیسے لَمْ يَضْرِبْ جزم کا داخل ہونا فعل کی علامت ہے اسلئے کہ حروف جازم

فعل کے ساتھ مختص ہیں اور جزم انکا اثر ہے لہذا جزم بھی فعل کے ساتھ مختص ہونی چاہیے وگرنہ مؤثر کا اثر کے بغیر پایا جانا لازم آئے گا اور یہ صحیح نہیں۔

اور حروف جوازم فعل کے ساتھ مختص کیوں ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ جوازم کی وضع یا تو نفی فعل کیلئے ہے جیسے لم اور لما میں یا طلب فعل کے واسطے ہے جیسے لام امر میں یا نہی فعل کیلئے جیسے لائے نہی میں' یا کسی شئ کو فعل پر معلق کرنے کے لئے ہے جیسے ادوات شرط میں اور یہ تمام معانی فعل کے ساتھ مختص ہیں غیر فعل میں نہیں پائے جاتے۔

(۵) پانچویں علامت: ماضی اور مضارع کی طرف اس کی گردان کا ہونا یہ فعل کی علامت اس لئے ہے کیونکہ ماضی اور مضارع کی طرف تقسیم ہونا زمانہ ہی کے اعتبار سے ہے اور زمانہ صرف فعل ہی میں پایا جاتا ہے اسی وجہ سے ان کی طرف تقسیم ہونا بھی فعل ہی کا خاصہ ہے۔

(۶) چھٹی علامت: امر اور نہی ہونا کیونکہ یہ دونوں طلب کے لئے ہوتے ہیں امر میں فعل کے ہونے کو طلب کیا جاتا ہے نہی میں فعل کے نہ ہونے کو طلب کیا جاتا ہے اور طلب صرف فعل میں ہوتی ہے غیر فعل میں نہیں ہوتی اسی وجہ سے فعل کے خاصے ہیں امر کی مثال جیسے اِضرِبْ نہی جیسے لاَ تَضرِبْ ۔

(۷) ساتویں علامت: ضمیر بارز مرفوع متصل کا فعل کے ساتھ متصل ہونا 'یعنی ضمیر مرفوع متصل بارز جس کلمہ میں ہو وہ فعل ہوگا اس کی وجہ یہ ہے کہ ضمیر بارز درحقیقت فاعل کی ضمیر ہوتی ہے اور یہ صرف اس کے ساتھ متصل ہوتی ہے جس کے لئے فاعل ہو اور وہ صرف فعل ہی ہے لہذا یہ صرف فعل کے ساتھ متصل ہو سکتی ہے جیسے ضربتِ

(۸) آٹھویں علامت: تائے تانیث ساکنہ کا فعل کے آخر میں ہونا 'یعنی جس کلمہ کے ساتھ تائے تانیث ساکنہ لگی ہوئی ہو وہ بھی فعل ہوگا جیسے ضَرَبَتْ' کیونکہ تائے متحرکہ اسم کا خاصہ ہے۔

(۹) نویں علامت: تاکید کے دونوں نون ثقیلہ وخفیفہ کا داخل ہونا یہ دونوں فعل کے ساتھ اس وجہ سے خاص ہیں کہ دونوں طلب کی تاکید کے واسطے آتے ہیں اور طلب صرف فعل میں پائی جاتی ہے اسلئے یہ دونوں فعل کے خاصے ہیں اب یہ ساری علامتیں فعل کے خاصے ہیں جس کلمہ میں مذکورہ علامتیں پائی جائیں گی وہ فعل ہوگا اور مصنف کی عبارت میں اخبار بہ کا مطلب محکوم بہ اور مسند ہونا مراد ہے ۔

قوله وَيُسَمّٰى فِعْلًا بِاِسْمِ اَصْلِهٖ الخ یہاں سے مصنفؒ فعل کی وجہ تسمیہ بیان کررہے ہیں **فعل معنی مصدری** (کردن) کو لغت میں فعل کہتے ہیں پھر اس کو فعل اصطلاحی کیلئے وضع کردیا گیا کیونکہ فعل اصطلاحی تین اجزاء پر مشتمل ہوتا ہے معنی مصدری، اقتران بالزمان، **نسبت الی الفاعل** چونکہ معنی مصدری فعل اصطلاحی کا ایک جزء ہے تو ایک جزء کیوجہ سے کل کا نام رکھ دیا تو یہ تسمیۃ الکل باسم الجزء کی قبیل سے ہوا۔

وَحَدُّ الْحَرْفِ كَلِمَةٌ لَا تَدُلُّ عَلٰى مَعْنًى فِيْ نَفْسِهَا بَلْ تَدُلُّ عَلٰى مَعْنًى فِيْ غَيْرِهَا نَحْوُ مِنْ فَاِنَّ مَعْنَاهَا الْاِبْتِدَاءُ وَهِيَ لَا تَدُلُّ عَلَيْهِ اِلَّا بَعْدَ ذِكْرِ مَا مِنْهُ الْاِبْتِدَاءُ كَالْبَصْرَةِ وَ الْكُوْفَةِ مَثَلًا تَقُوْلُ سِرْتُ مِنَ الْبَصْرَةِ اِلَى الْكُوْفَةِ وَعَلَامَتُهٗ اَنْ لَّا يَصِحَّ الْاَخْبَارُ عَنْهُ وَلَا بِهٖ وَ اَنْ لَّا يَقْبَلَ عَلَامَاتِ الْاَسْمَاءِ وَلَا عَلَامَاتِ الْاَفْعَالِ۔

ترجمہ : حرف کی تعریف' حرف وہ کلمہ ہے جو مستقل معنی پر دلالت نہ کرتا ہو بلکہ ایسے معنی پر دلالت کرتا ہو جو اس کے غیر میں پائے جاتے ہوں جیسے مِن پس بیشک اسکے معنی ابتدا کے ہیں اور وہ اس معنی پر دلالت نہیں کرتا مگر اس کے ذکر کرنے کے بعد جس سے ابتدا ہو جیسے مثال کے طور پر بصرہ اور کوفہ تو کہے سِرْتُ مِنَ الْبَصْرَةِ اِلَى الْكُوْفَةِ اور اس کی علامت یہ ہے کہ صحیح نہ ہو اس سے خبر دینا اور نہ اسکے ذریعے خبر دینا اور یہ اسم کی علامتوں کو قبول نہیں کرتا اور نہ فعل کی علامتوں کو۔

تجزیہ عبارت : اس عبارت میں صاحب کتاب نے حرف کی تعریف اور اس کی علامت ذکر کی ہے ۔

تشریح: قوله وَحَدُّ الْحَرْفِ كَلِمَةٌ الخ یہاں سے مصنفؒ حرف کی تعریف کرتے ہیں حرف وہ کلمہ ہے جو مستقل معنی پر دلالت نہ کرے بلکہ اپنے معنی پر دلالت کرنے میں غیر کا محتاج ہو اور ایسے معنی پر دلالت کرے جو معنی غیر کیساتھ ملکر سمجھ میں آئے جیسے مِنْ کا معنی ابتداء کا ہے اور اِلٰی کا معنی انتہاء کا ہے اور انکا معنی اسوقت تک سمجھ میں نہیں آئے گا جب تک اس اسم کو ذکر نہ کیا جائے جس سے ابتداء اور انتہاء ہو جیسے یوں کہیں گے سِرْتُ مِنَ الْبَصْرَةِ اِلَى الْكُوْفَةِ –

فوائدقیود: جب مصنفؒ نے کلمہ کہا تواس میں اسم اور فعل داخل تھے جب لاتدل علی معنی فی نفسھا بل فی غیرھا کہاتواس سے اسم اور فعل نکل گئے کیونکہ یہ دونوں مستقل معنی پر دلالت کرتے ہیں۔

اعتراض : آپ نے جو حرف کی تعریف کی ہے وہ دخولِ غیر سے مانع نہیں ہے جیسے وہ اسماء جو لازم الاضافۃ ہیں جیسے فوق، تحت، اب، ابن جب تک ان کے ساتھ مضاف الیہ نہ ملے ان کا معنی سمجھ میں نہیں آتا ایسے ہی اسماء موصولہ اپنے معنی بتانے میں صلہ کے محتاج ہوتے ہیں اور اسماء اشارہ مشارالیہ کے، ان پر حرف کی تعریف صادق آتی ہے حالانکہ آپ انہیں اسم کہتے ہیں۔

جواب: حرف کی تعریف میں عدم دلالت سے مراد اصل وضع کے اعتبار سے مستقل معنی پر دلالت نہ ہو اور مذکورہ کلمات اصل وضع کے اعتبار سے معانی پر دلالت کرتے ہیں لیکن اہل لسان عرب حضرات انکو اضافت کے ساتھ استعمال کرتے ہیں ہم بھی اہل لسان **کا** لحاظ رکھتے ہوئے اضافت کے ساتھ استعمال کرتے ہیں ایسے ہی اسماء اشارہ واسمائے موصولہ مستقل معنی پر دلالت کرتے ہیں لیکن ان کے استعمال میں اہل لسان کے استعمال کالحاظ رکھا گیا ہے۔

قولہ وعلامتہ اَنْ لَّا یَصِحَّ الْاَخْبَارُ عَنْهُ وَلَابِهٖ حرف کی علامت یہ ہے کہ نہ یہ مخبر عنہ بن سکتا ہے اور نہ مخبر بہ کیونکہ مخبر عنہ محکوم علیہ اور مسند الیہ ہوتا ہے اور مخبر بہ مسند اور محکوم بہ ہوتا ہے اور مخبر عنہ اور مخبر بہ دونوں مستقل بالمفہوم ہوتے ہیں اسم اور فعل کی طرح اور حرف ان میں سے کوئی بھی نہیں ہوتا حرف کی دوسری علامت یہ ہے کہ جو اسم کی علامتیں ہیں مثلاً لام تعریف، اضافت اور تنوین وغیرہ اور جو فعل کی علامتیں ہیں مثلاً دخول جوازم، قد، سین اور سوف وغیرہ ان علامتوں میں ۔ رف کسی کو قبول نہیں کرتا۔

وَلِلْحَرْفِ فِیْ کَلَامِ الْعَرَبِ فَوَائِدُ کَالرَّبْطِ بَیْنَ الْاِسْمَیْنِ نَحْوُ زَیْدٌ فِی الدَّارِ اَوِ الْفِعْلَیْنِ نَحْوُ اُرِیْدُ اَنْ تَضْرِبَ اَوْ اِسْمٍ وَفِعْلٍ کَضَرَبْتُ بِالْخَشَبَةِ اَوِ الْجُمْلَتَیْنِ نَحْوُ اِنْ جَاءَنِیْ زَیْدٌ اَکْرَمْتُهٗ وَغَیْرِ ذَالِكَ مِنَ الْفَوَائِدِ الَّتِیْ تَعْرِفُهَا فِی الْقِسْمِ الثَّالِثِ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ وَیُسَمّٰی حَرْفًا لِوُقُوْعِهٖ فِی الْکَلَامِ حَرْفًا اَیْ طَرَفًا اِذْ لَیْسَ مَقْصُوْدًا بِالذَّاتِ مِثْلُ الْمُسْنَدِ وَ الْمُسْنَدِ اِلَیْهِ۔

ترجمہ : اور کلام عرب میں حرف کے بہت سے فائدے ہیں دو اسموں کے درمیان ربط پیدا کرنا جیسے زَیدٌ فِی الدَّارِ یا دو فعلوں کے درمیان جیسے اُرِیدُ اَنْ تَضْرِبَ یا اسم اور فعل کے درمیان جیسے ضَرَبْتُ بِالْخَشَبَۃِ یا دو جملوں کے درمیان جیسے اِنْ جَاءَنِیْ زَیدٌ اَکْرَمْتُہٗ اور اس کے علاوہ اور بھی بہت سے فائدے ہیں جن کو تم ان شاء اللہ قسم ثالث میں پہچان لوگے اور اس کا نام حرف رکھا جاتا ہے بوجہ اس کے واقع ہونے کے کلام میں حرف یعنی طرف میں کیونکہ یہ مقصود بالذات نہیں ہوتا مسند اور مسند الیہ کی طرح۔

تجزیہ عبارت: اس عبارت میں مصنفؒ نے حرف کے فوائد اور اس کی وجہ تسمیہ بیان کی ہے

تشریح :قولہ وَلِلْحَرْفِ فِیْ کَلَامِ الْعَرَبِ فَوَائِدُ الخ | یہ عبارت ایک اعتراض مقدر کا جواب ہے۔

اعتراض : یہ ہوتا ہے کہ مذکورہ عبارت سے معلوم ہوا کہ حرف نہ مستقل بالمفہوم ہوتا ہے اور نہ مقصود اصلی اور نہ مسند اور نہ مسند الیہ اور جو چیز مفید مقصود نہ ہو تو اس میں مشغول ہونا بے کار اور لغو ہوتا ہے تو پھر اس کو ذکر کرنے کی ضرورت کیا ہے ؟

جواب : تو مصنفؒ نے یہ عبارت لا کر اس اعتراض کا جواب دیا کہ کلام عرب میں حرف کے بہت سے فائدے ہیں۔ ان فوائد کے پیش نظر حرف کو ذکر کیا جاتا ہے۔

قولہ کَالرَّبْطِ بَیْنَ الْاِسْمَیْنِ الخ | یہاں سے مصنفؒ حرف کے فوائد بیان کر رہے ہیں

(۱) حرف کبھی دو اسموں کے درمیان ربط پیدا کرنے کیلئے آتا ہے جیسے زَیدٌ فِی الدَّارِ اس مثال میں فی نے دو اسموں کے درمیان ربط پیدا کیا ہے۔

(۲) کبھی حرف دو فعلوں کے درمیان جوڑ اور ربط پیدا کرنے کیلئے آتا ہے جیسے اُرِیدُ اَنْ تَضْرِبَ اس مثال میں اَنْ نے دو فعلوں کا آپس میں جوڑ اور ربط پیدا کر دیا۔

(۳) کبھی حرف ایک اسم اور ایک فعل کے درمیان ربط پیدا کرنے کیلئے آتا ہے جیسے ضَرَبْتُ بِالْخَشَبَۃِ اس مثال میں حرف باء نے فعل اور اسم کے درمیان ربط پیدا کیا ہے۔

(۴) کبھی حرف دو جملوں کے درمیان ربط پیدا کرنے کے لئے آتا ہے جیسے ان جاء نی زیدٌ اکرمتہٗ اس مثال میں

اِنْ نے دو جملوں کے درمیان تعلق اور جوڑ پیدا کر دیا' اس حرف کے اور بھی بہت سے فائدے ہیں جو حرف کی بحث میں تفصیل سے ان شاء اللہ بیان ہوں گے۔

قوله وَيُسَمّٰى حَرْفًا الخ یہاں سے صاحب کتاب حرف کی وجہ تسمیہ بیان کرتے ہیں حرف لغت میں طرف کو کہتے ہیں اور چونکہ حرف اصطلاحی بھی کلام میں ایک طرف میں ہوتا ہے یعنی مسند اور مسند الیہ کی طرح مقصود بالذات نہیں ہوتا محض ربط کا فائدہ دیتا ہے اس بنا پر اسکو حرف کہتے ہیں۔

قوله اِذْ لَيْسَ مَقْصُوْدًا بِالذَّاتِ الخ

اعتراض: یہ عبارت ایک اعتراض مقدر کا جواب ہے اعتراض یہ ہوتا ہے کہ آپ کی بات سے معلوم ہوتا ہے کہ حرف طرف کلام میں واقع ہوتا ہے حالانکہ زَيْدٌ فِي الدَّارِ میں اور أُرِيْدُ اَنْ تُصَلِّيَ میں حرف فِيْ اور اَنْ وسط کلام میں واقع ہے طرف میں نہیں۔

جواب: حرف کا معنی وہ نہیں جو آپ نے مراد لیا ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ مقصود لذاتہ اور مستقل بالمفہوم نہ ہو اسم اور فعل کی طرح اور مسند اور مسند الیہ نہ ہو اس اعتبار سے حرف اسم اور فعل کے مقابل ہو گیا اسی وجہ سے اس کا نام حرف رکھا گیا ہے۔

فصل :اَلْكَلَامُ لَفْظٌ تَضَمَّنَ كَلِمَتَيْنِ بِالْاِسْنَادِ وَالْاِسْنَادُ نِسْبَةُ اِحْدَى الْكَلِمَتَيْنِ اِلَى الْاُخْرٰى بِحَيْثُ تُفِيْدُ الْمُخَاطَبَ فَائِدَةً تَامَّةً يَصِحُّ السُّكُوْتُ عَلَيْهَا نَحْوُ زَيْدٌ قَائِمٌ وَقَامَ زَيْدٌ وَيُسَمّٰى جُمْلَةً فَعُلِمَ اَنَّ الْكَلَامَ لَايَحْصُلُ اِلَّا مِنْ اِسْمَيْنِ نَحْوُ زَيْدٌ قَائِمٌ وَيُسَمّٰى جُمْلَةً اِسْمِيَّةً اَوْ مِنْ فِعْلٍ وَاسْمٍ نَحْوُ قَامَ زَيْدٌ وَيُسَمّٰى جُمْلَةً فِعْلِيَّةً اِذْ لَايُوْجَدُ الْمُسْنَدُ وَالْمُسْنَدُ اِلَيْهِ مَعًا فِيْ غَيْرِهِمَا وَلَابُدَّ لِلْكَلَامِ مِنْهُمَا فَاِنْ قِيْلَ قَدْ نُوْقِضَ بِالنِّدَاءِ نَحْوُ يَا زَيْدُ قُلْنَا حَرْفُ النِّدَاءِ قَائِمٌ مَقَامَ اَدْعُوْ وَاَطْلُبُ وَهُوَ الْفِعْلُ فَلَانَقْضَ عَلَيْهِ وَ اِذْ فَرَغْنَا مِنَ

الْمُقَدِّمَةِ فَلْنَشْرَعْ فِي الْاَقْسَامِ الثَّلٰثَةِ وَ اللّٰهُ الْمُوَفِّقُ وَ الْمُعِيْنُ۔ اَلْقِسْمُ الْاَوَّلُ فِي الْاِسْمِ وَقَدْ مَرَّ تَعْرِيْفُهٗ وَهُوَيَنْقَسِمُ اِلَى الْمُعْرَبِ وَ الْمَبْنِيِّ فَلْنَذْكُرْ اَحْكَامَهٗ فِيْ بَابَيْنِ وَ خَاتِمَةٍ اَلْبَابُ الْاَوَّلُ فِي الْاِسْمِ الْمُعْرَبِ وَفِيْهِ مُقَدِّمَةٌ وَثَلٰثَةُ مَقَاصِدَ وَخَاتِمَةٌ اَمَّا الْمُقَدِّمَةُ فَفِيْهَا فُصُوْلٌ۔

ترجمہ : فصل" کلام وہ لفظ ہے جو دو کلموں کو متضمن ہو اسناد کے ساتھ اور اسناد نسبت ہے دو کلموں میں سے ایک کی دوسرے کی طرف اس طور پر کہ وہ مخاطب کو فائدہ تامہ دے اس حیثیت سے کہ اس پر سکوت صحیح ہو جیسے زَيْدٌ قَائِمٌ" اور قَامَ زَيْدٌ" اور اس کا نام رکھا جاتا ہے جملہ' پس معلوم ہوا کہ بیشک کلام حاصل نہیں ہوتی مگر دو اسموں سے ملکر جیسے زید قائم اور اس کا نام رکھا جاتا ہے جملہ اسمیہ یا ایک فعل اور ایک اسم سے ملکر کلام حاصل ہوتی ہے جیسے قَامَ زَيْدٌ اس کا نام رکھا جاتا ہے جملہ فعلیہ' اس لئے مسند اور مسند الیہ دونوں اکٹھے ان دونوں کے علاوہ میں نہیں پائے جاتے اور ضروری ہے کلام کیلئے ان دونوں کا پایا جانا' پس اگر یہ کہا جائے تحقیق ٹوٹ گئی یہ بات حرف نداء کے ساتھ جیسے یَا زَيْدُ ہم جواب دیں گے اس مثال میں حرف ندا ادعوا اور اطلب کے قائم مقام ہے اور وہ فعل ہے پس اس پر کوئی اعتراض وارد نہیں ہوتا' اور جب ہم مقدمہ کے بیان سے فارغ ہوئے تو ہم تینوں قسموں کو شروع کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ہی بہترین توفیق دینے والے اور مددگار ہیں' پہلی قسم اسم کے بیان میں اور تحقیق اس کی تعریف گزر چکی اور وہ (اسم) معرب اور مبنی کی طرف تقسیم ہوتا ہے پس ہم اس کے احکام کو دو بابوں اور ایک خاتمہ میں بیان کریں گے پہلا باب اسم معرب کے بیان میں اور اس میں ایک مقدمہ اور تین مقاصد اور ایک خاتمہ ہے بہر حال مقدمہ اس میں چند فصلیں ہیں۔

تجزیہ عبارت : مذکورہ عبارت میں صاحب کتاب نے کلام کی تعریف اور اس کی اقسام کو ذکر کیا ہے اور ساتھ ہی مقدمہ سے فراغت کو اور اسم کی اقسام معرب اور مبنی اور ان کی بحث کے شروع کرنے کو بیان کیا ہے۔

تشریح:

قولہ اَلْکَلَامُ لَفْظٌ تَضَمَّنَ کَلِمَتَیْنِ الخ مصنفؒ کلام کی تعریف بیان فرمارہے ہیں کلام اس لفظ کو کہتے ہیں جو دو کلموں سے مل کر بنے اسناد کے اعتبار سے' اسناد کہتے ہیں ایک کلمے کو دوسرے کی طرف اس طرح نسبت کرنا کہ مخاطب کو فائدہ تامہ حاصل ہو اور کلام سننے کے بعد مخاطب کو انتظار باقی نہ رہے جیسے زَیْدٌ قَائِمٌ اس میں زید مسند الیہ اور قائم مسند ہے یہ جملہ اسمیہ ہے اس سے مخاطب کو فائدہ تامہ حاصل ہورہا ہے اور دوسری مثال جیسے قَامَ زَیْدٌ' اس میں قام مسند اور زید مسند الیہ اور یہ جملہ فعلیہ ہے اس سے بھی مخاطب کو فائدہ تامہ حاصل ہورہا ہے کسی اور لفظ کی ضرورت نہیں۔

اعتراض :اَلْکَلَامُ الخ مصنفؒ نے اس عبارت کو الکلمۃ پر عطف کرکے والکلام کیوں نہیں کہا جملہ مستانفہ کیوں بنایا ہے؟

جواب : عطف کی صورت میں اس کا مستقل ہونا واضح نہیں ہوتا کیونکہ معطوف معطوف علیہ کے تابع ہوتا ہے عطف کی صورت میں یہ مطلب نکلتا ہے کہ نحو کا مستقل موضوع کلمہ ہے اور کلام اسکے تابع ہے جملہ مستانفہ لاکر اشارہ کیا کہ جیسے کلمہ نحو کا موضوع ہے اسی طرح کلام بھی نحو کا مستقل موضوع ہے

قولہ تَضَمَّنَ کَلِمَتَیْنِ الخ اعتراض : آپ نے کلام کی تعریف یہ کی ہے کہ جو دو کلموں سے مل کر بنے جب کہ بعض ایسی مثالیں موجود ہیں جن میں دو کلمے نہیں ہیں بلکہ چار کلمے ہیں لیکن پھر بھی آپ اسے کلام کہتے ہیں تو آپ کی تعریف جامع نہ ہوئی جیسے زَیْدٌ اَبُوْہُ قَائِمٌ زَیْدٌ قَامَ اَبُوْہُ وغیرھما۔

جواب :کلمتین سے مراد عام ہے خواہ حقیقتا دو کلمے ہوں جیسے زَیْدٌ قَائِمٌ یا حکما دو کلمے ہوں جیسے زَیْدٌ اَبُوْہُ قَائِمٌ اس مثال میں زید مبتدا ایک کلمہ ہے اور ابوہ قائم ترکیب میں خبر ہو کر حکما ایک کلمہ ہے۔

اعتراض : تعریف میں یہ ذکر کیا گیا ہے کہ کلام دو کلموں سے ملکر بنتی ہے جب کہ اِضْرِبْ ایک کلمہ ہے آپ اسے کلام کہتے ہیں حالانکہ کلام کی تعریف اس پر صادق نہیں آتی۔

جواب: کلمہ سے ہماری مراد عام ہے حقیقۃ کلمہ ہو یا حکما تو اضرب اصل میں دو کلمے ہیں ایک اضرب جو کہ حقیقہ ایک کلمہ ہے اور ایک اسمیں ضمیر مستتر ہے جو حکما دوسرا کلمہ ہے۔

فوائد قیود : اَلْکَلَامُ لَفْظٌ میں لفظ کے اندر عموم تھا جس میں کلمات مفردہ اور مہملہ اور مرکبات کلامیہ اور غیر کلامیہ سب داخل تھے جب تضمن کلمتین کہا تو اس سے کلمات مفردہ جیسے زید عمرو وغیرہ اور الفاظ مہملہ جیسے دیز وغیرہ نکل گئے اور جب بالاسناد کہا تو اس سے مرکبات غیر کلامیہ یعنی مرکبات ناقصہ جیسے غلام زید وغیرہ نکل گئے اب کلام کی تعریف میں صرف مرکبات کلامیہ داخل ہیں خواہ وہ خبریہ ہوں جیسے زیدٌ قائمٌ یا انشائیہ ہوں جیسے اِضْرِبْ اُنْصُرْ وغیرھما۔

قولہ فَعُلِمَ اَنَّ الْکَلَامَ لَا یَحْصُلُ الخ یہاں سے مصنفؒ بیان فرمارہے ہیں کہ کلام کے لئے کم از کم دو کلمات کا ہونا ضروری ہے اسلئے کہ کلام یا تو دو اسموں سے مل کر بنے گی جیسے زیدٌ قائمٌ اس کو جملہ اسمیہ کہتے ہیں یا ایک فعل اور ایک اسم سے ملکر بنے گی جیسے قَامَ زَیْدٌ اسکو جملہ فعلیہ کہتے ہیں کیونکہ مسند اور مسند الیہ دونوں اکٹھے جملہ اسمیہ اور فعلیہ کے علاوہ میں نہیں پائے جاتے اور کلام کیلئے مسند اور مسند الیہ کا ہونا ضروری۔

قولہ لَایَحْصُلُ اِلَّا الخ

اعتراض: مصنفؒ نے کلمہ کی تقسیم میں حصر نہیں کیا اور کلام کی تقسیم میں لایحصل الا الخ سے حصر کی تصریح کی ہے وجہ فرق کیا ہے؟

جواب: کلام میں احتمالات عقلیہ چھ ہو سکتے ہیں جن میں سے چار غلط اور دو صحیح ہیں اسلئے اس کی تقسیم میں حصر کیا ہے جب کہ کلمہ کی تقسیم میں تین کے علاوہ کوئی عقلی احتمال نہیں تھا اسلئے حصر کی ضرورت نہیں تھی' کلام میں چھ احتمالات یہ ہیں (۱) کلام دو اسموں سے مل کر بنے گی (۲) دو فعلوں سے ملکر بنے گی (۳) دو حرفوں سے ملکر بنے گی (۴) ایک اسم اور فعل سے مل کر بنے گی (۵) ایک اسم اور ایک حرف سے ملکر بنے گی (۶) ایک فعل اور ایک حرف سے مل کر بنے گی ان میں سے پہلا اور چوتھا احتمال صحیح ہے اور باقی چار غلط ہیں۔

قوله فَاِنْ قِيْلَ قَدْ نُوْقِضَ الخ **اعتراض**: یہ عبارت ایک اعتراض مقدر کا جواب ہے آپ نے کلام کو دو اسموں یا ایک فعل اور اسم میں محصور کرنا درست نہیں ہے جب کہ یازیدُ میں ایک حرف اور ایک اسم سے کلام بن رہی ہے یا زید کو کلام نہیں کہنا چاہیے حالانکہ آپ اسے کلام کہتے ہیں۔

جواب: مصنفؒ جواب دیتے ہیں کہ اس مثال میں یا حرف ندا ادعو اور اطلب کے قائم مقام ہے جو کہ فعل ہے لہذا کلام ایک فعل اور ایک اسم سے ملکر بن رہی ہے۔

اعتراض: یا حرف ندا ادعو فعل کے قائم مقام کیسے ہو سکتا ہے حالانکہ حرف غیر مستقل بالمفہوم ہوتا ہے اور فعل مستقل بالمفہوم، تو غیر مستقل مستقل کے قائم مقام کیسے ہو سکتا ہے؟

جواب: حرف ندا کا ادعو فعل کے قائم مقام ہونا سماعی ہے اور سماع میں قیاس کو کوئی دخل نہیں ہے۔

قوله وَاِذَا فَرَغْنَا مِنَ الْمُقَدِّمَةِ الخ مصنفؒ مقدمہ سے فارغ ہونے کے بعد کلمہ کی تینوں قسموں کو بیان فرمارہے ہیں قسم اول اسم کے بیان میں ہے اسم کی دو قسمیں ہیں (۱) معرب (۲) مبنی پھر مصنفؒ ان کے احکام دو بابوں میں ذکر کریں گے پہلے باب میں معرب کے احوال، احکام اور اقسام بیان کریں گے اور دوسرے باب میں مبنی کے احوال، احکام اور اقسام بیان کریں گے اور خاتمہ میں دونوں کے باقی ماندہ احکام کو مشترکہ طور پر بیان فرمائیں گے

قوله اَلْبَابُ الْاَوَّلُ فِي الْاِسْمِ الْمُعْرَبِ الخ یہاں سے مصنفؒ فرماتے ہیں باب اول اسم معرب کے بیان میں ہے اس میں ایک مقدمہ اور تین مقاصد اور ایک خاتمہ بیان ہوگا پھر مقدمہ میں چار فصلیں بیان ہوں گی۔

فصل: فِیْ تَعْرِیْفِ الْاِسْمِ الْمُعْرَبِ وَهُوَ کُلُّ اِسْمٍ رُکِّبَ مَعَ غَیْرِہٖ وَلَا یُشْبِهُ مَبْنِیَّ الْاَصْلِ اَعْنِی الْحَرْفَ وَ الْاَمْرَ الْحَاضِرَ وَ الْمَاضِیَ نَحْوُ زَیْدٌ فِیْ قَامَ زَیْدٌ لَا زَیْدٌ وَحْدَهٗ لِعَدَمِ التَّرْکِیْبِ وَلَا هٰؤُلَاءِ فِیْ قَامَ هٰؤُلَاءِ لِوُجُوْدِ الشِّبْهِ وَیُسَمّٰی مُتَمَکِّنًا۔

ترجمه: فصل اسم معرب کی تعریف میں، اسم معرب ہر وہ اسم ہے جو اپنے غیر کے ساتھ مرکب کیا گیا ہو اور وہ

مبنی اصل کے ساتھ مشابہ نہ ہو یعنی حرف اور امر حاضر اور ماضی کے جیسے زید قَامَ زَیْدٌ میں نہ کہ فقط زید بوجہ مرکب نہ ہونے کے اور نہ ھٰؤلاءِ قَامَ ھٰؤلاءِ میں مشابہت پائی جانے کی وجہ سے اور اس کا نام متمکن رکھا جاتا ہے

تجزیہ عبارت: اس عبارت میں مصنفؒ نے معرب کی تعریف اور اس کی مثال ذکر کی ہے اور مبنی الاصل کے بارے میں بحث فرمائی ہے۔

تشریح:

قوله وَهُوَ كُلُّ اِسْمٍ الخ | **معرب کی تعریف**: معرب وہ اسم ہے جو مرکب ہو اور مبنی الاصل کے مشابہ نہ ہو مبنی اصل تین چیزیں ہیں تمام حروف اور امر حاضر اور فعل ماضی۔

قوله نَحْوُ زَيْدٌ فِيْ قَامَ زَيْدٌ الخ | اس مثال میں مصنفؒ معرب کی مثال کو بیان کر رہے ہیں قَامَ زَیْدٌ کی مثال میں زید معرب ہے کیونکہ یہ مرکب بھی ہے اور مبنی اصل کے مشابہ بھی نہیں اگر ترکیب میں واقع نہ ہو تو وہ مبنی ہوگا جیسے زید یہ مبنی ہے کیونکہ مرکب نہیں' اسی طرح قام ھولاء کی مثال میں ھولاء ہے یہ بھی معرب نہیں بلکہ مبنی ہے کیونکہ یہ مبنی الاصل کے مشابہ ہے' ھولاء مبنی اصل کے مشابہ اسی طرح ہے کہ یہ حرف کے مشابہ ہے جیسے حرف اپنے معنی پر دلالت کرنے میں فعل اور اسم کا محتاج ہوتا ہے اسی طرح لفظ ھولاء تعیین میں اشارہ حسیہ کا محتاج ہے' اسم معرب کا دوسرا نام اسم متمکن بھی ہے کیونکہ متمکن کا معنی ہے جگہ دینے والا کیونکہ معرب اعراب کو جگہ دیتا ہے اسلئے اسے متمکن بھی کہتے ہیں۔

فوائد قیود: جب مصنفؒ نے کل اسم کہا تو اس میں ہر قسم کے اسماء داخل تھے مرکب غیر مرکب جب رکب مع غیرہ کہا تو اس سے وہ اسم خارج ہو گئے جو مرکب نہ ہوں جیسے اسماء معدودہ' الف' باء' تاء' زید' اور عمرو وغیرہ اور جیسے اسماء اصوات اور اسمائے عدد جیسے وَاحِدٌ' اِثْنَانِ' ثَلَاثَةٌ' وغیرہ' اور جب کہا لا یشبہ مبنی الاصل اس سے وہ اسم خارج ہو گئے جو مرکب تو ہوں لیکن مبنی الاصل کے مشابہ ہوں جیسے قام ھولاء میں اگرچہ مرکب تو ہے لیکن یہ مبنی الاصل حرف کے مشابہ ہے۔

قوله اَلْاِسْمُ الْمُعْرَبُ **فائدہ** : لفظ معرب میں دو احتمال ہیں اسم ظرف کا صیغہ ہے یا اسم مفعول کا، اگر اسم ظرف ہو تو اعراب بمعنی اظہار کے ہوگا مطلب یہ ہے کہ محل اظہار یعنی اس پر مختلف معانی فاعلیت و مفعولیت اور اضافت وغیرہ ظاہر ہوتے ہیں، اگر اسم مفعول کا صیغہ ہو تو اعراب بمعنی ازالة الفساد کے ہوگا یعنی فساد کو زائل کرنا اور اسے معرب کہنے کی وجہ پھر یہ ہوگی کہ اسم معرب پر پے در پے آنے والے معانی کی وجہ سے فساد کا ازالہ ہو گیا یعنی ایک معنی دوسرے سے خلط ملط نہیں ہوا۔

اعتراض: جب اسم کی دو قسمیں ہیں معرب اور مبنی تو معرب کو مبنی پر مقدم کرنے کی وجہ کیا ہے اگر مصنفؒ مبنی کو مقدم کر دیتے تو کونسی خرابی لازم آتی تھی؟

جواب: معرب کو مبنی پر مقدم کرنے کی چار وجہیں ہیں (۱) معرب کی اقسام میں سے ایک قسم منصرف ہے اور اسم میں اصل منصرف ہوتا ہے اس وجہ سے معرب تقدیم کا حق رکھتا ہے (۲) معرب کی اقسام اور افراد کثیر ہیں بنسبت مبنی کے اس وجہ سے بھی معرب تقدیم کا حق رکھتا ہے (۳) معرب کا اعراب لفظی ہوتا ہے یا تقدیری اور مبنی کا اعراب حکمی ہوتا ہے جو کہ ادنی ہے لفظی اور تقدیری اعراب سے، اس وجہ سے معرب کو مقدم کیا (۴) جب آدمی زبان سے کوئی لفظ بولتا ہے تو اس کے اعراب کو ظاہر کرتا ہے کہ یہ مرفوع ہے یا منصوب یا مجرور اور یہ معرب میں پایا جاتا ہے مبنی میں نہیں اس لئے معرب کو مقدم کیا۔

فصل: حُکْمُهٗ اَنْ یَخْتَلِفَ اٰخِرُهٗ بِاخْتِلَافِ الْعَوَامِلِ اِخْتِلَافًا لَفْظِیًّا نَحْوُ جَاءَنِیْ زَیْدٌ وَرَاَیْتُ زَیْدًا وَمَرَرْتُ بِزَیْدٍ اَوْ تَقْدِیْرِیًّا نَحْوُ جَاءَنِیْ مُوْسٰی وَرَاَیْتُ مُوْسٰی وَمَرَرْتُ بِمُوْسٰی

اَلْاِعْرَابُ مَا بِهٖ یَخْتَلِفُ اٰخِرُ الْمُعْرَبِ کَالضَّمَّةِ وَ الْفَتْحَةِ وَالْکَسْرَةِ وَالْوَاوِ وَ الْاَلِفِ وَ الْیَاءِ وَاِعْرَابُ الْاِسْمِ عَلٰی ثَلٰثَةِ اَنْوَاعٍ رَفْعٌ اَوْ نَصْبٌ اَوْ جَرٌّ وَالْعَامِلُ مَا بِهٖ رَفْعٌ اَوْ نَصْبٌ اَوْ جَرٌّ وَمَحَلُّ الْاِعْرَابِ مِنَ الْاِسْمِ هُوَ الْحَرْفُ الْاٰخِرُ مِثَالُ الْکُلِّ نَحْوُ قَامَ زَیْدٌ فَقَامَ عَامِلٌ وَزَیْدٌ

مُعْرَبٌ وَ الضَّمَّةُ اِعْرَابٌ وَالدَّالُ مَحَلُّ الْاِعْرَابِ وَاعْلَمْ اَنَّهٗ لَا يُعْرَبُ فِیْ كَلَامِ الْعَرَبِ اِلَّا الْاِسْمُ الْمُتَمَكِّنُ وَالْفِعْلُ الْمُضَارِعُ وَسَيَجِيْءُ حُكْمُهٗ فِی الْقِسْمِ الثَّانِیْ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰی۔

ترجمہ : فصل معرب کا حکم یہ ہے کہ اسکا آخر عوامل کے بدلنے سے بدلتا رہتا ہے لفظی طور پر بدلے جیسے جاءَ نِی زَیْدٌ رَاَیْتُ زَیْدًا مَرَرْتُ بِزَیْدٍ یا تقدیری طور پر بدلے جیسے جاءَ نِیْ مُوْسٰی رَاَیْتُ مُوْسٰی مَرَرْتُ بِمُوْسٰی اعراب وہ ہے کہ جس کے سبب سے معرب کا آخر بدل جائے جیسے ضمہ، فتحہ کسرہ اور واو، الف اور یاء اور اسم کے اعراب تین قسموں پر ہیں رفع، نصب اور جر اور عامل وہ ہے جس کی وجہ سے رفع یا نصب یا جر آئے اور محل اعراب اسم کا وہ آخری حرف ہے، سب کی مثال جیسے قَامَ زَیْدٌ ہے پس قام عامل ہے اور زید معرب ہے اور ضمہ اعراب ہے اور دال محل اعراب ہے اور جان تو شان یہ ہے کہ کلام عرب میں معرب نہیں ہوتا مگر اسم متمکن اور فعل مضارع اور عنقریب اسکا حکم قسم ثانی میں انشاء اللہ آئے گا۔

تجزیہ عبارت : صاحب کتاب نے مذکورہ عبارت میں معرب کا حکم اور اعراب کی تعریف اور اعراب کی قسمیں بیان کی ہیں اور ساتھ عامل اور محل اعراب کی تعریف مع مثال بیان کی ہے۔

تشریح :

قولہ وَحُكْمُهٗ اَنْ يَّخْتَلِفَ اٰخِرُهٗ الخ یہاں سے مصنفؒ معرب کا حکم بیان کرتے ہیں اور اس کا حکم یہ ہے کہ عامل بدلنے سے اس کا آخر بدل جاتا ہے یعنی پہلے مرفوع ہو پھر عامل کے بدلنے کی وجہ سے منصوب یا مجرور ہو جائے چاہے لفظا بدلے جیسے جاءَ نِی زَیْدٌ رَایْتُ زَیْدًا مَرَرْتُ بِزَیْدٍ اس مثال میں زید معرب ہے عامل کے بدلنے سے اسکا اعراب بدل گیا خواہ تقدیرا بدلے جیسے جاءَ نی موسی رایت موسی مررت بموسی اس مثال میں موسی معرب ہے اسمیں اعراب لفظا نہیں بلکہ تقدیرا ہے۔

قولہ وَحُكْمُهٗ الخ **اعتراض** : حکمہ میں ضمیر معرب کی طرف راجع ہے اور جب اسم ظاہر کی اضافت ضمیر کی طرف ہو تو استغراق کا فائدہ دیتی ہے تو یہاں بھی استغراق ہوگا۔ معرب کے ہر فرد کا آخر عوامل کے بدلنے سے بدل جاتا ہے۔ بعض مثالوں میں ایسا نہیں جیسے جاءَ موسی رایت موسی وغیرہ ذلک میں عامل بدل رہا ہے مگر اعراب نہیں بدلا۔

جواب : یہاں من تبعیضیہ مقدر ہے تقدیری عبارت اس طرح ہے من جملة احکام المعرب یعنی معرب کے جملہ احکام میں سے ایک حکم یہ ہے کہ ان یختلف اخرہ الخ تو یہاں اضافت استغراق کیلئے نہیں بلکہ عہد کیلئے ہے ۔

قولہ اَنْ یَخْتَلِفَ اٰخِرُہٗ بِاِخْتِلَافِ الْعَوَامِلِ الخ

اعتراض : معرب کا حکم جو آپ نے بیان کیا ہے مندرجہ ذیل مثالوں پر صادق نہیں آتا کیونکہ ان میں عوامل کے بدلنے سے اعراب میں تبدیلی نہیں ہورہی جیسے اِنَّ زَیْدًا لَقَائِمٌ رَاَیْتُ زَیْدًا اَنَا ضَارِبٌ زَیْدًا۔

جواب : اختلاف عوامل سے مراد عوامل رافع، عامل ناصب اور عامل جار بدلے، مذکورہ مثالوں میں عامل صرف ایک ہے یعنی عامل ناصب۔

قولہ اَلْاِعْرَابُ مَا بِہٖ الخ یہاں سے صاحب کتاب اعراب کی تعریف کررہے ہیں اعراب وہ ہے جسکے سبب سے معرب کا آخر بدل جائے یعنی اعراب حرفی اور اعراب حرکتی، حرکات اور حروف کا نام اعراب ہے جیسے جَاءَ نِیْ زَیْدٌ میں رفع اعراب ہے جو فاعلیت پر دال ہے اور رَاَیْتُ زَیْدًا میں نصب اعراب ہے جو مفعولیت پر دال ہے اور مَرَرْتُ بِزَیْدٍ میں جر اعراب ہے وہ اضافت پر دلالت کرتا ہے ضمہ، فتحہ اور کسرہ کا نام اعراب بالحرکت ہے اور واو، الف اور یاء کا نام اعراب بالحرف ہے۔

قولہ وَاِعْرَابُ الْاِسْمِ عَلٰی ثَلٰثَۃِ اَنْوَاعٍ الخ اسم معرب کے اعراب تین قسم پر ہیں (۱) رفع (۲) نصب (۳) جر، رفع اس کے فاعل ہونے پر دلالت کرتا ہے جسے جَاءَ نِیْ زَیْدٌ میں زید کا مرفوع ہونا اسکی فاعلیت پر دال ہے اور نصب اسکے مفعول ہونے پر دلالت کرتا ہے جیسے رَاَیْتُ زَیْدًا میں زید کا نصب اسکی مفعولیت پر دال ہے اور جر مضاف الیہ ہونے کی علامت ہے جیسے غُلَامُ زَیْدٍ میں زید کا مجرور ہونا اس کے مضاف الیہ ہونے پر دال ہے۔

فائدہ : رفع کی وجہ تسمیہ : رفع ارتفاع سے مشتق ہے بمعنی بلند ہونا رفع کو رفع اس لئے کہتے ہیں

کہ رفع کی ادائیگی کے وقت اوپر والا ہونٹ بلند ہوتا ہے۔ اور دوسری وجہ یہ ہے کہ رفع مرتبے میں نصب اور جر سے بلند ہوتا ہے کیونکہ رفع فاعلیت کی علامت ہے نصب مفعولیت کی اور جر اضافت کی علامت ہے اور فاعل مفعول اور مضاف الیہ سے عمدہ اور ارفع ہوتا ہے لہذا جو اسکی علامت ہوگی وہ بھی عمدہ اور ارفع ہوگی۔

نصب کی وجہ تسمیہ نصب کا لغوی معنی ہے قائم کرنا اور گاڑنا چونکہ نصب کی ادائیگی کے وقت ہونٹ اپنی جگہ قائم رہتے ہیں اس لئے اسے نصب کہتے ہیں دوسری وجہ یہ ہے کہ نصب اس کلمہ کی علامت ہے جو کلام سے علیحدہ قائم ہوجائے مفعول کلام میں چونکہ بمنزلہ فضلہ کے حکم میں ہوتا ہے اسلئے علیحدہ کلام سے قائم ہوسکتا ہے۔

جر کی وجہ تسمیہ جر کا معنی ہے کھینچنا جر کو ادا کرتے وقت نیچے والے ہونٹ کو کھینچا جاتا ہے اسلئے اسکو جر کہتے ہیں دوسری وجہ یہ ہے کہ اپنے ماقبل کو کھینچ کر اسم تک پہنچاتا ہے جیسے مَرَرْتُ بِزَیْدٍ میں باء حرف جار نے مرور کے معنی کو کھینچ کر زید تک پہنچادیا ہے۔

قولہ وَالْعَامِلُ الخ یہاں سے مصنفؒ عامل کی تعریف کرتے ہیں کہ عامل وہ ہے جسکی وجہ سے معرب پر رفع اور نصب اور جر آئے' اور محل اعراب اسم میں آخری حرف ہے جیسے قَامَ زَیْدٌ میں قام عامل ہے اور زید معرب ہے اور ضمہ اعراب ہے اور زید کا آخری حرف دال محل اعراب ہے۔

قولہ وَاعْلَمْ اَنَّہٗ لَا یُعْرَبُ الخ یہاں سے صاحب کتاب ایک فائدہ بیان کرتے ہیں کہ کلام عرب میں معرب صرف اسم متمکن اور فعل مضارع ہوتا ہے بشرطیکہ نون جمع مؤنث اور نون تاکید سے خالی ہو اور فعل کی بحث میں انشاء اللہ اسکی مکمل تفصیل آئے گی۔

فصل: فِیْ اَصْنَافِ اِعْرَابِ الْاِسْمِ وَ هِیَ تِسْعَةُ اَصْنَافٍ اَلْاَوَّلُ اَنْ یَکُوْنَ الرَّفْعُ بِالضَّمَّةِ وَ النَّصْبُ بِالْفَتْحَةِ وَالْجَرُّ بِالْکَسْرَةِ وَ یُخْتَصُّ بِالْمُفْرَدِ الْمُنْصَرِفِ الصَّحِیْحِ وَ هُوَ عِنْدَ النُّحَاةِ مَا لَا یَکُوْنُ فِیْ اٰخِرِهٖ حَرْفُ عِلَّةٍ کَزَیْدٍ وَ بِالْجَارِیْ مَجْرَی الصَّحِیْحِ وَ هُوَ مَا یَکُوْنُ فِیْ اٰخِرِهٖ وَاوٌ اَوْ یَاءٌ مَا قَبْلَهُمَا سَاکِنٌ کَدَلْوٍ وَظَبْیٍ

وَبِالْجَمْعِ الْمُكَسَّرِ الْمُنْصَرِفِ كَرِجَالٍ تَقُولُ جَاءَنِي زَيْدٌ وَ دَلْوٌ وَظَبْيٌ وَ رِجَالٌ وَ رَأَيْتُ زَيْدًا وَدَلْوًا وَ ظَبْيًا وَرِجَالًا وَ مَرَرْتُ بِزَيْدٍ وَ دَلْوٍ وَظَبْيٍ وَ رِجَالٍ اَلثَّانِي اَنْ يَكُونَ الرَّفْعُ بِالضَّمَّةِ وَ النَّصْبُ وَ الْجَرُّ بِالْكَسْرَةِ وَ يُخْتَصُّ بِجَمْعِ الْمُؤَنَّثِ السَّالِمِ تَقُولُ هُنَّ مُسْلِمَاتٌ وَرَأَيْتُ مُسْلِمَاتٍ وَ مَرَرْتُ بِمُسْلِمَاتٍ اَلثَّالِثُ اَنْ يَكُونَ الرَّفْعُ بِالضَّمَّةِ وَالنَّصْبُ وَالْجَرُّ بِالْفَتْحَةِ وَ يُخْتَصُّ بِغَيْرِ الْمُنْصَرِفِ كَعُمَرَ تَقُولُ جَاءَنِي عُمَرُ وَرَأَيْتُ عُمَرَ وَمَرَرْتُ بِعُمَرَ۔

ترجمه: فصل۔ اسم کے اعراب کی قسموں کے بیان میں اور وہ نو قسمیں ہیں پہلی قسم یہ ہے کہ حالت رفع ضمہ کے ساتھ اور حالت نصب فتحہ کے ساتھ اور حالت جر کسرہ کے ساتھ اور یہ خاص ہے مفرد منصرف صحیح کے ساتھ اور نحویوں کے نزدیک صحیح وہ اسم ہے جسکے آخر میں حرف علت نہ ہو جیسے زیدٌ اور جاری مجری صحیح وہ اسم ہے جسکے آخر میں واو یا یاء ہو اور ما قبل ساکن ہو جیسے دلوٌ اور ظبیٌ اور مذکورہ اعراب خاص ہے جمع مکسر منصرف کے ساتھ جیسے رجالٌ تو کہے جَاءَ نِیْ زَیْدٌ وَ دَلْوٌ وَ ظَبْیٌ وَرِجَالٌ وَرَایْتُ زَیْدًا وَ دَلْوًا وَظَبْیًا وَ رِجَالًا وَمَرَرْتُ بِزَیْدٍ وَدَلْوٍ وَظَبْیٍ وَرِجَالٍ

اور اعراب کی دوسری قسم رفع ضمہ کے ساتھ ہو اور نصب اور جر کسرہ کے ساتھ اور یہ خاص ہو تا ہے جمع مؤنث سالم کے ساتھ 'تو کہے ھُنَّ مُسْلِمَاتٌ وَرَایْتُ مُسْلِمَاتٍ وَ مَرَرْتُ بِمُسْلِمَاتٍ اور تیسری قسم یہ ہے کہ رفع ضمہ کے ساتھ اور نصب و جر فتحہ کے ساتھ اور یہ اعراب خاص ہو تا ہے غیر منصرف کے ساتھ جیسے تو کہے جَاءَ نِیْ عُمَرُ وَرَایْتُ عُمَرَ وَ مَرَرْتُ بِعُمَرَ۔

تجزیہ عبارت: مصنفؒ نے مذکورہ عبارت میں اسم متمکن کی نو اقسام میں سے تین قسموں کا اعراب ذکر کیا ہے پہلی قسم مفرد منصرف صحیح، جاری مجری صحیح، اور جمع مکسر منصرف 'دوسری قسم جمع مؤنث سالم' تیسری قسم غیر منصرف

تشریح: اسم کے اعراب کی نو قسمیں ہیں۔

پہلی قسم: اسم مفرد منصرف صحیح جیسے زیدٌ اور اسم مفرد جاری مجری صحیح جیسے دلوٌ ظبیٌ اور جمع مکسر منصرف جیسے رجالٌ انکا اعراب حالت رفع میں ضمہ کے ساتھ آتا ہے جیسے جَاءَ نِیْ زَیْدٌ ، ھٰذَا دَلْوٌ وَظَبْیٌ ، جَاءَ نِیْ رِجَالٌ اور حالت نصب میں فتحہ کے ساتھ جیسے رَاَیْتُ زَیْدًا، رَاَیْتُ دَلْوًا وَظَبْیًا، رَاَیْتُ رِجَالاً اور حالت جر میں کسرہ کے ساتھ جیسے مَرَرْتُ بِزَیْدٍ، جِئْتُ بِدَلْوٍ وَظَبْیٍ، مَرَرْتُ بِرِجَالٍ۔

قولہ وَیُخْتَصُّ بِالْمُفْرَدِ الْمُنْصَرِفِ مفرد چار چیزوں کے مقابلہ میں آتا ہے (۱) تثنیہ اور جمع کے مقابلہ میں (۲) جملہ اور شبہ جملہ کے مقابلہ میں (۳) مضاف اور شبہ مضاف کے مقابلہ میں (۴) مرکب کے مقابلہ میں اس جگہ مفرد سے مراد وہ ہے جو تثنیہ اور جمع کے مقابلہ میں ہو۔

فائدہ: اہل صرف کی اصطلاح میں صحیح وہ لفظ ہے جسکے حروف اصلی کی جگہ ہمزہ، حرف علت اور ایک جنس کے دو حرف نہ ہوں۔ اور اصطلاح نحاۃ میں صحیح اسے کہتے ہیں جسکے آخر میں حرف علت نہ ہو جیسے زیدٌ اور جاری مجری صحیح اسے کہتے ہیں جسکے آخر میں واؤ یا یاء ہو اور ما قبل ساکن ہو جیسے دلوٌ ، ظبیٌ۔

اعتراض: مفرد منصرف اور جمع مکسر کیلئے اعراب حرکتی کیوں خاص کیا اعراب حرفی خاص کیوں نہیں کیا؟

جواب: مفرد، تثنیہ اور جمع میں سے مفرد اصل ہے اور تثنیہ و جمع فرع ہیں اور اعراب میں اعراب حرکتی اصل ہے اور اعراب حرفی فرع ہے تو اصل کو اصل اعراب دیدیا اور جمع مکسر اگرچہ اصل نہیں لیکن چونکہ اسکے افراد کثرت سے مفرد کے ہم وزن ہیں جیسے رجال بروزن کتاب اس مناسبت سے اسے بھی اصل اعراب دے دیا گیا۔

دوسری قسم: جمع مؤنث سالم ہے جیسے مسلمات، مؤنثات اسکا اعراب حالت رفع میں ضمہ کے ساتھ جیسے ھُنَّ مُسْلِمَاتٌ اور حالت نصب و جر کسرہ کے ساتھ جیسے رَاَیْتُ مُسْلِمَاتٍ مَرَرْتُ بِمُسْلِمَاتٍ۔

اعتراض: جمع مؤنث سالم میں حالت نصبی کو حالت جری کے تابع کیوں کیا؟ اسکے برعکس کیوں نہیں کیا یا حالت نصبی کو رفعی کے تابع کر دیتے یا اصلی اعراب حالت نصب میں فتحہ لے آتے۔

جواب: جمع مؤنث سالم جمع مذکر سالم کی فرع ہے جب اصل یعنی جمع مذکر سالم میں حالت نصبی کو جری کے تابع

کیاتو فرع میں بھی حالت نصبی کو جری کے تابع کردیا تاکہ فرع کی اصل کے ساتھ مطابقت ہو جائے۔

تیسری قسم: غیر منصرف ہے جیسے عمر، احمد، اسکااعراب حالت رفع میں ضمہ کے ساتھ جیسے جَاءَ نِیْ اَحْمَدُ ، عُمَرُ ، حالت نصب وجر میں فتحہ کے ساتھ جیسے رَاَیْتُ اَحْمَدَ و عُمَرَ ،مَرَرْتُ بِاَحْمَدَ و بِعُمَرَ۔

اعتراض: غیر منصرف میں حالت جر کو حالت نصب کے تابع کیوں کیاا گر حالت جر کو حالت رفع کے تابع کر دیتے تو کیا خرابی لازم آتی یا اصلی اعراب حالت جری میں کسرہ دیدیتے -

جواب: غیر منصرف میں حالت جری کو حالت نصبی کے تابع اسلیئے کیاکہ غیر منصرف کی فعل کے ساتھ بہت زیادہ مشابہت ہے اور فعل پر کسرہ اور تنوین نہیں آتی اسلیئے ہم نے حالت جری کو حالت نصبی کے تابع کیا تاکہ مشبہ اور مشبہ بہ میں مطابقت ہو جائے۔

اَلرَّابِعُ اَنْ یَکُوْنَ الرَّفْعُ بِا لْوَاوِ وَالنَّصْبُ بِالْاَلِفِ وَالْجَرُّ بِالْیَاءِ وَیُخْتَصُّ بِالْاَسْمَاءِ السِّتَّةِ مُکَبَّرَۃً مُوَ حَّدَۃً مُضَافَۃً اِلٰی غَیْرِیَاءِ الْمُتَکَلِّمِ وَهِیَ اَخُوْكَ وَاَبُوْكَ وَ هَنُوْكَ وَ حَمُوْ كِ وَ فُوْكَ وَ ذُوْ مَالٍ تَقُوْلُ جَاءَ نِیْ اَخُوْ كَ وَرَاَیْتُ اَخَاكَ وَمَرَ رْتُ بِاَخِیْكَ وَ كَذَالْبَوَاقِیْ۔ اَلْخَامِسُ اَنْ یَکُوْنَ الرَّفْعُ بِالْاَلِفِ وَالنَّصْبُ وَالْجَرُّ بِالْیَاءِ الْمَفْتُوْحِ مَا قَبْلَهَا وَ یُخْتَصُّ بِالْمُثَنّٰی وَكِلَا مُضَافًا اِلٰی مُضْمَرٍ وَ اِثْنَا نِ وَ اِثْنَتَانِ تَقُوْلُ جَاءَ نِی الرَّ جُلَانِ كِلَا هُمَا وَ اِثْنَا نِ وَ اِثْنَتَا نِ وَرَاَیْتُ الرَّ جُلَیْنِ كِلَیْهِمَا وَاِثْنَیْنِ وَ اِثْنَتَیْنِ وَ مَرَرْتُ بِا لرَّ جُلَیْنِ كِلَیْهِمَا وَ اِثْنَیْنِ وَ اِثْنَتَیْنِ اَلسَّادِسُ اَنْ یَکُوْ نَ الرَّفْعُ بِالْوَاوِ الْمَضْمُوْمِ مَا قَبْلَهَا وَ النَّصْبُ وَالْجَرُّ بِا لْیَاءِ الْمَكْسُوْرِ مَا قَبْلَهَا وَ یُخْتَصُّ بِجَمْعِ الْمُذَ كَّرِ السَّالِمِ نَحْوُ مُسْلِمُوْ نَ وَاُولُوْ وَ عِشْرُوْنَ مَعَ اَخَوَ اتِهَا تَقُوْلُ جَاءَ نِیْ مُسْلِمُوْ نَ وَ عِشْرُوْنَ وَاُ لُوْمَالٍ وَرَاَیْتُ مُسْلِمِیْنَ وَعِشْرِیْنَ وَ اُولِیْ مَالٍ وَمَرَرْتُ بِمُسْلِمِیْنَ وَعِشْرِیْنَ وَاُولِیْ مَالٍ وَاعْلَمْ اَنَّ نُوْنَ التَّثْنِیَةِ مَكْسُوْرَۃٌ اَبَدًا وَ نُوْنَ جَمْعِ السَّلَامَةِ مَفْتُوْحَۃٌ اَبَدًا وَ كِلَاهُمَا تَسْقُطَانِ عِنْدَ الْاِضَافَةِ تَقُوْلُ جَاءَ نِیْ غُلَامَا زَیْدٍ وَمُسْلِمُوْ مِصْ

ترجمہ: چوتھی قسم یہ ہے کہ حالت رفع واو کے ساتھ اور حالت نصب الف کے ساتھ اور حالت جر یاء کے ساتھ اور یہ اعراب خاص کیا جاتا ہے اسمائے ستہ مکبرہ کے ساتھ اس حال میں کہ واحد ہوں مضاف ہوں یاء متکلم کے علاوہ کسی اور اسم کی طرف اور وہ اخوک ابوک اور ھنوک حموک فوک اور ذو مال ہیں جیسے تو کہے جاءَ نِیْ اَخُوْكَ وَرَاَیْتُ اَخَاكَ وَمَرَرْتُ بِاَخِیْكَ اور اسی طرح باقی پانچ بھی'

اور پانچویں قسم یہ ہے کہ حالت رفع الف کے ساتھ اور حالت نصب وجر یاء ما قبل مفتوح کے ساتھ اور یہ اعراب خاص کیا جاتا ہے مثنی کے ساتھ اور کلا کے ساتھ جب کہ وہ مضاف ہو ضمیر کی طرف اور اثنان اور اثنتان کے ساتھ جیسے تو کہے جَاءَ نِی الرَّجُلاَنِ کِلاَھُمَا وَاثْنَانِ وَاثْنَتَانِ وَرَاَیْتُ الرَّجُلَیْنِ کِلَیْھِمَا وِاثْنَیْنِ وَاثْنَتَیْنِ وَ مَرَرْتُ بَالرَّجُلَیْنِ کِلَیْھِمَا وِاثْنَیْنِ وَاثْنَتَیْنِ اور چھٹی قسم یہ ہے کہ حالت رفع واو ما قبل مضموم کے ساتھ اور حالت نصب وجر یاء ما قبل مکسور کے ساتھ اور یہ اعراب خاص کیا جاتا ہے جمع مذکر سالم کے ساتھ جیسے جَاءَ نِی مُسْلِمُوْنَ وَاُولُوْ مَالٍ وَعِشْرُوْنَ اپنے ہم مثلوں کے ساتھ اور رَاَیْتُ مُسْلِمِیْنَ وَعِشْرِیْنَ وَ اولی مَال اور مَرَرْتُ بِمُسْلِمِیْنَ وَعِشْرِیْنَ وَاُولِیْ مَالٍ اور تو جان لے کہ بے شک نون تثنیہ ہمیشہ مکسور ہوتا ہے اور نون جمع سالم ہمیشہ مفتوح ہوتا ہے اور یہ دونوں اضافت کے وقت ساقط ہو جاتے ہیں جیسے جَاءَ نِی غلاَمَا زَیْدٍ وَمُسْلِمُو مِصرَ

تجزیہ عبارت: مصنف نے اس عبارت میں چوتھی قسم اسماء ستہ مکبرہ اور پانچویں قسم تثنیہ اور چھٹی قسم جمع مذکر سالم اُن کا اعراب مع امثلہ بیان کیا ہے اور ساتھ ہی ایک فائدہ بھی بیان فرمایا ہے۔

تشریح:

چوتھی قسم: اسماء ستہ مکبرہ موحدہ جو یاء متکلم کے علاوہ کسی اور اسم کی طرف مضاف ہوں جیسے اخوك ابوك هنوك حموك فوك اور ذو مال انکا اعراب حالت رفع میں واو کے ساتھ آتا ہے جیسے جَاءَ اَبُوْكَ اَخُوْكَ اور حالت نصب میں الف کے ساتھ جیسے رَاَیْتُ اَبَاكَ وَاَخَاكَ اور حالت جر میں یاء کے ساتھ جیسے مَرَرْتُ بِاَبِیْكَ وَاَخِیْكَ –

فائدہ: یہ چھ اسم ہیں اگر ان میں چار شرائط پائی جائیں تو انکا اعراب واو' الف اور یاء کے ساتھ آتا ہے وگرنہ نہیں (۱) پہلی شرط: واحد ہوں تثنیہ جمع نہ ہوں وگرنہ انکا اعراب تثنیہ جمع والا ہوگا (۲) دوسری شرط: مکبرہ ہوں

مصغرہ نہ ہوں اگر مصغرہ ہوں توانکا اعراب بالحرکت ہوگا(۳) تیسری شرط : مضاف ہوں اگر مضاف نہ ہوں توان کا اعراب بالحرکت ہوگا(۴) چوتھی شرط :یائے متکلم کے علاوہ کسی اور اسم کی طرف مضاف ہوں اگر یاء متکلم کی طرف مضاف ہوں توانکا اعراب تقدیری ہوگا۔

اعتراض: حموكِ بکسر الکاف کہنے کی کیا وجہ ہے باقی اسماء کی طرح اس کو بھی بفتح الکاف حَمُوْكَ کہنا چاہیئے تھا

جواب: حم عورت کے سسرالی رشتہ دار مثلا دیور کو کہتے ہیں تو اس کی نسبت ہمیشہ مؤنث ہی کی طرف ممکن ہے نہ کہ مذکر کی طرف' اس وجہ سے حموكِ کہا۔

قوله فُوْكَ فائدہ: فوک اس کی اصل فوہ ہے کیونکہ اس کی جمع افواہ آتی ہے تصغیر اور جمع سے کسی بھی اسم کی اصل معلوم ہو جاتی ہے' پھر خلاف قیاس آخر سے ھا کو حذف کر دیا فو رہ گیا پھر اسکو کاف ضمیر کی طرف مضاف کر دیا گیا تو فوک ہو گیا۔ اگر کاف ضمیر کی طرف مضاف نہ کریں تو واو کو قریب المخرج ہونے کی وجہ سے میم سے بدل دیتے ہیں کیونکہ یہ دونوں شفوی ہیں ہونٹوں سے ادا ہوتے ہیں تو فو فم بن گیا۔

قوله ذُوْ مَالٍ فائدہ :ذو اصل میں ذوو تھا واو کو خلاف قیاس تخفیفا حذف کر دیا گیا اور یہ لازم الاضافۃ ہے اور ہمیشہ اسم جنس کی طرف مضاف ہو کر استعمال ہوتا ہے اس لئے مال کی طرف اضافت کر کے ذومال کہا۔

پانچویں قسم: تثنیہ جیسے رجلان اور کلا کلتا جب کہ ضمیر کی طرف مضاف ہوں اور اثنان اور اثنتان انکا اعراب حالت رفع میں الف کے ساتھ جیسے جَاءَ نِیْ رَجلانِ کِلاَهُمَا وَاثْنَانِ وَ اِثْنَتَانِ اور حالت نصب وجر میں یاء ما قبل مفتوح کے ساتھ جیسے رَأیتُ رَجُلَیْنِ وَکِلَیْهِمَا وَاثْنَیْنِ وَاثْنَتَیْنِ اور مَرَرْتُ بِرَجُلَیْنِ وَکِلَیْهِمَا وَاثْنَیْنِ وَاثْنَتَیْنِ –

قوله كِلاَهُمَا مُضَافاً اِلٰی مُضْمَرٍ اعتراض :کلا میں اضافۃ الی الضمیر کی قید لگانے کی کیا وجہ ہے اسکو مطلق کیوں نہیں رکھا' یا پھر مثنی اور اثنان اور اثنتان میں بھی یہ قید لگا دیتے تا کہ مطابقت ہو جاتی۔

جواب: کلا لفظا مفرد ہے اور معنا تثنیہ ہے لیکن تثنیہ والا معنی دینے کے لئے ضمیر کی طرف مضاف ہونا ضروری

ہے اس لئے کلا میں یہ شرط لگائی ہے اور اثنان اور اثنتان اور مثنی میں یہ خرابی نہیں تھی اسلئے قید بھی نہیں لگائی۔

قوله اِثْنَانِ وَاثِنْتَانِ اعتراض: مثنیٰ کے ضمن میں کلا کلتا اور اثنان واثنتان سب داخل ہو جاتے ہیں انکو علیحدہ کیوں ذکر کیا۔

جواب: یہ مثنیٰ کے ضمن میں داخل نہیں ہوتے کیونکہ تثنیہ واحد سے بنتا ہے تو کسی چیز کا تثنیہ ہونے کے لئے ضروری ہے کہ اس کا مفرد بھی ہو کلا کلتا اور اثنان اور اثنتان کا کوئی مفرد نہیں ہے اس لئے انکو مصنفؒ نے الگ ذکر کیا۔

چھٹی قسم: جمع مذکر سالم جیسے مسلمون اور اولو عشرون تا تسعون ان کا اعراب حالت رفع میں واو ما قبل مضموم کے ساتھ آتا ہے جیسے جَاءَ مُسْلِمُوْنَ جَاءَ اُولُوْ مَالٍ جَاءَ عِشْرُوْنَ رَجُلاً اور حالت نصب وجر میں یاء ما قبل مکسور کے ساتھ آتا ہے جیسے رَاَیْتُ مُسْلِمِیْنَ اور رَاَیْتُ عِشْرِیْنَ رَجُلاً اور رَاَیْتُ اُولِیْ مَالٍ اور مَرَرْتُ بِمُسْلِمِیْنَ مَرَرْتُ بِاُولِیْ مَالٍ مَرَرْتُ بِعِشْرِیْنَ رَجُلاً۔

قوله اُوْلُوْ وَعِشْرُوْنَ اعتراض: جب مصنفؒ نے جمع مذکر سالم کو ذکر کیا تو اولو اور عشرون بھی اس میں آگئے انکو علیحدہ ذکر کرنے کی کیا ضرورت پڑی؟

جواب: انکو علیحدہ اس لئے ذکر کیا کیونکہ جمع اسے کہتے ہیں جو واحد سے بنائی گئی ہو اور اولو اور عشرونؒ کا کوئی واحد نہیں ہے جس سے یہ بنائے گئے ہوں اسلئے انکو علیحدہ ذکر کیا۔

اعتراض: یہ کیسے ممکن ہے کہ عشرون کا کوئی واحد نہ ہو حالانکہ ہر جمع کیلئے مفرد کا ہونا ضروری ہے لہذا ہو سکتا ہے کہ عشرون عشرۃ کی جمع ہو اسی طرح ثلثون واربعون وغیرہ کو سمجھنا چاہیے

جواب: عشرون کو عشرۃ کی جمع ماننا صحیح نہیں اسلئے کہ جمع کے کم از کم افراد تین ہوتے ہیں اگر عشرون کو عشرۃ کی جمع مانیں تو اسمیں عشرۃ کے کم از کم تین افراد ہوں گے جو کہ تیس ہو جائیں گے تو اس طرح عشرون اصل عدد

سے بڑھ جائے گا اسی طرح ثلثون کو ثلثۃ کی جمع مانیں تو اس میں ثلثۃ کے اقل افراد تین ہوں گے جو کہ نو ہوں گے تو اسطرح ثلثون اصل عدد سے کم رہ جائے گا حالانکہ یہ بالکل غلط ہے۔

جواب (۲) جمع میں تعیین نہیں ہوتی مثلاً مسلمون کا اطلاق تین پر بھی ہو سکتا ہے پانچ پر بھی دس پر بھی جب کہ عشرون وغیرہ میں تعیین ہے کیونکہ عشرون کا اطلاق بیس سے کم پر نہیں ہوتا اس لئے یہ جمع میں داخل نہیں۔

قوله وَاعْلَمْ اَنَّ نُوْنَ التَّثْنِيَةِ الخ یہاں سے مصنف ایک فائدہ بیان کرتے ہیں کہ نون تثنیہ ہمیشہ یعنی تینوں حالتوں میں مکسور ہوتا ہے جیسے رجلانِ مسلمان اور نون جمع ہمیشہ تینوں حالتوں میں مفتوح ہوتا ہے جیسے مسلمون، مومنون، نون تثنیہ کے مکسور اور نون جمع کے مفتوح ہونے کی وجہ یہ ہے کہ نون حرف ہے کیونکہ یہ تنوین کا عوض ہے اور تنوین حرف ساکن ہے اور حروف مبنی ہوتے ہیں اور مبنی کی اصل سکون ہے اور الساکن اذا حرك حرك بالكسر کے قاعدہ سے نون تثنیہ کو کسرہ دیا گیا اور نون جمع کو فتح دیا اس وجہ سے دیا کہ اگر کسرہ دیتے تو نون تثنیہ سے التباس لازم آتا اور اگر ضمہ دیتے تو اس پر ضمہ پڑھنا ثقیل ہے اسلئے نون جمع کو فتحہ دے دیا۔

قوله تَسْقُطَانِ عِنْدَ الْاِضَافَةِ الخ نون تثنیہ اور نون جمع اضافت کے وقت گر جاتے ہیں چونکہ یہ دو نوں نون تنوین کے عوض لائے جاتے ہیں اور اضافت کے وقت تنوین ساقط ہو جاتی ہے جب اصل ساقط ہو گئی تو فرع کی بھی ضرورت نہ رہی جیسے غلامان سے جاء غلاما زیدٍ اور مُسْلِمُوْنَ سے مُسْلِمُوْ مِصْرَ۔

اَلسَّابِعُ اَنْ يَكُوْنَ الرَّفْعُ بِتَقْدِيْرِ الضَّمَّةِ وَ النَّصْبُ بِتَقْدِيْرِ الْفَتْحَةِ وَالْجَرُّ بِتَقْدِيْرِ الْكَسْرَةِ وَيُخْتَصُّ بِالْمَقْصُوْرِ وَهُوَ مَا فِىْ اٰخِرِهٖ اَلِفٌ مَقْصُوْرَةٌ كَعَصًا وَ بِالْمُضَافِ اِلٰى يَاءِ الْمُتَكَلِّمِ غَيْرِ جَمْعِ الْمُذَكَّرِ السَّالِمِ كَغُلَامِىْ تَقُوْلُ جَاءَنِىْ عَصًا وَغُلَامِىْ وَرَاَيْتُ عَصًا وَغُلَامِىْ وَمَرَرْتُ بِعَصًا وَغُلَامِىْ اَلثَّامِنُ اَنْ يَكُوْنَ الرَّفْعُ بِتَقْدِيْرِ الضَّمَّةِ وَالْجَرُّ بِتَقْدِيْرِ الْكَسْرَةِ . اَلنَّصْبُ بِالْفَتْحَةِ لَفْظًا وَيُخْتَصُّ بِالْمَنْقُوْصِ وَهُوَ مَا فِىْ آخِرِهٖ يَاءٌ مَا قَبْلَهَا مَكْسُوْرٌ كَالْقَاضِىْ تَقُوْلُ جَاءَنِى الْقَاضِىْ وَرَاَيْتُ الْقَاضِىَ وَمَرَرْتُ

بِالْقَاضِیْ اَلتَّاسِعُ اَنْ یَکُوْنَ الرَّفْعُ بِالتَّقْدِیْرِ الْوَاوِ وَ النَّصْبُ وَ الْجَرُّ بِالْیَاءِ لَفْظًا وَّیُخْتَصُّ بِجَمْعِ الْمُذَکَّرِ السَّالِمِ مُضَافًا اِلٰی یَاءِ الْمُتَکَلِّمِ تَقُوْلُ جَاءَ نِیْ مُسْلِمِیَّ تَقْدِیْرُہٗ مُسْلِمُوْیَ اِجْتَمَعَتِ الْوَاوُ وَالْیَاءُ وَالْاُوْلٰی مِنْهُمَا سَاکِنَةٌ فَقُلِبَتِ الْوَاوُ یَاءً وَّاُدْغِمَتِ الْیَاءُ فِی الْیَاءِ وَاُبْدِلَتِ الضَّمَّةُ بِالْکَسْرَةِ لِمُنَاسَبَةِ الْیَاءِ فَصَارَ مُسْلِمِیَّ وَرَاَیْتُ مُسْلِمِیَّ وَمَرَرْتُ بِمُسْلِمِیَّ ۔

ترجمه: ساتویں قسم یہ ہے کہ حالت رفع ضمہ تقدیری کے ساتھ، اور حالت نصب فتحہ تقدیری کے ساتھ اور حالت جر کسرہ تقدیری کے ساتھ اور خاص کیا جاتا ہے یہ اعراب اسم مقصور کے ساتھ اور اسم مقصور وہ اسم ہے جسکے آخر میں الف مقصورہ ہو جیسے عصا اور خاص ہے یہ اعراب اس اسم کے ساتھ جو یاء متکلم کی طرف مضاف ہو اور وہ جمع مذکر سالم کے علاوہ ہو جیسے غلامی تو کہے جَاءَ نِیْ عَصًا وَغُلَامِیْ وَرَاَیْتُ عَصًا وَغُلَامِیْ وَ مَرَرْتُ بِعَصًا وَغُلَامِیْ اور آٹھویں قسم یہ ہے کہ حالت رفع ضمہ تقدیری کے ساتھ اور حالت جر کسرہ تقدیری کے ساتھ اور حالت نصب فتحہ لفظی کیساتھ اور یہ اعراب خاص ہے اسم منقوص کے ساتھ جیسے تو کہے جَاءَ نِیْ الْقَاضِیْ رَاَیْتُ الْقَاضِیَ مَرَرْتُ بِالْقَاضِیْ اور نویں قسم یہ ہے کہ حالت رفع واو تقدیری کے ساتھ اور حالت نصب و جر یاء لفظی کے ساتھ اور یہ اعراب خاص کیا جاتا ہے جمع مذکر سالم کے ساتھ جو یاء متکلم کی طرف مضاف ہو جیسے تو کہے جَاءَ نِیْ مُسْلِمِیَّ کہ مسلمی اس کی اصل مسلموی تھا واو اور یاء ایک جگہ جمع ہوئے ان دونوں میں سے پہلا ساکن ہے پس واو کو یاء سے بدل دیا اور یاء کو یاء میں ادغام کر دیا اور میم کا ضمہ کسرہ سے بدل دیا یاء کی مناسبت کی وجہ سے پس مُسْلِمِیَّ ہو گیا اور رَاَیْتُ مُسْلِمِیَّ اور مَرَرْتُ بِمُسْلِمِیَّ ۔

تجزیه عبارت: مذکورہ بالا عبارت میں مصنفؒ نے ساتویں قسم اسم مقصور اور جمع مذکر سالم کے علاوہ کوئی دوسرا اسم جو یاء متکلم کی طرف مضاف ہو جیسے غلامی اور آٹھویں قسم اسم منقوص اور نویں قسم جمع مذکر سالم جو یائے متکلم کی طرف مضاف ہو ان کا اعراب مع امثلہ بیان کیا ہے اور ساتھ مسلمی میں تعلیل بیان کی ہے

تشریح:

ساتویں قسم: ساتویں قسم اسم مقصور ہے جیسے موسیٰ وعصا اور جمع مذکر سالم کے علاوہ کوئی دوسرا اسم جو یائے متکلم کی طرف مضاف ہو جیسے غلامی انکا اعراب تینوں حالتوں میں تقدیری ہوگا اور اسم مقصور اسے کہتے ہیں جس کے آخر میں الف مقصورہ جیسے جَاءَ نِیْ مُوْسیٰ وَغُلاَمِیْ ' رَاَیْتُ مُوْسیٰ وَعَصًا وَغُلاَمِیْ اور مَرَرْتُ بِمُوْسیٰ وَعَصًا وَغُلاَمِیْ۔

قولہ مَرَرْتُ بِغُلاَمِیْ | اعتراض: آپ نے کہا غلامی پر اعراب تینوں حالتوں میں تقدیری ہوتا ہے حالانکہ حالت جری میں تو اس پر کسرہ لفظی آتا ہے جیسے مَرَرْتُ بِغُلاَمِیْ۔

جواب: غلامی پر حالت جری میں کسرہ عامل کیوجہ سے نہیں کیونکہ اگر عامل جر کو ہٹادیا جائے تو پھر بھی اس پر کسرہ رہتا ہے حالانکہ عامل کی شان یہ ہے کہ اگر وہ ہٹایا جائے تو اعراب بھی ختم ہو جائے تو معلوم ہوا غلامی پر کسرہ عامل جار کی وجہ سے نہیں بلکہ یائے متکلم کی مناسبت کی وجہ سے ہے۔

آٹھویں قسم: اسم منقوص ہے اسم منقوص اسے کہتے ہیں جسکے آخر میں یاء ہو اور ما قبل مکسور ہو جیسے قَاضِیْ اس کا اعراب حالت رفع میں ضمہ تقدیری کے ساتھ جیسے جَاءَ الْقَاضِیْ اور حالت نصبی میں فتحہ لفظی کیساتھ جیسے رَاَیْتُ الْقَاضِیَ اور حالت جر میں کسرہ تقدیری کے ساتھ جیسے مَرَرْتُ بِالْقَاضِیْ۔

قولہ وَالنَّصَبُ بِالْفَتْحَةِ لَفْظًا | اعتراض: اسم منقوص کا اعراب حالت نصبی میں لفظی کیوں آتا ہے یا تو تینوں حالتوں کا اعراب تقدیری دیتے یا تینوں حالتوں کا اعراب لفظی دیتے؟

جواب: حالت نصبی میں لفظی اعراب اسلئے آتا ہے کہ فتحہ اخف الحرکات ہے یاء پر اسے پڑھنا مشکل نہیں ہے بخلاف ضمہ کسرہ کے کہ ان کا یاء پر پڑھنا ثقیل ہے اس لئے حالت نصبی میں اعراب لفظی آتا ہے باقی دونوں حالتوں (رفعی اور جری) میں تقدیری آتا ہے۔

نویں قسم: جمع مذکر سالم جو یاء متکلم کی طرف مضاف ہو جیسے مسلمیّ اس کا اعراب حالت رفع میں واو تقدیری کے

ساتھ جیسے ھٰؤلآءِ مُسْلِمِیَّ اور حالت نصب وجر میں یاء ما قبل مکسور کے ساتھ جیسے رَایتُ مُسْلِمِیَّ مَرَرْتُ بِمُسْلِمِیَّ

قوله اَنْ یَکُوْنَ الرَّفعُ بِتَقْدِیْرِ الوَاوِ: **اعتراض**: مسلمیَّ کا اعراب حالت رفعی میں تقدیری کیوں آتا ہے حالت نصبی وجری کی طرح حالت رفعی میں بھی لفظی اعراب کیوں نہیں آتا؟

تقدیری اعراب اس وجہ سے آتا ہے جب ایک حرف کو دوسرے حرف میں بدل دیا جائے تو اس حرف کی حقیقت ختم ہو جاتی ہے جیسے جاء مسلمیَّ میں واو کو یاء سے بدلدیا تو گویا واو کی حقیقت ختم ہو گئی اسلئے حالت رفعی میں اعراب لفظی نہیں آتا بلکہ تقدیری آتا ہے لیکن ایک حرف کو دوسرے میں مدغم کر لینے سے اسکی حقیقت ختم نہیں ہوتی جیسے حالت نصبی وجری میں یاء کو یاء میں ادغام کر لینے سے یاء کی حقیقت ختم نہیں ہوئی اس بناء پر اعراب لفظی آیا ہے۔

قوله تَقْدِیْرُہٗ مُسْلِمُوْیَ الخ مسلمیَّ اصل میں مسلمونَ تھا جب اس کی اضافت یائے متکلم کی طرف ہوئی تو نون جمع اضافت کی وجہ سے گر گیا مسلموی رہ گیا واو اور یاء جمع ہوئے ان میں سے پہلا ساکن ہے تو مَرْمِیٌّ کے قاعدے سے واو کو یاء سے بدل کر یاء کو یاء میں ادغام کر دیا مسلِمُیَّ ہو گیا پھر یاء کی مناسبت سے میم کے ضمہ کو کسرہ دیدیا مسلِمِیَّ ہو گیا۔

فصل : اَلْاِسْمُ الْمُعْرَبُ عَلٰی نَوْعَیْنِ مُنْصَرِفٌ وَھُوَ مَالَیْسَ فِیْہِ سَبَبَانِ اَوْ وَاحِدٌ یَقُوْمُ مَقَامَھُمَا مِنَ الْاَسْبَابِ التِّسْعَةِ کَزَیْدٍ وَیُسَمّٰی الْاِسْمَ الْمُتَمَکِّنَ وَحُکْمُہٗ اَنْ یَدْخُلَہُ الْحَرَکَاتُ الثَّلٰثُ مَعَ التَّنْوِیْنِ تَقُوْلُ جَاءَنِیْ زَیْدٌ وَرَاَیْتُ زَیْدًا وَ مَرَرْتُ بِزَیْدٍ وَغَیْرُ مُنْصَرِفٍ وَھُوَمَا فِیْہِ سَبَبَانِ اَوْ وَاحِدٌ مِنْھَا یَقُوْمُ مَقَامَھُمَا وَ الْاَسْبَابُ التِّسْعَةُ ھِیَ الْعَدْلُ وَالْوَصْفُ وَ التَّانِیْثُ وَ الْمَعْرِفَةُ وَ الْعُجْمَةُ وَ الْجَمْعُ وَ التَّرْکِیْبُ وَالْاَلِفُ وَالنُّوْنُ الزَّائِدَتَانِ وَوَزْنُ الْفِعْلِ وَحُکْمُہٗ اَنْ لَّا یَدْخُلَہُ الْکَسْرَةُ وَ التَّنْوِیْنُ وَیَکُوْنُ فِیْ مَوْضِعِ الْجَرِّ مَفْتُوْحًا اَبَدًا تَقُوْلُ جَاءَنِیْ اَحْمَدُ وَرَاَیْتُ اَحْمَدَ وَ مَرَرْتُ بِاَحْمَدَ۔

ترجمه: فصل: اسم معرب دو قسم پر ہے اول قسم منصرف ہے اور منصرف وہ اسم ہے جس میں دو سبب یا

ایک سبب نہ پایا جائے نو اسباب میں سے جو قائم مقام دوسببوں کے ہو جیسے زید اور اس کا نام رکھا جاتا ہے اسم متمکن اور اس کا حکم یہ ہے کہ اس پر تینوں حرکات مع تنوین کے داخل ہوتی ہیں جیسے تو کہے جَاءَ نِیْ زَیْدٌ اور رَایْتُ زَیْدًا اور مَرَرْتُ بِزَیْدٍ اور غیر منصرف وہ اسم ہے جس میں دو سبب یا ایک سبب ایسا پایا جائے نو اسباب میں سے جو دوسببوں کے قائم مقام ہو اور نو اسباب یہ ہیں عدل 'وصف' تانیث 'معرفہ' عجمہ' جمع 'ترکیب' الف نون زائد تان اور وزن فعل اور اس کا حکم یہ ہے کہ اس پر کسرہ اور تنوین داخل نہیں ہوتے اور جر کی صورت میں ہمیشہ مفتوح ہوگا 'جیسے تو کہے جَاءَ نِیْ اَحْمَدُ رَایْتُ اَحْمَدَ مَرَرْتُ بِاَحْمَدَ۔

تجزیہ عبارت: اس عبارت میں مصنفؒ نے منصرف اور غیر منصرف کی تعریف اور ان کا حکم بیان کیا ہے اور اسباب منع صرف بیان کئے ہیں۔

تشریح:

قوله اَلْاِسْمُ الْمُعْرَبُ عَلٰی نَوْعَیْنِ الخ اسم معرب کی دو قسمیں ہیں منصرف اور غیر منصرف' منصرف وہ اسم ہے جس میں اسباب منع صرف میں سے دو سبب یا ایک ایسا سبب جو دوسببوں کے قائم مقام ہو اس میں نہ پایا جائے جیسے زید 'عمرو' منصرف کو اسم متمکن بھی کہا جاتا ہے کیونکہ متمکن کا معنی ہے جگہ دینے والا' چونکہ یہ بھی اسم اعراب کو جگہ دیتا ہے اس لئے اسے متمکن کہتے ہیں اور منصرف کا حکم یہ ہے کہ اس پر تینوں حرکتیں ضمہ فتحہ کسرہ مع تنوین کے داخل ہوتی ہیں جیسے جَاءَ نِیْ زَیْدٌ رَایْتُ زَیْدًا مَرَرْتُ بِزَیْدٍ ۔

قوله غَیْرُ مُنْصَرِفٍ الخ وہ اسم ہے جس میں اسباب منع صرف میں سے دو سبب پائے جائیں یا ایک ایسا سبب پایا جائے جو دوسببوں کے قائم مقام ہو اور اسباب منع صرف نو ہیں عدل 'وصف' تانیث 'معرفہ' عجمہ 'جمع' ترکیب 'الف و نون زائد تان اور وزن فعل اور اسباب منع صرف دو شعروں میں ابو سعید انباری کوفی نے یوں بیان کئے ہیں۔

عَدْلٌ وَّوَصْفٌ وَّتَانِیْثٌ وَّمَعْرِفَةٌ ☆ وَعُجْمَةٌ ثُمَّ جَمْعٌ ثُمَّ تَرْکِیْبٌ

وَالنُّوْنُ زَائِدَةٌ مِنْ قَبْلِهَا اَلِفٌ ☆ وَوَزْنُ فِعْلٍ وَهٰذَا الْقَوْلُ تَقْرِیْبٌ

فائدہ: بعض نحاۃ کہتے ہیں کہ اسباب منع صرف گیارہ ہیں نو مذکورہ بالا 'دسواں تنکیر کے بعد وصف اصلی کا اعتبار کرنا 'گیارہواں ہر وہ الف جو الف تانیث کے مشابہ ہو جیسے اشیاء کا الف یہ حمراء کے الف کے مشابہ ہے اور ارمی کا الف حبلی کے مشابہ ہے' بعض نحاۃ کہتے ہیں کہ اسباب منع صرف دو ہیں (۱) ترکیب (۲) حکایت 'یعنی فعل کو اسم کی طرف منتقل کرنا۔

قوله وَحُكْمُهٗ الخ | غیر منصرف کا حکم یہ ہے کہ اس پر کسرہ اور تنوین نہیں آتی اور جر کی جگہ ہمیشہ مفتوح ہوتا ہے جیسے جَاءَ نِیْ اَحْمَدُ رَاَیْتُ اَحْمَدَ مَرَرْتُ بِاَحْمَدَ —

فائدہ: غیر منصرف پر کسرہ اور تنوین اسلئے نہیں آتے کیونکہ غیر منصرف فعل ماضی کے مشابہ ہے جیسے فعل ماضی پر کسرہ اور تنوین نہیں آتے' اسی طرح اس پر بھی کسرہ اور تنوین نہیں آئیں گے۔

اَمَّا الْعَدْلُ فَهُوَ تَغَيُّرُ اللَّفْظِ مِنْ صِيْغَةِ الْاَصْلِيَّةِ اِلٰى صِيْغَةٍ اُخْرٰى تَحْقِيْقًا اَوْ تَقْدِيْرًا وَلَا يَجْتَمِعُ مَعَ وَزْنِ الْفِعْلِ اَصْلًا وَيَجْتَمِعُ مَعَ الْعَلَمِيَّةِ كَعُمَرَ وَزُفَرَ وَمَعَ الْوَصْفِ كَثُلَاثَ وَمَثْلَثَ وَاُخَرَ وَجُمَعَ اَمَّا الْوَصْفُ فَلَا يَجْتَمِعُ مَعَ الْعَلَمِيَّةِ اَصْلًا وَشَرْطُهٗ اَنْ يَّكُوْنَ وَصْفًا فِیْ اَصْلِ الْوَضْعِ فَاَسْوَدُ وَاَرْقَمُ غَيْرُ مُنْصَرِفٍ وَاِنْ صَارَا اِسْمَيْنِ لِلْحَيَّةِ لِاَصَالَتِهِمَا فِی الْوَصْفِيَّةِ وَاَرْبَعٍ فِیْ مَرَرْتُ بِنِسْوَةٍ اَرْبَعٍ مُنْصَرِفٌ مَعَ اَنَّهٗ صِفَةٌ وَوَزْنُ الْفِعْلِ لِعَدَمِ الْاِصَالَةِ فِی الْوَصْفِيَّةِ۔

ترجمہ: بہر حال عدل پس وہ لفظ کا اپنے اصلی صیغہ سے دوسرے صیغہ کی طرف بدلنا ہے حقیقۃ ہو یا تقدیرا اور عدل وزن فعل کے ساتھ بالکل جمع نہیں ہوتا اور علمیت کے ساتھ جمع ہو جاتا ہے جیسے عمر زفر اسی طرح وصف کے ساتھ جمع ہو جاتا ہے جیسے ثلاث اور مثلث اور اُخَرَ اور جُمَعَ بہر حال وصف پس وہ علمیت کے ساتھ بالکل جمع نہیں ہوتا اور اس کی شرط یہ ہے کہ اصل وضع کے اعتبار سے وصف ہو پس اسود اور ارقم غیر منصرف ہیں

اگرچہ دونوں سانپ کے نام بن گئے ہیں بوجہ دونوں کے وصفیت میں اصل ہونے کے اور لفظ اربع مررت بنسوة اربع میں منصرف ہے باوجودیکہ صفت واقع ہے اور وزن فعل بھی ہے بوجہ وصفیت میں اصل نہ ہونے کے۔

تجزیہ عبارت : مذکور بالا عبارت میں صاحب کتاب نے عدل کی تعریف اور عدل تحقیقی عدل تقدیری کو بیان کیا ہے اور وصف اور اسکا غیر منصرف کا سبب بننے کی شرط کو بیان کیا ہے۔

تشریح:

قولہ اَمَّا الْعَدْلُ الخ یہاں سے مصنفؒ اسباب منع صرف میں سے پہلا سبب عدل بیان کرتے ہیں کہ عدل اس لفظ کو کہتے ہیں جو اپنے اصلی صیغہ سے دوسرے صیغہ میں داخل کر دیا گیا ہو پھر عدل کی دو صورتیں ہیں (۱) عدل تحقیقی (۲) عدل تقدیری

(۱) عدل تحقیقی : وہ ہے جس کے اصل کے وجود پر غیر منصرف پڑھے جانے کے علاوہ کوئی دلیل موجود ہو، جیسے ثلاث و مثلث کیونکہ انکے معنی ہیں تین تین، تو تکرار معنی تکرار لفظ پر دلالت کرتا ہے تو معلوم ہوا یہ دونوں ثلثة ثلثة سے معدول ہیں۔

(۲) عدل تقدیری : وہ ہے جس کے اصل کے وجود پر غیر منصرف پڑھے جانے کے علاوہ کوئی دلیل موجود نہ ہو، جیسے عمر یہ کلامِ عرب میں غیر لمنصرف استعمال ہوتا تھا لیکن اس میں صرف ایک سبب علم پایا جاتا تھا دوسرا کوئی سبب موجود نہیں تھا تو اس کی اصل عامر فرض کر لی گئی تو عمر میں دو سبب پائے گئے علمیت اور عدل تقدیری۔

اعتراض : عدل کو باقی اسباب منع صرف پر مقدم کیوں کیا وصف وغیرہ کو عدل پر مقدم کیوں نہیں کیا اس کو مقدم کرنے کی وجہ ترجیح کیا ہے؟

جواب : عدل کو اسلئے مقدم کیا کہ عدل میں غیر منصرف کا سبب بننے کی کوئی شرط نہیں اور وصف، تانیث اور معرفہ وغیرہ میں منع صرف کا سبب بننے کے لئے شرائط ہیں اور غیر مشروط کو مشروط پر فوقیت حاصل ہوتی ہے

قوله وَلَا يَجْتَمِعُ مَعَ وَزْنِ الْفِعْلِ اَصْلًا الخ عدل وزن فعل کے ساتھ جمع نہیں ہو سکتا کیونکہ عدل اور وزن فعل ایک دوسرے کی ضد ہیں اسلئے کہ دونوں کے اوزان مختلف ہیں عدل کے چھ اوزان ہیں (۱) فُعَال جیسے ثُلَاثُ (۲) مَفْعَلُ جیسے مَثْلَثُ (۳) فُعَلُ جیسے اُخَرُ (۴) فَعَلَ جیسے سَحَرَ (۵) فُعَلُ جیسے اَمْسِ (۶) فعال جیسے قَطَامِ فعل ان اوزان میں سے کسی وزن پر نہیں آتا اس لئے ایک اسم میں عدل اور وزن فعل جمع نہیں ہو سکتے۔

قوله وَيَجْتَمِعُ مَعَ الْعَلَمِيَّةِ الخ عدل علمیت کے ساتھ جمع ہو سکتا ہے جیسے عمر اور زفر ایک تو علمیت پائی جاتی ہے دوسرا عدل وہ اسطرح کہ عمر کی اصل عامر اور زفر کی اصل زافر فرض کرلی گئی ہے کیونکہ عمر اور زفر میں علمیت کے علاوہ دوسرا سبب موجود نہیں تھا اور یہ عربی میں غیر منصرف استعمال ہوتے تھے اسلئے ان میں عدل تقدیری مان لیا اور عدل وصف کے ساتھ جمع ہو سکتا ہے جیسے ثلاث و مثلث ایک تو اس میں وصف پایا جاتا ہے دوسرا سبب عدل تحقیقی پایا جاتا ہے اسی طرح اُخَرَ اور جُمَعَ میں ایک سبب وصف پایا جاتا ہے دوسرا سبب عدل تحقیقی تو وصف اور عدل تحقیقی دونوں جمع ہو سکتے ہیں۔

قوله وَاُخَرَ اُخَرَ میں عدل تحقیقی اس طرح ہے کہ اُخَرُ اُخْرٰی کی جمع ہے اور اُخْرٰی مؤنث ہے اٰخَرُ اسم تفضیل کی اور اسم تفضیل کا استعمال مندرجہ ذیل تین طریقوں میں سے ایک کے ساتھ ہوتا ہے (۱) مِنْ کے ساتھ جیسے آخر من فلان (۲) اضافت کے ساتھ جیسے آخر القوم (۳) الف لام کے ساتھ جیسے الاخر چونکہ یہاں ان تینوں میں سے کسی ایک طریقے کے ساتھ مستعمل نہیں لہٰذا معلوم ہوا ان میں سے کسی ایک سے معدول ہے اب کس سے معدول ہو گا جو اسم تفضیل اضافت کے ساتھ مستعمل ہو اس سے معدول نہیں ہو سکتا کیونکہ جو اسم تفضیل اضافت کے ساتھ مستعمل ہو، ***بعد اس کی اضافت ختم ہو جائے تو اسکی تین صورتیں ہیں۔***

(۱) مضاف الیہ کو اگر حذف کیا جائے تو اس کے عوض میں تنوین آتی ہے جیسے یَوْمَئِذٍ کہ اصل میں یوم اذ کان کذا تھا مضاف الیہ کو حذف کر کے اسکے عوض میں تنوین لے آئے تو یَوْمَئِذٍ بن گیا۔

(۲) یا مضاف الیہ کو حذف کر کے مضاف کو مبنی علی الضم کر دیتے ہیں جیسے قَبْلُ بَعْدُ کا مضاف الیہ حذف کر کے ان کو مبنی علی الضم کر دیا گیا۔

(۳) کبھی مضاف الیہ کو حذف کر کے مضاف کو تکرار کے ساتھ ذکر کرتے ہیں، جیسے یاتیم تیم عدی

آخر میں تینوں صورتیں نہیں کیونکہ نہ یہاں تنوین ہے نہ یہ مبنی علی الضم ہے اور نہ تکرار مضاف ہے' تو معلوم ہوا کہ آخر اس اسم تفضیل سے معدول نہیں جو اضافت کیساتھ استعمال ہو بلکہ پہلی اُخر من (اسم تفصیل کا استعمال من کیساتھ ہو) سے معدول ہوگا' یا 'الاخر (اسم تفضیل استعمال ہو الف لام کے ساتھ) سے معدول ہوگا۔

قولہ وَ جُمَعَ جُمَعَ میں عدل تحقیقی اس طرح ہے کہ جُمَعَ جَمْعَاءُ کی جمع ہے اور جَمْعَاء مؤنث ہے اجمع کی، اور قاعدہ یہ ہے کہ فَعْلَاءُ کا وزن اگر صفتی ہو تو اس کی جمع فُعْلٌ کے وزن پر آتی ہے جیسے حمراء کی جمع حُمْرٌ اور اگر فَعْلَاء اسمی ہو تو اس کی جمع فَعَالٰی یا فَعْلَاوَات کے وزن پر آتی ہے جیسے صحراء کی جمع صحاری یا صحروات آتی ہے تو اس قاعدہ کے مطابق اگر جَمْعَاءُ صفتی ہو تو اسکی جمع جُمْعٌ کے وزن پر آئے گی اور اگر اسمی ہو تو اسکی جمع جَمَاعٰی یا جَمْعَاوَات کے وزن پر آئے گی خلاصہ یہ ہے کہ جُمَعَ یا تو جُمْعٌ سے معدول ہے یا جماعٰی سے اور یا جمعاوات سے۔

قولہ اَمَّاالْوَصْفُ الخ مصنفؒ یہاں سے اسباب منع صرف میں سے دوسرا سبب وصف کو بیان کرتے ہیں وصف کے لغوی معنی کسی شیٔ کی تعریف کرنا اور اصطلاح نحاۃ میں اسکا اطلاق دو معنی پر ہوتا ہے (۱) ایک اس تابع پر جو اپنے متبوع کی حالت کو ظاہر کرے (۲) دوسرا اسم کا کسی ذات مبہم پر دلالت کرنا جس میں بعض صفات کا لحاظ ہو۔

قولہ فَلَايَجْتَمِعُ الخ وصف علمیت کے ساتھ بالکل جمع نہیں ہو سکتا کیونکہ وصف ذات مبہم پر دلالت کرتا ہے اور علمیت ذات معین پر، ابہام اور تعیین آپس میں ضدیں ہیں اور کوئی چیز اپنی ضد کے ساتھ جمع نہیں ہو سکتی۔

قولہ وَ شَرْطُهٗ اَنْ يَّكُوْنَ وَصْفًا الخ وصف غیر منصرف کا سبب اس وقت بنے گا جب اس میں یہ شرط پائی جائے کہ اصل وضع کے اعتبار سے وصف ہو اگر چہ بعد میں اس پر علمیت غالب آجائے جیسے اسود اور ارقم یہ غیر منصرف ہیں کیونکہ ان میں دو سبب وزن فعل اور وصف اصلی پائے جاتے ہیں کیونکہ اسود اصل میں سیاہ چیز کو کہتے ہیں بعد میں کالے سانپ کا علم بن گیا اور ارقم اصل میں چتکبری چیز کو کہتے ہیں بعد میں چتکبرے سانپ کا علم بن گیا' اور مررت بنسوۃ اربع کی مثال میں اربع منصرف ہے اگرچہ دو سبب پائے جاتے ہیں وزن فعل اور وصف، مگر چونکہ اصل وضع کے اعتبار سے وصف نہیں بلکہ اسم عدد ہے بعد میں وصفی معنی میں لیا گیا ہے اسلئے اسے منصرف پڑھا جائے گا۔

اَمَّا التَّانِيثُ بِالتَّاءِ فَشَرْطُهُ اَنْ يَكُوْنَ عَلَمًا كَطَلْحَةَ وَ كَذٰلِكَ الْمَعْنَوِيُّ ثُمَّ الْمَعْنَوِيُّ اِذْ كَانَ ثُلَاثِيًّا سَاكِنَ الْاَوْسَطِ غَيْرَ اَعْجَمِيٍّ يَجُوْزُ صَرْفُهُ وَ تَرْكُهُ لِاَجْلِ الْخِفَّةِ وَوُجُوْدِ السَّبَبَيْنِ كَهِنْدٍ وَاِلَّا يَجِبُ مَنْعُهُ كَزَيْنَبَ وَسَقَرَ وَمَاهَ وَجُوْرَ وَالتَّانِيثُ بِالْاَلِفِ الْمَقْصُوْرَةِ كَحُبْلٰى وَالْمَمْدُوْدَةِ كَحَمْرَاءَ مُمْتَنِعٌ صَرْفُهُمَا اَلْبَتَّةَ لِاَنَّ الْاَلِفَ قَائِمٌ مَقَامَ السَّبَبَيْنِ اَلتَّانِيثُ وَلُزُوْمُهُ اَمَّا الْمَعْرِفَةُ فَلَا يُعْتَبَرُ فِيْ مَنْعِ الصَّرْفِ مِنْهَا اِلَّا الْعَلَمِيَّةُ وَ تَجْتَمِعُ مَعَ غَيْرِ الْوَصْفِ اَمَّا الْعُجْمَةُ فَشَرْطُهَا اَنْ تَكُوْنَ عَلَمًا فِي الْعُجْمَةِ وَزَائِدَةً عَلٰى ثَلٰثَةِ اَحْرُفٍ كَاِبْرَاهِيْمَ اَوْثُلَاثِيًّا مُتَحَرِّكُ الْاَوْسَطِ كَشَتَرَ فَلِجَامٌ مُنْصَرِفٌ لِعَدَمِ الْعَلَمِيَّةِ وَ نُوْحٌ مُنْصَرِفٌ لِسُكُوْنِ الْاَوْسَطِ۔

ترجمہ: بہر حال تانیث بالتاء پس اسکی شرط یہ ہے کہ وہ علم ہو جیسے طلحہ اور اسی طرح تانیث معنوی بھی، پھر معنوی اگر ثلاثی ہو ساکن الاوسط ہو عجمی نہ ہو تو اسکا منصرف اور غیر منصرف ہونا جائز ہے خفت کے پائے جانے کی وجہ سے، اور دوسببوں کے پائے جانے کی وجہ سے جیسے ہند، ورنہ اسکا غیر منصرف پڑھنا واجب ہے جیسے زینب اور سقر اور ماہ وجور اور تانیث الف مقصورہ کے ساتھ جیسے حبلی اور الف ممدودہ کے ساتھ جیسے حمراء ان دونوں کا منصرف ہونا ممتنع ہے یقینی طور پر اس لئے کہ الف قائم مقام ہے دوسببوں کے، تانیث اور لزوم تانیث۔

بہر حال معرفہ پس نہیں اعتبار کیا جاتا اس سے غیر منصرف ہونے میں مگر علمیت کا اور معرفہ جمع ہو جاتا ہے وصف کے علاوہ اسباب کے ساتھ۔ بہر حال عجمہ پس اسکی شرط یہ ہے کہ وہ عجمی زبان میں علم ہو اور تین حرف سے زائد ہو جیسے ابراھیم یا ثلاثی متحرک الاوسط ہو جیسے شتر پس لجام منصرف ہے علمیت کے نہ ہونے کی وجہ سے اور نوح منصرف ہے ساکن الاوسط ہونے کی وجہ سے۔

تجزیہ عبارت: مذکورہ بالا عبارت میں صاحب ھدایۃ النحو نے تانیث اور معرفہ اور عجمہ کے غیر منصرف

کا سبب بننے کی شرائط بیان کی ہیں اور ساتھ مثالوں سے شرائط کو واضح کیا ہے۔

تشریح :

قولہ اَمَّا التَّاَنِیْثُ بِالتَّاءِ الخ یہاں سے مصنفؒ غیر منصرف کے اسباب میں سے تیسرا سبب تانیث کو بیان کرتے ہیں۔

فائدہ۔ تانیث کی باعتبار علامت کے دو قسمیں ہیں

(۱) **تانیث لفظی** : جسکے لفظوں میں تانیث کی علامت موجود ہو جیسے طلحة ، فاطمة اور عائشة اور الف مقصورہ ہو جیسے حبلیٰ، صغری اور کبریٰ اور الف ممدودہ جیسے حمراءٗ بیضاء —

(۲) **تانیث معنوی** : جس میں تانیث کی علامت لفظوں میں موجود نہ ہو بلکہ مقدر ہو جیسے ارض اور شمس اصل میں اَرْضَةٌ شَمْسَةٌ تھا کیونکہ انکی تصغیر اُرَیْضَةٌ اور شُمَیْسَةٌ آتی ہے۔

فائدہ تانیث باعتبار ذات کے بھی دو قسم پر ہے (۱) مؤنث حقیقی (۲) مؤنث لفظی

(۱) **مؤنث حقیقی** : اسے کہتے ہیں کہ جسکے مقابلہ میں جاندار مذکر ہو خواہ علامت تانیث کی لفظوں میں موجود ہو یا نہ ہو جیسے اِمْرَاۃٌ کہ اسکے مقابلہ میں رجلٌ ہے اور اتانٌ کے مقابلہ میں حمارٌ ہے۔

(۲) **مؤنث لفظی** : وہ ہے جسکے مقابلہ میں جاندار مذکر نہ ہو جیسے ظلمةٌ وعینٌ اور عین میں علامت تانیث کی مقدر ہے کیونکہ اسکی تصغیر عُیَیْنَةٌ آتی ہے۔

قولہ فَشَرْطُهٗ اَنْ یَکُوْنَ عَلَمًا الخ تانیث لفظی کے لئے غیر منصرف کا سبب بننے کی شرط یہ ہے کہ علم ہو جیسے طلحۃٌ ایسے ہی تانیث معنوی کے لیے غیر منصرف کا سبب بننے کے لیے علمیت شرط ہے، اگر تانیث لفظی یا معنوی میں علمیت نہیں پائی جاتی تو وہ غیر منصرف کا سبب نہیں بنے گی لیکن ان دونوں میں فرق یہ ہے کہ تانیث لفظی میں علمیت شرط ہے غیر منصرف کے وجوب کے لیے اور تانیث معنوی میں علمیت شرط ہے غیر منصرف کے جواز کے لیے۔

اعتراض : تانیث لفظی کے لیے علمیت کو کیوں شرط قرار دیا گیا؟ اگر علمیت کو شرط قرار نہ دیتے تو کونسی خرابی لازم آتی؟

جواب: تانیث لفظی میں علمیت کواس لئے شرط قرار دیا کہ تانیث لفظی کی تاءبدلتی رہتی ہے جب اس میں علمیت پائی جائے گی تو اسے وضع ثانی کی حیثیت حاصل ہو جائے گی تو یہ تاءبدلے گی نہیں بلکہ کلمے کا جزء بن جائے گی۔

قولہ ثُمَّ الْمَعْنَوِیُّ اِنْ کَانَ ثُلَاثِیًّا الخ تانیث معنوی اگر ثلاثی، ساکن الاوسط ہو، اور غیر عجمی ہو یعنی عربی ہو تو اسکو منصرف پڑھنا بھی جائز ہے اور غیر منصرف بھی جیسے ھندٌ اس کو غیر منصرف اس لیے پڑھنا جائز ہے کہ اس میں دو سبب پائے جاتے ہیں ایک تانیث معنوی اور دوسرا سبب علمیت' اور منصرف پڑھنا اس وجہ سے جائز ہے کہ تانیث کے مؤثر ہونے کی وجوبی شرط نہیں پائی جاتی کیونکہ یہ ثلاثی ساکن الاوسط غیر عجمی ہے اور کلمہ جب ثلاثی ساکن الاوسط غیر عجمی ہو تو فی نفسہ خفیف ہوتا ہے اور غیر منصرف پڑھنا وجہ اسکے ثقل کے ہوتا ہے۔

قولہ وَاِلَّا یَجِبُ منعه الخ تانیث معنوی کو غیر منصرف پڑھنا واجب ہے جب تین شرطوں میں سے کوئی ایک شرط پائی جائے (۱) تین حرفوں سے زائد ہو جیسے زینب (۲) متحرک الاوسط ہو جیسے سَقَرَ (۳) عجمہ ہو یعنی لغت عربی کے علاوہ کسی اور زبان میں علم ہو جیسے ماہ اور جور۔

قولہ وَ التَّانِیْثُ بِالْاَلِفِ الْمَقْصُوْرَةِ الخ اور جو تانیث الف مقصورۃ کے ساتھ ہو جیسے حبلی، صغری اور کبری اور الف ممدودہ کے ساتھ ہو جیسے حمراء اور بیضاء وہ یقیناً غیر منصرف کا سبب ہے کیونکہ اسمیں تانیث کا الف قائم مقام دوسببوں کے ہے اس لئے کہ یہ دونوں کلمہ کو لازم ہیں کبھی جدا نہیں ہوتے اور یہ دونوں لزوم کی وجہ سے بمنزلہ تانیث آخر کے ہوگئے ہیں تو گویا کہ ان میں ایک تانیث معنوی پائی جاتی ہے اور دوسرا لزوم تانیث اور حبلی کو حبلٌ اور حمراء کو حَمرٌ نہیں کہہ سکتے بخلاف تانیث لفظی کے کہ وہ کلمہ کو لازم نہیں ہوتی بلکہ بعض دفعہ حذف ہو جاتی ہے۔

قولہ اَمَا الْمَعْرِفَةُ الخ مصنفؒ غیر منصرف کا چوتھا سبب معرفہ کو بیان کرتے ہیں کہ معرفہ غیر منصرف کا سبب اسوقت بنے گا جب اس میں علمیت پائی جائے اگر معرفہ میں علمیت نہیں پائی جائے گی تو غیر منصرف کا سبب نہیں بنے گا جیسے زینب اسمیں علمیت پائی جاتی ہے اور دوسرا سبب اس میں تانیث معنوی ہے۔

فائدہ: معرفہ اسے کہتے ہیں جو معین چیز کے لئے وضع کیا گیا ہو خواہ وہ ذوی العقول میں سے ہو جیسے زید اور عمرو

یا غیر ذوی العقول میں سے جیسے الشاۃ ۔

قولہ اِلَّا الْعَلَمِیَّۃ اعتراض: معرفہ کی علم کے علاوہ اور بھی بہت ساری اقسام ہیں مثلا مضمرات' اسمائے اشارات وغیرہ ان سب کو چھوڑ کر صرف علمیت کو شرط کیوں قرار دیا انکو شرط کیوں نہیں بنایا؟

جواب: مضمرات' اسمائے اشارہ اور اسمائے موصولہ وغیرہ مبنیات میں سے ہیں جب کہ غیر منصرف معرب کی قسم ہے معرب کے لئے مبنی کو کیسے شرط قرار دیا جا سکتا ہے۔

قولہ وَتَجْتَمِعُ مَعَ غَیْرِ الْوَصْفِ معرفہ وصف کے علاوہ باقی اسباب کیساتھ جمع ہو جاتا ہے لیکن وصف کیساتھ جمع نہیں ہو سکتا' کیونکہ وصف ذات مبہم پر دلالت کرتا ہے جب کہ معرفہ ذات معین پر اور یہ دونوں آپس میں ضدیں ہیں اور کوئی چیز اپنی ضد کیساتھ جمع نہیں ہو سکتی۔

قولہ اَمَّا الْعُجْمَۃُ الخ غیر منصرف کے اسباب میں سے پانچویں سبب عجمہ کو بیان کرتے ہیں کہ غیر منصرف کا سبب اسوقت بنے گا جب کہ اس میں دو شرطیں پائی جائیں' (۱) عجمی زبان میں علم ہو (۲) متحرک الاوسط ہو جیسے شَتَرَ اگر متحرک الاوسط نہ ہو تو تین حرف سے زائد ہو جیسے ابراھیم

قولہ فَلِجَامٌ مُنْصَرِفٌ الخ لجام یہ منصرف ہے کیونکہ عجمہ کی شرط نہیں پائی جارہی کیونکہ یہ عجمی زبان میں علم نہیں' اگر کسی کا نام رکھ دیا جائے پھر بھی منصرف رہے گا اس لئے کہ عجمی زبان میں علم نہیں نوح اگرچہ عجمی زبان میں علم تو ہے مگر متحرک الاوسط نہیں بلکہ ساکن الاوسط ہے۔

فائدہ: انبیاء علیہم السلام کے اسمائے گرامی میں سے چھ انبیاء علیہم السلام کے اسماء منصرف ہیں باقی تمام انبیاء کے اسماء غیر منصرف ہیں وہ چھ اسماء یہ ہیں (۱) حضرت محمد ﷺ (۲) حضرت ھود علیہ السلام (۳) حضرت صالح علیہ السلام (۴) حضرت شعیب علیہ السلام (۵) حضرت لوط علیہ السلام (۶) حضرت نوح علیہ السلام

پہلے چار اسلئے منصرف ہیں کہ ان میں صرف ایک سبب علمیت پایا جاتا ہے دوسرا سبب موجود نہیں اور آخری دونوں یعنی نوح اور لوط میں اگرچہ دو سبب علمیت اور عجمہ پائے جاتے ہیں مگر عجمہ کی شرط یعنی متحرک الاوسط یازائد علی الثلثۃ نہیں پائی جارہی اس لئے منصرف ہیں کسی فارسی شاعر نے انکو اس طرح اپنے شعر میں جمع کیا ہے

گر خواہی کہ یابی نام ہر پیغمبرے ☆ تا کدام است نزد نحوی منصرف ولا ینصرف

صالحؑ وھودؑ و محمدؐ باشعیبؑ ونوحؑ ولوطؑ ☆ این ہمہ راداں منصرف ودیگر ہمہ رالاینصرف

اَمَّا الْجَمْعُ فَشَرْطُهٗ اَنْ يَّكُوْنَ عَلٰى صِيْغَةِ مُنْتَهَى الْجُمُوْعِ وَهُوَ اَنْ يَّكُوْنَ بَعْدَ اَلِفِ الْجَمْعِ حَرْفَانِ كَمَسَاجِدَ اَوْ حَرْفٌ مُشَدَّدٌ مِثْلُ دَوَابَّ اَوْ ثَلٰثَةِ اَحْرُفٍ اَوْسَطُهَا سَاكِنٌ غَيْرُ قَابِلٍ لِلْهَاءِ كَمَصَابِيْحَ فَصَيَاقِلَةٌ وَفَرَازِنَةٌ مُنْصَرِفٌ لِقَبُوْلِهِمَا الْهَاءَ وَهُوَ اَيْضًا قَائِمٌ مَقَامَ السَّبَبَيْنِ اَلْجَمْعِيَّةُ وَلُزُوْمُهَا وَاِمْتِنَاعُ اَنْ يَّجْمَعَ مَرَّةً اُخْرٰى جَمْعُ التَّكْسِيْرِ فَكَاَنَّهٗ جُمِعَ مَرَّتَيْنِ اَمَّا التَّرْكِيْبُ فَشَرْطُهٗ اَنْ يَّكُوْنَ عَلَمًا بِلَا اِضَافَةٍ وَلَا اِسْنَادٍ كَبَعْلَبَكَّ فَعَبْدُ اللّٰهِ مُنْصَرِفٌ وَ مَعْدِيْكَرَبَ غَيْرُ مُنْصَرِفٍ وَشَابَ قَرْنَاهَا مَبْنِيٌّ۔

ترجمہ : بہر حال جمع پس اسکی شرط یہ ہے کہ وہ صیغہ منتہی الجموع کے وزن پر ہو اور منتہی الجموع یہ ہے کہ الف جمع کے بعد دو حرف ہوں جیسے مساجد یا ایک حرف مشدد ہو جیسے دواب یا تین حرف ہوں جن کا درمیان والا حرف ساکن ہو اور ھاء کو قبول کرنے والا نہ ہو جیسے مصابیح پس صیاقلہ اور فرازنہ منصرف ہیں اسلئے کہ دونوں ھاء کو قبول کرتے ہیں اور یہ بھی دو سببوں کے قائم مقام ہے جمع ہونا اور لزوم جمع ہونا اور ممتنع ہے کہ اس کی دوبارہ جمع تکسیر بنائی جائے پس گویا کہ جمع بنائی گئی ہے دو مرتبہ بہر حال ترکیب پس اس کی شرط یہ ہے کہ علم ہو بغیر اضافت اور بغیر اسناد کے جیسے بعلبك پس عبد الله منصرف ہے اور معدیکرب غیر منصرف ہے اور شابَ قرناھا مبنی ہے۔

تجزیہ عبارت : اس عبارت میں مصنفؒ نے اسباب منع صرف میں سے جمع اور اس کی شرط، ترکیب اور اس کی شرط کو بیان کیا ہے۔

تشریح :

قوله اَمَّا الْجَمْعُ فَشَرْطُهٗ الخ مصنفؒ غیر منصرف کے اسباب میں سے چھٹے سبب جمع کو بیان کرتے ہیں کہ جمع کا صیغہ غیر منصرف کا سبب اس وقت بنے گا جب کہ وہ منتہی الجموع کے وزن پر ہو اور جمع منتہی الجموع اسے کہتے ہیں کہ جمع کی انتہا ہو گئی ہو اور آگے اس کی جمع نہ بن سکتی ہو۔

قوله وَهُوَ اَنْ يَكُوْنَ بَعْدَ الخ منتہی الجموع کاوزن یہ ہے کہ پہلا حرف مفتوح اور تیسری جگہ الف ہو اور الف جمع کے بعد دو حرف ہوں جیسے مساجد یہ مسجد کی جمع ہے یا الف جمع کے بعد ایک حرف ہو جو مشدد ہو جیسے دوابّ یہ دابّۃٌ کی جمع ہے یا الف جمع کے بعد تین حرف ہوں اور درمیان والا حرف ساکن ہو جیسے مصابیح اور مفاتیح یہ مصباح اور مفتاح کی جمع ہے لیکن الف جمع کے بعد والے تین حرف میں سے آخری حرف تاء تانیث اگر ایسی ہو جو وقف کی حالت میں ھاء سے بدل جائے تو یہ جمع غیر منصرف کا سبب نہ ہوگی بلکہ منصرف بن جائے گی، جیسے صیاقلہ اور فرازنہ منصرف ہیں کیونکہ انکے آخر میں تائے تانیث ہے جو وقف کی حالت میں ہاء ہو جاتی ہے۔

اعتراض : آپ نے جمع کو غیر منصرف کا سبب قرار دیا ہے جب کہ رجالٌ مسلمون وغیرہ بھی تو جمع ہیں مگر غیر منصرف نہیں ہیں تو آپ کی تعریف دخول غیر سے مانع نہیں ہے۔

جواب : جمع سے مطلق جمع مراد نہیں ہے بلکہ وہ جمع مراد ہے جو منتہی الجموع کے وزن پر ہو جب کہ رجالٌ مسلمون منتہی الجموع کے وزن پر نہیں۔

قوله غَيْرُ قَابِلٍ لِلْهَاءِ الخ اعتراض : آپ نے جمع منتہی الجموع کے آخر میں ھاء نہ ہونیکی شرط لگائی ہے حالانکہ فوارہ کے آخر میں ھاء ہے مگر پھر بھی آپ اسے غیر منصرف کہتے ہیں۔

جواب : اگر تسلیم بھی کرلیں تو پھر بھی ہماری مراد ھاء سے وہ تاء ہے جو حالت وقف میں ھاء سے بدل جائے جیسے صیاقلۃٌ فرازنۃٌ کی تاء حالت وقف میں ھاء سے بدل جاتی ہے لیکن فوارہ کی ھا تاء سے نہیں بدلی ہوئی ہے بلکہ یہ ھاء اصلی ہے۔

قوله وَهُوَ اَيْضًا قَائِمٌ مَقَامَ السَّبَبَيْنِ الخ جس طرح الف مقصورہ اور الف ممدودہ دوسببوں کے قائم مقام ہیں اسی طرح جمع بھی دو سببوں کے قائم مقام ہے جس میں سے ایک سبب جمعیت ہے اور دوسرا سبب لزوم جمعیت 'کیونکہ دوبارہ اس کی جمع تکسیر بنانا ممتنع ہے اور جب جمع تکسیر بنانا ممتنع ہو جائے گا تو اسمیں موجودہ جمع لازم ہو جائے گی گویا کہ اس کی جمع دو مرتبہ بنائی گئی ہے خواہ حقیقتا جمع کا تکرار ہو جیسے اکالب جمع ہے اَكْلُبْ کی اور اَكْلُبْ جمع ہے كَلْبٌ کی اور جیسے اساور جمع ہے اسورۃ کی اور اسورۃ جمع ہے سِوار کی' تو ان کا مکرر ہونا دوسببوں کے قائم مقام ہوا' یا جمع کا تکرار حکما ہو یعنی حقیقت میں جمع کا تکرار نہ ہو لیکن منتہی الجموع کے وزن پر ہونے کیوجہ سے اس جمع کو جمع منتہی الجموع کہیں گے جیسے مساجد یہ اساور اور اکالب کے وزن پر ہے حالانکہ اسمیں جمع کا تکرار نہیں ہوا' اسی طرح مصابیح یہ اناعیم کے وزن پر ہے اسکو بھی جمع منتہی الجموع کہیں گے

قوله اَمَّا التَّرْكِيْبُ الخ یہاں سے مصنفؒ غیر منصرف کا ساتواں سبب ترکیب بیان کر رہے ہیں ترکیب کہتے ہیں دو اسموں کو ملا کر ایک کر لیا جائے جیسے بعلبك جو ایک شہر کا نام ہے جو بعل اور بك سے مرکب ہے بعل ایک بت کا نام ہے اور بك ایک بادشاہ کا نام ہے جو اس شہر کا بانی تھا-

قوله فَشَرْطُهٗ اَنْ يَّكُوْنَ عَلَمًا الخ ترکیب کے غیر منصرف کا سبب بننے کی شرط یہ ہے کہ وہ علم ہو اور اس میں نسبت اضافی اور اسنادی نہ ہو' علمیت کی شرط ترکیب میں اسلئے لگائی تاکہ اس میں تغیر اور تبدل نہ ہو کیونکہ اعلام بقدر الامکان تغیر سے محفوظ ہوتے ہیں تو جب ترکیب میں علمیت پائی جائے گی تو اسمیں تغیر اور تبدل نہ ہوگا-

<u>اعتراض</u> :آپ نے ترکیب کے سبب بننے کیلئے علمیت کو شرط قرار دیا ہے جبکہ النجم اور بصریؔ جیسی مثالوں میں ترکیب بھی ہے اور علمیت مگر پھر بھی غیر منصرف نہیں بلکہ منصرف ہیں النجم یہ دو کلموں الف لام اور نجم سے مرکب ہے اور اسمیں علمیت بھی ہے کہ یہ ایک خاص ستارے کا نام ہے اور بصریؔ دو کلموں بصرہ اور یاء نسبت سے مرکب ہے یہ بھی علم اور منصرف ہے-

<u>جواب</u> :ترکیب سے مراد یہ ہے کہ دو اسموں کو ایک کر لیا جائے ان مثالوں میں دو اسموں کو ایک نہیں کیا گیا بلکہ ایک اسم اور حرف کو ایک کیا گیا ہے اسلئے یہ منصرف ہیں-

قوله بلااضافۃٍ ولااسنادٍ **فائدہ:** ترکیب میں نسبت اضافی واسنادی کی نفی اسلئے کی گئی کیونکہ ترکیب اضافی اسم مضاف کو منصرف یا منصرف کے حکم میں کردیتی ہے تو غیر منصرف کو منصرف ہونے سے بچانے کیلئے اضافت کی نفی کی ہے اور نسبت اسنادی کی نفی اسلئے کی ہے کہ مرکب اسنادی جب کسی کا علم ہو تو وہ مبنی ہوجائے گا اور غیر منصرف معرب کی قسم ہے اسلئے ضدین کے اجتماع سے بچنے کیلئے نسبت اسنادی کی نفی کی ہے۔

قوله فَعَبْدُ اللّٰهِ مُنْصَرِفٌ الخ لفظ عبداللہ میں ترکیب اور علمیت اگرچہ پائی جاتی ہے لیکن اس کو منصرف اس وجہ سے کہتے ہیں کہ ترکیب کے ساتھ ساتھ اس میں اضافت بھی پائی جاتی ہے اسوجہ سے اسکو منصرف کہتے ہیں اور معدیکرب غیر منصرف ہے کیونکہ اسمیں ترکیب کی شرط علمیت پائی جاتی ہے اور یہ ایک آدمی کا نام ہے اور اسمیں نسبت اضافی اور اسنادی نہیں پائی جاتی ہے اور شاب قرنا ھا 'مبنی ہے کیونکہ اس میں نسبت اسنادی پائی جاتی ہے کیونکہ یہ ایک عورت کا نام ہے اور مرکب اسنادی جب کسی کا علم ہو تو وہ مبنی ہوتا ہے اسلئے یہ مبنی ہے۔

اَمَّاالْاَلِفُ وَالنُّوْنُ الزَّائِدَتَانِ اِنْ کَانَتَا فِیْ اِسْمٍ فَشَرْطُهٗ اَنْ یَّکُوْنَ عَلَمًا کَعِمْرَانَ وَعُثْمَانَ فَسَعْدَانٌ اِسْمُ نَبْتٍ مُنْصَرِفٌ لِعَدَمِ الْعَلَمِیَّةِ وَاِنْ کَانَتَا فِیْ صِفَةٍ فَشَرْطُهٗ اَنْ لَّا یَکُوْنَ مُؤَنَّثُهٗ عَلٰی فَعْلَانَةٍ کَسَکْرَانَ فَنَدْمَانٌ مُنْصَرِفٌ لِوُجُوْدِ نَدْمَانَةٍ اَمَّا وَزْنُ الْفِعْلِ فَشَرْ اَنْ یُّخْتَصَّ بِالْفِعْلِ وَلَا یُوْجَدُ فِی الْاِسْمِ اِلَّا مَنْقُوْلًا عَنِ الْفِعْلِ کَشَمَّرَ وَضُرِبَ وَاِنْ لَّمْ یُخْتَصَّ بِهٖ فَیَجِبُ اَنْ یَّکُوْنَ فِیْ اَوَّلِهٖ اِحْدٰی حُرُوْفِ الْمُضَارِعَةِ وَلَا یَدْخُلُهُ الْهَاءُ کَاَحْمَدَ وَیَشْکُرَ وَتَغْلِبَ وَنَرْجِسَ فَیَعْمَلٌ مُنْصَرِفٌ بِقَبُوْلِهَا الْهَاءَ کَقَوْلِهِمْ نَاقَةٌ یَعْمَلَةٌ۔

ترجمہ: بہر حال الف ونون زائدتان اگر یہ دونوں اسم میں واقع ہوں تو اسکی شرط یہ ہے کہ وہ علم ہو جیسے عمران اور عثمان پس سعدان جنگلی گھاس کا نام ہے منصرف ہے علمیت نہ ہونے کی وجہ سے 'اگر الف ونون زائدتان صفت کے آخر میں ہوں تو اسکی شرط یہ ہے کہ اس کی مؤنث فعلانۃ کے وزن پر نہ آتی ہو جیسے سکران پس ندمان منصرف ہے ندمانۃ کے پائے جانے کیوجہ سے 'بہر حال وزن فعل اس کی شرط یہ ہے کہ وہ وزن فعل

کے ساتھ خاص ہو اور نہ پایا جائے اسم میں مگر فعل سے منقول ہو کر جیسے شَمَّرَ اور ضُوبَ اور اگر فعل کے ساتھ خاص نہ ہو تو ضروری ہے کہ اس کے شروع میں علامت مضارع میں سے کوئی حرف پایا جاتا ہو اور اس پر ھاء داخل نہ ہوتی ہو جیسے احمد اور یشکر اور تغلب اور نرجس پس یعمل منصرف ہے بوجہ قبول کرنے ھاء کے جیساکہ عربوں کا قول ہے نَاقَةٌ یَعْمَلَةٌ۔

تجزیہ عبارت :صاحب ہدایۃ النحو نے مذکورہ بالا عبارت میں اسباب منع صرف میں سے الف و النون زائد تان اور وزن فعل کو بیان کیا ہے اور ساتھ انکے مؤثر ہونے کی شرائط کو بیان کیا ہے۔

تشریح:

قوله اَمَّا الْاَلِفُ وَالنُّوْنُ الزَّائِدَتَانِ الخ | غیر منصرف کے اسباب میں سے آٹھواں سبب الف والنون زائد تان کو بیان کر رہے ہیں کہ الف والنون زائد تان اگر اسم کے آخر میں ہوں تو اسوقت یہ غیر منصرف کا سبب بنے گا جب کہ یہ علم ہو جیسے عمران اور عثمان اگر اس کی شرط علمیت نہیں پائی جارہی تو اسوقت منصرف ہوگا جیسے سعدان اگرچہ اس کے آخر میں الف والنون زائد تان ہے لیکن اسمیں علمیت نہیں ہے بلکہ جنگلی گھاس کا نام ہے اسوجہ سے سعدان کو منصرف کہتے ہیں۔

قوله فَشَرْطُهٗ | **اعتراض**: شرطه کی ہ ضمیر مفرد الف نون زائد تان کی طرف لوٹ رہی ہے جو کہ تثنیہ ہے تو ضمیر اور مرجع میں مطابقت نہیں پائی جاتی ضمیر مفرد کی ہے اور اسکا مرجع تثنیہ ہے۔

جواب: الالف والنون میں واو بمعنی مع کے ہے تو یہ دونوں ملکر ایک سبب بنتے ہیں اس اعتبار سے انکی طرف مفرد کی ضمیر راجع کرنا درست ہے۔

قوله وَاِنْ کَانَتَا فِیْ صِفَةٍ الخ | اگر الف ونون زائد تان صفت کے آخر میں ہو تو پھر اس کے غیر منصرف بننے کی شرط یہ ہے کہ اس کی مؤنث فعلانۃ کے وزن پر نہ آئے اگر اس کی مؤنث فعلانۃ کے وزن پر آئے گی تو اسوقت یہ منصرف ہوگا جیسے سکران اسکی مؤنث فعلانۃ کے وزن پر سکرانۃ نہیں آتی بلکہ سکری آتی ہے اسلئے یہ غیر منصرف ہے لیکن ندمان کی مؤنث ندمانۃ کے وزن پر آتی ہے اسلئے یہ منصرف ہے لیکن یہ اسوقت

ہے جب ندمان بمعنی ندیم کے ہو کیونکہ اسوقت اسکی مؤنث ندمانۃ آتی ہے' اگر بمعنی نادم ہو تو اس صورت میں اسکی مؤنث ندمیٰ' فعلی کے وزن پر آتی ہے اس وقت یہ غیر منصرف ہو گا-

قوله اَمَّا وَزْنُ الْفِعْلِ الخ یہاں سے مصنفؒ غیر منصرف کا نواں سبب وزن فعل کو بیان کر رہے ہیں کہ وزن فعل کے غیر منصرف کا سبب بننے کیلئے شرط یہ ہے کہ وہ وزن فعل کیساتھ خاص ہو اور اسم ہیں فعل سے منقول ہو کر پایا جائے جیسے شَمَّرَ یہ تشمیر سے ماضی معروف کا صیغہ ہے اور اب فعل سے منقول ہو کر گھوڑے کا علم ہو گیا ہے اور مناسبت دونوں کے درمیان یہ ہے کہ تشمیر کا معنی ہے دامن سمیٹنا کوئی شخص تیز رفتاری کا ارادہ کرتا ہے تو دامن سمیٹ لیتا ہے اسی مناسبت سے تیز رفتار گھوڑے کا نام شَمَّرَ رکھ دیا اسی طرح ضُرِبَ جب کسی شخص کا علم بنا دیا جائے تو یہ بھی غیر منصرف بن جائے گا-

قوله وَضُرِبَ **اعتراض**: شَمَّرَ فعل معروف کا صیغہ ذکر کیا ہے اور ضُرِبَ مجہول کا' اسے بھی معروف ذکر کرنا چاہیے تھا تاکہ شَمَّرَ کیساتھ مطابقت ہو جاتی-

جواب: ضُرِبَ فعل مجہول کا صیغہ اسلئے لائے کہ یہ وزن فعل کیساتھ خاص ہے اور معروف کا صیغہ ضَرَبَ بروزن فَعَلَ یہ فعل کیساتھ خاص نہیں بلکہ اسم میں بھی پایا جاتا ہے جیسے شَجَرَ حَجَر اور صَخَرَ بخلاف شَمَّرَ کو معروف لانے کے' کیونکہ یہ وزن فعل ہی کیساتھ خاص ہے اسم میں نہیں پایا جاتا-

قوله وَ اِنْ لَّمْ يَخْتَصَّ بِهٖ الخ اگر وہ وزن فعل کیساتھ خاص نہ ہو بلکہ اسم میں بھی استعمال ہوتا ہو اور فعل میں بھی' تو پھر غیر منصرف بننے کے لئے شرط یہ ہے کہ اس کے شروع میں علامت مضارع جنکا مجموعہ اتین ہے ان چار حرفوں میں سے کوئی ایک حرف ہو' لیکن اس میں ایک شرط یہ بھی ہے کہ اس کے آخر میں تاء نہ ہو جو حالت وقف میں ہاء سے بدل جائے' علامت مضارع میں سے اسکے شروع میں همزه ہو جیسے احمد' یاء ہو جیسے یشکر' تاء ہو جیسے تغلب' نون ہو جیسے نرجس-

قوله فَيَعْمَلُ مُنْصَرِفٌ الخ **اعتراض**: یعمل کے شروع میں حروف اتین میں سے یاء ہے اسکو بھی غیر منصرف کہنا چاہیے تھا منصرف کیوں کہا؟

جواب: ہم نے اسمیں یہ شرط بھی لگائی ہے کہ اس میں ایسی تاء نہ ہو جو حالت وقف میں ہاء سے بدل جائے یعمل کے آخر میں تاء آجاتی ہے جو وقف کی حالت میں ھاء سے بدل جاتی ہے جیسے کہا جاتا ہے ناقة یعملة اس وجہ سے اس کو منصرف کہتے ہیں۔

وَاعْلَمْ اَنَّ كُلَّ مَاشُرِطَ فِيْهِ الْعَلَمِيَّةُ وَ هُوَ الْمُؤَنَّثُ بِالتَّاءِ وَالْمَعْنَوِيُّ وَالْعُجْمَةُ وَالتَّرْكِيْبُ وَالْاِسْمُ الَّذِيْ فِيْهِ الْاَلِفُ وَالنُّوْنُ الزَّائِدَتَانِ اَوْلَمْ يُشْتَرَطْ فِيْهِ ذَالِكَ وَاجْتَمَعَ مَعَ سَبَبٍ وَاحِدٍ فَقَطْ وَهُوَ الْعَلَمُ الْمَعْدُوْلُ وَوَزْنُ الْفِعْلِ اِذَا نُكِّرَ صُرِفَ اَمَّا فِي الْقِسْمِ الْاَوَّلِ فَلِبَقَاءِ الْاِسْمِ بِلَاسَبَبٍ وَ اَمَّا فِي الثَّانِيْ فَلِبَقَائِهٖ عَلٰى سَبَبٍ وَاحِدٍ تَقُوْلُ جَاءَنِيْ طَلْحَةُ وَطَلْحَةٌ اٰخَرُ وَقَامَ عُمَرُ وَعُمَرٌ آخَرُ وَضَرَبَ اَحْمَدُ وَاَحْمَدٌ آخَرُ وَكُلُّ مَالَا يَنْصَرِفُ اِذَا اُضِيْفَ اَوْدَخَلَهُ اللَّامُ فَدَخَلَهُ الْكَسْرَةُ نَحْوُ مَرَرْتُ بِاَحْمَدِ كُمْ وَبِالْاَحْمَدِ۔

ترجمہ: اور جان تو کہ ہر وہ سبب جس میں علمیت شرط قرار دی گئی ہے اور وہ مؤنث بالتاء اور مؤنث معنوی، عجمہ، ترکیب ہیں اور وہ اسم ہے جس میں الف و نون زائد تان ہو یا وہ اسباب جن میں علمیت شرط قرار نہیں دی گئی بلکہ علمیت ایک سبب کیساتھ جمع ہو جاتی ہے صرف اور وہ علم معدول اور وزن فعل ہے جب انکو نکرہ بنادیا جائے گا تو منصرف ہو جائیں گے کیونکہ بہرحال قسم اول میں بوجہ اسم کے باقی رہ جانے کے بغیر سبب کے بہرحال دوسری قسم میں اسلئے کہ بوجہ باقی رہ جانے کے اسم کا ایک سبب پر جیسے تو کہے جاء نی طلحة وطلحة آخر وقام عمر وعمرٌ آخر اور ضرب احمد واحمد آخر اور ہر اسم جو غیر منصرف ہو جب اس کی اضافت کی جائے یا اس پر الف لام داخل ہو تو اس پر کسرہ داخل ہو جاتا ہے جیسے مررت باحمدکم اور مررت بالاحمد ۔

تجزیہ عبارت: مذکورہ بالا عبارت میں مصنفؒ نے ایک فائدہ بیان کیا ہے کہ جس اسم میں علمیت شرط یا سبب ہے جب اسے نکرہ بنادیا جائے تو وہ اسم منصرف ہو جائیگا اور غیر منصرف کی جب کسی اسم کی طرف اضافت کی جائے یا اسپر الف لام داخل ہو تو حالت جری میں اس پر کسرہ داخل ہو جائے گا۔

تشریح:

وَاعۡلَمۡ اَنَّ کُلَّ مَا شُرِطَ الخ غیر منصرف کے بعض اسباب ایسے ہیں جنمیں علمیت شرط بھی ہے اور سبب بھی اوروہ تانیث لفظی اور معنوی اور عجمہ اور ترکیب اور الف ونون زائد تان ہیں کہ ان کے ساتھ علمیت بطور شرط بھی اور بطور سبب بھی مستعمل ہوتی ہے جب اس اسم کو نکرہ بنادیا جائے تووہ منصرف ہو جائے گا اور اسم بغیر سبب کے رہ جائے گا کیونکہ علمیت بذات خود سبب بھی ہے اور دوسرے کیلئے شرط بھی تو جب علمیت ختم ہوگئی تووہ سبب بھی مؤثر نہیں رہے گا کیونکہ قاعدہ ہے کہ اذا فات الشرط فات المشروط تواسم بغیر سبب کے باقی رہ جائے گا۔

اَوۡ لَمۡ يُشۡتَرَطۡ فِيۡهِ ذٰلِكَ الخ اوروہ اسباب جن میں علمیت شرط نہیں بلکہ بطور سبب کے پائی جاتی ہے یہ دو ہیں (۱) ایک اسم معدول جیسے عمر عدل اور علمیت کی وجہ سے غیر منصرف ہے (۲) دوسرا وزن فعل ہے جیسے احمد وزن فعل اور علمیت کیوجہ سے غیر منصرف ہے جب اس اسم کو نکرہ بنادیا جائے تووہ بھی منصرف ہو جائے گا کیونکہ نکرہ بننے کیوجہ سے علمیت ختم ہوگئی توصرف ایک سبب عدل یاوزن فعل باقی رہ گیا ایک سبب سے اسم غیر منصرف نہیں بنتا جیسے تانیث لفظی میں جاء نی طلحة ،جس میں علمیت شرط ہے جب اسے نکرہ بنادیا جائے تو منصرف بن جائے گا جیسے طلحة آخر اور جیسے قام عمر یہ مثال ہے عدل کے ساتھ علمیت کے سبب بن کر مستعمل ہونے کی 'جب علمیت ختم ہو جائے گی تو منصرف بن جائے گا جیسے عمر آخر اورضرب احمد یہ مثال ہے وزن فعل کیساتھ علمیت کے سبب بن کر مستعمل ہونے کی 'جب اسے نکرہ بنادیا جائے گا تو منصرف بن جائے گا جیسے احمد آخر۔

قوله کُلُّ مَا لَايَنۡصَرِفُ الخ غیر منصرف پر کسرہ اور تنوین نہیں آتا فعل کی مشابہت کیوجہ سے' اگر اسے دوسرے اسم کی طرف مضاف کردیا جائے یا اس پر الف لام داخل کردیا جائے تو حالت جری میں اس پر کسرہ آئے گا' اضافت کی مثال جیسے مررتُ باحمدِکُمۡ الف لام کی مثال جیسے مررتُ بالاحمدِ کیونکہ اس صورت میں فعل کے ساتھ اس کی مشابہت کمزور ہوگئی ہے کیونکہ فعل پر نہ توالف لام داخل ہوتا ہے نہ وہ مضاف ہوتا ہے اور یہ دونوں اسم کے خواص ہیں لہذا اسمیت کی جانب غالب ہوگئی اور کسرہ اور تنوین جو کہ احکام اسم میں سے ہیں اس پر داخل ہوں گے۔

اَلْمَقْصَدُ الْاَوَّلُ فِی الْمَرْفُوْعَاتِ

اَلْاَسْمَاءُ الْمَرْفُوْعَاتُ ثَمَانِيَةُ اَقْسَامٍ اَلْفَاعِلُ وَمَفْعُوْلُ مَالَمْ يُسَمَّ فَاعِلُهٗ وَالْمُبْتَدَاءُ وَالْخَبَرُ وَخَبَرُ اِنَّ وَاَخَوَاتِهَا وَاِسْمُ كَانَ وَاَخَوَاتِهَا وَ اِسْمُ مَا وَلَا الْمُشَبَّهَتَيْنِ بِلَيْسَ وَخَبَرُ لَا الَّتِیْ لِنَفْیِ الْجِنْسِ

فصل : اَلْفَاعِلُ كُلُّ اِسْمٍ قَبْلَهٗ فِعْلٌ اَوْ صِفَةٌ اُسْنِدَ اِلَيْهِ عَلٰى مَعْنٰى اَنَّهٗ قَامَ بِهٖ لَا وَقَعَ عَلَيْهِ نَحْوُ قَامَ زَيْدٌ وَ زَيْدٌ ضَارِبٌ اَبُوْهُ عَمْرًوا وَمَا ضَرَبَ زَيْدٌ عَمْرًوا وَكُلُّ فِعْلٍ لَابُدَّلَهٗ مِنْ فَاعِلٍ مَرْفُوْعٍ مُظْهَرٍ كَذَهَبَ زَيْدٌ اَوْمُضْمَرٍ بَارِزٍ كَضَرَبْتُ زَيْدًا اَوْ مُسْتَتِرٍ كَزَيْدٌ ذَهَبَ وَ اِنْ كَانَ الْفِعْلُ مُتَعَدِّيًا كَانَ لَهٗ مَفْعُوْلٌ بِهٖ اَيْضًا نَحْوُ ضَرَبَ زَيْدٌ عَمْرًوا وَ اِنْ كَانَ الْفَاعِلُ مُظْهَرًا وُحِّدَ الْفِعْلُ اَبَدًا نَحْوُ ضَرَبَ زَيْدٌ وَضَرَبَ الزَّيْدَانِ وَضَرَبَ الزَّيْدُوْنَ وَ اِنْ كَانَ مُضْمَرًا وُحِّدَ لِلْوَاحِدِ نَحْوُ زَيْدٌ ضَرَبَ وَثُنِّیَ لِلْمُثَنّٰى نَحْوُ الزَّيْدَانِ ضَرَبَا وَجُمِعَ لِلْجَمْعِ نَحْوُ الزَّيْدُوْنَ ضَرَبُوْا

ترجمه : پہلا مقصد مرفوعات کے بیان میں 'اسماء مرفوعہ کی آٹھ قسمیں ہیں فاعل 'مفعول مالم یسم فاعلہ 'مبتدا اور خبر' اور خبر انّ اور اس کے اخوات کی خبر ' کان اور اسکے اخوات کا اسم 'ماولا جو لیس کے مشابہ ہوں انکا اسم اور لائے نفی جنس کی خبر

فصل : فاعل ہر وہ اسم ہے جس سے پہلے فعل یا ایسی صفت ہو جو اس اسم کی طرف مسند ہو اس معنی کے اعتبار سے کہ یہ صفت اس اسم کے ساتھ قائم ہو اسپر واقع نہ ہو جیسے قَامَ زَيْدٌ اور زَيْدٌ ضَارِبٌ اَبُوْهُ عَمْرًوا اور مَاضَرَبَ زَيْدٌ عَمْرًوا اور ہر فعل کیلئے فاعل کا ہونا ضروری ہے جو مرفوع ہو اور اسم ظاہر ہو جیسے ذھب زید' یا ضمیر بارز ہو جیسے ضربتُ زیدًا یا ضمیر مستتر ہو جیسے زَيْدٌ ذَهَبَ اور اگر فعل متعدی ہو تو اس کا مفعول بہ بھی ہوگا جیسے ضَرَبَ زَيْدٌ عَمْرًوا اور اگر فاعل اسم ظاہر ہو تو فعل ہمیشہ واحد لایا جائے گا جیسے ضَرَبَ زَيْدٌ ضَرَبَ الزَّيْدَان ضرب الزیدون اور اگر فاعل ضمیر ہو تو فاعل واحد کے لئے فعل واحد لایا جائے گا جیسے زید ضرب اور فاعل تثنیہ کیلئے فعل

تثنیہ لایا جائیگا جیسے الزیدان ضربا اور فاعل جمع کیلئے فعل کو جمع لایا جائیگا جیسے الزیدون ضربوا۔

تجزیہ عبارت: اس عبارت میں مصنفؒ نے مرفوعات کی آٹھ قسموں کے نام بتانے کے بعد فاعل کی تعریف کی ہے اور فاعل کے متعلق کچھ قواعد بیان کیے ہیں۔

تشریح:

قولہ اَلْمَقْصَدُ الاَوَّلُ فِی الْمَرْفُوْعَات مصنفؒ نے مقدمہ کے بیان سے فارغ ہونے کے بعد مقاصد ثلاثہ کو شروع فرمایا ہے چنانچہ مقصد اول مرفوعات کے بیان پر مشتمل ہے۔

اعتراض: صاحب کتاب نے مرفوعات کو منصوبات اور مجرورات پر مقدم کیوں کیا؟

جواب: مرفوع کلام میں عمدہ ہوتا ہے کیونکہ مسند الیہ ہوتا ہے اور فاعل وغیرہ مقصود بالذات ہوتے ہیں اور منصوبات وغیرہ ،غیر مقصود بالذات اور بمنزلہ فضلہ کے ہوتے ہیں اس لیے مرفوعات کو منصوبات پر مقدم کیا۔

فائدہ: مرفوعات 'مرفوع کی جمع ہے مرفوعة کی نہیں، کیونکہ مرفوع اسم کی صفت ہے اگر مرفوعات کو مرفوعة کی جمع کہیں تو یہ صحیح نہیں کیونکہ اسکا موصوف اسم مذکر ہے تو موصوف اور صفت میں مطابقت نہیں پائی جائے گی۔

اعتراض: اگر مرفوعات' مرفوع کی جمع ہے تو مرفوعون ہونا چاہیے تھا نہ کہ مرفوعات، کیونکہ مذکر کی جمع واؤنون کے ساتھ آتی ہے۔

جواب: مرفوعات 'مرفوع ہی کی جمع ہے چونکہ یہ مذکر غیر ذوی العقول کی صفت ہے اور مذکر غیر ذوی العقول کے وصف کی جمع الف تا کے ساتھ آتی ہے جیسے صافن کی جمع صافنات آتی ہے 'مذکر گھوڑوں کے لئے استعمال ہوتا ہے اور سجل کی جمع سجلات آتی ہے یعنی موٹے اونٹ اور خالی کی جمع خالیات آتی ہے جیسے کہا جاتا ہے الایام الخالیات گزرے ہوئے دن۔

قولہ اَسْمَاءُ الْمَرْفُوْعَاتِ الخ مرفوعات کی آٹھ قسمیں ہیں (۱) فاعل (۲) مفعول مالم یسم فاعلہ (۳) مبتداء

(۴)خبر (۵) اِنَّ وغیرہ کی خبر(۶) کان وغیرہ کا اسم (۷) ماولا مشبہتین بلیس کا اسم (۸) لائے نفی جنس کی خبر۔

قولہ اَلْفَاعِلُ کُلُّ اِسْمٍ الخ یہاں سے مصنفؒ فاعل کی تعریف کرتے ہیں کہ فاعل وہ اسم ہے جس سے پہلے کوئی فعل یا صفت ہو جو اس اسم کی طرف مسند ہو اور فعل یا صفت اس اسم کے ساتھ قائم ہو اس پر واقع نہ ہو جیسے قَامَ زَیْدٌ اس مثال میں زید سے پہلے قام فعل ہے اور زید اسم ہے اور فعل اس اسم کے ساتھ قائم ہے لہذا زید فاعل ہوا دوسری مثال زید ضارب ابوہ عمرواً یہ مثال شبہ فعل کی ہے ضارب اسم فاعل ہے اور ابوہ اسکا فاعل ہے اور وصف ضربٌ ابوہ کے ساتھ قائم ہے اور ماضرب زیدٌ عمروًا یہ فعل منفی کی مثال ہے اور زید فاعل ہے اور صفت سے مراد اسم فاعل اسم مفعول، صفت مشبہ، اسم تفضیل اور مصدر وغیرہ ہیں۔

فائدہ: فاعل کے ساتھ فعل قائم ہو اس سے مراد عام ہے خواہ فعل اس سے صادر ہو جیسے ضرب زید، اس میں فعل فاعل سے صادر ہے، خواہ صادر نہ ہو جیسے مات زید، اسمیں فعل فاعل سے صادر نہیں ہوا بلکہ اسکے ساتھ متصل ہے۔

اعتراض: فاعل کو باقی مرفوعات پر مقدم کیوں کیا اگر انکو مقدم کر دیتے تو کونسی خرابی لازم آتی تھی اسکو مقدم کرنے کی وجہ ترجیح کیا ہے؟

جواب: فاعل تمام مرفوعات میں اصل ہے اور فاعل جملہ فعلیہ کا جزء ہوتا ہے جو کہ تمام جملوں سے اعلیٰ ہے اس لیے فاعل کو باقی مرفوعات پر مقدم کیا۔

قولہ وَ کُلُّ فِعْلٍ لَا بُدَّلَہٗ مِنْ فَاعِلٍ الخ ہر فعل کے لیے فاعل کا ہونا ضروری ہے خواہ فاعل اسم ظاہر ہو جیسے ذھب زید" میں فاعل اسم ظاہر ہے یا فاعل ضمیر ہو خواہ ضمیر بارز ہو جیسے ضربتُ زیداً خواہ ضمیر مستتر ہو جیسے زیدٌ ذھب، ذھب میں ھو ضمیر مستتر ہے جو اسکا فاعل ہے اور یہ ضمیر مستتر زید مبتداء کی طرف راجع ہے اور اگر فعل متعدی ہے تو فاعل کے ساتھ ساتھ اس فعل کے لیے مفعول بہ کا بھی ہونا ضروری ہے جیسے ضرب زید عمروا اس مثال میں عمروا مفعول بہ ہے ضرب فعل کے لیے۔

قولہ وَ اِنْ کَانَ الْفَاعِلُ مُظْھَرًا الخ جب فعل کا فاعل اسم ظاہر ہو تو فعل ہمیشہ واحد کا صیغہ لایا جائے گا

خواہ فاعل واحد ہو یا تثنیہ یا جمع، کیونکہ فعل کو تثنیہ یا جمع اس لیے لایا جاتا ہے تاکہ فاعل کی حالت معلوم ہو جب فاعل اسم ظاہر ہوگا تو تثنیہ اور جمع کے اعتبار سے اسکی حالت معلوم ہو گی اس لیے فعل کو تثنیہ یا جمع لانے کی ضرورت نہیں جیسے ضرب زید، ضرب الزیدان اور ضرب الزیدون۔

قولہ وَاِنْ کَانَ مُضْمَرًا الخ اگر فاعل ضمیر ہو اسم ظاہر نہ ہو تو فاعل واحد کے لیے فعل واحد لایا جائے گا جیسے زید ضرب، میں فاعل ضمیر ضرب کے اندر مستتر ہے اور وہ واحد ہے اس لیے فعل بھی واحد لایا گیا ہے، اور اگر فاعل ضمیر تثنیہ ہے تو فعل بھی تثنیہ لایا جائے گا جیسے الزیدان ضربا اور اگر فاعل ضمیر جمع ہے تو فعل بھی جمع لایا جائے گا جیسے الزیدون ضربوا۔

وَاِنْ كَانَ الْفَاعِلُ مُؤَنَّثًا حَقِيْقِيًّا وَ هُوَ مَابِاِزَائِهٖ ذَكَرٌ مِنَ الْحَيَوِ اِنْ اُنِّثَ الْفِعْلُ اَبَدًا اِنْ لَمْ تَفْصِلْ بَيْنَ الْفِعْلِ وَ الْفَاعِلِ نَحْوُ قَامَتْ هِنْدٌ وَاِنْ فَصَلْتَ فَلَكَ الْخِيَارُ فِى التَّذْكِيْرِوَالتَّاْنِيْثِ نَحْوُ ضَرَبَ الْيَوْمَ هِنْدٌ وَاِنْ شِئْتَ قُلْتَ ضَرَبَتِ الْيَوْمَ هِنْدٌ وَكَذٰلِكَ فِى الْمُؤَنَّثِ الْغَيْرِ الْحَقِيْقِىْ نَحْوُ طَلَعَتِ الشَّمْسُ وَاِنْ شِئْتَ قُلْتَ طَلَعَ الشَّمْسُ هٰذَا اِذَا كَانَ الْفِعْلُ مُسْنَدًا اِلَى الْمُظْهَرِ وَاِنْ كَانَ مُسْنَدًا اِلَى الْمُضْمَرِ اُنِّثَ اَبَدًا نَحْوُ اَلشَّمْسُ طَلَعَتْ وَ جَمْعُ التَّكْسِيْرِ كَالْمُؤَنَّثِ الْغَيْرِ الْحَقِيْقِى تَقُوْلُ قَامَ الرِّجَالُ وَاِنْ شِئْتَ قُلْتَ قَامَتِ الرِّجَالُ وَالرِّجَالُ قَامَتْ وَيَجُوْزُ فِيْهِ الرِّجَالُ قَامُوْا وَ يَجِبُ تَقْدِيْمُ لْفَاعِلِ عَلَى الْمَفْعُوْلِ اِذَا كَانَا مَقْصُوْرَيْنِ وَ خِفْتَ اللَّبْسَ نَحْوُ ضَرَبَ مُوْسٰى عِيْسٰى وَ يَجُوْزُ تَقْدِيْمُ الْمَفْعُوْلِ عَلَى الْفَاعِلِ اِنْ لَمْ تَخِفِ اللَّبْسَ نَحْوُ اَكَلَ الْكُمَّثْرٰى يَحْيٰى وَ ضَرَبَ عَمْرًوا زَيْدٌ وَيَجُوْزُ حَذْفُ الْفِعْلِ حَيْثُ كَانَتْ قَرِيْنَةٌ نَحْوُ

زَیْدٌ فِیْ جَوَابِ مَنْ قَالَ مَنْ ضَرَبَ وَ کَذَا یَجُوْزُ حَذْفُ الْفِعْلِ وَ الْفَاعِلِ مَعًا کَنَعَمْ فِیْ جَوَابِ مَنْ قَالَ اَقَامَ زَیْدٌ وَ قَدْ یُحْذَفُ الْفَاعِلُ وَ یُقَامُ الْمَفْعُوْلُ مَقَامَهٗ اِذَا کَانَ الْفِعْلُ مَجْهُوْلاً نَحْوُ ضُرِبَ زَیْدٌ وَ هُوَ الْقِسْمُ الثَّانِیْ مِنَ الْمَرْفُوْعَاتِ۔

ترجمہ: اگر فاعل مؤنث حقیقی ہو اور مؤنث حقیقی وہ ہے جس کے مقابلہ میں کوئی جاندار مذکر ہو تو فعل کو ہمیشہ مؤنث ہی لایا جائے گا اگر فعل اور فاعل کے درمیان کوئی فاصلہ نہ ہو جیسے قامت ھند' اگر تو فاصلہ لائے تو تجھے فعل کے مذکر اور مؤنث لانے میں اختیار ہے جیسے ضرب الیوم ھند اگر تو چاہے تو ضربت الیوم ھند کہے' اسی طرح فاعل مؤنث غیر حقیقی کا حکم ہے جیسے طلعت الشمس اگر تو چاہے تو کہے طلع الشمس یہ اسوقت ہے جبکہ فعل اسم ظاہر کی طرف مسند ہو، اگر فعل کی اسناد ضمیر کی طرف کی گئی ہو تو فعل کو ہمیشہ مونث لایا جائے گا جیسے الشمس طلعت اور جمع مکسر مؤنث غیر حقیقی کی طرح ہے (فعل کو مذکر اور مؤنث لانے میں) تو کہے قام الرجال اگر تو چاہے تو کہے قامت الرجال اور الرجال قامت اور جائز ہے اس میں الرجال قاموا کہنا بھی۔

اور فاعل کو مفعول پر مقدم کرنا واجب ہے جبکہ دونوں اسم مقصورہ ہوں اور تو التباس کا خوف کرے جیسے ضرب موسیٰ عیسیٰ اور جائز ہے مفعول کو فاعل پر مقدم کرنا اگر تو التباس کا خوف نہ کرے جیسے اکل الکمثری یحیی اور ضرب عمرا زید اور فعل کا حذف کرنا جائز ہے جبکہ قرینہ موجود ہو جیسے زیدٌ' اس شخص کے جواب میں جس نے کہا من ضرب اور اس طرح جائز ہے فعل اور فاعل دونوں کو اکٹھا حذف کر دینا جیسے نعم اس شخص کے جواب میں جس نے کہا اقام زید اور کبھی فاعل کو حذف کر دیا جاتا ہے اور مفعول کو اسکے قائم مقام بنادیا جاتا ہے جبکہ فعل مجہول ہو جیسے ضُرِبَ زَیْدٌ اور یہ مرفوعات کی دوسری قسم ہے۔

تجزیہ عبارت: مذکورہ بالا عبارت میں مصنفؒ نے فعل کو مذکر اور مؤنث لانے کے کچھ قواعد بیان کئے ہیں اور تقدیم فاعل کے جوازی اور وجوبی مواقع بیان کئے ہیں اور حذف فعل اور حذف فاعل کے جوازی جگہیں بیان کی ہیں۔

تشریح:

قوله اِنْ کَانَ الْفَاعِلُ الخ | فاعل کے اعتبار سے فعل کو مذکر اور مؤنث لانے کے قواعد

(۱) پہلا قاعدہ: اگر فاعل مؤنث حقیقی ہو اور فعل اور فاعل کے درمیان فاصلہ نہ ہو تو فعل کو ہمیشہ مؤنث لایا جائے گا جیسے قامت ھند اور مؤنث حقیقی اس کو کہتے ہیں جس کے مقابلہ میں جاندار مذکر ہو جیسے امراۃ کے مقابلہ میں رجل اور اتان کے مقابلہ میں حمار۔

(۲) دوسرا قاعدہ: اگر فعل کا فاعل مؤنث حقیقی ہو لیکن فعل اور فاعل کے درمیان کچھ فاصلہ ہو تو فعل کو مذکر بھی لا سکتے ہیں جیسے ضرب الیوم ھند اور فعل کو مؤنث بھی جیسے ضربتِ الیومَ ھندٌ۔

(۳) تیسرا قاعدہ: اگر فعل کا فاعل اسم ظاہر اور مؤنث غیر حقیقی ہو تو فعل کو مؤنث بھی لا سکتے ہیں جیسے طلعت الشمس اور فعل کو مذکر بھی جیسے طلع الشمس، فعل کو مذکر یا مونث لانے کی مذکورہ تفصیل اس وقت ہے جبکہ فاعل اسم ظاہر ہو۔

(۴) چوتھا قاعدہ: اگر فاعل اسم ضمیر ہو خواہ مؤنث حقیقی کی طرف راجع ہو یا مؤنث غیر حقیقی کی طرف ہر صورت میں فعل کو مؤنث لایا جائے گا جیسے الشمس طلعت۔

(۵) پانچواں قاعدہ: جب فعل کا فاعل جمع مکسر ہو اس کا حکم فاعل مؤنث غیر حقیقی کی طرح ہے کہ فعل کو مذکر بھی لا سکتے ہیں جیسے قام الرجال اور فعل کو مؤنث بھی لا سکتے ہیں جیسے قامتِ الرجالُ لیکن یہ حکم جمع مکسر کا اس وقت ہے جبکہ فعل کی اسناد اسم ظاہر کی طرف ہو لیکن اگر جمع مکسر کی طرف لوٹنے والی ضمیر فاعل ہو تو اس میں دو صورتیں جائز ہیں فعل کو مؤنث لانا بھی جائز ہے جیسے الرجال قامت اور فعل کو جمع لانا بھی جیسے الرجال قاموا۔

قوله وَيَجِبُ تَقْدِيمُ الفَاعِلِ الخ | جب فاعل اور مفعول دونوں اسم مقصور ہوں اور فاعل کا مفعول کے ساتھ التباس کا خطرہ ہو تو فاعل کو مقدم کرنا واجب ہے جیسے ضَرَبَ مُوسٰی عِیسٰی کیونکہ یہاں اعراب لفظی بھی نہیں اور قرینہ بھی نہیں اگر مفعول کو مقدم کریں گے تو التباس لازم آئے گا پتہ نہیں چلے گا کہ فاعل کون ہے اور مفعول کون ہے۔

اگر التباس کا خوف نہ ہو بلکہ معنوی یا لفظی قرینہ فاعل اور مفعول کے امتیاز پر پایا جائے تو مفعول کو فاعل پر مقدم کرنا جائز ہے معنوی قرینہ کی مثال جیسے اَکَلَ الْکُمَّثْرٰی یَحْیٰی، یحیی نے امرود کھایا، اسمیں معنوی قرینہ موجود ہے کہ فاعل یحیی ہے کمثری نہیں، کیونکہ کھانے کا فعل کمثری سے صادر نہیں ہو سکتا اسلیے کہ پھل ماکول ہوتا ہے اٰکِل نہیں، دوسری مثال ضَرَبَ عَمْرًا زَیْدٌ، یہاں اعراب لفظی موجود ہے جو عَمْرًا کے مفعول ہونے پر اور زید کے فاعل ہونے پر دلالت کرتا ہے اس لیے مفعول کو مقدم کرنا جائز ہے۔

قو له وَ یَجُوْزُ حَذْفُ الْفِعْلِ الخ | حذف فعل کے جوازی مقامات

یہاں سے مصنفؒ حذف فعل کے جوازی مقامات بیان کر رہے ہیں

(۱) کہ جب قرینہ پایا جائے تو فعل کو حذف کرنا جائز ہے کیونکہ قرینہ بتلا رہا ہے کہ یہاں فعل محذوف ہے جیسے کوئی آدمی سوال کرے مَنْ ضَرَبَ تو اسکے جواب میں زید کہہ دیا جائے کیونکہ سوال کا قرینہ بتلا رہا ہے کہ یہاں فعل محذوف ہے اصل میں تھا ضَرَبَ زَیْدٌ۔۔

(۲) کبھی قرینہ کے پائے جانے کیوجہ سے فعل اور فاعل دونوں کو حذف کرنا جائز ہے جیسے کوئی سوال کرے اَقَامَ زَیْدٌ تو اسکے جواب میں نَعَمْ کہہ دیا جائے تو یہاں فعل اور فاعل دونوں کو حذف کر کے نعم کو اسکے قائم مقام کر دیا کیونکہ قرینہ پایا جا رہا ہے کہ جو سوال زید کے کھڑے ہونے کے بارے میں ہے اسی کے جواب میں نعم کہا ہے اصل میں تھا نَعَمْ قَامَ زَیْدٌ۔

قو له وَ قَدْ یُحْذَفُ الْفَاعِلُ الخ | کبھی کلام سے فاعل کو حذف کر کے مفعول کو فاعل کے قائم مقام کر دیا جاتا ہے اور فعل معروف کو فعل مجہول بنا دیا جاتا ہے جیسے ضُرِبَ زَیْدٌ اصل تھا ضَرَبَ عَمْرٌو زَیْدًا، تو فاعل کو حذف کر کے مفعول کو اسکے قائم مقام بنا دیا اور فعل معروف کو فعل مجہول بنا دیا اسکا نام ہے مفعول مالم یسم فاعلہ اور یہ مرفوعات کی دوسری قسم ہے۔

فصل: اِذَا تَنَازَعَ الْفِعْلَانِ فِیْ اِسْمٍ ظَاهِرٍ بَعْدَهُمَا اَیْ اَرَادَ كُلٌّ وَاحِدٍ مِنَ الْفِعْلَیْنِ اَنْ یَعْمَلَ فِیْ ذٰلِكَ الْاِسْمِ فَهٰذَا اِنَّمَا یَكُوْنُ عَلٰی اَرْبَعَةِ اَقْسَامٍ الْاَوَّلُ اَنْ

يَتنَا زَعَا فِی الْفَاعِلِيَّةِ فَقَطْ نَحْوُ ضَرَبَنِیْ وَاَكْرَمَنِیْ زَيْدٌ اَلثَّانِیْ اَنْ يَّتَنَا زَعَا فِی الْمَفْعُوْلِيَّةِ فَقَطْ نَحْوُ ضَرَبْتُ وَاَكْرَمْتُ زَيْدًا اَلثَّالِثُ اَنْ يَتَنَا زَعَا فِی الْفَاعِلِيَّةِ وَ الْمَفْعُوْلِيَّةِ وَ يَقْتَضِی الْاَوَّلُ الْفَاعِلَ وَ الثَّانِیْ اَلْمَفْعُوْلَ نَحْوُ ضَرَبَنِیْ وَ اَكْرَمْتُ زَيْدًا اَلرَّابِعُ عَكْسُهٗ نَحْوُ ضَرَبْتُ وَ اَكْرَمَنِیْ زَيْدٌ وَاعْلَمْ اَنَّ فِیْ جَمِيْعِ هٰذِهِ الْاَقْسَامِ يَجُوْزُ اِعْمَالُ الْفِعْلِ الْاَوَّلِ وَاِعْمَالُ الْفِعْلِ الثَّانِیْ خِلَا فًا لِّلْفَرَّاءِ فِی الصُّوْرَةِ الْاُوْلٰی وَالثَّالِثَةِ اَنْ يُّعْمَلَ الثَّانِیْ وَدَلِيْلُهٗ لُزُوْمُ اَحَدِ الْاَمْرَيْنِ اِمَّا حَذْفُ الْفَاعِلِ اَوِ الْاِضْمَارِ قَبْلَ الذِّكْرِ وَ كِلَاهُمَا مَحْظُوْرَانِ وَ هٰذَا فِی الْجَوَازِ۔

ترجمہ: دوسری فصل، جب دو فعل تنازع کریں ایک اسم ظاہر میں جو ان دونوں کے بعد ہو یعنی دو فعلوں میں سے ہر ایک ارادہ کرے کہ وہ اسم ظاہر میں عمل کرے پس یہ نزاع چار قسموں پر ہے، پہلی قسم یہ ہے کہ دونوں فعل صرف فاعلیت میں جھگڑا کریں جیسے ضربنی واکرمنی زید، دوسری قسم یہ ہے کہ دونوں فعل صرف مفعولیت میں جھگڑا کریں جیسے ضربت واکرمت زیدا، تیسری قسم یہ ہے کہ دونوں فعل فاعلیت اور مفعولیت میں جھگڑا کریں اور پہلا فعل فاعل کا اور دوسرا فعل مفعول کا تقاضا کرے جیسے ضربنی واکرمت زیدا، اور چوتھی قسم اسکے عکس ہے (یعنی پہلا فعل مفعول کا اور دوسرا فعل فاعل کا تقاضا کرے) جیسے ضربت واکرمنی زید، اور تو جان بیشک ان تمام اقسام میں فعل اول کو عمل دینا جائز ہے اور فعل ثانی کو بھی، اور یہ بات فراء کے خلاف ہے پہلی اور تیسری صورت میں کہ عمل دیا جائے دوسرے فعل کو اور اسکی دلیل دو امروں میں سے ایک امر کا لازم آنا ہے یا تو فاعل کو حذف کرنا یا اضمار قبل الذکر اور یہ دونوں صورتیں ممنوع ہیں اور یہ اختلاف جواز میں ہے۔

تجزیہ عبارت: مذکورہ عبارت میں مصنفؒ نے تنازع فعلین کی چار صورتیں مع امثلہ بیان کی ہیں اور جمہور اور فراء کا اختلاف فعل اول اور فعل ثانی کو عمل دینے کے جواز اور عدم جواز میں ذکر کیا ہے۔

تشریح :

قوله اِذَا تَنَازَعَ الْفِعْلَانِ الخ تنازع فعلین ایک مشہور معرکۃ الآراء مسئلہ ہے اس کی صورت یہ ہے کہ دو فعل ذکر کئے جائیں اور انکے بعد ایک اسمِ ظاہر ہو پہلا فعل چاہتا ہو کہ یہ میرا معمول بنے اور دوسرا فعل چاہتا ہو کہ یہ میرا معمول بنے دونوں فعلوں کے اقتضاء کے اعتبار سے تنازع فعلین کی چار صورتیں بنتی ہیں۔

تنازع فعلین کی چار صورتیں

(۱) **پہلی صورت** : دونوں فعل فاعلیت میں تنازع کریں یعنی دونوں فعلوں میں سے ہر ایک چاہتا ہو کہ اسم ظاہر میرا فاعل بنے جیسے ضَرَبَنِيْ وَاَكْرَمَنِيْ زَيْدٌ ضَرَبَنِيْ وَاَكْرَمَنِيْ دونوں فعلوں میں سے ہر ایک چاہتا ہے کہ زید میرا فاعل بنے۔

(۲) **دوسری صورت** : دونوں فعل مفعولیت میں تنازع کریں یعنی دونوں فعلوں میں سے ہر ایک تقاضا کرے کہ اسم ظاہر میرا مفعول بنے جیسے ضَرَبْتُ وَاَكْرَمْتُ زَيْدًا اس مثال میں ضربت واکرمت دونوں اسم ظاہر یعنی زید میں تنازع کر رہے ہیں ہر ایک اسے اپنا مفعول بنانا چاہتا ہے۔

(۳) **تیسری صورت** : دونوں فعل فاعلیت اور مفعولیت میں تنازع کریں یعنی پہلے فعل کا تقاضا اسم ظاہر کو فاعل بنانے کا اور دوسرے فعل کا تقاضا مفعول بنانے کا ہو جیسے ضَرَبَنِيْ وَاَكْرَمْتُ زَيْدًا ضربنی زید کو فاعل بنانا چاہتا ہے اور اکرمت مفعول بنانا چاہتا ہے۔

(۴) **چوتھی صورت** : یہ تیسری صورت کے برعکس ہے یعنی پہلا فعل مفعولیت کا اور دوسرا فاعلیت کا تقاضا کرے جیسے ضَرَبْتُ وَاَكْرَمَنِيْ زَيْدٌ ضربتُ زید کو مفعول بنانا چاہتا ہے اور اکرمنی فاعل۔

قوله اِذَا تَنَازَعَ اعتراض تنازع تو ذی روح اور ذی جسد کی صفت ہے فعلان کیسے تنازع کر سکتے ہیں؟

جواب : یہاں تنازع کا حقیقی معنی جھگڑنا مراد نہیں بلکہ مجازی معنی مراد ہے یعنی متوجہ ہونا تو تنازع کا مطلب یہ ہوگا کہ دو فعلوں کا اسم ظاہر کی طرف متوجہ ہونا۔

قوله اَلْفِعْلَانِ **اعتراض**: تنازع کو دو فعلوں میں محصور کرنا صحیح نہیں کیونکہ دو اسم بھی تنازع کرتے ہیں جیسے زَیْدٌ ضَارِبٌ وَمُکْرِمٌ عَمْرًوا اس مثال میں ضارب اور مکرم دو اسم ہیں جو عَمْرًوا میں تنازع کرتے ہیں اس طرح بَکْرٌ کَرِیْمٌ وَشَرِیْفٌ اَبُوْہُ اس مثال میں کریم اور شریف دونوں اسم ابوہ میں تنازع کر رہے ہیں۔

جواب (۱) فعلان سے مراد عاملان ہیں خواہ وہ دونوں فعل ہوں یا اسم یعنی اسم فاعل اسم مفعول وغیرہ۔

جواب (۲) فعل عمل میں اصل ہے اور اسم فرع ہے جب اصل کا ذکر کر دیا تو فرع خود بخود ضمن میں آگئی۔

اعتراض: دو فعلوں میں تنازع کو محصور کرنا ٹھیک نہیں ہے کیونکہ بعض مثالیں ایسی ہیں جن میں پانچ پانچ فعل تنازع کر رہے ہیں جیسے کَمَا صَلَّیْتَ وَسَلَّمْتَ وَبَارَکْتَ وَرَحِمْتَ وَتَرَحَّمْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ اس مثال میں لفظ ابراھیم میں پانچ فعل تنازع کر رہے ہیں چنانچہ دو فعلوں کی تخصیص کرنا صحیح نہیں ہے۔

جواب: اس سے مقصود اقل عدد کو بیان کرنا ہے جو تنازع کی صلاحیت رکھتے ہیں اس سے زیادتی کی نفی مراد نہیں۔

قوله وَاعْلَمْ اَنَّ فِیْ جَمِیْعِ ھٰذِہِ الْاَقْسَامِ الخ مذکورہ تمام صورتوں میں فعل اول کو عمل دینا بھی جائز ہے اور فعل ثانی کو بھی یعنی اسم ظاہر کو چاہے پہلے فعل کا معمول بنادو چاہے دوسرے فعل کا بصریوں اور کوفیوں کا اس پر اتفاق ہے۔

لیکن فراء کے نزدیک پہلی اور تیسری صورت میں فعل ثانی کو عمل دینا جائز نہیں کیونکہ اس سے دو خرابیاں لازم آتی ہیں (۱) اگر دوسرے فعل کا معمول بناؤ گے تو پہلے فعل میں ضمیر ماننا پڑیگی تو اضمار قبل الذکر لفظاً اور رتبةً لازم آئے گا (۲) یا پھر پہلے فعل میں فاعل کو حذف مانیں گے فاعل چونکہ کلام میں عمدہ ہوتا ہے اور عمدہ کا حذف لازم آئے گا اسلئے یہ دونوں صورتیں ممنوع ہیں لہذا پہلی اور تیسری صورت میں اسم ظاہر کو پہلے فعل کا معمول بنانا ضروری ہے فراء کا یہ اختلاف جمہور سے جواز کی صورت میں ہے اولی اور مختار ہونے میں اختلاف نہیں۔

وَاَمَّا الْاِخْتِیَارُ فَفِیْہِ خِلَافُ الْبَصْرِیِّیْنَ فَاِنَّھُمْ یَخْتَارُوْنَ اِعْمَالَ الْفِعْلِ الثَّانِیْ اِعْتِبَارًا لِلْقُرْبِ وَالْجِوَارِ وَالْکُوْفِیُّوْنَ یَخْتَارُوْنَ اِعْمَالَ الْفِعْلِ الْاَوَّلِ مُرَاعَاةً

لِلتَّقْدِيْمِ وَالْاِسْتِحْقَاقِ فَاِنْ اَعْمَلْتَ الثَّانِيَ فَانْظُرْ اِنْ كَانَ الْفِعْلُ الْاَوَّلُ يَقْتَضِي الْفَاعِلَ اَضْمَرْتَهُ فِي الْاَوَّلِ كَمَاتَقُوْلُ فِي الْمُتَوَافِقَيْنِ ضَرَبَنِيْ وَاَكْرَمَنِيْ زَيْدٌ وَ ضَرَبَانِيْ وَاَكْرَمَنِي الزَّيْدَانِ وَضَرَبُوْنِيْ وَاَكْرَمَنِي الزَّيْدُوْنَ وَفِي الْمُتَخَالِفَيْنِ ضَرَبَنِيْ وَاَكْرَمْتُ زَيْدًا وَ ضَرَبَانِيْ وَاَكْرَمْتُ الزَّيْدَيْنِ وَضَرَبُوْنِيْ وَاَكْرَمْتُ الزَّيْدِيْنَ وَاِنْ كَانَ الْفِعْلُ الْاَوَّلُ يَقْتَضِي الْمَفْعُوْلَ وَلَمْ يَكُنِ الْفِعْلَانِ مِنْ اَفْعَالِ الْقُلُوْبِ حَذَفْتَ الْمَفْعُوْلَ مِنَ الْفِعْلِ كَمَاتَقُوْلُ فِي الْمُتَوَافِقَيْنِ ضَرَبْتُ وَاَكْرَمْتُ زَيْدًاوَضَرَبْتُ وَاَكْرَمْتُ الزَّيْدَيْنِ وَضَرَبْتُ وَاَكْرَمْتُ الزَّيْدِيْنَ وَ فِي الْمُتَخَالِفَيْنِ ضَرَبْتُ وَاَكْرَمَنِيْ زَيْدٌ وَضَرَبْتُ وَاَكْرَمَنِي الزَّيْدَانِ وَضَرَبْتُ وَاَكْرَمَنِي الزَّيْدُوْنَ

ترجمہ: اور بہر حال مختار تو اس میں بصریوں کا اختلاف ہے بس وہ فعل ثانی کے عمل دینے کو اختیار کرتے ہیں قرب اور پڑوس کا اعتبار کرتے ہوئے اور کوفی فعل اول کے عمل دینے کو اختیار کرتے ہیں تقدیم اور استحقاق کی رعایت کرتے ہوئے، پس اگر تو فعل ثانی کو عمل دے پس تو دیکھ اگر فعل اول فاعل کا تقاضا کرتا ہے تو فعل اول میں فاعل کی ضمیر لے آ، جیسے تو کہے موافقین میں ضَرَبَنِيْ وَاَكْرَمَنِيْ زَيْدٌ ضَرَبَانِيْ وَاَكْرَمَنِي الزَّيْدَانِ وَ ضَرَبُوْنِيْ وَاَكْرَمَنِي الزَّيْدُوْنَ اور متخالفین میں تو کہے ضَرَبَنِيْ وَاَكْرَمْتُ زَيْدًا ضَرَبَانِيْ وَاَكْرَمْتُ الزَّيْدَيْنِ ضَرَبُوْنِيْ وَاَكْرَمْتُ الزَّيْدِيْنَ اگر فعل اول مفعول کا تقاضا کرتا ہے اور دونوں فعل افعال قلوب میں سے نہ ہوں تو مفعول کو حذف مان لے فعل اول سے جیسے تو کہے متوافقین میں ضَرَبْتُ وَاَكْرَمْتُ زَيْدًا ضَرَبْت وَاَكْرَمْتُ الزَّيْدَيْنِ ضَرَبْت وَاَكْرَمْتُ الزَّيْدِيْنَ اور متخالفین میں جیسے ضَرَبْتُ وَاَكْرَمَنِيْ زَيْدٌ ضَرَبْتُ وَاَكْرَمَنِي الزَّيْدَانِ ضَرَبْتُ وَاَكْرَمَنِي الزَّيْدُوْنَ

تجزیہ عبارت: مصنفؒ نے مذکورہ عبارت میں بصریوں اور کوفیوں کا مختار مذہب بیان کیا اور بصریوں کے مذہب کے مطابق مثالیں پیش کی ہیں۔

تشریح:

قوله وَاَمَّا الْاِخْتِيَارُ فَفِيْهِ خِلَافُ الْبَصْرِيِّيْنَ الخ مذکورہ صورتوں میں اسم ظاہر کو پہلے کا معمول بنانا بھی جائز ہے اور دوسرے فعل کا بھی' البتہ اولی اور مختار ہونے میں بصریوں اور کوفیوں کا اختلاف ہے' بصریوں کے نزدیک دوسرے فعل کا معمول بنانا زیادہ افضل اور مختار ہے' اس پر دو دلیلیں پیش کرتے ہیں '(۱) پہلی دلیل' اسم ظاہر دوسرے فعل کے زیادہ قریب ہے بنسبت فعل اول کے اور الحق للجوار کے تحت دوسرے فعل کا معمول بنانا زیادہ بہتر ہے (۲) دوسری دلیل یہ ہے کہ اگر اسم ظاہر کو فعل اول کا معمول بنایا جائے تو عامل اور معمول کے درمیان اجنبی یعنی فعل ثانی کا فاصلہ لازم آئے گا اس لئے دوسرے فعل کا معمول بنانا مختار ہے۔

قوله وَالْكُوْفِيُّوْنَ الخ کوفیوں کے نزدیک اسم ظاہر کو فعل اول کا معمول بنانا زیادہ بہتر اور مختار ہے' کوفی اس پر دو دلیلیں پیش کرتے ہیں (۱) پہلی دلیل کہ فعل اول مقدم ہے **الفضل للمتقدم** اور **الاقدم فالاقدم** کے پیش نظر فعل اول کا حق زیادہ ہے اسلئے اسم ظاہر کو پہلے کا معمول بنانا اولی ہے '(۲) دوسری دلیل یہ ہے کہ اگر اسم ظاہر کو دوسرے فعل کا معمول بناؤ گے تو پہلے فعل میں فاعل یا مفعول کی ضمیر ماننی پڑیگی تو اضمار قبل الذکر لازم آئے گا' اسلئے فعل اول کا معمول بنانا مختار ہے۔

قوله فَاِنْ اَعْمَلْتَ الثَّانِيَ الخ مصنف نے پہلے بصریوں اور کوفیوں کا مختار مذہب بیان کیا اب دونوں کے مذہب کی تفصیل بیان کرتے ہیں کہ اگر تم بصریوں کے مذہب کے مطابق دوسرے فعل کو اسم ظاہر میں عامل بناؤ گے تو اگر پہلا فعل فاعل کا تقاضا کرتا ہے تو پہلے فعل میں فاعل کی ضمیر مان لو اسم ظاہر کے موافق' اگر اسم ظاہر مفرد ہے تو پہلے فعل میں فاعل کی مفرد ضمیر لائیں گے جیسے متوافقین میں یعنی جب دونوں فعل فاعل کا تقاضا کریں جیسے ضَرَبَنِيْ وَاَكْرَمَنِيْ زَيْدٌ' اگر اسم ظاہر تثنیہ ہے تو پہلے فعل میں فاعل کی ضمیر بھی تثنیہ لائیں گے جیسے ضَرَبَانِيْ وَاَكْرَمَنِيْ الزَّيْدَانِ اور اگر اسم ظاہر جمع ہو تو پہلے فعل میں فاعل کی ضمیر بھی جمع لائیں گے جیسے ضَرَبُوْنِيْ وَاَكْرَمَنِيْ الزَّيْدُوْنَ' اور متخالفین میں یعنی فعل اول فاعل کا اور فعل ثانی مفعول کا تقاضا کرے تو فعل اول میں فاعل کی ضمیر اسم ظاہر کے مطابق واحد 'تثنیہ یا جمع لائی جائیگی جیسے ضَرَبَنِيْ وَ اَكْرَمْتُ زَيْداً ضَرَبَانِيْ

وَاَكْرَمْتُ الزَّيْدَيْنِ ضَرَبُوْنِىْ وَاَكْرَمْتُ الزَّيْدِيْنَ –

قوله وَ اِنْ كَانَ الْفِعْلُ الْاَوَّلُ يَقْتَضِى الْمَفْعُوْلَ الخ | اگر فعل اول مفعول کا تقاضا کرتا ہو اور دونوں فعلوں میں کوئی فعل افعال قلوب میں سے نہ ہو' تو بصریوں کے مذہب کے مطابق جب اسم ظاہر کو فعل ثانی کا معمول بنائیں گے تو پہلے فعل میں مفعول کو محذوف مان لیں گے اور مفعول کو محذوف ماننے میں کوئی حرج نہیں' کیونکہ مفعول کلام میں فضلہ ہوتا ہے اور فضلہ کا حذف جائز ہوتا ہے' جیسے متوافقین میں یعنی دونوں فعل مفعول کا تقاضا کریں جیسے ضَرَبْتُ وَاَكْرَمْتُ زَيْدًا ضَرَبْتُ وَاَكْرَمْتُ الزَّيْدَيْنِ ضَرَبْتُ وَاَكْرَمْتُ الزَّيْدِيْنَ' اور جیسے متخالفین میں یعنی فعل اول مفعول کا تقاضا کرے اور فعل ثانی فاعل کا' تو جب اسم ظاہر کو فعل ثانی کا فاعل بنائیں گے تو فعل اول میں مفعول کو محذوف مان لیں گے جیسے ضَرَبْتُ وَاَكْرَمَنِىْ زَيْدٌ ضَرَبْتُ وَاَكْرَمَنِىْ الزَّيْدَانِ ضَرَبْتُ وَاَكْرَمَنِىْ الزَّيْدُوْنَ–

وَ اِنْ كَانَ الْفِعْلَانِ مِنْ اَفْعَالِ الْقُلُوْبِ يَجِبُ اِظْهَارُ الْمَفْعُوْلِ لِلْفِعْلِ الْاَوَّلِ كَمَا تَقُوْلُ حَسِبَنِىْ مُنْطَلِقًا وَحَسِبْتُ زَيْدًا مُنْطَلِقًا اِذْلَا يَجُوْزُ حَذْفُ الْمَفْعُوْلِ مِنْ اَفْعَالِ الْقُلُوْبِ وَاِضْمَارُ الْمَفْعُوْلِ قَبْلَ الذِّكْرِ هٰذَا هُوَ مَذْهَبُ الْبَصْرِيِّيْنَ وَاَمَّا اِنْ اَعْمَلْتَ الْفِعْلَ الْاَوَّلَ عَلٰى مَذْهَبِ الْكُوْفِيِّيْنَ فَانْظُرْ اِنْ كَانَ الْفِعْلُ الثَّانِىْ يَقْتَضِى الْفَاعِلَ اَضْمَرْتَ الْفَاعِلَ فِى الْفِعْلِ الثَّانِىْ كَمَا تَقُوْلُ فِى الْمُتَوَافِقَيْنِ ضَرَبَنِىْ وَاَكْرَمَنِىْ زَيْدٌ وَضَرَبَنِىْ وَاَكْرَمَانِىْ الزَّيْدَانِ وَضَرَبَنِىْ وَاَكْرَمُوْنِىْ الزَّيْدُوْنَ وَفِى الْمُتَخَالِفَيْنِ ضَرَبْتُ وَاَكْرَمَنِىْ زَيْدًا وَضَرَبْتُ وَاَكْرَمَانِىْ الزَّيْدَيْنِ وَضَرَبْتُ وَاَكْرَمُوْنِىْ الزَّيْدِيْنَ وَ اِنْ كَانَ الْفِعْلُ الثَّانِىْ يَقْتَضِى الْمَفْعُوْلَ وَلَمْ يَكُنِ الْفِعْلَانِ مِنْ اَفْعَالِ الْقُلُوْبِ جَازَ فِيْهِ الْوَجْهَانِ حَذْفُ الْمَفْعُوْلِ وَ الْاِضْمَارِ وَالثَّانِىْ هُوَالْمُخْتَارُ لِيَكُوْنَ الْمَلْفُوْظُ

مُطَابِقًا لِلْمُرَادِ اَمَّا الْحَذْفُ فَكَمَا تَقُوْلُ فِی الْمُتَوَافِقِیْنِ ضَرَبْتُ وَاَكْرَمْتُ زَيْدًا وَضَرَبْتُ وَاَكْرَمْتُ الزَّيْدَيْنِ وَضَرَبْتُ وَاَكْرَمْتُ الزَّيْدِيْنَ وَفِی الْمُتَخَالِفَيْنِ ضَرَبَنِیْ وَاَكْرَمْتُ زَيْدٌ وَ ضَرَبَنِیْ وَاَكْرَمْتُ الزَّيْدَانِ وَضَرَبَنِیْ وَاَكْرَمْتُ الزَّيْدُوْنَ وَ اَمَّا الْاِضْمَارُ فَكَمَا تَقُوْلُ فِی الْمُتَوَافِقَيْنِ ضَرَبْتُ وَاَكْرَمْتُهٗ زَيْدًا وَضَرَبْتُ وَاَكْرَمْتُهُمَا الزَّيْدَيْنِ وَ ضَرَبْتُ وَاَكْرَمْتُهُمْ الزَّيْدِيْنَ وَ فِی الْمُتَخَالِفَيْنِ ضَرَبَنِیْ وَاَكْرَمْتُهٗ زَيْدٌ وَضَرَبَنِیْ وَاَكْرَمْتُهُمَا الزَّيْدَانِ وَضَرَبَنِیْ وَاَكْرَمْتُهُمْ الزَّيْدُوْنَ

ترجمہ :اگر دونوں فعل افعال قلوب میں سے ہوں تو فعل اول کیلئے مفعول کو ظاہر کرنا ضروری ہے جیسے تو کہے حَسِبَنِیْ مُنْطَلِقاً وَحَسِبْتُ زَيْدًا مُنْطَلِقًا اسلئے کہ افعال قلوب سے مفعول کا حذف کرنا جائز نہیں اور اضمار قبل الذکر بھی جائز نہیں اور یہ بصریوں کا مذہب ہے اور بہر حال اگر تونے فعل اول کو عمل دیا کوفیوں کے مذہب کی بنا پر ،پس تو دیکھ کہ اگر فعل ثانی فاعل کا تقاضا کرتا ہے تو فعل ثانی میں فاعل کی ضمیر لے آ جیسے تو کہے متوافقین میں ضَرَبَنِیْ وَاَكْرَمَنِیْ زَيْدٌ ضَرَبَنِیْ وَاَكْرَمَانِیْ الزَّيْدَانِ ضَرَبَنِیْ وَاَكْرَمُوْنِیْ الزَّيْدُوْنَ اور متخالفین میں تو کہے ضَرَبْتُ وَاَكْرَمَنِیْ زَيْدًا ضَرَبْتُ وَاَكْرَمَانِیْ الزَّيْدَيْنِ ضَرَبْتُ وَاَكْرَمُوْنِیْ الزَّيْدِيْنَ اور اگر فعل ثانی مفعول کا تقاضا کرتا ہے اور وہ دونوں فعل افعال قلوب میں سے نہیں ہیں تو اسمیں دو وجہیں جائز ہیں مفعول کا حذف کرنا اور ضمیر لانا اور دوسری صورت مختار ہے تاکہ ملفوظ مراد کے مطابق ہو جائے' بہر حال حذف کی صورت میں پس جیسے تو متوافقین میں کہے ضَرَبْتُ وَاَكْرَمْتُ زَيْدًا ضَرَبْتُ وَاَكْرَمْتُ الزَّيْدَيْنِ ضَرَبْتُ وَاَكْرَمْتُ الزَّيْدِيْنَ اور متخالفین میں ضَرَبَنِیْ وَاَكْرَمْتُ زَيْدٌ ضَرَبَنِیْ وَاَكْرَمْتُ الزَّيْدَانِ ضَرَبَنِیْ وَاَكْرَمْتُ الزَّيْدُوْنَ بہر حال ضمیر لانا جیسے تو کہے متوافقین میں ضَرَبْتُ وَاَكْرَمْتُهٗ زَيْدًا ضَرَبْتُ وَاَكْرَمْتُهُمَا الزَّيْدَيْنِ ضَرَبْتُ وَاَكْرَمْتُهُمْ الزَّيْدِيْنَ اور متخالفین میں ضَرَبَنِیْ وَاَكْرَمْتُهٗ زَيْدٌ وَضَرَبَنِیْ وَاَكْرَمْتُهُمَا الزَّيْدَانِ ضَرَبَنِیْ وَاَكْرَمْتُهُمْ الزَّيْدُوْنَ -

تجزیہ عبارت : صاحب کتاب نے مذکورہ بالا عبارت میں یہ بیان کیا ہے کہ اگر وہ دونوں فعل افعال قلوب میں سے ہوں تو مفعول کو فعل اول کیلئے ظاہر کرنا واجب ہوگا اسکی مثالیں دی ہیں اور کوفیوں کے مذہب کے

مطابق جب اسم ظاہر فعل اول کا معمول بنائیں گے تو فعل ثانی میں ضمیر لائیں گے اسکی بھی چند مثالیں دی ہیں۔

تشریح

قولہ وَ اِنْ کَانَ الْفِعْلَانِ الخ اگر دونوں فعل افعال قلوب میں سے ہوں تو بصریوں کے مذہب کے مطابق جب اسم ظاہر کو فعل ثانی کا معمول بنائیں گے تو فعل اول کے مفعول کو محذوف ماننا جائز نہ ہوگا' بلکہ مفعول کو ظاہر کرنا ضروری ہوگا جیسے حَسِبَنِیْ مُنْطَلِقًا وَحَسِبْتُ زَیْدًا مُنْطَلِقًا اصل میں یوں تھا حَسِبَنِیْ حَسِبْتُ زَیْدًا مُنْطَلِقًا حَسِبَنِیْ میں ضمیر مفعول اول ہے اور حسبت کیلئے زیدا مفعول اول ہے اب یہ دونوں فعل منطلقا میں تنازع کر رہے ہیں ہر ایک اسے مفعول بنانا چاہتا ہے' چنانچہ بصریوں کے مذہب کے مطابق منطلقا کو دوسرے فعل کا مفعول ثانی بنا دیا'
اور پہلے فعل میں مفعول کو محذوف ماننا جائز نہیں کیونکہ یہ افعال قلوب میں سے ہے اور ایک مفعول پر اکتفا کرنا جائز نہیں' لھذا دونوں مفعولوں کو ذکر کرنا ضروری ہے اور مفعول کی بجائے مفعول کی ضمیر لانا بھی جائز نہیں کیونکہ اضمار قبل الذکر کی خرابی لازم آئیگی اس لئے پہلے فعل میں بھی مفعول ثانی منطلقا کو ظاہر کریں گے عبارت یوں ہو جائے حَسِبَنِیْ مُنْطَلِقًا وَحَسِبْتُ زَیْدًا مُنْطَلِقًا۔

قولہ وَاِمَّا اِنْ اَعْمَلْتَ الْفِعْلَ الْاَوَّلَ الخ یہاں سے مصنفؒ کوفیوں کا مذہب بیان کرتے ہیں کوفیوں کے مذہب کے مطابق اسم ظاہر کو پہلے فعل کا معمول بنایا جائے گا اور دوسرا فعل اگر فاعل کا تقاضا کرے تو دوسرے فعل میں فاعل کو ضمیر مان لی جائے گی' جیسے متوافقین میں یعنی جب دونوں فعل فاعل کا تقاضا کریں جیسے ضَرَبَنِیْ وَاَکْرَمَنِیْ زَیْدٌ میں زید کو ضربنی کا فاعل بنائیں گے اور اکرمنی میں ھو ضمیر اس کا فاعل مان لیں گے اور جیسے ضَرَبَنِیْ وَاَکْرَمَانِیْ الزَّیْدَانِ میں الزیدان کو ضربنی کا فاعل بنائیں گے اور اکرمانی میں الف ضمیر بارز اسکا فاعل بنائیں گے اور جیسے ضَرَبَنِیْ وَاَکْرَمُوْنِیْ الزَّیْدُوْنَ میں الزیدون کو ضربنی کا فاعل بنائیں گے اور اکرمونی میں واؤ ضمیر بارز اس کا فاعل مانیں گے۔

قولہ وَفِی الْمُتَخَالِفَیْنِ الخ اگر دونوں فعل تقاضے میں مختلف ہوں یعنی فعل اول مفعول کا اور فعل ثانی فاعل

کا تقاضا کرے تو کوفیوں کے مذہب کے مطابق اسم ظاہر کو فعل اول کا معمول بنایا جائیگا اور فعل ثانی میں ضمیر لائیں گے، جیسے ضربت واکرمنی زیدا اس مثال میں زیدا کو ضربت کا مفعول بنائیں گے اور اکرمنی میں ھو ضمیر مستتر اسکا فاعل بنائیں گے اور جیسے ضَرَبْتُ وَ اَکْرَمَانِیْ الزَّیْدَیْنِ میں' الزَّیْدَیْن کو ضربت کا مفعول اور اکرمانی میں الف ضمیر بارز فاعل بنائیں گے اور جیسے ضَرَبْتُ وَاَکْرَمُوْنِیْ الزَّیْدِیْنَ میں الزَّیْدِیْنَ کو ضربت کا مفعول بنائیں گے اور اکرمونی میں واؤ ضمیر بارز اس کا فاعل بنائیں گے۔

قوله وَ اِنْ کَانَ الْفِعْلُ یَقْتَضِی الْمَفْعُوْلَ الخ کوفیوں کے مذہب کے مطابق اسم ظاہر کو فعل اول کا معمول بنائیں گے اور اگر فعل ثانی مفعول کا تقاضا کرتا ہے اور وہ دونوں فعل افعال قلوب میں سے بھی نہیں تو اس میں دو صورتیں جائز ہیں (۱) فعل ثانی میں مفعول کو محذوف مان لیا جائے (۲) فعل ثانی میں مفعول کی ضمیر لے آئیں لیکن ضمیر لانا مختار ہے اگرچہ فعل ثانی میں مفعول محذوف ماننا بھی جائز ہے اور ضمیر لانا اس وجہ سے مختار ہے تاکہ ملفوظ مقصود کے مطابق ہو جائے کیونکہ مقصود یہ ہے کہ اسم دونوں فعلوں کا مفعول ہے اگر فعل ثانی میں ضمیر نہ لائیں تو یہ وہم ہوگا کہ فعل ثانی کا معمول فعل اول کے مغایر ہے حالانکہ یہ مراد نہیں۔

قوله اِمَّا الْحَذْفُ فَکَمَا تَقُوْلُ الخ کوفیوں کے مذہب کے مطابق جب اسم ظاہر کو فعل اول کا معمول بنایا تو فعل ثانی میں مفعول کو محذوف مانا جائے گا، جیسے متوافقین میں ضَرَبْتُ وَاَکْرَمْتُ زَیْدًا اس مثال میں زیدا کو ضربت کا مفعول بنایا اور اکرمت کا مفعول محذوف مان لیا اسی طرح ضربتُ واکرمتُ الزیدَیْنِ ضربت واکرمتُ الزیدِیْنَ میں اسم ظاہر کو فعل اول کا مفعول بنایا اور فعل ثانی کا مفعول محذوف مان لیا اور متخالفین میں جب فعل اول فاعل کا اور فعل ثانی مفعول کا تقاضا کرے جیسے ضربنی واکرمتُ زیدٌ ضربنی واکرمتُ الزیدَانِ ضربنی واکرمتُ الزیدُونَ ان تمام مثالوں میں اسم ظاہر کو فعل اول کا معمول بنایا اور فعل ثانی کا مفعول محذوف ہے

قوله اَمَّا الْاِضْمَارُ فَکَمَا تَقُوْلُ الخ جب اسم ظاہر کو فعل اول کا معمول بنائیں گے تو فعل ثانی میں ضمیر لائیں گے، جیسے متوافقین میں یعنی جب دونوں فعل مفعول کا تقاضا کریں جیسے ضَرَبْتُ وَاَکْرَمْتُهٗ زَیْدًا، ضَرَبْتُ وَاَکْرَمْتُهُمَا الزَّیْدَیْنِ، ضَرَبْتُ وَ اَکْرَمْتُهُمْ الزَّیْدِیْنَ ان مثالوں میں کوفیوں کے مذہب کے مطابق فعل اول کو عمل دیا اور فعل ثانی میں مفعول کی ضمیر لائے۔ اور متخالفین میں یعنی فعل اول فاعل کا تقاضا کرے اور فعل ثانی مفعول

کا تقاضا کرے جیسے ضَرَبَنِيْ وَاَكْرَمْتُهٗ زَيْدٌ، ضَرَبَنِيْ واكرمتُهُمَا الزيدَ انِ، ضربنى واكرمتهم الزيد و نَ، ان مثالوں میں اسم ظاہر کو فعل اول کا فاعل بنایا ہے اور فعل ثانی میں مفعول کی ضمیر لائے ہیں۔

وَ اَمَّا اِذَا كَا نَ الْفِعْلَانِ مِنْ اَفعا لِ الْقُلُوْبِ فَلَا بُدَّمِنْ اِظْهَارِ الْمَفْعُوْلِ كَمَا تَقُوْلُ حَسِبَنِيْ وَ حَسِبْتُهُمَا مُنْطَلِقَيْنِ الزَّيْدَ انِ مُنْطَلِقًا وَ ذٰلِكَ لِاَنَّ حَسِبَنِيْ وَ حَسِبْتُهُمَا تَنَا زَعَا فِيْ مُنْطَلِقًا وَ اَعْمَلْتَ الْاَوَّلَ وَ هُوَ حَسِبَنِيْ وَ اَظْهَرْتَ الْمَفْعُوْلَ فِي الثَّانِيْ فَاِنْ حَذَفْتَ مُنْطَلِقَيْنِ وَ قُلْتَ حَسِبَنِيْ وَ حَسِبْتُهُمَا الزَّيْدَانِ مُنْطَلِقًا يَلْزِمُ الْاِقْتِصَارُ عَلٰى اَحَدِ الْمَفْعُوْلَيْنِ فِيْ اَفْعَالِ الْقُلُوْبِ وَ هُوَ غَيْرُ جَائِزٍ وَاِنْ اَضْمَرْتَ فَلَا يَخْلُوْ مِنْ اَنْ تُضْمِرَ مُفْرَدًا وَ تَقُوْلُ حَسِبَنِيْ وَ حَسِبْتُهُمَا اِيَّاهُ الزَّيْدَانِ مُنْطَلِقًا وَ حِيْنَئِذٍ لَا يَكُوْنُ الْمَفْعُوْلُ الثَّانِيْ مُطَابِقًا لِلْمَفْعُوْلِ الْاَوَّلِ وَ هُوَ هُمَا فِيْ قَوْلِكَ حَسِبْتُهُمَا وَلَا يَجُوْزُ ذٰلِكَ اَوْ اَنْ تُضْمِرَ مُثَنًّى وَ تَقُوْلُ حَسِبَنِيْ وَ حَسِبْتُهُمَا اِيَّا هُمَا الزَّيْدَانِ مُنْطَلِقًا وَ حِيْنَئِذٍ يَلْزِمُ عَوْدُ الضَّمِيْرِ الْمُثَنّٰى اِلَى اللَّفْظِ الْمُفْرَدِ وَ هُوَ مُنْطَلِقًا الَّذِيْ وَقَعَ فِيْهِ التَّنَا زُعُ وَ هٰذَا اَيْضًا لَا يَجُوْزُ وَاِذَا لَمْ يَجُزِ الْحَذْفُ وَالْاِضْمَارُ كَمَا عَرَفْتَ وَجَبَ الْاِظْهَارُ۔

ترجمہ: اور بہر حال جب دونوں فعل افعال قلوب میں سے ہوں تو ضروری ہے مفعول کو ظاہر کرنا (لفظوں میں)۔ جیسے تو کہے حسبنی و حسبتهما منطلقين الزيد ان منطلقا، اور یہ اس لئے کہ حسبنی اور حسبتهما دونوں نے منطلقا میں جھگڑا کیا اور تو نے فعل اول کو عمل دے دیا اور وہ حسبنی ہے اور فعل ثانی میں تو نے مفعول کو ظاہر کر دیا، پس اگر تو (کلام سے) منطلقین کو حذف کرے اور تو یوں کہے حسبنی و حسبتهما الزيد ان منطلقا تو لازم آئے گا اقتصار کرنا افعال قلوب کے دو مفعولوں میں سے ایک پر اور وہ جائز نہیں، اور اگر تو ضمیر لائے پس خالی نہیں اس سے کہ تو مفرد کی ضمیر لائے اور کہے حسبنی و حسبتهما ايا ه الزيد ان منطلقا تو اس صورت میں

مفعول ثانی مفعول اول کے مطابق نہ ہوگا اور وہ ھما ہے تمہارے قول حسبتھما میں، اور یہ جائز نہیں پایا گیا تو تثنیہ کی ضمیر لاتے اور یوں کہے حسبنی و حسبتھما ایا ھما الزید ان منطلقا تو اس وقت تثنیہ کی ضمیر کا مرجع مفرد ہونا لازم آئے گا اور وہ منطلقا ہے جس میں تنازع واقع ہے اور یہ بھی جائز نہیں اور جب حذف کرنا اور ضمیر کا لانا دونوں جائز نہیں جیسا کہ تو نے پہچان لیا تو اظہار کرنا واجب ہوگا۔

تجزیہ عبارت: مصنفؒ نے مذکورہ عبارت میں یہ بیان کیا ہے کہ اگر تنازع کرنے والے دونوں فعل افعال قلوب میں سے ہوں تو فعل ثانی کے لئے دوسرے مفعول کو ظاہر کرنا ضروری ہے حذف ماننا یا ضمیر کا لانا جائز نہیں

تشریح:

قولہ اَمَّا اِذَا کَانَ الْفِعْلَانِ مِنْ اَفْعَالِ الْقُلُوْبِ الخ اگر تنازع کرنے والے دونوں فعل افعال قلوب میں سے ہوں چونکہ افعال قلوب دو مفعولوں کا تقاضا کرتے ہیں اسلئے دو مفعولوں میں سے ایک کو ذکر کرکے دوسرے کو حذف کرنا جائز نہیں لہٰذا دونوں کو ظاہر کرنا ضروری ہے جیسے حَسِبَنِیْ وَ حَسِبْتُھُمَا مُنْطَلِقَیْنِ الزَّیْدَ انِ مُنْطَلِقًا اصل میں تھا حسبنی و حسبتھما الزید ان منطلقا اس مثال میں حسبنی اور حسبتھما منطلقا میں جھگڑا کر رہے ہیں کہ کوفیوں کے مذہب کے مطابق منطلقا کو فعل اول کا مفعول ثانی بنادیا تو دوسرے فعل کے لئے مفعول کو ظاہر کرنا ضروری ہے کیونکہ یہ افعال قلوب میں سے ہے لہٰذا حسبتھما کے لیے مفعول ثانی منطلقین کو ظاہر کر دیا تو عبارت یوں بن گئی حسبنی و حسبتھما منطلقین الزید ان منطلقا۔

قولہ وَاِنْ اَضْمَرْتَ فَلَا یَخْلُوْ الخ مذکورہ مثال میں جب فعل اول کو عمل دیا تو فعل ثانی کے لیے مفعول کی ضمیر لانا جائز نہیں کیونکہ ضمیر مفرد کی لائی جائے گی یا تثنیہ کی، اور اگر ضمیر مفرد کی لاکر یوں کہا جائے حسبنی و حسبتھما ایاہ الزید ان منطلقا تو اس صورت میں حسبت کے دونوں مفعولوں میں مطابقت نہیں رہے گی کیونکہ حسبتھما میں ھما ضمیر تثنیہ ہے اور ایاہ مفرد ہے حالانکہ دونوں میں مطابقت ضروری ہے اسلئے کہ دونوں ضمیروں کا مصداق ایک ہے لہٰذا مفرد اسکا مصداق ہوگا یا تثنیہ دونوں نہیں ہو سکتے۔

قولہ وَاَنْ تُضْمِرَ مُثَنًّی الخ دوسری صورت یہ ہے مذکورہ مثال میں حسبتھما کے لیے مفعول ثانی تثنیہ کی

ضمیر لائی جائے گی اور یوں کہا جائے گا حسبنی و حسبتهما ایا هما الزید ان منطلقا تو یہ بھی جائز نہیں ہے کیونکہ اس صورت میں ضمیر اور مرجع کے درمیان مطابقت نہیں رہتی اس لیے کہ ایاھما تثنیہ کی ضمیر ہے اور اسکا مرجع منطلقا وہ مفرد ہے اور تنازع اسی منطلقا میں واقع ہے پس حذف مفعول ثانی اور ضمیر لانا جائز نہ ہوا تو لہذا دوسرے مفعول کو ظاہر کرنا ضروری ہے۔

فصل: مَفْعُوْلُ مَا لَمْ يُسَمَّ فَاعِلُهٗ وَ هُوَ كُلُّ مَفْعُوْلٍ حُذِفَ فَاعِلُهٗ وَ اُقِيْمَ هُوَ مَقَامَهٗ نَحْوُ ضُرِبَ زَيْدٌ وَ حُكْمُهٗ فِيْ تَوْحِيْدِ فِعْلِهٖ وَ تَثْنِيَتِهٖ وَ جَمْعِهٖ وَ تَذْكِيْرِهٖ وَ تَانِيْثِهٖ عَلٰى قِيَاسِ مَا عَرَفْتَ فِى الْفَاعِلِ۔

فصل: اَلْمُبْتَدَاءُ وَ الْخَبَرُ هُمَا اِسْمَانِ مُجَرَّدَانِ عَنِ الْعَوَامِلِ اللَّفْظِيَّةِ اَحَدُ هُمَا مُسْنَدٌ اِلَيْهِ وَ يُسَمّٰى الْمُبْتَدَاءُ وَالثَّانِىْ مُسْنَدٌ بِهٖ وَ يُسَمّٰى الْخَبَرُ نَحْوُ زَيْدٌ قَائِمٌ وَ الْعَامِلُ فِيْهِمَا مَعْنَوِيٌّ وَ هُوَ الْاِبْتِدَاءُ وَاَصْلُ الْمُبْتَدَاءِ اَنْ يَكُوْنَ مَعْرِفَةً وَاَصْلُ الْخَبَرِ اَنْ يَكُوْنَ نَكِرَةً وَ النَّكِرَةُ اِذَاوُصِفَتْ جَازَ اَنْ تَقَعَ مُبْتَدَاءً نَحْوُ قَوْلِهٖ تَعَالٰى وَلَعَبْدٌ مُؤْمِنٌ خَيْرٌ مِّنْ مُشْرِكٍ وَ كَذَا اِذَا تُخُصِّصَتْ بِوَجْهٍ اٰخَرَ نَحْوُ اَرَجُلٌ فِى الدَّارِ اَمِ امْرَأَةٌ وَمَا اَحَدٌ خَيْرٌ مِنْكَ وَ شَرٌّ اَهَرَّ ذَانَابٍ وَفِى الدَّارِ رَجُلٌ وَسَلَامٌ عَلَيْكَ۔

ترجمہ: فصل۔ مفعول مالم یسم فاعلہ ہر وہ مفعول ہے جسکے فاعل کو حذف کر دیا گیا ہو اور اس (مفعول) کو اسکی (فاعل کی) جگہ قائم کر دیا گیا ہو جیسے ضرب زیدٌ اور اسکا حکم اسکے فعل کو واحد اور تثنیہ اور جمع اور مذکر اور مؤنث لانے میں اسی قیاس پر ہے جیسا تم نے فاعل کی بحث میں پہچان لیا۔

فصل: مبتداء اور خبر وہ دو اسم ہیں جو عوامل لفظیہ سے خالی ہوتے ہیں ان میں سے ایک مسند الیہ ہوتا ہے اس کا نام مبتداء رکھا جاتا ہے اور دوسرا مسند بہ ہوتا ہے اس کا نام خبر رکھا جاتا ہے جیسے زید قائم اور عامل ان دونوں میں معنوی ہوتا ہے اور وہ ابتداء ہے اور مبتداء کی اصل یہ ہے کہ وہ معرفہ ہو، اور خبر کی اصل یہ ہے کہ وہ نکرہ ہو اور نکرہ کی جب

صفت لائی جائے تو جائز ہے کہ وہ نکرہ مبتداء واقع ہو جیسے اللہ تعالیٰ کا قول ہے ولعبد مؤ من خیر من مشرك اور اسی طرح جب تخصیص کی جائے کسی دوسرے طریقہ سے جیسے ارجل فی الدرام امرأ ة اورما احد خیر منك اورشر اھرّذ اناب اورفی الدار رجل اورسلا م علیك

تجزیہ عبارت: مصنفؒ نے مذکورہ بالا عبارت میں مفعول مالم یسم فاعلہ اور مبتدا اور خبر کو بیان کیا ہے اور نکرہ میں تخصیص کی صورتیں بیان کی ہیں تاکہ نکرہ کا مبتدا بننا صحیح ہو جائے۔

تشریح :

قولہ مَفعُولُ مَا لَم یُسَمَّ فَاعِلُهٗ الخ مصنفؒ مرفوعات میں سے دوسرے مرفوع مفعول مالم یسم فاعلہ کو بیان کر رہے ہیں مفعول مالم یسم فاعلہ اس مفعول کو کہتے ہیں جس کا فاعل حذف کر کے اس مفعول کو فاعل کے قائم مقام کر دیا گیا ہو اور فاعل کا اعراب مفعول کو دیدیا جائے جیسے ضَرَبَ زَیدٌ عَمرًوا میں فاعل کو حذف کر کے مفعول کو اس کے قائم مقام کردیا جائے اور فعل معروف کو مجہول بنادیا جائے تو یہ اسطرح ہو جائے گا ضُرِبَ عَمرُو ۔

قولہ وَحُکمُهٗ فِی تَوحِیدِفِعلِه الخ مفعول مالم یسم فاعلہ کے فعل کا حکم واحد، تثنیہ، جمع، مذکر اور مؤنث لانے میں اسی قیاس پر ہے جیسا کہ فاعل کی بحث میں گزر چکا ہے یعنی جس وقت مفعول مالم یسم فاعلہ ظاہر ہو گا فعل کو ہمیشہ واحد لایا جائیگا خواہ مفعول مالم یسم فاعلہ واحد ہو یا تثنیہ یا جمع، اور اگر مفعول مالم یسم فاعلہ ضمیر ہو، تو تثنیہ کیلئے فعل تثنیہ اور جمع کیلئے فعل جمع لایا جائے گا، اگر مفعول مالم یسم فاعلہ مؤنث حقیقی ہو تو فعل کو مؤنث لایا جائے گا بشرطیکہ مفعول مالم یسم فاعلہ اور فعل کے درمیان فاصلہ نہ ہو، اگر فاصلہ ہو، تو پھر مفعول مالم یسم فاعلہ کے فعل کو مؤنث بھی لا سکتے ہیں اور مذکر بھی، اسی طرح اگر مفعول مالم یسم فاعلہ مؤنث غیر حقیقی ہو اور ظاہر ہو، تو فعل کو مذکر بھی لا سکتے ہیں اور مؤنث بھی، اور اگر مفعول مالم یسم فاعلہ ضمیر ہو تو فعل کو مؤنث لایا جائے گا

قولہ اَلمُبتَدَاءُ وَالخَبَرُ هُمَا اِسمَانِ الخ صاحب کتاب مرفوعات میں سے تیسرے اور چوتھے مرفوع مبتداء اور خبر کو بیان کر رہے ہیں کہ مبتدا اور خبر وہ اسم ہیں جو عوامل لفظیہ قیاسیہ اور سماعیہ سے خالی ہوں اور ان میں سے ایک مسند الیہ ہو اور دوسرا مسند ہو، مسند الیہ کو مبتداء کہتے ہیں اور مسند کو خبر جیسے زید قائم میں زید مسند الیہ ہے اور قائم

مسند اور دونوں عوامل لفظیہ سے خالی ہیں۔

فوائد قیود۔ جب مبتداء اور خبر کی تعریف میں یہ کہا کہ وہ عوامل لفظیہ سے خالی ہوں تو اس سے وہ اسماء نکل گئے جن میں عوامل لفظیہ ہیں جیسے کان وغیرہ کا اسم اور لائے نفی جنس کی خبر اور ماولا کا اسم اور اِنّ وغیرہ کی خبر، اور مسند الیہ کی قید سے خبر اور مبتداء کی قسم ثانی نکل گئی اسلیے کہ یہ مسند ہوتی ہے مسند الیہ نہیں اور تعریف خبر میں مسند کی قید سے مبتداء نکل گیا کیونکہ مبتداء مسند نہیں ہوتا بلکہ مسند الیہ ہوتا ہے۔

قولہ وَ الْعَامِلُ فِیهِمَا مَعْنَوِیٌّ الخ مبتداء اور خبر دونوں میں عامل معنوی ہوتا ہے لفظوں میں مذکور نہیں ہوتا اس میں تین اقوال ہیں۔

(۱) **پہلا قول:** نحاۃ بصرہ کا ہے کہ مبتداء اور خبر دونوں میں عامل معنوی ابتداء ہے اور ابتداء سے مراد اسم کا عوامل لفظیہ سے خالی ہونا ہے جب یہ دونوں عوامل لفظیہ سے خالی ہونگے تو ان دونوں سے ابتداء درست ہوگی یہی وجہ ہے کہ خبر کبھی مقدم بھی ہوتی ہے۔

(۲) **دوسرا قول:** علامہ زمخشری کا ہے کہ مبتداء کے اندر عامل ابتداء ہے اور خبر میں عامل مبتداء ہے۔

(۳) **تیسرا قول:** امام کسائی، فراء اور شیخ رضی کا ہے کہ مبتداء اور خبر دونوں ایک دوسرے میں عامل ہیں معنوی طور پر کہ مبتداء خبر کو رفع دے رہا ہے اور خبر مبتداء کو لیکن آخری دونوں قول ضعیف ہیں کیونکہ ان دونوں قولوں کے مطابق مبتداء اور خبر عوامل لفظیہ سے خالی نہیں ہونگے

قولہ وَ اَصْلُ الْمُبْتَدَاءِ اَنْ یَکُوْنَ مَعْرِفَةً الخ مبتداء میں اصل یہ ہے کہ معرفہ ہو اور خبر میں اصل یہ ہے کہ نکرہ ہو، مبتداء کا معرفہ ہونا اصح ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ مبتداء محکوم علیہ ہوتا ہے اور حکم معروف پر ہی لگایا جا سکتا ہے نکرہ پر نہیں کیونکہ نکرہ افراد کثیرہ کو شامل ہوتا ہے، البتہ اگر نکرہ میں کسی قسم کی تخصیص ہو جائے تو چونکہ افراد کم ہو جائیں گے اس لئے نکرہ پر حکم لگانا ٹھیک ہوگا، مصنفؒ نے تخصیص کی چھ صورتیں بیان کی ہیں مثالوں کی شکل میں

قولہ وَ النَّکِرَةُ اِذَا وُصِفَتْ الخ

تخصیص کی صورتیں

(۱) **تخصیص کی پہلی صورت:** یہ ہے کہ مبتداء ایسا نکرہ ہو جسکی صفت ذکر کی گئی ہو یعنی تخصیص باعتبار صفت کے

ہو جیسے وَ لَعَبْدٌ مُؤمِنٌ خَیْرٌ مِنْ مُشْرِكٍ، اس مثال میں عبد نکرہ مبتداء ہے اور موصوف ہے مؤمن اسکی صفت ہے اس میں تخصیص صفت کے اعتبار سے ہوئی ہے جب عبد کی صفت مؤمن ذکر کر دی تو کافر اس سے نکل گیا کیونکہ عبد مؤمن اور کافر دونوں کو شامل تھا۔

قوله وَكَذَا اِذَا تُخُصِّصَتْ بِوَجْهٍ اُخَرَ الخ

تخصیص کی دوسری صورت: اسی طرح نکرہ مبتداء بھی بن سکتا ہے جب کسی دوسری وجہ سے اسمیں تخصیص پیدا ہو جائے جیسے اَرَجُلٌ فِی الدَّارِ اَمْ اِمْرَاَۃٌ اس مثال میں رجل اور امرأۃ دونوں نکرہ اور مبتداء ہیں' اسمیں تخصیص متکلم کے علم کے اعتبار سے ہوگی کیونکہ متکلم اس بات کو تو جانتا ہے کہ گھر میں مرد یا عورت میں سے کوئی ایک یقیناً موجود ہے لیکن وہ مخاطب سے ان دونوں میں سے کسی کی تعیین کے متعلق سوال کرتا ہے تو گویا اس نے کہا کہ دو معلوم امروں میں سے کونسا امر ہے، مرد کا گھر میں ہونا یا عورت کا اسمیں علم باحدھما کی وجہ سے تخصیص پیدا ہوگئی

قوله وَ مَا اَحَدٌ خَیْرٌ مِنْكَ

تخصیص کی تیسری صورت: مَا اَحَدٌ خَیْرٌ مِنْكَ' اس مثال میں احد نکرہ مبتداء ہے اسمیں تخصیص اس اعتبار سے ہے کہ لفظ احد نکرہ ہے اور نفی کے تحت واقع ہے اور قاعدہ ہے کہ جب نکرہ تحت النفی واقع ہو تو عموم اور شمول افراد کا فائدہ دیتا ہے لہذا جب تمام افراد سے خیریت کی نفی ہوگئی کہ تجھ سے کوئی بہتر نہیں، تو فرد واحد یعنی مخاطب کے لیے بہتر ہونا ثابت ہو گیا لہذا اسمیں تخصیص آگئی۔

قوله وَ شَرٌّ اَهَرَّ ذَا نَابٍ

تخصیص کی چوتھی صورت: شَرٌّ اَهَرَّ ذَانَابٍ، شر نے بھڑ کایا کتے کو اس مثال میں شر نکرہ ہے اسمیں تخصیص کی دو صورتیں ہیں (۱) پہلی صورت یہ ہے کہ شر کی تنوین تعظیم کے لیے ہے یا شر کے بعد عظیم صفت محذوف مانی جائے تو اصل عبارت یوں ہو جائے گی شَرٌّ عَظِیْمٌ اَهَرَّ ذَانَابٍ، تو عظیم صفت کیوجہ سے اسمیں تخصیص پیدا ہوگئی ہے۔

تخصیص کی دوسری صورت یہ ہے کہ شَرٌّ اَهَرَّ ذَانَابٍ میں تخصیص اسطرح ہے جیسا کہ فاعل میں تخصیص

ذکر فعل سے پیدا ہوتی ہے مثلاً جب کسی نے قام کہا' تو اس سے یہ بات واضح طور پر معلوم ہوتی ہے کہ اس کے بعد جو اسم ذکر کیا جائے گا اسپر قیام کا حکم لگایا جا سکتا ہے تو جب رجل کہا تو معلوم ہوا کہ یہی محکوم علیہ ہے اس میں تخصیص اس اعتبار سے ہوئی' شرٌّ میں بھی تخصیص اس طرح ہے جس طرح فاعل میں' کیونکہ شر اھر ذاناب ' مااھرذاناب الاشر کے معنی میں ہے کیونکہ یہاں شرٌّ فاعل سے بدل ہے جو کہ فاعل اھرّ کی ضمیر ہے اور بدل حکماً فاعل ہوتا ہے۔

اعتراض : سوال پیدا ہوتا ہے کہ شَرٌّ اَھَرَّ ذَاناب' ما اھرذاناب الاشر کے معنٰی میں کس طرح ہے حالانکہ مااھر میں تو ما اور الا کیساتھ حصر ہے جو کہ شرّ ا ھرّ ذاناب میں نہیں۔

جواب : شرٌّ اَھرَّ ذَانَابٍ اصل میں اَھرَّ شرٌّ ذَا نَابٍ تھا تو اسمیں شرٌّ فاعل اَھرَّ کی ضمیر سے بدل ہے اور بدل فاعل حکمی ہوتا ہے تو جیسے فاعل کا درجہ فعل سے مؤخر ہوتا ہے اسکا درجہ بھی فعل سے مؤخر ہے جب اس کو مقدم کیا تو حصر پیدا ہو گیا کیونکہ تقدیم ماحقه التاخیر حصر کا فائدہ دیتی ہے تو جیسے ما اَھرَّ شرٌّ ذَا نَاب میں شرّ فاعل سے بدل ہے اور اس میں حصر ہے اسی طرح شَرٌّ اَھَرَّ ذَا نَاب میں بھی شرّ' فاعل سے بدل ہے اور اس میں حصر ہے۔

اعتراض : تخصیص کہتے ہیں قلت اشتراک کو یہاں کونسی چیز ہے جس سے قلت اشتراک یعنی تخصیص پائی گئی؟

جواب : قلت اشتراک اسطرح ہے کہ کتے کا بھونکنا کبھی معتاد ہوتا ہے اور کبھی غیر معتاد' اگر معتاد ہو تو کبھی خیر کا ہوتا ہے جیسے گھر والے کے دوست کی آمد پر اور کبھی شر کا ہوتا ہے جیسے گھر والے کے دشمن کی آمد پر' اگر کتے کا بھونکنا معتاد ہو تو حصر بنسبت خیر کے مقابل کے حاصل ہوگا اور وہ شر ہے ای شر لاخیراھر ذا ناب' اگر کتے کا بھونکنا غیر معتاد ہو تو اسوقت بھونکنا محض شر ہی شر ہوگا اسوقت تخصیص صفت مقدر کے اعتبار سے ہوگی تو یوں عبارت ہوگی شر عظیم لاحقیر اھر ذا ناب۔

قوله وَفِي الدَّارِ رَجُلٌ| تخصیص کی پانچویں صورت فِي الدَّارِ رَجُلٌ اس میں تخصیص باعتبار تقدیم خبر کے ہے رجل نکرہ کو مبتداء بنانا اسلئے صحیح ہے کہ اسمیں تخصیص پائی گئی ہے وہ اسطرح کہ خبر کو مقدم کیا گیا ہے

اور قاعدہ ہے تقدیم ماحقه التاخیر یفید الحصر و التخصیص تو خبر کی تقدیم کی وجہ سے مبتدا میں تخصیص پائی گئی، تخصیص کی دوسری صورت یہ ہے کہ جب فی الدار کہا تو اس سے معلوم ہوا کہ فی الدار کے بعد جو واقع ہو گا وہ صفت استقرار کے ساتھ موصوف ہو گا تو تقدیم خبر بمنزلہ تخصیص صفت کے ہو گئی اسلئے نکرہ کو مبتدا بنانا صحیح ہوا۔

قوله وَسَلَامٌ عَلَيْكَ تخصیص کی چھٹی صورت سَلَامٌ عَلَيْكَ اس میں تخصیص اس وجہ سے ہے کہ اس کی نسبت متکلم کی طرف ہوتی ہے کیونکہ اصل میں تھا سَلَامٌ مِنْ قِبَلِيْ عَلَيْكَ یا سَلَّمْتُ سَلَامًا عَلَيْكَ 'اس مثال میں فعل کو حذف کر دیا گیا تو متکلم کی طرف نسبت ہونے کی وجہ سے اس میں تخصیص ہے۔

اعتراض: جب مفعول مطلق کے فعل کو حذف کر دیا گیا تو سَلَامًا عَلَيْكَ کہنا چاہیے تھا سلامٌ کس بنا پر کہا اس سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ متکلم کی طرف نسبت ہے ہی نہیں۔

جواب: سلاما علیك جملہ فعلیہ ہے جو تجدد اور حدوث پر دلالت کرتا ہے جب کہ سلام علیك جملہ اسمیہ دعائیہ ہے جو استقرار اور دوام پر دلالت کرتا ہے جو کہ دعاء میں مقصود ہے لہٰذا نصب کو رفع سے تبدیل کر دیا اور جملہ فعلیہ سے جملہ اسمیہ بنا دیا۔

وَ اِنْ كَانَ اَحَدُ الْاِسْمَيْنِ مَعْرِفَةً وَ الْاٰخَرُ نَكِرَةً فَاجْعَلِ الْمَعْرِفَةَ مُبْتَدَاءً وَالنَّكِرَةَ خَبَرًا اَلْبَتَّةَ كَمَا مَرَّ وَ اِنْ كَانَا مَعْرِفَتَيْنِ فَاجْعَلْ اَيَّهُمَا شِئْتَ مُبْتَدَاءً وَالْاٰخَرَ خَبَرًا نَحْوُ اَللّٰهُ تَعَالٰى اِلٰهُنَا وَمُحَمَّدٌ نَبِيُّنَا وَآدَمُ اَبُوْنَا وَقَدْ يَكُوْنُ الْخَبَرُ جُمْلَةً اِسْمِيَّةً نَحْوُ زَيْدٌ اَبُوْهُ قَائِمٌ اَوْ فِعْلِيَّةً نَحْوُ زَيْدٌ قَامَ اَبُوْهُ اَوْ شَرْطِيَّةً نَحْوُ زَيْدٌ اِنْ جَاءَنِيْ فَاَكْرَمْتُهٗ اَوْ ظَرْفِيَّةً نَحْوُ زَيْدٌ خَلْفَكَ وَعَمْرٌو فِى الدَّارِ وَالظَّرْفُ مُتَعَلِّقٌ بِجُمْلَةٍ عِنْدَ الْاَكْثَرِ وَهِيَ اِسْتَقَرَّ مَثَلًا تَقُوْلُ زَيْدٌ فِى الدَّارِ تَقْدِيْرُهٗ زَيْدٌ اِسْتَقَرَّ فِى الدَّارِ وَلَابُدَّ فِى الْجُمْلَةِ مِنَ

ضَمِيرٍ يَعُودُ اِلَى الْمُبْتَدَاءِ كَالْهَاءِ فِيمَامَرَّ وَيَجُوزُ حَذْفُهُ عِنْدَ وُجُودِ قَرِينَةٍ نَحْوُ السَّمَنُ مَنَوَانِ بِدِرْهَمٍ وَالبُرُّ الْكُرُّ بِسِتِّيْنَ دِرْهَمًا وَقَدْ يَتَقَدَّمُ الْخَبَرُ عَلَى الْمُبْتَدَاءِ نَحْوُ فِي الدَّارِ زَيْدٌ وَيَجُوزُ لِلْمُبْتَدَاءِ الْوَاحِدِ اَخْبَارٌ كَثِيرَةٌ نَحْوُ زَيْدٌ عَالِمٌ فَاضِلٌ عَاقِلٌ وَاعْلَمْ اَنَّ لَهُمْ قِسْمًا آخَرَ مِنَ الْمُبْتَدَاءِ لَيْسَ مُسْنَدًا اِلَيْهِ وَهُوَ صِفَةٌ وَقَعَتْ بَعْدَ حَرْفِ النَّفْيِ نَحْوُ مَاقَائِمٌ زَيْدٌ اَوْبَعْدَ حَرْفِ الْاِسْتِفْهَامِ نَحْوُ اَقَائِمٌ زَيْدٌ بِشَرْطِ اَنْ تَرْفَعَ تِلْكَ الصِّفَةُ اِسْمًا ظَاهِرًا نَحْوُ مَاقَائِمُ الزَّيْدَانِ وَاَقَائِمُ الزَّيْدَانِ بِخِلَافِ مَاقَائِمَانِ الزَّيْدَانِ ۔

ترجمہ :اور اگر دو اسموں میں سے ایک معرفہ ہو اور دوسرا نکرہ ہو تو معرفہ کو مبتدا بناؤ اور نکرہ کو خبر یقینی طور پر جیسا کہ گزر چکا ہے اور اگر دونوں اسم معرفہ ہوں تو دونوں میں سے جسکو تم چاہو مبتداء بنالو اور دوسرے کو خبر جیسے اللہ تعالیٰ الھنا' محمدٌ نبینا' آدم ابونا اور کبھی خبر جملہ اسمیہ ہوتی ہے جیسے زَيْدٌ اَبُوْهُ قَائِمٌ یا جملہ فعلیہ ہوتی ہے جیسے زید قام ابوہ یا جملہ شرطیہ ہوتی ہے جیسے زید ان جاءنی فاکرمتہ یا ظرفیہ ہوتی ہے جیسے زید خلفک وعمروفی الدار اور ظرف متعلق ہوتا ہے جملہ کے اکثر (نحویوں) کے نزدیک اور وہ استقر ہے جیسے تو کہے زید فی الدار' اسکی اصل زید استقر فی الدار ہے اور جملہ میں ایک ضمیر کا ہونا ضروری ہے جو مبتدا کی طرف راجع ہو جیسے ھا گزری ہوئی مثالوں میں اور جملے سے اس ضمیر کا حذف کر دینا جائز ہے قرینہ کے موجود ہونے کیوقت جیسے السمن منوان بدرھم اور البرالکربستین درھما اور کبھی خبر کو مبتدا پر مقدم کر دیا جاتا ہے جیسے فی الدار زید اور جائز ہے ایک مبتدا کیلئے اخبار کثیرہ کا ہونا جیسے زید عالم فاضل عاقل اور تو جان کہ نحویوں کے یہاں مبتدا کی ایک اور قسم ہے جو مسند الیہ نہیں ہوتی اور وہ صیغہ صفت ہے جو حرف نفی کے بعد واقع ہو جیسے ماقائم زید یا حرف استفہام کے بعد واقع ہو جیسے اقائم زید اس شرط کے ساتھ کہ وہ صیغہ صفت اسم ظاہر کو رفع دینے والا ہو جیسے ما قائم الزیدان اقائم الزیدان بخلاف ماقائمان الزیدان کے۔

تجزیہ عبارت :مذکورہ عبارت میں مصنفؒ نے مبتداء اور خبر کے بارے میں چند اصول بیان کئے ہیں

اور خبر جب جملہ ہو تو اس میں ضمیر کا ہونا ضروری ہے جو مبتدا کی طرف راجع ہو کبھی اس ضمیر کو حذف کر دیتے ہیں قرینہ کے پائے جانے کے وقت اور کبھی خبر مبتدا پر مقدم بھی ہوتی ہے اور ایک مبتدا کیلئے اخبار کثیرہ کا ہونا جائز ہے۔

تشریح :

قوله وَ اِنْكَانَ اَحَدُ الْاِسْمَيْنِ مَعْرِفَةً الخ اگر دو اسموں میں سے ایک معرفہ ہو اور دوسرا نکرہ ہو تو جو معرفہ ہے اسکو مبتداء بنایا جائے گا کیونکہ اصل مبتدا میں معرفہ ہونا ہے اور خبر میں اصل نکرہ ہے اس لئے نکرہ خبر کیلئے متعین ہو جائے گا جیسے زَيْدٌ قَائِمٌ اگر دونوں معرفہ ہوں تو جس کو بھی مبتدا بنانا چاہیں اس کو مبتدا بنالیں اور دوسرے کو خبر جیسے اَللّٰهُ تَعَالٰى اِلٰهُنَا اس مثال میں لفظ اللہ معرفہ ہے اور الهنا اضافت کی وجہ سے معرفہ ہے تو چاہے لفظ اللہ کو مبتدا بنالیں اور الهنا کو خبر' یا لفظ اللہ کو خبر مقدم اور الهنا کو مبتدا مؤخر بنالیں' اسی طرح محمدؐ نبینا اور آدم ابونا' ان مثالوں میں جزو اول تو علم ہونے کیوجہ سے معرفہ ہے اور دوسرا جز اضافت کیوجہ سے معرفہ ہے ان میں جس کو چاہو مبتداء بنالو اور جس کو چاہو خبر بنالو۔

قوله وَ قَدْ يَكُوْنُ الْخَبَرُ جُمْلَةً اِسْمِيَّةً الخ خبر کبھی جملہ بھی ہوتی ہے قد لگا کر اشارہ ہے کہ اصل تو خبر میں یہ ہے کہ مفرد ہو پھر جملے ہونے کی صورت میں یا تو جملہ اسمیہ ہوگی جیسے زیدٌ ابوہ قائمٌ اس مثال میں زیدٌ مبتدا اور ابوہ قائم خبر ہے جو جملہ اسمیہ ہے' یا جملہ فعلیہ ہوگی جیسے زید قام ابوہ اس مثال میں زید مبتدا ہے اور قام ابوہ خبر ہے جو جملہ فعلیہ ہے یا خبر جملہ شرطیہ ہوگی جیسے زید ان جاء نی فاکرمتہ' اس مثال میں زید مبتدا ہے اور ان جاءنی فاکرمتہ خبر ہے جو کہ جملہ شرطیہ ہے یا خبر جملہ ظرفیہ ہوگی جیسے زید خلفك زید مبتداء ہے اور خلفك خبر ہے جو کہ ظرف مکان ہے اسی طرح عمرو فی الدار 'عمرو مبتداء ہے اور فی الدار خبر ہے جو کہ ظرف مکان ہے۔

قوله وَالظَّرْفُ مُتَعَلِّقٌ بِجُمْلَةٍ الخ خبر جب ظرف واقع ہو خواہ ظرف زمان ہو یا ظرف مکان' تو ظرف اکثر نحاۃ کے نزدیک جملہ کے متعلق ہوا کرتا ہے جو مقدر ہوتا ہے وہ استقر ہے کیونکہ ظرف عامل کا تقاضا کرتا ہے جسکے یہ متعلق ہو سکے جیسے زَيْدٌ فِي الدَّارِ اس مثال میں زید مبتدا ہے اور فی الدار جار مجرور استقر کے متعلق ہیں

جو مقدر ہے تو مطلب ہوگا زید فی الدار ای استقر فی الدار یہاں جار مجرور استقر فعل ماضی کے متعلق ہوگا کیونکہ فعل عمل میں اصل ہے اور بعض نحوی مفرد مقدر نکالتے ہیں اس لئے کہ خبر میں اصل افراد ہے اسوقت یہ ظرف اسم فاعل مستقر کے متعلق ہوگا زید فی الدار ای مستقر فی الدار۔

اور خبر جب جملہ ہو تو اس میں ایسی ضمیر کا ہونا ضروری ہے جو مبتدا کی طرف راجع ہو جیسے زید ابوه قائم میں ابوه قائم خبر ہے اسمیں ضمیر ہے جو مبتداء کی طرف راجع ہے۔

قوله وَيَجُوْزُ حَذْفُهٗ الخ خبر جب جملہ ہو تو اسمیں ضمیر کا ہونا ضروری ہے جو مبتدا کی ساتھ ربط پیدا کرے لیکن ضمیر کو کسی قرینہ کی وجہ سے حذف کرنا بھی جائز ہے جب جملہ میں ضمیر من حرف جار کا مجرور ہو جیسے السمن منوان بدرهم اصل میں یوں تھا السمن منوان منه بدرهم، خبر سے منه ضمیر کو حذف کر دیا اور قرینہ یہ ہے کہ سمن ہی کی بات ہو رہی ہے کسی اور چیز کی نہیں اور دوسری مثال البر الكر بستين درهما اصل میں یوں تھا البر الكر منه بستين درهما قرینہ کی وجہ سے منه ضمیر کو خبر سے حذف کر دیا قرینہ یہ ہے کہ بائع گندم کی قیمت بیان کر رہا ہے کسی دوسری چیز کی نہیں۔

قوله وَقَدْ يَتَقَدَّمُ الْخَبَرُ عَلَى الْمُبْتَدَاِ الخ اور کبھی خبر کو مبتدا پر مقدم کر دیتے ہیں لفظ قد تقلیل کیلئے ہے اس سے اس طرف اشارہ ہے کہ خبر میں اصل یہ ہے کہ وہ مبتدا سے متاخر ہو لیکن کبھی کبھی مقدم بھی ہو جاتی ہے جیسے فی الدار زید اس مثال میں زید مبتدا ہے اور فی الدار خبر ہے جو کہ مقدم ہے، کبھی ایک مبتدا کی کئی خبریں ہوتی ہیں جیسے زید عالم فاضل عاقل جب مبتدا کا معنی ایک خبر کے ساتھ صحیح بن رہا ہو تو ایک خبر کو ذکر کرنا بھی صحیح ہے اور متعدد خبروں کو بھی جیسے اس مثال میں زید عالم پر اکتفا بھی صحیح ہے اور عالم کیساتھ فاضل عاقل کا اضافہ بھی صحیح ہے اور اگر مبتداء کا معنی تعدد خبر کے بغیر صحیح نہ بن رہا ہو تو متعدد خبروں کو ذکر کرنا واجب ہے جیسے کسی چیز کے بارے میں کھٹی مٹھی ہونے کی خبر دینا مقصود ہو تو صرف هذا حلو کہنا صحیح نہ ہوگا بلکہ هذا حلوٌ حامضٌ کہنا ضروری ہے تاکہ پورا معنی ادا ہو سکے۔

وَاعْلَمْ اَنَّ لَهُمْ قِسْمًا اٰخَرَ مِنَ الْمُبْتَدَاِ الخ یہاں سے مصنفؒ مبتدا کی قسم ثانی کو بیان کر رہے ہیں کہ نحاۃ کے ہاں مبتدا کی ایک دوسری قسم بھی ہے جو مسند الیہ کی بجائے صفت کا صیغہ ہوتی ہے اور یہ صیغہ صفت اسم ظاہر

کو رفع دینے والا حرف نفی کے بعد واقع ہوتا ہے جیسے مَاقَائِمٌ زَیْدٌ اس مثال میں قائم صیغہ صفت ہے اور مسند الیہ بھی نہیں کیونکہ اس مثال میں مسند الیہ زید ہے لھذا قائم مبتدا ہے اور زید اسکی خبر ہے یا صیغہ صفت حرف ہمزہ استفہام کے بعد واقع ہوتا ہے جیسے اقائم زید اس مثال میں قائم صیغہ صفت ہے ہمزہ استفہام کے بعد واقع ہے جو کہ مبتدا ہے اور زید مسند الیہ اور خبر ہے۔

قوله بِشَرْطِ اَنْ تَرْفَعَ تِلْكَ الصِّفَةُ الخ لیکن صیغہ صفت کے لئے مبتدا بننے کی شرط یہ ہے کہ صیغہ صفت اپنے بعد والے اسم ظاہر کو رفع دے رہا ہو جیسے ماقائم الزیدان اور اقائم الزیدان ان دونوں مثالوں میں قائم صیغہ صفت الزیدان کو رفع دے رہا ہے کیونکہ الزیدان میں الف ونون رفع کی علامت ہے' بخلاف ما قائمان الزیدان کے اس مثال میں صیغہ صفت 'الزیدان کو رفع نہیں دے رہا بلکہ قائمان کا فاعل ھما ضمیر ہے جو کہ اس میں مستتر ہے اور وہ اسم ظاہر کو رفع دے رہی ہے کیونکہ صیغہ صفت اگر اسم ظاہر کو رفع دیتا تو اس کو تثنیہ لانا صحیح نہ ہوتا۔

فصل خَبَرُ اِنَّ وَاَخَوَاتِهَا وَهِيَ اِنَّ وَكَاَنَّ ،لٰكِنَّ وَلَيْتَ وَلَعَلَّ فَهٰذِهِ الْحُرُوْفُ تَدْخُلُ عَلَى الْمُبْتَدَاءِ وَالْخَبَرِ فَتَنْصِبُ الْمُبْتَدَاءَ وَيُسَمّٰى اِسْمُ اِنَّ وَتَرْفَعُ الْخَبَرَ وَيُسَمّٰى خَبَرُ اِنَّ فَخَبَرُ اِنَّ هُوَ الْمُسْنَدُ بَعْدَ دُخُوْلِهَا نَحْوُ اِنَّ زَيْدًا قَائِمٌ وَحُكْمُهٗ فِيْ كَوْنِهٖ مُفْرَدًا اَوْ جُمْلَةً اَوْ مَعْرِفَةً اَوْ نَكِرَةً كَحُكْمِ خَبَرِ الْمُبْتَدَاءِ وَلَا يَجُوْزُ تَقْدِيْمُ اَخْبَارِهَا عَلٰى اَسْمَائِهَا اِلَّا اِذَا كَانَ ظَرْفًا نَحْوُ اِنَّ فِي الدَّارِ زَيْدًا لِمَجَالِ التَّوَسُّعِ فِي الظُّرُوْفِ۔

ترجمه: پانچویں فصل اِنَّ اور اس کی ہم شکلوں کی خبر کے بیان میں اور اِنَّ کے ہم شکل یہ ہیں اَنَّ کَاَنَّ لٰکِنَّ لَیْتَ اور لَعَلَّ پس یہ حروف مبتداء اور خبر پر داخل ہوتے ہیں مبتداء کو نصب دیتے ہیں اور اسکا نام رکھا جاتا ہے اِنَّ کا اسم اور خبر کو رفع دیتے ہیں اور اسکو اِنَّ کی خبر کہا جاتا ہے پس انکی خبر مسند ہوتی ہے اِنَّ کے داخل ہونے کے بعد جیسے اِنَّ زَیْدًا قَائِمٌ اور اسکا حکم اس کے مفرد یا جملہ یا معرفہ یا نکرہ ہونے میں مبتداء کی خبر کے حکم کی طرح

ہے اور جائز نہیں ان کی خبر کو مقدم کرنا ان کے اسماء پر مگر جب کہ وہ ظرف ہوں جیسے ان فی الدار زیداً بوجہ ظروف میں توسع کی گنجائش کے۔

تجزیہ عبارت: مصنفؒ نے مذکورہ عبارت میں اِنَّ اور اسکے اخوات کا عمل بتایا ہے اور انکی خبر کا حکم بتایا ہے۔

تشریح:

قوله خَبَرُ اِنَّ وَاَخَوَاتِهَا الخ مرفوعات کی پانچویں قسم اِنَّ اور اسکے اخوات کی خبر ہے اِنَّ وغیرہ کے داخل ہونے کے بعد اِنَّ کی خبر مسند اور مرفوع ہوتی ہے جیسے اِنَّ زَیْدًا قَائِمٌ اور اخوات اِنَّ سے مراد اَنَّ کَاَنَّ لٰکِنَّ لَیْتَ ولَعَلَّ ہیں ان حروف کو حروف مشبہ بالفعل کہتے ہیں ان کی فعل کیساتھ تین طرح کی مشابہت ہوتی ہے (۱) جسطرح فعل ثلاثی، رباعی اور خماسی ہوتا ہے اسی طرح یہ حروف بھی ثلاثی رباعی اور خماسی ہوتے ہیں اِنَّ اَنَّ اور لَیْتَ ثلاثی ہیں اور کَاَنَّ اور لَعَلَّ رباعی ہیں اور لٰکِنَّ خماسی ہے اور ان حروف کے اوزان بھی فعلوں سے ملتے ہیں جیسے اِنَّ بروزن فِرَّ اور اَنَّ بروزن خَرَّ اور لَیْتَ بروزن لَیْسَ اور کَاَنَّ اصل کَاَنْنَ تھا بروزن ضَرَبْنَ اور لٰکِن اصل میں لٰکِنْنَ تھا بروزن ضَارِبْنَ۔

(۲) جس طرح فعل متعدی کو دو اسم لازم ہیں ایک فاعل اور دوسرا مفعول اسی طرح ان حروف کیلئے بھی دو اسم ضروری ہیں ایک اسم اور دوسرا خبر۔

(۳) ان میں فعل کا معنی پایا جاتا ہے اِنَّ اور اَنَّ حَقَّقْتُ کے معنی میں ہے اور کَاَنَّ شَبَّهْتُ کے معنی میں ہے اور لَیْتَ تَمَنَّیْتُ کے معنی میں ہے اور لَعَلَّ تَرَجَّیْتُ کے معنی میں ہے اور لٰکِنَّ اِسْتَدْرَکْتُ کے معنی میں ہے۔

قوله فَهٰذِهِ الْحُرُوْفُ تَدْخُلُ الخ یہ حروف مبتداء اور خبر پر داخل ہوتے ہیں مبتداء کو نصب دیتے ہیں اور اس کو اِنَّ کا اسم کہتے ہیں اور خبر کو رفع دیتے ہیں اور اس کو اِنَّ کی خبر کہتے ہیں اِنَّ کے داخل ہونے کے بعد اِنَّ کی خبر مسند ہوگی جیسے اِنَّ زَیْدًا قَائِمٌ۔

قوله وَحُكْمُهٗ فِيْ كَوْنِهٖ مُفْرَدًا الخ اِنَّ وغیرہ کی خبر کا حکم مبتداء کی خبر کی طرح ہے۔ یعنی جیسے مبتدا کی خبر

مفرد اور جملہ اور معرفہ اور نکرہ ذکر کر سکتے ہیں اسی طرح اِنَّ وغیرہ کی خبر مفرد، جملہ معرفہ اور نکرہ ذکر سکتے ہیں اِنَّ کی خبر کو اس کے اسم پر مقدم نہیں کر سکتے جیسے مبتدا کی خبر کو مبتدا پر مقدم کر سکتے ہیں کیونکہ اِنَّ عامل ضعیف ہے اگر اِنَّ کی خبر کو مبتدا پر مقدم کر دیا جائے تو اِنَّ عمل نہیں کر سکے گا، ہاں اگر اِنَّ کی خبر ظرف ہو تو اسے اسم پر مقدم کیا جا سکتا ہے جیسے ان فی الدار زیدا اس مثال میں فی الدار خبر مقدم ہے اور زید اسم مؤخر ہے خبر جب ظرف ہو تو اسلئے مقدم ہو سکتی ہے۔ کیونکہ ظرف میں وسعت ہوتی ہے لھذا خبر کو مقدم اور مؤخر دونوں طرح لایا جا سکتا ہے چونکہ ظرف کا استعمال کثیر ہے اسلئے کثرت استعمال کیوجہ سے اس میں وسعت کر دی گئی ہے اسلئے ظرف کی صورت میں خبر مقدم ہو سکتی ہے۔

فصل: اِسْمُ کَانَ وَاَخَوَاتِهَا وَهِيَ صَارَ وَاَصْبَحَ وَاَمْسٰى وَاَضْحٰى وَظَلَّ وَبَاتَ وَرَاحَ وَاٰضَ وَعَادَ وَغَدَا وَمَازَالَ وَمَا بَرِحَ وَمَا فَتِئَ وَمَاانْفَكَّ وَمَا دَامَ وَلَيْسَ فَهٰذِهِ الْاَفْعَالُ تَدْخُلُ اَيْضًا عَلَى الْمُبْتَدَاءِ وَالْخَبَرِ فَتَرْفَعُ الْمُبْتَدَاءَ وَيُسَمّٰى اِسْمَ کَانَ وَتَنْصِبُ الْخَبَرَ وَيُسَمّٰى خَبَرَ کَانَ فَاِسْمُ کَانَ هُوَالْمُسْنَدُ اِلَيْهِ بَعْدَ دُخُوْلِهَا نَحْوُ کَانَ زَيْدٌ قَائِمًا وَيَجُوْزُ فِی الْکُلِّ تَقْدِيْمُ اَخْبَارِ هَا عَلٰى اَسْمَائِهَانَحْوُ کَانَ قَائِمًا زَيْدٌ وَعَلٰى نَفْسِ الْاَفْعَالِ اَيْضًا فِی التِّسْعَةِ الْاُوَلِ نَحْوُقَائِمًا کَا نَ زَيْدٌ وَلَا يَجُوْزُ ذَالِکَ فِیْ مَا فِیْ اَوَّلِهٖ مَا فَلَايُقَالُ قَائِمًا مَا زَالَ زَيْدٌ وَ فِیْ لَيْسَ خِلَافٌ وَبَاقِی الْکَلَامِ فِیْ هٰذِهِ الْاَفْعَالِ يَجِیْءُ فِی الْقِسْمِ الثَّانِیْ اِنْشَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰى

فصل: اِسْمُ مَا وَلَا الْمُشَبَّهَتَيْنِ بِلَيْسَ وَهُوَالْمُسْنَدُ اِلَيْهِ بَعْدَ دُخُوْلِهِمَا نَحْوُ مَازَيْدٌ قَائِمًا وَلَارَجُلٌ اَفْضَلَ مِنْکَ وَيَخْتَصُّ لَا بِالنَّکِرَةِ وَيَعُمُّ مَا بِالْمَعْرِفَةِ وَ النَّکِرَةِ۔

فصل خَبَرُ لَا لِنَفْیِ الْجِنْسِ وَهُوَ الْمُسْنَدُ بَعْدَ دُخُوْلِهَا نَحْوُ لَا رَجُلَ قَائِمٌ۔

ترجمہ: چھٹی فصل کان اور اس کے ہم مثلوں کا اسم ہے اور وہ (کان کے ہم مثل) یہ ہیں صار، اصبح، امسی،

اضحیٰ ، ظل ، بات ، راح ، آض ، عاد ، غدا ، مازال ، مابرح ، مافتی ، ما انفک ، مادام اور لیس ، پس یہ افعال بھی مبتدا اور خبر پر داخل ہوتے ہیں مبتدا کو رفع دیتے ہیں اور اس کا نام رکھا جاتا ہے کان کا اسم ' اور خبر کو نصب دیتے ہیں اور اس کا نام رکھا جاتا ہے کان کی خبر ' پس کان کا اسم وہ مسند الیہ ہوتا ہے کان کے داخل ہونے کے بعد جیسے کان زید قائما اور جائز ہے ان تمام میں انکی خبروں کی تقدیم ان کے اسموں پر جیسے کان قائما زید اور تقدیم خبر پہلے نو میں تو نفس افعال پر بھی جائز ہے جیسے قائما کان زید اور جائز نہیں ہے (تقدیم خبر ان افعال پر) جن افعال کے شروع میں حرف ما آتا ہے پس نہیں کہا جائے گا قائما ما زال زید اور لیس میں اختلاف ہے اور باقی کلام ان افعال کے بارے میں قسم ثانی میں ان شاء اللہ آئے گی ساتویں فصل ماولا کا اسم جو لیس کے مشابہ ہو اور وہ مسند الیہ ہوتا ہے ان کے داخل ہونے کے بعد جیسے مازید قائم اور لا رجل افضل منك اور لا خاص ہوتا ہے نکرہ کے ساتھ اور ما عام ہوتا ہے معرفہ اور نکرہ کیساتھ ' آٹھویں فصل اس لا کی خبر جو جنس کی نفی کیلئے آتا ہے اور وہ اس کے داخل ہونے کے بعد مسند ہوتی ہے جیسے لا رجل قائم –

تجزیہ عبارت: اس عبارت میں مصنفؒ نے افعال ناقصہ اور ماولا جو لیس کے مشابہ ہوں ان کا عمل بتایا ہے اور لا نفی جنس کی خبر کا عمل بتایا ہے۔

تشریح:

قوله اِسمُ کَانَ وَاَخَوَاتِهَا الخ مرفوعات کی چھٹی قسم کان اور اس کے اخوات کا اسم ہے اور اخوات سے مراد صار ' اصبح ' امسی ' اضحیٰ ' ظل ' بات ' راح ' اض ' عاد ' غدا ' مازال ، مابرح ' مافتی ' ماانفک ' مادام اور لیس ہیں یہ کل سترہ ہیں ان کو افعال ناقصہ بھی کہا جاتا ہے فعل کی بحث میں انکو ناقصہ کہنے کی وجہ اور ان کے معانی بھی انشاء اللہ بیان کئے جائیں گے اور یہ افعال مبتدا اور خبر پر داخل ہوتے ہیں مبتدا کو کان کا اسم اور خبر کو کان کی خبر کہتے ہیں اور اسم کو رفع اور خبر کو نصب دیتے ہیں اور کان وغیرہ کا اسم انکے داخل ہونے کے بعد مسند الیہ ہوتا ہے اور خبر مسند ہوتی ہے جیسے کَانَ زَیْدٌ قَائِمًا اس مثال میں زید کان کا اسم ہے اور مسند الیہ ہے اور مرفوع ہے

اور قَائِمًا کان کی خبر ہے اور مسند اور منصوب ہے۔

قوله وَيَجُوْزُ فِي الْكُلِّ الخ تمام افعال ناقصہ میں ان کی خبروں کو ان کے اسموں پر مقدم کرنا جائز ہے چونکہ یہ افعال عمل میں قوی ہیں اسلئے اگر ان کے اخبار ان کے اسماء پر مقدم ہو جائیں پھر بھی یہ عمل کرتے ہیں جیسے کَانَ قَائِمًا زَيْدٌ۔

قوله وَعَلٰى نَفْسِ الْاَفْعَالِ اَيْضًا الخ جس طرح ان کی اخبار کو ان کے اسماء پر مقدم کرنا جائز ہے اسطرح افعال ناقصہ میں سے پہلے نو میں انکی اخبار کو ان افعال پر مقدم کرنا جائز ہے جیسے قَائِمًا كَانَ زَيْدٌ اور جن افعال ناقصہ کے شروع میں ما آتا ہے ان افعال پر انکی اخبار کو مقدم کرنا جائز نہیں خواہ ما مصدریہ ہو جیسے مادام' خواہ ما نافیہ ہو جیسے ما برح' مافتی وغیرہ' جائز اس وجہ سے نہیں کیونکہ ما نافیہ اور ما مصدریہ دونوں صدارت کلام کے مقتضی ہوتے ہیں اگر افعال پر ان کی اخبار کو مقدم کر دیں تو صدارت فوت ہو جائیگی۔

قوله وَفِيْ لَيْسَ خِلَافٌ الخ لیس کی خبر لیس پر مقدم ہو سکتی ہے یا نہیں اس میں نحویوں کا اختلاف ہے سیبویہ کے نزدیک جن افعال کے شروع میں ما آتا ہے ان کی اخبار کو افعال پر مقدم نہیں کر سکتے اسی طرح لیس کی خبر کو بھی لیس پر مقدم نہیں کر سکتے' لیکن اکثر نحویوں کے نزدیک لیس کی خبر کو لیس پر مقدم کرنا جائز ہے کیونکہ اس کے شروع میں ما نہیں ہے باقی تفصیل انشاء اللہ قسم ثانی میں آئے گی۔

قوله اِسْمُ مَا وَلَا الْمُشَبَّهَتَيْنِ بِلَيْسَ الخ مرفوعات کی ساتویں قسم ما و لا جو لیس کے مشابہ ہوں ان کا اسم ما و لا کے داخل ہونے کے بعد مسند الیہ اور مرفوع ہوتا ہے جیسے مَا زَيْدٌ قَائِمًا اور لَا رَجُلٌ اَفْضَلَ مِنْكَ۔

قوله اَلْمُشَبَّهَتَيْنِ بِلَيْسَ الخ ما و لا کی لیس کیساتھ دو طرح کی مشابہت ہے پہلی مشابہت یہ ہے کہ جیسے لیس نفی کیلئے آتا ہے اسی طرح ما و لا بھی نفی کیلئے آتے ہیں' دوسری مشابہت یہ ہے کہ جیسے لیس مبتدا اور خبر پر داخل ہو کر مبتدا کے عمل کو منسوخ کر دیتا ہے اسی طرح ما و لا بھی مبتدا اور خبر پر داخل ہو کر مبتدا کے عمل کو منسوخ کر دیتے ہیں اسی مشابہت کی وجہ سے لیس کی طرح یہ اسم کو رفع اور خبر کو نصب دیتے ہیں۔

قوله وَيُخْتَصُّ لَابِالنَّكِرَةِ الخ ما اور لا میں تین فرق ہیں (۱) لا نکرہ کیساتھ خاص ہے یعنی لا نکرہ پر داخل ہوتا ہے لیکن وہ بھی بہت کم، ما عام ہے معرفہ اور نکرہ دونوں پر داخل ہوتا ہے (۲) لا مطلق نفی کیلئے آتا ہے اور ما نفی حال کیلئے آتا ہے (۳) لا کی خبر پر باء کو داخل کرنا جائز نہیں اور ما کی خبر پر باء کا داخل کرنا جائز ہے اور ما کی لیس کے ساتھ مشابہت قوی ہے کیونکہ یہ لیس کی طرح نفی حال کیلئے آتا ہے اور لا کی لیس کے ساتھ مشابہت ضعیف ہے کیونکہ لا مطلق نفی کے لئے آتا ہے اور لیس نفی حال کیلئے آتا ہے۔

قوله خَبَرُ لَا لِنَفْيِ الْجِنْسِ الخ مرفوعات کی آٹھویں قسم لائے نفی جنس کی خبر ہے 'لائے نفی جنس کی خبر اس لائے نفی جنس کے داخل ہونے کے بعد مسند اور مرفوع ہوتی ہے جیسے لَا رَجُلَ قَائِمٌ اس مثال میں قائم لائے نفی جنس کی خبر ہے جو کہ مسند بھی ہے اور مرفوع بھی۔

﴿ تمت بحث المرفوعات بحمد الله تعالیٰ ﴾

محمد اصغر علی عفی عنہ فیصل آبادی

مدرس جامعہ اسلامیہ عربیہ غلام محمد آباد فیصل آباد ' فاضل عربی و فاضل دارالعلوم فیصل آباد - پاکستان

اَلْمَقْصَدُ الثَّانِیْ فِی الْمَنْصُوْبَاتِ

اَلْاَسْمَاءُ الْمَنْصُوْبَةُ اِثْنَا عَشَرَ قِسْمًا اَلْمَفْعُوْلُ الْمُطْلَقُ وَبِهٖ وَفِیْهِ وَلَهٗ وَ مَعَهٗ وَالْحَالُ وَ التَّمْیِیْزُ وَالْمُسْتَثْنٰی وَاِسْمُ اِنَّ وَاَخَوَاتِهَا وَخَبَرُ كَانَ وَاَخَوَاتِهَا وَالْمَنْصُوْبُ بِلَا الَّتِیْ لِنَفْیِ الْجِنْسِ وَخَبَرُ مَا وَلَا الْمُشَبَّهَتَیْنِ بِلَیْسَ۔

فصل۔ اَلْمَفْعُوْلُ الْمُطْلَقُ وَهُوَ مَصْدَرٌ بِمَعْنٰی فِعْلٍ مَذْكُوْرٍ قَبْلَهٗ وَ یُذْكَرُ لِلتَّاكِیْدِ كَضَرَبْتُ ضَرْبًا اَوْلِبَیَانِ النَّوْعِ نَحْوُ جَلَسْتُ جِلْسَةَ الْقَارِیْ اَوْ لِبَیَانِ الْعَدَدِ كَجَلَسْتُ جِلْسَةً اَوْ جِلْسَتَیْنِ اَوْ جِلْسَاتٍ وَ یَكُوْنُ مِنْ غَیْرِ لَفْظِ الْفِعْلِ الْمَذْكُوْرِ نَحْوُ قَعَدْتُ جُلُوْسًا وَ اَنْبَتَ نَبَاتًا وَ قَدْ یُحْذَفُ فِعْلُهٗ لِقِیَامِ الْفِعْلِ الْمَذْكُوْرِ نَحْوُ قَعَدْتُ جُلُوْسًا وَاَنْبَتَ نَبَاتًا وَ قَدْ یُحْذَفُ فِعْلُهٗ لِقِیَامِ قَرِیْنَةٍ جَوَازًا كَقَوْلِكَ لِلْقَادِمِ خَیْرَ مَقْدَمٍ اَیْ قَدِمْتَ قُدُوْمًا خَیْرَ مَقْدَمٍ وَ وُجُوْبًا سِمَاعًا نَحْوُ سَقْیًا وَ شُكْرًا وَ حَمْدًا وَرَعْیًا اَیْ سَقَاكَ اللّٰهُ سَقْیًا وَ شَكَرْتُكَ شُكْرًا وَ حَمِدْتُكَ حَمْدًا اَوْرَعَاكَ اللّٰهُ رَعْیًا

ترجمه : مقصد ثانی منصوبات کے بیان میں' وہ اسما، جن کو نصب دیا جاتا ہے انکی بارہ قسمیں ہیں مفعول مطلق، مفعول بہ، مفعول فیہ، مفعول لہ، مفعول معہ، حال، تمیز، مستثنی، اِنَّ اور اسکے ہم شکلوں کا اسم، کان اور اسکے ہم شکلوں کی خبر، اور وہ جو لائے نفی جنس کی وجہ سے منصوب ہوتا ہے، اور ما و لا کی خبر جو لیس کے مشابہ ہو

فصل : مفعول مطلق وہ مصدر ہے جو اس فعل کے ہم معنی ہو جو اس سے پہلے مذکور ہو اور مفعول مطلق تاکید کے لئے ذکر کیا جاتا ہے جیسے ضربت ضربا یا نوع بیان کرنے کے لیے آتا ہے جیسے جلست جلسة القاری' یا عدد بیان کرنے کے لیے آتا ہے جیسے جلست جلسة یا جلستین یا جلسات اور کبھی مفعول مطلق فعل مذکورہ کے لفظ کے علاوہ سے بھی آتا ہے جیسے قعدت جلوسا اور انبت نباتا، اور کبھی مفعول مطلق کا فعل حذف کر دیا جاتا ہے قرینہ

کے پائے جانے کیوجہ سے جوازی طور پر جیسا تیرا قول آنے والے کے لیے خیر مقدم یعنی قدمت قدوما خیر مقدم۔ اور وجوبا سماعا جیسے سقیا، شکرا، حمدا اور رعیا یعنی سقاك الله سقیا، شکرتك شکرا، حمدتك حمدا، اور رعاك الله رعیا

تجزیہ عبارت: مذکورہ عبارت میں صاحب کتاب نے بارہ منصوبات کے نام ذکر کرنے کے بعد مفعول مطلق کی تعریف اور اسکی قسمیں ذکر کی ہیں اور حذف فعل مفعول مطلق کی جوازی اور وجوبی جگہیں بیان کی ہیں۔

منصوبات

تشریح :

قو له اَلْمَقْصَدُ الثَّانِیْ فِی الْمَنْصُوْبَاتِ الخ مصنفؒ مقصد اول یعنی مرفوعات سے جب فارغ ہوئے اب یہاں سے مقصد ثانی منصوبات کو بیان کرتے ہیں۔

اعتراض: مصنفؒ نے منصوبات کو مجرورات پر مقدم کیوں کیا اگر مجرورات کو مقدم کر دیتے تو اس میں کیا حرج تھا؟

جواب: منصوبات کو مجرورات سے اسلئے مقدم کیا کہ منصوبات کثیرہ ہیں بنسبت مجرورات کے، اور بیان میں کثرت مقصود ہوتی ہے اور جو مقصود ہو اسکو مقدم کیا جاتا ہے اس لئے منصوبات کو مجرورات پر مقدم کیا، دوسری وجہ یہ ہے کہ نصب بمقابلہ جر کے خفیف ہوتا ہے۔

منصوبات کی بارہ قسمیں ہیں

(۱) مفعول مطلق (۲) مفعول بہ (۳) مفعول فیہ (۴) مفعول لہ (۵) مفعول معہ (۶) حال (۷) تمیز (۸) مستثنی (۹) ان وغیرہ کا اسم (۱۰) کان اور اسکے ہم مثلوں کی خبر (۱۱) لائے نفی جنس کا اسم (۱۲) ماولا المشبہتین بلیس کی خبر۔

فصل قولہ اَلْمَفْعُوْلُ الْمُطْلَقُ یہاں سے مصنفؒ مفعول مطلق کی تعریف کر رہے ہیں کہ مفعول مطلق وہ مصدر ہے جسے فعل مذکورہ کے فاعل نے کیا ہو اور وہ فعل مذکورہ کے ہم معنی ہو جیسے ضربت ضربا، اور جلست

جلسا، ان مثالوں میں ضربا اور جلسا مفعول مطلق ہیں اور فعل کے ہم معنی ہیں اور فعل مذکورہ کے فاعل نے ان کو کیا ہے۔

اعتراض : منصوبات میں سے خاص مفعول مطلق کو باقی منصوبات پر مقدم کیوں کیا مقدم کرنیکی وجہ ترجیح کیا ہے ؟

جواب :۱ مفعول مطلق کو اس لئے مقدم کیا کہ اسمیں کوئی قید نہیں باقی منصوبات میں کوئی نہ کوئی قید ہے کسی میں بہ کی اور کسی میں لہ اور معہ اور کسی میں فیہ کی، اور مطلق مقید سے طبعا مقدم ہوتا ہے تو مصنفؒ نے وضعا بھی مقدم کر دیا تاکہ وضع طبع کے مطابق ہو جائے۔

جواب : ۲ مفعول مطلق کی فاعل کے ساتھ مشابہت ہے جس طرح فاعل فعل کا جزء ہوتا ہے اسی طرح مفعول مطلق بھی فعل کا جزء اور ہم معنی ہوتا ہے اور فاعل مقدم ہوتا ہے تو مصنفؒ نے مشابہہ فاعل کو بھی باقی منصوبات پر مقدم کر دیا۔

قولہ وَيُذْكَرُ لِلتَّاكِيدِ الخ مصنفؒ مفعول مطلق کی تعریف سے فارغ ہونے کے بعد اسکی تین اقسام بیان کرتے ہیں

﴿مفعول مطلق کی اقسام﴾

پہلی قسم : کبھی مفعول مطلق تاکید کے لیے ہوتا ہے، یعنی جو معنی فعل سے حاصل ہو رہا ہے اس سے زائد معنی پر دلالت نہ کرے بلکہ مفعول مطلق اسی معنی کو بتائے جو فعل سے حاصل ہو رہا ہے جیسے ضَرَبْتُ ضَرْبًا یہاں مفعول مطلق صرف تاکید کے لیے ہے۔

دوسری قسم : کبھی مفعول نوع کے لیے آتا ہے یعنی جو معنی فعل سے حاصل ہو رہا ہے اسے بتلانے کے ساتھ ساتھ کسی اور نوع پر دلالت کرے جیسے جَلَسْتُ جِلْسَةَ الْقَارِئِ کہ میں بیٹھا قاری کے بیٹھنے کی طرح، یہاں مفعول مطلق نوع بیان کرنے کے لیے ہے۔

تیسری قسم : کبھی مفعول عدد بیان کرنے کے لیے آتا ہے یعنی فعل سے حاصل شدہ معنی پر دلالت کے ساتھ عدد پر بھی دلالت کرے جیسے جَلَسْتُ جَلْسَةً میں ایک مرتبہ بیٹھا، جَلَسْتُ جَلْسَتَيْنِ میں بیٹھا دو مرتبہ بیٹھنا، جلستُ

جَلَسَاتٍ میں بیٹھا تین یا زیادہ مرتبہ بیٹھنا۔

قو له وَ قَدْ يَكُوْنُ مِنْ غَيْرِ لَفْظِ الْفِعْلِ الخ عام طور پر مفعول مطلق من لفظہ ہوتا ہے اور کبھی مفعول مطلق من غیر لفظہ ہوتا ہے پھر اسکی تین صورتیں ہیں۔

(۱) فعل اور مصدر دونوں کا مادہ مختلف ہو لیکن معنی ایک ہو جیسے قَعَدْتُ جُلُوْسًا۔

(۲) مادہ اور معنی ایک ہو مغایرت صرف باب کے اعتبار سے ہو جیسے اَنْبَتَ اللّٰهُ نَبَاتًا۔ اسمیں انبت باب افعال سے ہے اور نبت باب نصر سے ہے مادہ اور معنی دونوں کا ایک ہے صرف باب مختلف ہے۔

(۳) کبھی مغایرت باب اور مادہ دونوں اعتبار سے ہوتی ہے جیسے فَاَوْجَسَ فِيْ نَفْسِهٖ خِيْفَةً کہ اپنے نفس میں خوف محسوس کیا اس مثال میں اوجس اور خیفۃ کا مادہ اور باب مختلف ہے لیکن معنی ایک ہے۔

قو له وَ قَدْ يُحْذَفُ فِعْلُهٗ الخ یہاں سے صاحب ہدایۃ النحو اس جگہ کو بیان کرتے ہیں جہاں قرینہ کی وجہ سے مفعول مطلق کے فعل کو جوازاً حذف کر دیا جاتا ہے جیسے سفر سے آنے والے کو کہا جائے خَيْرَ مَقْدَمٍ اصل میں تھا قَدِمْتَ قُدُوْمًا خَيْرَ مَقْدَمٍ، قرینہ حال کیوجہ سے قدمت فعل کو حذف کر دیا گیا۔

اعتراض: آپ نے مفعول مطلق کی تعریف مصدر سے کی ہے جبکہ یہاں خیر مقدم مصدر نہیں ہے بلکہ خیر اسم تفضیل ہے اصل میں اخیر تھا کثرت استعمال کیوجہ سے خلاف قیاس ہمزہ کو حذف کر دیا گیا تو خیر مصدر نہیں ہے بلکہ اسم تفضیل ہے۔

جواب ۱: خیر مصدر ہے وہ اس طرح کہ اس کا موصوف قدوما محذوف ہے 'موصوف کو حذف کر کے صفت کو اس کے قائم مقام کر دیا لہذا خیر کا مصدر ہونا باعتبار موصوف محذوف کے ثابت ہو گیا۔

جواب ۲: اسکا مصدر ہونا باعتبار مضاف الیہ کے ہے خیر اسم تفضیل مَقْدَمٍ مصدر میمی کی طرف مضاف ہے اور جب اسم تفضیل کسی اسم کی طرف مضاف ہو تو وہ مضاف الیہ کا حصہ اور جزء بن جاتا ہے اسی طرح خیر اسم تفضیل مقدم مصدر کی طرف مضاف ہونے کیوجہ سے مصدر کے حکم میں ہو گیا ہے اور اس کا جزء بن گیا لہذا اسکو حکما مصدر

بنا کر اس پر مصدر والے احکام جاری کر دیئے۔

قولہ وَوُجُوْبًا سِمَاعًا الخ یہاں سے مصنفؒ وہ مقامات بیان کر رہے ہیں جہاں سماعا مفعول مطلق کے فعل کو حذف کرنا واجب ہے، سماعا کا مطلب یہ ہے کہ یہاں حذف فعل کا کوئی ضابطہ نہیں بلکہ محض عربوں سے حذف سنا گیا ہو لہذا یہ انہی مثالوں کے ساتھ خاص ہوگا (۱) سقیا اصل میں سَقَاكَ اللّٰهُ سَقْيًا تھا (۲) شکرا اصل میں شَكَرْتُكَ شُكْرًا تھا (۳) حمداً اصل میں حَمِدْتُكَ حَمْدًا تھا (۴) رعیا اصل میں رَعَاكَ اللّٰهُ رَعْياً تھا ان مثالوں میں سماعا فعل کو حذف کرنا واجب ہے۔

فصل۔ اَلْمَفْعُوْلُ بِهٖ وَ هُوَ اِسْمٌ مَا وَقَعَ عَلَيْهِ فِعْلُ الْفَاعِلِ كَضَرَبَ زَيْدٌ عَمْرًا وَقَدْ يَتَقَدَّمُ عَلَى الْفَاعِلِ كَضَرَبَ عَمْرًا زَيْدٌ وَ قَدْ يُحْذَفُ فِعْلُهٗ لِقِيَامِ قَرِيْنَةٍ جَوَازًا نَحْوُ زَيْدًا فِيْ جَوَابِ مَنْ قَالَ مَنْ اَضْرِبُ وَ وُجُوْبًا فِيْ اَرْبَعَةِ مَوَاضِعَ اَلْاَوَّلُ سِمَاعِيٌّ نَحْوُ اِمْرَاءً وَ نَفْسَهٗ وَ انْتَهُوْا خَيْرًا لَّكُمْ وَ اَهْلًا وَّ سَهْلًا وَ الْبَوَاقِيْ قِيَاسِيَّةٌ اَلثَّانِيْ التَّحْذِيْرُ وَ هُوَ مَعْمُوْلٌ بِتَقْدِيْرِ اِتَّقِ تَحْذِيْرًا مِمَّا بَعْدَهٗ نَحْوُ اِيَّاكَ وَ الْاَسَدَ اَصْلُهٗ اِتَّقِكَ وَ الْاَسَدَ اَوْ ذُكِرَ الْمُحَذَّرُ مِنْهُ مُكَرَّرًا نَحْوُ الطَّرِيْقَ الطَّرِيْقَ اَلثَّالِثُ مَا اُضْمِرَ عَامِلُهٗ عَلٰى شَرِيْطَةِ التَّفْسِيْرِ وَ هُوَ كُلُّ اِسْمٍ بَعْدَهٗ فِعْلٌ اَوْ شِبْهُهٗ يَشْتَغِلُ ذٰلِكَ الْفِعْلُ عَنْ ذٰلِكَ الْاِسْمِ بِضَمِيْرِهٖ اَوْ مُتَعَلِّقِهٖ بِحَيْثُ لَوْ سُلِّطَ عَلَيْهِ هُوَ اَوْ مُنَاسِبُهٗ لَنَصَبَهٗ نَحْوُ زَيْدًا ضَرَبْتُهٗ فَاِنَّ زَيْدًا مَنْصُوْبٌ بِفِعْلٍ مَحْذُوْفٍ مُضْمَرٍ وَ هُوَ ضَرَبْتُ يُفَسِّرُهُ الْفِعْلُ الْمَذْكُوْرُ بَعْدَهٗ وَ هُوَ ضَرَبْتُهٗ وَلِهٰذَا الْبَابِ فُرُوْعٌ كَثِيْرَةٌ۔

ترجمہ: دوسری فصل مفعول بہ ہے اور وہ اسم ہے جس پر فاعل کا فعل واقع ہو جیسے ضرب زید عمروا اور کبھی مفعول بہ فاعل پر مقدم ہوتا ہے جیسے ضرب عمرا زید اور کبھی اسکا فعل حذف کر دیا جاتا ہے کسی قرینہ کی وجہ سے جوازا جیسے زیداً اس شخص کے جواب میں جو کہے مَنْ اَضْرِبُ اسکا فعل اِضْرِبْ محذوف ہے اور وجوبا

چار جگہوں میں سے پہلی جگہ سماعی ہے جیسے امرأ و نفسه وانتهو خیرالكم اهلا و سهلا اور باقی قیاسی ہیں دوسری جگہ تحذیر ہے اور وہ معمول ہے اتق کی تقدیر کے ساتھ ما بعد سے ڈرانے کے لئے آتا ہے ایاك و الاسد اسکی اصل اتقك و الاسد تھی یا جب محذر منہ کو مکرر ذکر کیا جائے جیسے الطریق الطریق تیسری مااضمر عامله علی شریطة التفسیر ہے اور ما اضمر وہ اسم ہے جس کے بعد فعل یا شبہ فعل ہو اور وہ فعل یا شبہ فعل اس اسم میں عمل کرنے سے احتراز کرتا ہو بوجہ عمل کرنے اس کے اسم کی ضمیر یا اس کے متعلق میں' اس حیثیت سے کہ اگر مسلط کر دیا جائے اس فعل یا اس کے مناسب کو اس اسم پر' وہ اسم کو نصب دے جیسے زَیدًا ضَرَبْتُهٗ پس بیشک زیدا منصوب ہے فعل محذوف مقدر کی وجہ سے وہ ضربت ہے اس فعل کی تفسیر کرتا ہے وہ فعل جو اس کے بعد مذکور ہے اور وہ ضربته ہے اور اس باب کی بہت سی فروع ہیں۔

تجزیہ عبارت: مذکورہ عبارت میں صاحب کتاب نے مفعول بہ کی تعریف کی ہے اور مفعول بہ کے فعل کو حذف کرنے کے جوازی اور وجوبی مواقع بیان کئے ہیں۔

قوله اَلْمَفْعُوْلُ بِهٖ وَ هُوَ اِسْمٌ الخ منصوبات میں سے دوسرا مفعول بہ ہے مفعول بہ وہ اسم ہے جس پر فاعل کا فعل واقع ہو جیسے ضَرَبَ زَیْدٌ عَمْرًا اس مثال میں عمرا مفعول بہ ہے کیونکہ اس پر فاعل کا فعل واقع ہے۔

فوائد قیود: جب مصنفؒ نے ما وقع علیه فعل الفاعل کہا تو اس سے مفعول فیہ اور مفعول لہ اور مفعول معہ نکل گئے کیونکہ ان میں سے کوئی مفعول ایسا نہیں جس پر فاعل کا فعل واقع ہو اور ماوقع علیه فعل الفاعل کی قید سے مفعول مطلق بھی نکل گیا کیونکہ مفعول مطلق عین فعل فاعل ہوتا ہے اس پر واقع نہیں ہوتا۔ سلہ

قوله وَقَدْ یُحْذَفُ فِعْلُهٗ الخ کبھی اختصار کی غرض سے مفعول بہ کے فعل کو حذف کرنا بھی جائز ہے جب کوئی قرینہ پایا جائے خواہ قرینہ مقالیہ ہو یا حالیہ' قرینہ مقالیہ کی مثال جیسے اگر کوئی شخص یہ کہے مَنْ اَضْرِبُ تو اس کے جواب میں وہ کہے زیدا اصل میں تھا اِضْرِبْ زَیْدًا یہاں قرینہ مقالیہ کی وجہ سے فعل کو حذف کر دیا گیا' قرینہ حالیہ کی مثال جیسے ایک شخص مکہ مکرمہ کی طرف جا رہا ہو آپ اس سے سوال کریں اَیْنَ تُرِیْدُ تو جواب میں کہے مكةَ

اصل میں تھا اُرِیدُ مَکَّۃَ تو یہاں قرینہ حالیہ کی وجہ سے ارید فعل کو حذف کر دیا گیا-

قولہ وَوُجُوْبًا فِی اَرْبَعَةِ مَوَاضِعَ الخ یہاں سے مصنفؒ مفعول بہ کے فعل کو حذف کرنے کی چار جگہیں بیان فرما رہے ہیں کہ ان جگہوں پر مفعول بہ کے فعل کو حذف کرنا واجب ہے ان میں سے پہلی جگہ سماعی ہے اور باقی تین قیاسی ہیں سماعی کا مطلب یہ ہے کہ عربوں سے سنا گیا ہے کہ وہ ان مثالوں میں فعل کو حذف کر دیتے ہیں اور یہ حذف صرف انہی مثالوں کیساتھ خاص ہوگا کسی اور کو ان پر قیاس نہیں کیا جائے گا' پہلی مثال اِمْرَاءً وَنفسہ اصل میں تھا اُتْرُكْ اِمْرَاءً وَنَفْسَه' تو یہاں اُتْرُكْ فعل کو حذف کر دیا دوسری مثال وَانْتَهُوْا خَيْرًالَّكُمْ اصل میں تھا وَ انْتَهُوا عَنِ التَّثْلِيْثِ وَاقْصُدُوْا خَيْرًالَّكُمْ یہاں اقصدوا فعل کو حذف کر دیا گیا-

تیسری مثال اَهْلاً وَّسَهلاً اصل میں تھا اَتَيْتَ اَهْلاً وَوَطَئْتَ سَهْلاً تو یہاں اتیت اور وطیت فعل کو حذف کر دیا-

قولہ وَالْبَوَاقِي قِيَاسِيَّة : **اعتراض** : مصنفؒ نے سماعی صورت کو قیاسی صورتوں پر مقدم کیوں کیا اور اس کے برعکس کیوں نہیں کیا؟

جواب ا : سماعی قلیل ہیں اور قیاسی کثیر' مصنفؒ نے قلیل کو پہلے ذکر کیا تاکہ اقرب الی الحفظ ہو اسکے بعد کثیر کو ذکر کیا-

جواب ۲ : سماعی قواعد' قواعد قیاسی کی نسبت زیادہ قوی ہوتے ہیں کیونکہ شروع ہی سے عربوں سے اسطرح سنتے آرہے ہیں اسلئے سماعی کو مقدم کیا-

قولہ اَلثَّانِي اَلتَّحْذِيْرُ الخ مصنفؒ مفعول بہ کے حذف فعل کی وجوبی جگہیں بیان کر رہے ہیں یہاں سے دوسری جگہ بیان کرتے ہیں جہاں مفعول بہ کے فعل کو حذف کرنا واجب ہے اور وہ تحذیر ہے 'تحذیر کا لغوی معنی ڈرانے کے ہیں اور جسے ڈرایا جائے اسے محذر اور جس سے ڈرایا جائے اسے محذر منہ کہتے ہیں-

اور نحویوں کی اصطلاح میں تحذیر اس اسم کو کہتے ہیں جو مفعولیت کی بنا پر اتق مقدر کا معمول ہو اور وہ اسم اتق مقدر

کی وجہ سے منصوب ہو اور اسکو مابعد سے ڈرایا جائے' اس میں فعل کو حذف کرنا قلت وقت کیوجہ سے ہے کیونکہ فعل کے ذکر کرنے کا موقع ہی نہیں جیسے ایاك والاسد مثلاً اس مثال میں اگر فعل کو ذکر کیا جائے تو ممکن ہے جس شخص کو شیر سے ڈرایا جارہا ہے وہ شیر کا شکار بن جائے ایاك والاسد اصل میں اتقك وا لاسد تھا اسلئے کہ جب ضمیر فاعل اور ضمیر مفعول سے مراد شیٔ واحد ہو تو دوسری ضمیر کو افعال قلوب کے علاوہ میں نفس سے بدلنا واجب ہے تو یوں عبارت بن جائے گی اتق نفسك والاسد' اب تنگی مقام کی وجہ سے اتق فعل کو حذف کیا تو نفس کو بھی حذف کردیا کیونکہ اس کی بھی ضرورت نہ رہی تو ضمیر متصل کو منفصل سے بدل دیا ایاك والاسد بن گیا-

قوله اَوْ ذُكِرَ الْمُحَذَّرُ مِنْهُ مُكَرَّرًا الخ تحذیر کی دوسری قسم جو اتق مقدر کا معمول ہے اسمیں محذر منہ کو مکرر ذکر کیا جاتا ہے اس میں بھی فعل کو حذف کرنا واجب ہے قلت وقت کی وجہ سے جیسے اَلطَّرِيْقَ اَلطَّرِيْقَ اصل میں تھا اِتَّقِ الطَّرِيْقَ الطَّرِيْقَ 'تنگی مقام اور قلت فرصت کیوجہ سے اتق فعل کو حذف کردیا -

اَلثَّالِثُ مَااُضْمِرَ عَامِلُهٗ الخ یہاں سے مصنفؒ مفعول بہ کے حذف فعل کی وجوبی جگہوں میں سے تیسری جگہ بیان کرتے ہیں وہ مَا اُضْمِرَ عَامِلُهٗ عَلٰى شَرِيْطَةِ التَّفْسِيْرِ ہے یعنی مفعول بہ کے فعل کو اس شرط پر حذف کیا گیا ہو کہ اس کی تفسیر آگے آرہی ہو اور مااضمر الخ سے مراد ہر وہ اسم ہے جس کے بعد فعل یا شبہ فعل ہو اور فعل یا شبہ فعل اس اسم میں عمل نہ کررہا ہو اور عمل نہ کرنے کی وجہ یہ ہے کہ وہ فعل یا شبہ فعل اس مذکورہ اسم کی ضمیر یا اس اسم کے متعلق میں عمل کررہا ہے لیکن اگر اسی فعل یا شبہ فعل یا اس کے کسی مناسب کو اس اسم مذکورہ پر داخل کر دیا جائے تو وہ اسے نصب دے سکتا ہے جیسے زَيْداً ضَرَبْتُهٗ

اس مثال میں ضربت فعل سے قبل جو اسم ہے ضربت اسمیں عمل نہیں کررہا کیونکہ وہ ضمیر میں عمل کررہا ہے جو کہ زید کی طرف راجع ہے لیکن اگر اسی فعل کو زید پر داخل کردیا جائے تو یہ زید کو نصب دے سکتا ہے تو زَيْداً ضَرَبْتُهٗ اصل میں ضَرَبْتُ زَيْداً ضَرَبْتُهٗ تھا تو زَيْداً فعل محذوف کیوجہ سے منصوب ہے چونکہ دوسرا فعل ضربته اسکی تفسیر کررہا ہے اسلئے پہلے ضربت کو حذف کردیا تاکہ مُفَسِّر اور مُفَسَّر کا اجتماع لازم نہ آئے اور

اس بات کی بہت سی جزئیات ہیں جن کو بڑی کتابوں میں تفصیل سے ذکر کیا گیا ہے۔

الرَّابِعُ اَلْمُنَادٰی وَهُوَاسْمٌ مَدْعُوٌّ بِحَرْفِ النِّدَاءِ لَفْظًا نَحْوُ يَا عَبْدَ اللّٰهِ اَیْ اَدْعُوْ عَبْدَ اللّٰهِ وَحَرْفُ النِّدَاءِ قَائِمٌ مَقَامَ اَدْعُوْ وَحُرُوْفُ النِّدَاءِ خَمْسَةٌ يَا وَ اَيَا وَهَيَا وَاَیْ وَ الْهَمْزَةُ الْمَفْتُوْحَةُ وَقَدْ يُحْذَفُ حَرْفُ النِّدَاءِ لَفْظًا نَحْوُ يُوْسُفُ اَعْرِضْ عَنْ هٰذَا وَاعْلَمْ اَنَّ الْمُنَادٰی عَلٰی اَقْسَامٍ فَاِنْ كَانَ مُفْرَدًا مَعْرِفَةً يُبْنٰی عَلٰی عَلَامَةِ الرَّفْعِ كَالضَّمَّةِ وَنَحْوِهَا نَحْوُ يَازَيْدُ وَيَارَجُلُ وَيَا زَيْدَانِ وَيَا زَيْدُوْنَ وَيُخْفَضُ بِلَامِ الْاِسْتِغَاثَةِ نَحْوُ يَا لَزَيْدٍ وَيُفْتَحُ بِاِلْحَاقِ اَلِفِهَا نَحْوُ يَا زَيْدَاهُ وَيُنْصَبُ اِنْ كَانَ مُضَافًا نَحْوُ يَا عَبْدَ اللّٰهِ اَوْمُشَابِهًا لِلْمُضَافِ نَحْوُ يَاطَالِعًا جَبَلًا اَوْنَكِرَةً غَيْرَ مُعَيَّنَةٍ كَقَوْلِ الْاَعْمٰی يَارَجُلًا خُذْ بِيَدِیْ وَاِنْ كَانَ مُعَرَّفًا بِاللَّامِ قِيْلَ يَااَيُّهَا الرَّجُلُ وَيَااَيَّتُهَا الْمَرْاَةُ وَيَجُوْزُ تَرْخِيْمُ الْمُنَادٰی وَهُوَ حَذْفٌ فِیْ اٰخِرِهٖ لِلتَّخْفِيْفِ كَمَاتَقُوْلُ فِیْ مَالِكٍ يَا مَالُ وَفِیْ مَنْصُوْرٍ يَا مَنْصُ وَفِیْ عُثْمَانَ يَاعُثْمُ

وَيَجُوْزُ فِیْ آخِرِ الْمُنَادٰی الْمُرَخَّمِ اَلضَّمُّ وَالْحَرَكَةُ الْاَصْلِيَّةُ كَمَاتَقُوْلُ فِیْ يَا حَارِثُ يَا حَارُ وَيَا حَارِ وَاعْلَمْ اَنَّ يَا مِنْ حُرُوْفِ النِّدَاءِ قَدْ تُسْتَعْمَلُ فِی الْمَنْدُوْبِ اَيْضًا وَهُوَ الْمُتَفَجَّعُ عَلَيْهِ بِيَا اَوْ وَا كَمَا يُقَالُ يَازَيْدَاهُ وَ وَازَيْدَاهُ فَوَامُخْتَصَّةٌ بِالْمَنْدُوْبِ وَيَا مُشْتَرَكَةٌ بَيْنَ النِّدَاءِ وَ الْمَنْدُوْبِ وَحُكْمُهٗ فِی الْاِعْرَابِ وَالْبِنَاءِ مِثْلُ حُكْمِ الْمُنَادٰی ـــ

ترجمه: اور منادی وہ اسم ہے جس پر حرف ندا داخل کر کے بلایا گیا ہو حرف ندا لفظا ہو جیسے یا عبد الله یعنی ادعو عبد الله اور حرف ندا ادعو کے قائم مقام ہے اور حرف ندا پانچ ہیں یا 'ایا' 'ھیا' 'ای' اور ھمزہ مفتوحہ اور کبھی حذف کر دیا جاتا ہے حرف ندا کو لفظوں سے جیسے یوسف اعرض عن ھذا 'اور تو جان بیشک منادی چند قسموں پر ہے

پس اگر منادی مفرد معرفہ ہو تو علامت رفع پر مبنی ہوگا جیسے ضمہ اور اسکی مثل جیسے یا زیدٌ یا زیدانِ یا زیدونَ اور منادی کو جر دیا جاتا ہے لام استغاثہ کی وجہ سے جیسے یالَزید اور فتحہ دیا جاتا ہے الف استغاثہ کی وجہ سے جیسے یازیداہ اور نصب دیا جاتا ہے منادی کو اگر مضاف ہو جیسے یَا عَبْدَاللّٰہ مشابہ مضاف ہو جیسے یاطَالِعًا جَبلاً یا نکرہ غیر معینہ ہو جیسے اندھے کا قول یَا رَجُلاً خُذْ بِیَدِیْ اور اگر منادیٰ معرف باللام ہو تو کہا جائے گا یااَیُّھا الرَّجلُ یااَیَّتھا الْمَرْاۃُ اور منادی پر ترخیم جائز ہے اور وہ حذف کرنا ہے اس کے آخر میں تخفیف کی غرض سے جیسے کہے مَالِکٌ میں یَا مَالُ اور منصور میں یامَنْصُ اور یاعثمان میں عُثْمُ اور جائز ہے منادیٰ مرخم کے آخر میں ضمہ اور حرکت اصلیہ جیسے تو کہے یَاحَارِثُ میں یَاحَارُ اور یاحَارِ اور تو جان بے شک یا حروف ندا میں سے کبھی استعمال ہوتا ہے مندوب میں بھی' اور مندوب وہ ہے جس پر درد مندی کا اظہار کیا جائے' یا' یاوا کے ذریعے جسے کہا جاتا ہے یا زَیْدَاہ وَازَیْدَاہ پس وامندوب ہی کیساتھ خاص ہے اور یا ندا اور مندوب دونوں کے درمیان مشترک ہے اور اس کا حکم معرب اور مبنی ہونے میں منادی کے حکم کی طرح ہے۔

تجزیہ عبارت : مذکورہ عبارت میں مصنفؒ منادی کی تعریف اور منادی کا اعراب بتا رہے ہیں اور ترخیم منادی بیان کرنے کے بعد منادی مرخم کا اعراب بتایا ہے اور کبھی یا تصرف مندوب میں بھی استعمال ہوتا ہے اس لحاظ سے یا عام ہے اور وا مندوب کے ساتھ خاص ہے۔

تشریح :

قوله اَلرَّابِعُ اَلْمُنَادٰی الخ یہاں سے مصنفؒ مفعول بہ کے حذف فعل کی وجوبی جگہوں میں سے چوتھی جگہ منادی کو بیان کرتے ہیں منادی وہ اسم ہے جس کو بلایا گیا ہو حرف ندا کے ذریعہ سے خواہ حرف ندا لفظوں میں مذکور ہو جیسے یا عبد اللہ اصل میں اَدْعُوْ عَبْدَ اللّٰہِ تھا 'ادعو فعل کو حذف کر کے یا حرف ندا کو ادعو کے قائم مقام کر دیا اس مثال میں فعل ادعو کو حذف کرنا واجب ہے تاکہ اصل اور قائم مقام کا اجتماع لازم نہ آئے اور حرف ندا پانچ ہیں یا' ایا' ھیا' ای اور ہمزہ مفتوحہ' ان میں فرق یہ ہے کہ ای اور ہمزہ مفتوحہ قریب کیلئے آتے ہیں ایا اور ھیا

بعید کیلئے آتے ہیں اور یا قریب اور بعید دونوں کیلئے آتا ہے۔

قوله وَقَدْ يُحْذَفُ حَرْفُ النِّدَاءِ الخ اصل تو یہ ہے کہ حرف ندا منادی کے شروع میں مذکور ہو لیکن جب کوئی قرینہ پایا جائے تو حرف ندا کو لفظوں سے حذف کرنا بھی جائز ہے جیسے یُوسُفُ اَعْرِضْ عَنْ هٰذا' اصل میں تھا یَایُوسُفُ اَعْرِضْ عَنْ هٰذا حرف ندا کے حذف کا قرینہ یہ ہے کہ اگر یوسف سے پہلے حرف ندا حذف نہ مانیں تو پھر یوسف کو مبتدا بنایا جائے گا اور اعرض عن هذا کو خبر' اور اس کو خبر بنانا صحیح نہیں کیونکہ اَعْرِضْ یہ انشاء ہے اور انشاء کو بغیر تاویل کے خبر بنانا صحیح نہیں تو معلوم ہوا کہ یوسف سے پہلے حرف ندا محذوف ہے۔

قوله وَ اعْلَمْ اَنَّ الْمُنَادٰى عَلٰى اَقْسَامٍ الخ یہاں صاحب ھدایۃ النحو منادی کا اعراب بیان کرتے ہیں کہ جب منادی مفرد معرفہ ہو تو علامت رفع پر مبنی ہوتا ہے، یہاں مفرد سے مراد یہ ہے کہ مضاف اور شبہ مضاف نہ ہو، اور معرفہ سے مراد عام ہے چاہے حرف نداء سے قبل معرفہ ہو جیسے یَا زَیْدُ یا حرف نداء کے بعد معرفہ ہو جیسے یَا رَجُلُ' اس مثال میں رجل یا حرف نداء لانے کے بعد معرفہ بن گیا ہے، مفرد سے مراد وہ ہے جو مضاف یا شبہ مضاف کے مقابلہ میں ہو' وہ مفرد مراد نہیں جو تثنیہ اور جمع کے مقابلہ میں ہو لہذا یَا زَیْدَانِ یَا زَیْدُوْنَ مفرد معرفہ میں داخل رہیں گے۔

قوله وَ يُخْفَضُ بِلَامِ اِسْتِغَاثَةٍ الخ اگر منادی پر لام استغاثہ داخل ہو تو مجرور پڑھا جائے گا جیسے یا لَزَید، استغاثہ کا معنی فریاد کرنے کے ہیں جس سے فریاد کی جائے اسے مستغاث اور جسکے لیے فریاد کی جائے اسے مستغاث لہ کہتے ہیں، اور لام استغاثہ مستغاث پر اس وجہ سے داخل ہوتا ہے کہ اسے مدد کے لیے خاص طور پر بلایا جاتا ہے اور لام استغاثہ درحقیقت لام جر ہی ہوتا ہے جو اختصاص کے لیے آتا ہے جیسے یَا لَزَیْدٍ کی مثال میں منادی کو خاص طور سے مدد کے لیے بلایا گیا ہے لیکن لام استغاثہ مفتوح ہوتا ہے۔

قوله وَيُفْتَحُ بِاِلْحَاقِ اَلِفِهَا الخ اگر منادی کے آخر میں الف استغاثہ لاحق ہو تو منادی مفتوح ہوتا ہے جیسے یَا زیدَاہْ اس صورت میں لام استغاثہ منادی کے شروع میں داخل نہ ہوگا کیونکہ لام استغاثہ اسم کے مجرور ہونے کا

تقاضا کرتا ہے اور الف استغاثہ ما قبل مفتوح کا، اس لئے جب منادی کے آخر میں الف استغاثہ ہو تو لام استغاثہ شروع میں نہ آئیگا۔

قولہ وَيُنْصَبُ اِنْ كَانَ مُضَافًا الخ منادی اگر مضاف ہو تو منصوب ہوگا جیسے یَا عَبْدَاللّٰہِ، یا منادی مشابہ مضاف ہو تو بھی منصوب ہوگا جیسے یَا طَالِعًا جَبَلاً، مشابہ مضاف اس اسم کو کہتے ہیں کہ اس کے معنی بغیر دوسرے اسم کے ملائے سمجھ میں نہ آئیں جیسے مضاف کے معنی بغیر مضاف الیہ کے ملائے سمجھ میں نہیں آتے اس مثال میں صرف یا طالعا سے بات مکمل نہیں ہوتی جب تک جَبَلاً کو ساتھ نہ ملایا جائے۔ اور جب منادی نکرہ غیر معینہ ہو تو بھی منصوب ہوگا جیسے کوئی نابینا کہے یَا رَجُلاً خُذْ بِیَدِیْ —

قولہ وَ اِنْ كَانَ مُعَرَّفًا بِاللَّامِ الخ جب منادی معرف باللام ہو تو حرف نداء اور منادی کے درمیان اَیٌّ اور ھا تنبیہ سے فاصلہ کرنا ضروری ہے، تاکہ بغیر فاصلہ کے دو آلہ تعریف کا اجتماع نہ ہو جائے جیسے یَا اَيُّهَا الرَّجُلُ اور یَا اَيَّتُهَا الْمَرْاَۃُ —

قولہ وَ يَجُوْزُ تَرْخِيْمُ الْمُنَادٰی الخ پہلے مصنفؒ نے منادی کی تعریف اور اسکا اعراب بیان کیا اب یہاں سے ترخیم منادی کو بیان کرتے ہیں کہ منادی میں ترخیم کرنا بھی جائز ہے ترخیم کہتے ہیں کہ منادی کے آخر میں بغرض تخفیف کوئی حرف حذف کر دینا جیسے یَا مَالِكُ میں یَا مَالُ اور یَا مَنْصُوْرُ میں یا مَنْصُ اور یَا عُثْمَانُ میں یَا عُثْمُ منادی میں ترخیم کے بعد آخر میں ضمہ پڑھنا بھی جائز ہے جیسے حَارِثُ سے یَا حَارُ کیونکہ منادی میں ترخیم کے بعد باقی رہنے والا مستقل کلمہ ہے تو جیسے ترخیم سے قبل مرفوع تھا ترخیم کے بعد بھی مرفوع رہیگا گویا کہ منادی مفرد معرفہ بعینہ موجود ہے اور منادی مرخم پر اصلی حرکت پڑھنی بھی جائز ہے جیسے یَا حَارِثُ میں یا حارِ کیونکہ محذوف حرف مذکورہ کی طرح ہوتا ہے گویا کہ محذوف حرف اس اسم کے آخر میں ہے تو حذف سے قبل حرف کا اعراب جس حالت میں تھا اسی حالت میں باقی رہیگا۔

وَاعْلَمْ اَنَّ يَا مِنْ حُرُوْفِ النِّدَاءِ الخ یا حرف نداء کبھی مندوب میں بھی استعمال ہوتا ہے، مندوب لغت میں اس

میت کو کہتے ہیں جس پر کوئی شخص نوحہ کرے اور رنج و غم کا اظہار کرے اور اسکے محاسن کو شمار کرے تاکہ دیکھنے والے اس کو معذور سمجھیں اور مندوب اصطلاح میں کہتے ہیں جس پر واویلا اور گریہ وزاری کی جائے اور غم کی وجہ سے ہمدردی کا اظہار کیا جائے یا اور وا کے ذریعے جیسے یَا زَیْدَاہُ اور وَازَیْدَاہ عرب میں میت پر گریہ وزاری اور واویلا یا اور وا کے ذریعہ سے کیا جاتا ہے ، لیکن ان دونوں میں فرق یہ ہے وا مندوب کے ساتھ خاص ہے اور یا مندوب اور منادی دونوں کے لئے استعمال ہوتی ہے، اور مندوب کا حکم معرب اور مبنی ہونے میں منادیٰ کے حکم کی طرح ہے، یعنی اگر مندوب مفرد معرفہ ہو تو علامت رفع پر مبنی ہوگا، اور اگر مندوب مضاف یا شبہ مضاف ہو تو منصوب ہوگا۔

قوله وَ حُكْمُهٗ فِي الْاِعْرَابِ وَ الْبِنَاءِ **اعتراض**: جب مندوب اور منادی دونوں کا حکم ایک ہے تو مندوب کو علیحدہ ذکر کیوں کیا اکٹھا ذکر کرنے میں کیا حرج تھا؟

جواب: منادی کے کلمات اور ہیں، مندوب کے کلمات اور ہیں اس وجہ سے علیحدہ ذکر کیا، دوسری وجہ یہ ہے کہ منادی کبھی نکرہ غیر معینہ بھی ہوتا ہے جبکہ مندوب ایسا نہیں ہوتا' اس لیے ان دونوں کو الگ الگ ذکر کیا۔

فصل۔ اَلْمَفْعُوْلُ فِيْهِ هُوَ اِسْمٌ مَا وَقَعَ فِعْلُ الْفَاعِلِ فِيْهِ مِنَ الزَّمَانِ وَ الْمَكَانِ وَ يُسَمّٰى ظَرْفًا وَ ظُرُوْفُ الزَّمَانِ عَلٰى قِسْمَيْنِ مُبْهَمٌ وَ هُوَ مَا لَا يَكُوْنُ لَهٗ حَدٌّ مُعَيَّنٌ كَدَهْرٍ وَ حِيْنٍ وَ مَحْدُوْدٌ وَ هُوَ مَا يَكُوْنُ لَهٗ حَدٌّ مُعَيَّنٌ كَيَوْمٍ وَ لَيْلَةٍ وَ شَهْرٍ وَ سَنَةٍ وَ كُلُّهَا مَنْصُوْبٌ بِتَقْدِيْرِ فِيْ تَقُوْلُ صُمْتُ دَهْرًا وَ سَافَرْتُ شَهْرًا اَیْ فِيْ دَهْرٍ وَ شَهْرٍ وَ ظُرُوْفُ الْمَكَانِ كَذٰلِكَ مُبْهَمٌ وَ هُوَ مَنْصُوْبٌ اَيْضًا بِتَقْدِيْرِ فِيْ نَحْوُ جَلَسْتُ خَلْفَكَ وَ اَمَامَكَ وَ مَحْدُوْدٌ وَ هُوَ مَالَا يَكُوْنُ مَنْصُوْبًا بِتَقْدِيْرِ فِيْ بَلْ لَا بُدَّ مِنْ ذِكْرِ فِيْ فِيْهِ نَحْوُ جَلَسْتُ فِي الدَّارِ وَ فِي السُّوْقِ وَ فِي الْمَسْجِدِ ۔

فصل: اَلْمَفْعُوْلُ لَهٗ هُوَ اِسْمٌ مَا لِاَجْلِهٖ يَقَعُ الْفِعْلُ الْمَذْكُوْرُ قَبْلَهٗ وَ يُنْصَبُ بِتَقْدِيْرِ اللَّامِ نَحْوُ ضَرَبْتُهٗ تَادِيْبًا اَیْ لِلتَّادِيْبِ وَ قَعَدْتُ عَنِ الْحَرْبِ جُبْنًا اَیْ لِلْجُبْنِ وَ عِنْدَ الزَّجَّاجِ هُوَ مَصْدَرٌ تَقْدِيْرُهٗ اَدَّبْتُهٗ تَادِيْبًا وَ جَبُنْتُ جُبْنًا ـــ

ترجمہ: مفعول فیہ وہ اسم ہے جس میں فاعل کا فعل واقع ہو زمان اور مکان میں اور اسکا نام رکھا جاتا ہے ظرف، اور ظروف زمان دو قسم پر ہیں مبہم اور وہ ہے جسکی کوئی حد متعین نہ ہو جیسے دھر اور حین اور محدود وہ ہے جس کی کوئی حد متعین ہو جیسے یَوْمٌ لَیْلَۃٌ شَھْرٌ اور سَنَۃٌ اور تمام منصوب ہوتے ہیں فی کی تقدیر کے ساتھ جیسے تو کہے صُمْتُ دَھْرًا سَافَرْتُ شَھْرًا یعنی اصل میں فِیْ دَھْرٍ وَفِیْ شَھْرٍ تھے اور ظروف مکان بھی اسی طرح مبہم ہوتا ہے اور وہ بھی منصوب ہوتا ہے فی کی تقدیر کے ساتھ جیسے جَلَسْتُ خَلْفَکَ وَ اَمَامَکَ اور مکان محدود وہ ہے جو فی کی تقدیر کے ساتھ منصوب نہ ہو بلکہ اس میں فِیْ کا ذکر ضروری ہے جیسے جَلَسْتُ فِی الدَّارِ وَفِی السُّوْقِ وَفِی الْمَسْجِدِ۔

فصل مفعول لہ وہ اسم ہے جس کیوجہ سے وہ فعل واقع ہو جو اس اسم سے پہلے مذکور ہو اور مفعول لہ کو نصب دیا جاتا ہے لام کی تقدیر کے ساتھ جیسے ضَرَبْتُہٗ تَادِیْبًا اَیْ لِلتَّادِیْبِ یعنی میں نے اس کو ادب سکھانے کیلئے مارا یعنی تادیب کیلئے اور قَعَدْتُ عَنِ الْحَرْبِ جُبْنًا اَیْ لِلْجُبْنِ میں بیٹھا لڑائی سے بزدلی کیوجہ سے یعنی جبن کی وجہ سے اور زجاج کے نزدیک وہ مصدر ہے اس کی اصل ادبتہ تادیبًا اور جبنتُ جبناً ہے۔

تجزیہ عبارت: اس عبارت میں مصنفؒ نے مفعول فیہ کی تعریف اور ظرف کی دو قسمیں اور ان کی تفصیل بیان کی ہے اور مفعول لہ کی تعریف اور اس کی تعریف میں جمہور اور زجاج کے مابین اختلاف کو بیان کیا ہے۔

تشریح:

قولہ اَلْمَفْعُوْلُ فِیْہِ ھُوَ اِسْمٌ الخ یہاں سے منصوبات میں سے تیسرے منصوب مفعول فیہ کو بیان کرتے ہیں مفعول فیہ وہ اسم ہے جس میں فاعل کا فعل واقع ہو خواہ زمان میں، خواہ مکان میں جیسے صُمْتُ یَوْمَ الْجُمُعَۃِ اس مثال میں زمانے میں فعل واقع ہوا ہے اور جیسے صَلَّیْتُ فِی الْمَسْجِدِ اس مثال میں مکان میں فعل واقع ہوا ہے۔

قولہ وَیُسَمّٰی ظَرْفًا الخ مفعول فیہ کو ظرف بھی کہتے ہیں پھر ظرف کی دو قسمیں ہیں (۱) ظرف زمان (۲) ظرف مکان

ظرف زمان: جس زمانے میں فعل واقع ہوا ہو اسے ظرف زمان کہتے ہیں جیسے سَافَرْتُ یَوْمَ الْجُمُعَۃِ

ظرفِ مکان : جس مکان میں فعل کیا جائے اسے ظرف مکان کہتے ہیں جیسے جَلَسْتُ فِی الدَّارِ

پھر ظرف زمان کی دو قسمیں ہیں(۱) مبہم (۲) محدود

زمان مبہم : وہ ہے کہ جس وقت میں فعل واقع ہو اس وقت کی کوئی حد اور انتہاء متعین نہ ہو جیسے دھر اور حین اب دھر اور حین کی کوئی حد متعین نہیں ہے۔

زمان محدود : وہ ہے کہ جس وقت میں فعل واقع ہو اسوقت کی حد اور انتہاء متعین ہو جیسے یَوْمٌ وَلَیْلَۃٌ و شَھْرٌ سَنَۃٌ ان میں سے ہر ایک کی حد متعین ہے زمان مبہم ہو یا محدود ان میں فی مقدر ہوتا ہے اور یہ منصوب ہوتے ہیں فی کی تقدیر کے ساتھ جیسے صُمْتُ دَھْرًا ای فِیْ دَھْرٍ اور سَافَرْتُ شَھْرًا اَیْ فِیْ شَھْرٍ ۔

ظرف مکان کی بھی دو قسمیں ہیں(۱) مکان مبہم (۲) مکان محدود

مکان مبہم : اسے کہتے ہیں جس جگہ میں فعل واقع ہو اس جگہ کی حد اور انتہاء متعین نہ ہو اور یہ بھی تقدیر فی کے ساتھ منصوب ہوتا ہے جیسے جَلَسْتُ خَلْفَکَ ۔

مکان محدود : اسے کہتے ہیں جس جگہ میں فعل واقع ہو اس کی حد وانتہا متعین ہو اسمیں فی کا ذکر ضروری ہے اور یہ تقدیر فی کیوجہ سے منصوب نہیں ہوگا جیسے جَلَسْتُ فِی الدَّارِ فِی السُّوْقِ فِی الْمَسْجِدِ۔

قوله اَلْمَفْعُوْلُ لَهٗ هُوَ اِسْمٌ الخ یہاں سے صاحب ہدایۃ النحو منصوبات میں سے چوتھے منصوب مفعول لہ کو بیان کرتے ہیں مفعول لہ وہ اسم ہے جسکے حاصل کرنے یا اس کے پائے جانے کیوجہ سے فعل مذکور کیا گیا ہے

مفعول لہ کے منصوب ہونے کے لئے لام مقدر ماننا ضروری ہے اگر لام لفظوں میں مذکور ہو تو مفعول لہ مجرور ہوگا

مفعول لہ کے منصوب ہونے کی مثال جیسے ضَرَبْتُهٗ تَادِیْبًا اَیْ لِلتَّادِیْبِ میں نے اسے مارا ادب سکھانے کیلئے اس مثال میں تادیبا مفعول لہ ہے اور اس کے حصول کے سبب سے فعل مذکور واقع ہوا ہے کہ مار ادب سکھانے کیلئے پڑی ہے، اور دوسری مثال قَعَدْتُ عَنِ الْحَرْبِ جُبْنًا اَیْ لِلْجُبْنِ کہ میں لڑائی سے بزدلی کیوجہ سے بیٹھا اس مثال میں جبنا مفعول لہ ہے جس کے سبب سے قعود عن الحرب ہوا ہے۔

قوله وَعِنْدَالزَّجَاجِ هُوَمَصْدَرٌ الخ جمہور کے ہاں مفعول لہ مستقل معمول ہے لیکن زجاج نحوی کے ہاں یہ مستقل نہیں بلکہ یہ فعل کا مصدر من غیر لفظہ ہوتا ہے یعنی مفعول مطلق ہوتا ہے تو زجاج نحوی کے ہاں ضَرَبْتُهُ تَادِيْبًا اَدَّبْتُ بِالضَّرْبِ تَادِيْباً کے معنی میں ہے اور قَعَدْتُ عَنِ الْحَرْبِ جُبْنًا والی مثال جَبُنْتُ فِی الْقُعُوْدِعَنِ الْحَرْبِ جُبْنًا کے معنی میں ہے لیکن زجاج کی بات صحیح نہیں کیونکہ تاویل کر کے ایک نوع کو دوسری نوع میں داخل کرنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ اول ثانی کا عین ہو جائے ورنہ تاویل سے حال بھی مفعول فیہ ہو سکتا ہے جیسے جَاءَ زَيْدٌ رَاكِبًا کو تاویل کر کے جَاءَ زَيْدٌ فِي وَقْتِ الرُّكُوْبِ کے معنی میں کر سکتے ہیں۔

فصل : اَلْمَفْعُوْلُ مَعَهٗ هُوَمَا يُذْكَرُ بَعْدَالْوَاوِ بِمَعْنٰى مَعَ لِمُصَاحِبَةِ مَعْمُوْلِ الْفِعْلِ نَحْوُ جَاءَ الْبَرْدُ وَالْجُبَّاتِ وَجِئْتُ اَنَا وَزَيْدًا اَیْ مَعَ الْجُبَّاتِ وَمَعَ زَيْدٍ فَاِنْ كَانَ الْفِعْلُ لَفْظًا وَجَازَ الْعَطْفُ يَجُوْزُفِيْهِ الْوَجْهَانِ النَّصْبُ وَالرَّفْعُ نَحْوُ جِئْتُ اَنَا وَزَيْدًا وَزَيْدٌ وَاِنْ لَمْ يَجُزِ الْعَطْفُ تَعَيَّنَ النَّصْبُ نَحْوُ جِئْتُ وَزَيْدًا وَ اِنْ كَانَ الْفِعْلُ مَعْنًى وَ جَازَ الْعَطْفُ تَعَيَّنَ الْعَطْفُ نَحْوُ مَالِزَيْدٍ وَعَمْرٍو وَ اِنْ لَمْ يَجُزِ الْعَطْفُ تَعَيَّنَ النَّصْبُ نَحْوُ مَالَكَ وَزَيْدًا وَمَا شَانُكَ وَعَمْرًوا لِاَنَّ الْمَعْنٰى مَا تَصْنَعُ

فصل: اَلْحَالُ لَفْظٌ يَدُلُّ عَلٰى بَيَانِ هَيْأَةِ الْفَاعِلِ اَوِ الْمَفْعُوْلِ بِهٖ اَوْ كِلَيْهِمَا نَحْوُ جَاءَنِیْ زَيْدٌ رَاكِبًا وَضَرَبْتُ زَيْدًا مَشْدُوْدًا وَلَقِيْتُ عَمْرًا رَاكِبَيْنِ وَقَدْ يَكُوْنُ الْفَاعِلُ مَعْنَوِيًّا نَحْوُ زَيْدٌ فِی الدَّارِ قَائِمًا لِاَنَّ مَعْنَاهُ زَيْدٌ اسْتَقَرَّ فِی الدَّارِ قَائِمًا وَكَذَا الْمَفْعُوْلُ بِهٖ نَحْوُ هٰذَا زَيْدٌ قَائِمًا فَاِنَّ مَعْنَاهُ الْمُشَارُ اِلَيْهِ قَائِمًا هُوَ زَيْدٌ وَالْعَامِلُ فِی الْحَالِ فِعْلٌ اَوْمَعْنٰى فِعْلٍ وَالْحَالُ نَكِرَةٌ اَبَدًا وَذُو الْحَالِ مَعْرِفَةٌ غَالِبًا كَمَا رَاَيْتَ فِی الْاَمْثِلَةِ الْمَذْكُوْرَةِ فَاِنْ كَانَ ذُوالْحَالِ نَكِرَةً يَجِبُ تَقْدِيْمُ الْحَالِ عَلَيْهِ نَحْوُ جَاءَنِیْ رَاكِبًا رَجُلٌ لِئَلَّا تَلْتَبِسَ بِالصِّفَةِ فِی حَالَةِ النَّصْبِ فِی مِثْلِ قَوْلِكَ رَاَيْتُ

رَجُلاً رَاكِبًا وَقَدْ تَكُوْنُ الْحَالُ جُمْلَةً خَبَرِيَّةً نَحْوُ جَاءَنِیْ زَيْدٌ وَغُلَامُهُ رَاكِبٌ اَوْيَرْكَبُ غُلَامُهُ وَمِثَالُ مَا كَانَ عَامِلُهَا مَعْنَى الْفِعْلِ نَحْوُ هٰذَا زَيْدٌ قَائِمًا مَعْنَاهُ اُنَبِّهُ وَ اُشِيْرُ وَقَدْ يُحْذَفُ الْعَامِلُ لِقِيَامِ قَرِيْنَةٍ كَمَاتَقُوْلُ لِلْمُسَافِرِ سَالِمًا غَانِمًا اَیْ تَرْجِعُ سَالِمًا غَانِمًا

ترجمه : فصل مفعول معہ وہ اسم ہے جو واؤ کے بعد ذکر کیا جائے اور وہ واؤ مع کے معنی میں ہو اور فعل کے معمول کی مصاحبت کیلئے ہو جیسے جَاءَ الْبَرْدُ وَالْجُبَّاتِ اور جِئْتُ اَنَا وَزَيْدًا یعنی مع الجبات اور مع زید پس اگر فعل لفظوں میں مذکور ہو اور عطف کرنا جائز ہو تو اسمیں دو وجہ جائز ہیں یعنی نصب اور رفع جیسے جئت انا زیدٌ وزیداً اور اگر عطف جائز نہ ہو تو نصب متعین ہے جیسے جِئْتُ وَزَيْدًا اور اگر فعل معنوی ہو اور عطف جائز ہو تو عطف ہی متعین ہو گا جیسے مَالِزَيْدٍ وَ عَمْرٍو اور اگر عطف جائز نہ ہو تو نصب متعین ہو گا جیسے مَالَكَ وَزَيْدًا اور مَا شَانُكَ وعَمْرًا اسلئے کہ اس کا معنی ہے ما تصنع-

فصل : حال وہ لفظ ہے جو دلالت کرے فاعل اور مفعول یا دونوں کی حالت بیان کرنے پر جیسے جَاءَنِیْ زَيْدٌ رَاكِبًا ضَرَبْتُ زَيْدًا مَشْدُوْدًا لَقِيْتُ عَمْرًوا رَاكِبَيْنِ میں عمرو سے ملا اس حال میں کہ ہم دونوں سوار تھے اور کبھی فاعل معنوی ہوتا ہے جیسے زَيْدٌ فِی الدَّارِ قَائِمًا اسلئے کہ اسکا معنی ہے زَيْدٌ اِسْتَقَرَّ فِی الدَّارِ اسی طرح مفعول بہ بھی (یعنی معنوی ہوتا ہے) جیسے هٰذَا زَيْدٌ قَائِمًا اسلئے کہ اسکے معنی ہیں مشار الیہ کھڑا ہونیوالا زید ہے حال میں عامل فعل یا معنی فعل ہوتا ہے اور حال ہمیشہ نکرہ ہوتا ہے اور ذوالحال اکثر معرفہ ہوتا ہے جیسا کہ تم نے مذکورہ مثالوں میں دیکھ لیا، پس اگر ذوالحال نکرہ ہو تو اسپر حال کو مقدم کرنا واجب ہے جیسے جَاءَنِیْ رَاكِبًا رَجُلٌ تاکہ حال کا صفت کیساتھ التباس نہ ہو حالت نصب میں جیسے تیرا قول رَاَيْتُ رَجُلاً رَاكِبًا جیسی مثالوں میں اور کبھی حال جملہ خبریہ ہوتا ہے جیسے جَاءَنِی زَيْدٌ وَغُلَامُهُ راکب یا یرکب غلامہ اور مثال اس حال کی جس کا عامل معنی فعل ہو جیسے هٰذَا زَيْدٌ قائما اسکا معنی اُنَبِّهُ اور اُشِيْرُ کے ہیں اور کبھی قرینہ کے پائے جانے کی وجہ سے حال کے عامل کو حذف کر دیا جاتا ہے جیسے تم مسافر سے کہو سالما غانما یعنی ترجع سالما غانما کہ تم سلامتی کیساتھ

کامیاب، ہو کر واپس آئے ہو۔

تجزیہ عبارت : مذکورہ عبارت میں صاحب کتاب نے مفعول معہ کی تعریف کے بعد فعل لفظی اور معنوی اور عطف کے جواز اور عدم جواز کے اعتبار سے مفعول معہ کا اعراب بتایا ہے اور حال کی تعریف اور حال کا عامل بتایا ہے اور حال ہمیشہ نکرہ اور ذوالحال اکثر معرفہ ہوتا ہے اگر اسکے خلاف ہو تو پھر تقدیم ذوالحال واجب ہے اور کبھی عامل حال کو حذف بھی کر دیا جاتا ہے قیام قرینہ کے وقت۔

تشریح :

قوله اَلْمَفْعُوْلُ مَعَهٗ الخ یہاں سے مصنفؒ منصوبات میں سے پانچویں منصوب مفعول معہ کو بیان کر رہے ہیں مفعول معہ وہ اسم ہے جو واؤ کے بعد مذکور ہو اور وہ واؤ مع کے معنی میں ہو اور مقصود اس واؤ سے یہ ہو کہ واؤ کا مابعد مذکورہ فعل کے معمول کیساتھ مصاحبت کی خبر دے جیسے جَاءَ الْبَرْدُ وَالْجبات کہ سردی جبّوں کیساتھ آئی اس مثال میں واؤ مع کے معنی میں ہے اور جاء فعل کا معمول البرد ہے اور واؤ البرد کیساتھ جبات کو مجیئت میں شریک کرنے کیلئے ہے اور جیسے جِئْتُ اَنَا وَزَيْدًا اس مثال میں واؤ زید کو مجیئت میں متکلم کا شریک بنانے کیلئے ہے۔

قوله فَاِنْ كَانَ الْفِعْلُ لَفْظًا الخ اگر فعل لفظی ہو اور واؤ کے مابعد کا ماقبل پر عطف کرنا جائز ہو تو اس وقت مفعول معہ میں نصب اور رفع دونوں جائز ہیں۔

نصب تو مفعولیت کی بنا پر جیسے جِئْتُ اَنَا وَزَيْدًا اور رفع ماقبل پر عطف کرنے کیوجہ سے جیسے جِئْتُ اَنَا وَزَيْدٌ اور اگر عطف جائز نہ ہو تو نصب ہی متعین ہوگا مفعول معہ ہونے کی بنا پر جیسے جئت وزیدا اس مثال میں ضمیر متصل کی تاکید ضمیر منفصل کیساتھ نہیں ہے کیونکہ ضمیر متصل پر عطف کیلئے ضمیر منفصل کی تاکید لانا ضروری ہے اور یہاں ایسا نہیں ہے اس لئے عطف جائز نہیں لہذا مفعول معہ کی بنا پر نصب ہی متعین ہوگا۔

قوله وَاِنْ كَانَ الْفِعْلُ مَعْنًى الخ اگر فعل معنوی ہو اور عطف کرنا جائز ہو تو اس صورت میں عطف ہی متعین ہوگا جیسے مَالِزَيْدٍ وعمرٍو اور اگر عطف کرنا جائز نہ ہو بلکہ ممتنع ہو تو اس صورت میں مفعول معہ کی بنا پر نصب ہی

متعین ہوگا جیسے مالك وزیدا اور ما شانك وعمروًا ان دونوں مثالوں میں فعل معنوی ہونے کی دلیل یہ ہے کہ مالك وزیدا اور ماشانك عمروا ماتصنع کے معنی میں ہیں اب ان دونوں مثالوں میں عطف اسلئے ممتنع ہے کہ ضمیر مجرور پر عطف بلا اعادہ حرف جر جائز نہیں ہوتا۔

قوله اَلْحَالُ مَا يُبَيِّنُ الخ یہاں سے صاحب ہدایۃ النحو منصوبات میں سے چھٹے منصوب حال کو بیان کر رہے ہیں کہ حال وہ لفظ ہے جو فاعل یا مفعول بہ کی حالت کو بیان کرے جیسے جَاءَ نِیْ زَیْدٌ رَاکِبًا اس مثال میں راکبا حال ہے اور اس کے فاعل یعنی زید کی حالت کو بیان کیا ہے اور ضَرَبْتُ زَیْدًا مَشْدُوْدًا اس مثال میں مشدودا نے مفعول کی حالت کو بیان کیا ہے یا فاعل اور مفعول دونوں کی حالت کو بیان کرے جیسے لَقِیْتُ عَمْرًوا رَاکِبَیْنِ اس مثال میں راکبین فاعل اور مفعول بہ دونوں کی حالت کو بیان کر رہا ہے۔

قوله وَقَدْيَكُوْنُ الْفَاعِلُ مَعْنَوِيًّا الخ کبھی فاعل معنوی ہوتا ہے جس سے حال واقع ہوتا ہے جیسے زَیْدٌ فِی الدَّارِ قَائِمًا اس مثال میں فی الدار استقر کے متعلق ہے اور قائما استقر کی ضمیر سے حال بن رہا ہے اور ایسے ہی مفعول بہ کبھی معنوی ہوتا ہے جس سے حال واقع ہوتا ہے جیسے هذا زَیْدٌ قَائِمًا اس مثال میں قَائِمًا مفعول بہ ہے جو معنوی سے حال بن رہا ہے اسلئے کہ هذا اشیر کے معنی میں ہے تو عبارت یوں ہوگی اَشِیْرُ زَیْدًا قَائِمًا اس میں زید کی مفعولیت ہذا سے سمجھی جاتی ہے۔

قوله وَالْعَامِلُ فِي الْحَالِ الخ یہاں سے مصنفؒ یہ بیان کرتے ہیں کہ حال کا عامل یا فعل ہوتا ہے جیسے جَاءَ زَیْدٌ رَاکِبًا اسمیں عامل جاء فعل ہے یا حال کا عامل معنی فعل ہوتا ہے اور معنی فعل سے مراد اسم فاعل اسم مفعول صفت مشبہ اسم تفضیل مصدر وغیرہ ہیں جیسے زَیْدٌ ذَاهِبٌ رَاکِبًا اس میں عامل معنی فعل یعنی اسم فاعل ہے۔

قوله وَالْحَالُ نَكِرَةٌ اَبَدًا الخ اور حال ہمیشہ نکرہ ہوتا ہے کیونکہ کلام میں تنکیر اصل ہے اور ذوالحال اکثر معرفہ ہوتا ہے کیونکہ ذوالحال محکوم علیہ ہوتا ہے اور محکوم علیہ میں اصل معرفہ ہے جیسے مذکورہ مثالوں میں ذوالحال معرفہ ہوتا ہے اور حال نکرہ ہے اگر حال کے نکرہ ہونے کیساتھ ساتھ ذوالحال بھی نکرہ ہو تو حال کو مقدم کرنا واجب

ہے جیسے جَاءَ نِیْ رَاکِبًا رَجُلٌ اگر حال کو مقدم نہ کریں تو ذوالحال کے منصوب ہونے کی صورت میں حال کا صفت کیساتھ التباس لازم آئے گا جیسے رایتُ رجلاً راکباً میں راکبار جلا سے صفت ہونے کا بھی احتمال ہے اور حال ہونے کا بھی اگر راکبا کو مقدم کریں گے تو اس کا حال ہونا متعین ہو جائیگا یعنی رَایْتُ رَاکِباً رَجلا تو حال کے مقدم ہونے کی صورت میں یہاں صفت کا احتمال ختم ہو جائے گا کیونکہ صفت اپنے موصوف پر مقدم نہیں ہو سکتی

قوله وَقَدْتکُوْنُ الحَالُ جُمْلَۃً خَبَرِیَّۃً الخ یہاں سے مصنفؒ بیان کرتے ہیں کہ حال کبھی جملہ خبریہ ہوتا ہے جیسے جَاءَ نِیْ زَیْدٌ وَغُلاَمُہٗ رَاکِبٌ اس مثال میں وغلامہ راکب جملہ اسمیہ حال بن رہاہے اور جاءنی زید ویرکب غلامہ اس مثال میں جملہ فعلیہ حال بن رہاہے جملہ خبریہ کی قید اسلئے لگائی تاکہ جملہ انشائیہ اس سے نکل جائے کیونکہ جملہ انشائیہ میں حال بننے کی صلاحیت نہیں ہوتی کیونکہ حال بمنزلہ محکوم بہ کے ہوتا ہے اور جملہ انشائیہ محکوم بہ نہیں بن سکتا کیونکہ اسمیں سچ جھوٹ کا احتمال نہیں ہوتا کیونکہ نفس الامر میں اسکا کوئی ثبوت نہیں ہوتا توجب جملہ انشائیہ محکوم بہ نہیں بن سکتا تو حال بھی نہیں بن سکتا اور قدتکون میں قد برائے تقلیل ہے یعنی حال اکثر مفرد ہوتا ہے کبھی کبھی جملہ بھی ہوتا ہے۔

قوله وَمِثَالُ مَا کَانَ عَامِلُھَا الخ حال میں اصل تو یہ ہے کہ اسمیں عامل فعل ہو لیکن کبھی حال میں عامل معنی فعل بھی بن جاتا ہے جیسے ھذَا زَیْدٌ قَائِمًا اس میں ھذا انبہُ اوراشیرُ کے معنی میں ہے یعنی انبہ زیدًا قائمًا اوراشیر زیدًا قائمًا۔

قوله وَقَدْیُحْذَفُ الْعَامِلُ الخ کبھی قرینہ کے پائے جانے کیوجہ سے حال کے عامل کو حذف بھی کر دیا جاتا ہے چاہے قرینہ حالیہ ہو، جیسے کوئی سفر سے واپس آئے تو اس کے لئے سالما غانما کہا جائے اصل میں تھا ترجع سالماً غانماً تو یہاں حذف عامل پر قرینہ حالِ مخاطب ہے اور قرینہ مقالیہ کی مثال میں جیسے آنے والے سے کوئی پوچھے کیف جئتَ تو وہ جواب میں کہے راکباً اصل میں تھا جئتُ رَاکِبًا۔

فصل اَلتَّمِيزُ هُوَ نَكِرَةٌ تُذْكَرُ بَعْدَ مِقْدَارٍ مِنْ عَدَدٍ اَوْكَيْلٍ اَوْوَزْنٍ اَوْمَسَاحَةٍ اَوْغَيْرِ ذٰلِكَ مِمَّافِيْهِ اِبْهَامٌ تَرْفَعُ ذٰلِكَ الْاِبْهَامَ نَحْوُ عِنْدِيْ عِشْرُوْنَ دِرْهَمًا وَقَفِيْزَانِ بُرًّا وَمَنَوَانِ سَمْنًا وَجَرِيْبَانِ قُطْنًا وَعَلَى التَّمْرَةِ مِثْلُهَا زُبْدًا وَقَدْيَكُوْنُ عَنْ غَيْرِ مِقْدَارٍ نَحْوُ هٰذَا خَاتِمٌ حَدِيْدًا وَسِوَارٌ ذَهَبًا وَفِيْهِ الْخَفْضُ اَكْثَرُ وَقَدْ يَقَعُ بَعْدَ الْجُمْلَةِ لِرَفْعِ الْاِبْهَامِ عَنْ نِسْبَتِهَا نَحْوُطَابَ زَيْدٌ نَفْسًا اَوْعِلْمًا اَوْ اَبًا

فَصْلٌ اَلْمُسْتَثْنٰى لَفْظٌ يُذْكَرُ بَعْدَاِلَّا وَاَخَوَاتِهَا لِيُعْلَمَ اَنَّهٗ لَا يُنْسَبُ اِلَيْهِ مَانُسِبَ اِلٰى مَا قَبْلَهَا وَهُوَ عَلٰى قِسْمَيْنِ مُتَّصِلٌ وَهُوَ مَااُخْرِجَ عَنْ مُتَعَدِّدٍ بِاِلَّا وَ اَخَوَاتِهَا نَحْوُ جَاءَنِيْ الْقَوْمُ اِلَّازَيْدًا وَمُنْقَطِعٌ وَهُوَ الْمَذْكُوْرُ بَعْدَاِلَّا وَاَخَوَاتِهَا غَيْرَ مُخْرَجٍ عَنْ مُتَعَدِّدٍ لِعَدَمِ دُخُوْلِهٖ فِى الْمُسْتَثْنٰى مِنْهُ نَحْوُ جَاءَنِي الْقَوْمُ اِلَّا حِمَارًا۔

ترجمہ : فصل تمیز وہ نکرہ ہے جسکو مقدار کے بعد ذکر کیا جائے مقدار عدد سے ہو یا کیل یاوزن یامساحت یاان کے علاوہ سے ہو جس میں ابہام ہو تمیز اسکے ابہام کو دور کرے جیسے عندی عشرون درھما اور قفیزان برا مذوان سمنا جریبان قطنا علی التمرہ مثلھا زبدا اور تمیز کبھی غیر مقدار سے بھی ہوتی ہے جیسے هٰذاخاتم حدیداً سوارٌ ذهبًا اوراس میں اکثر مجرور ہوتی ہے اور تمیز کبھی جملہ کے بعد واقع ہوتی ہے اس ابہام کو اٹھانے کیلئے جو جملہ کی نسبت سے واقع ہو جیسے طاب زیدٌ نفسًا اَو علمًا اَواَبًا

فصل : مستثنی وہ لفظ ہے جو الا اوراس کے ہم مثلوں کے بعد ذکر کیا جائے تاکہ یہ جانا جائے کہ اسکی جانب وہ چیز نسوب نہیں کی گئی جو اسکے ماقبل کی طرف منسوب کی گئی ہے اوروہ دو قسم پر ہے متصل اور وہ یہ ہے جو الا اوراس کے مثلوں کے ذریعہ متعدد سے نکالیا گیاہو جیسے جاء نی القوم الازیدا اور دوسری قسم منقطع ہے اوروہ یہ ہے کہ الا اوراسکے مثلوں کے بعد مذکور ہو اور متعدد سے نہ نکالا گیاہو بوجہ اسکے مستثنی منہ میں داخل نہ ہونے کے جیسے جاء نی القوم الاحمارا ۔

تجزیہ عبارت: مصنفؒ نے مذکورہ عبارت میں تمیز کی تعریف اور اس کی اقسام اور اعراب کو بیان کیا ہے اور مستثنی کی تعریف اور اس کی دو قسمیں بیان کی ہیں۔

تشریح : قوله اَلتَّمیِیزُ هُوَنَکِرَةٌ الخ یہاں سے مصنفؒ منصوبات میں سے ساتویں قسم تمیز کو بیان کر رہے ہیں کہ تمیز وہ اسم نکرہ ہے جس کو مقدار کے بعد ذکر کیا جائے اور وہ مقدار سے اس ابہام کو دور کرے جو مقدار کے معنی موضوع لہ میں پختہ ہو چکا ہے اکثر نحوی تمیز کی یوں تعریف کرتے ہیں کہ تمیز وہ اسم ہے جو ابہام کو دور کرے، جیسے عندی عشرونَ درهمًا اس مثال میں درهما نے ابہام کو دور کیا ہے جس میں ابہام ہوا سے ممیز کہتے ہیں اور جو ابہام کو دور کرے اسے تمیز کہتے ہیں تمیز یا تو ذات مذکورہ کے ابہام کو دور کریگی جیسے عندی رِطلٌ زَیتًا یا ذات مقدرہ کے ابہام کو دور کریگی جیسے طَابَ زیدٌ اسمیں ابہام ہے کہ زید کس اعتبار سے اچھا ہے تو نفسا نے اس ابہام کو دور کر دیا یعنی ذات کے اعتبار سے اچھا ہے۔

قوله مِنْ عَدَدٍ اَوْ کَیْلٍ الخ تمیز جو ذات مذکورہ سے ابہام کو دور کرے وہ اکثر مفرد مقدار سے ابہام کو دور کرتی ہے وہ مقدار خواہ عدد ہو جیسے عِندِیْ عِشرُونَ دِرهَمًا یا کیل ہو جیسے عِندِیْ قَفِیزَانِ بُرًّا یا وزن ہو جیسے عِندِیْ مَنَوانِ سَمنًا یا مساحت ہو جیسے عِندِیْ جَرِیبَانِ قُطنًا یا ان کے علاوہ ہو جیسے مقیاس ہو جیسے عَلَی التَّمرَةِ مِثلُهَا زُبدًا۔

فوائد قیود :جب مصنفؒ نے ھو نکرۃ کہا تو تمام اسماء نکرات اسمیں داخل ہو گئے اور جب ترفع ذالک الابہام کہا تو اس سے بدل نکل گیا کیونکہ بدل مبدل منہ کے ابہام کو دور نہیں کرتا بلکہ مبدل منہ متروک کے حکم میں ہوتا ہے اور بدل مقصود ہوتا ہے۔

قوله فَقَدْیَکُوْنُ عَنْ غَیْرِ مِقْدَارٍ الخ تمیز جسطرح مقدار سے ابہام کو دور کرتی ہے اسی طرح غیر مقدار سے بھی ابہام کو دور کرتی ہے جیسے هٰذَا خَاتِمٌ حَدِیدًا اور هٰذَا سِوَارٌ ذَهبًا ان دونوں مثالوں میں حدیدا اور ذھبا نے ابہام کو دور کیا ہے اور جب کہ خاتم اور سوار نہ عدد ہے نہ کیل نہ وزن نہ مساحت وغیرہ ہے اور جب تمیز غیر

مقدار سے ابہام دور کرے تو وہ اکثر مجرور ہوتی ہے جیسے خَاتِمُ فِضَّةٍ۔

قوله وَقَدْ يَقَعُ بَعْدَ الْجُمْلَةِ الخ تمیز کبھی جملہ کے بعد واقع ہوتی ہے اور جملہ میں جو نسبت ہے اسمیں ابہام ہوتا ہے تمیز اس ابہام کو دور کرتی ہے جیسے طاب زید یعنی زید اچھا ہے اب اس نسبت میں ابہام ہے کہ زید کس اعتبار سے اچھا ہے تو نفساً اور عِلْمًا کہہ کر اس ابہام کو دور کر دیا۔

قوله اَلْمُسْتَثْنٰى لَفْظٌ يُذْكَرُ الخ یہاں سے صاحب ہدایۃ النحو منصوبات میں سے آٹھویں قسم مستثنی کو بیان کرتے ہیں مستثنی وہ اسم ہے جو الا اور اس کے ہم مثلوں کے بعد مذکور ہو تا کہ مخاطب کو معلوم ہو جائے کہ جو حکم الا کے ماقبل اسم کی طرف منسوب ہے وہ الا کے مابعد کی طرف منسوب نہیں۔

قوله وَهُوَ عَلٰى قِسْمَيْنِ الخ یہاں سے مصنفؒ مستثنی کی دو قسمیں بیان کرتے ہیں (۱) متصل (۲) منقطع

(۱) مستثنی متصل: وہ ہے کہ پہلے مستثنی منہ میں داخل ہو پھر الا اور اسکے ہم مثلوں کے ذریعے سے نکالا جائے اور الا کی اخوات سے مراد غیر، سوی، سواء، حاشا، خلا، عدا، ماخلا، ماعدا، لیس اور لا یکون ہیں جیسے جاء نی القومُ الا زیداً کہ زید استثناء سے قبل قوم میں داخل تھا پھر حرف استثنا کے ذریعے خارج کیا گیا

(۲) مستثنی منقطع: وہ ہے جو الا اور اسکے ہم مثلوں کے بعد مذکور ہو مگر اسے متعدد سے نہ نکالا گیا ہو اس لئے کہ وہ متعدد میں داخل ہی نہ تھا جیسے جَاءَنِيْ الْقَوْمُ اِلَّا حِمَارًا اس مثال میں حمار قوم سے نہیں نکالا گیا کیونکہ وہ قوم کی جنس ہی سے نہ تھا۔

وَاعْلَمْ اَنَّ اِعْرَابَ الْمُسْتَثْنٰى عَلٰى اَرْبَعَةِ اَقْسَامٍ فَاِنْ كَانَ مُتَّصِلًا وَقَعَ بَعْدَ اِلَّا فِيْ كَلَامٍ مُوْجَبٍ اَوْ مُنْقَطِعًا كَمَا مَرَّ اَوْ مُقَدَّمًا عَلَى الْمُسْتَثْنٰى مِنْهُ نَحْوُ مَا جَاءَنِيْ اِلَّا زَيْدًا اَحَدٌ اَوْ كَانَ بَعْدَ خَلَا وَعَدَا عِنْدَ الْاَكْثَرِ اَوْ بَعْدَ مَاخَلَا وَمَاعَدَا وَلَيْسَ وَلَا يَكُوْنُ نَحْوُ جَاءَنِي الْقَوْمُ خَلَا زَيْدًا الخ كَانَ مَنْصُوْبًا وَاِنْ كَانَ بَعْدَ اِلَّا فِيْ كَلَامٍ غَيْرِ مُوْجَبٍ وَهُوَ كُلُّ كَلَامٍ يَكُوْنُ فِيْهِ نَفْيٌ وَنَهْيٌ وَاِسْتِفْهَامٌ وَالْمُسْتَثْنٰى مِنْهُ مَذْكُوْرٌ

يَجُوْزُ فِيْهِ الْوَجْهَانِ اَلنَّصْبُ وَالْبَدَلُ عَمَّا قَبْلَهَا نَحْوُ مَاجَاءَ نِيْ اَحَدٌ اِلَّا زَيْدًا وَاِلَّا زَيْدٌ وَ اِنْ كَانَ مُفَرَّغًا بِاَنْ يَكُوْنَ بَعْدَاِلَّا فِيْ كَلَامٍ غَيْرِ مُوْجَبٍ وَالْمُسْتَثْنٰى مِنْهُ غَيْرُمَذْكُوْرٍ كَانَ اِعْرَابُهٗ بِحَسْبِ الْعَوَامِلِ تَقُوْلُ مَاجَاءَ نِيْ اِلَّازَيْدٌ وَمَارَاَيْتُ اِلَّا زَيْدًا وَمَامَرَرْتُ اِلَّا بِزَيْدٍ وَ اِنْ كَانَ بَعْدَغَيْرَ وَسِوٰى وَسِوَاءَ وَحَاشَاعِنْدَالْاَكْثَرِ كَانَ مَجْرُوْرًا نَحْوُ جَاءَ نِيْ الْقَوْمُ غَيْرَ زَيْدٍ وَسِوٰى زَيْدٍ وَسِوَاءَ زَيْدٍ وَحَاشَا زَيْدٍ۔

ترجمہ: اور تو جان بیشک مستثنیٰ کا اعراب چار قسموں پر ہے پس اگر مستثنیٰ متصل ہو الا کے بعد کلام موجب میں واقع ہو یا مستثنیٰ منقطع ہو جیسا کہ گزر چکا۔ ہے یا مستثنیٰ مقدم ہو مستثنیٰ منہ پر جیسے مَاجَاءَ نِیْ اِلاَّ زَیْدًا اَحَدٌ یا مستثنیٰ خلا اور عدا کے بعد واقع ہو اکثر کے نزدیک ماخلا ماعدا لیس اور لا یکون کے بعد واقع ہو جیسے جَاءَ نِیْ الْقَوْمُ خَلاَ زَیْدًا وغیرہ تو مستثنیٰ منصوب ہوگا اور اگر مستثنیٰ الا کے بعد کلام غیر موجب میں واقع ہو اور کلام غیر موجب ہر وہ کلام ہے جس میں نفی اور نہی اور استفہام ہو اور مستثنیٰ منہ مذکور ہو تو اس میں دو وجہیں جائز ہیں نصب اور اپنے ماقبل سے بدل جیسے کہ جَاءَ نِیْ اَحَدٌ اِلاَّ زَیْدًا اور الا زیدٌ اور اگر مستثنیٰ مفرّغ ہو اسطرح کہ الا کے بعد کلام غیر موجب میں ہو اور مستثنیٰ منہ مذکور نہ ہو تو اس کا اعراب عوامل کے مطابق ہوگا جیسے تو کہے ما جاء نی الا زیدٌ اور ما رایت الا زیدا اور ما مررت الا بزیدٍ اور اگر مستثنیٰ غیر اور سویٰ اور سواء اور حاشا کے بعد واقع ہو تو اکثر نحویوں کے نزدیک وہ مجرور ہوگا جیسے جَاءَ نِیْ الْقَوْمُ غیر زَیْدٍ اور سویٰ زَیْدٍ اور سِوَاءِ زَیْدٍ اور حَاشَا زَیْد —

تجزیہ عبارت: مذکور عبارت میں مصنفؒ نے مستثنیٰ کی اعراب کے اعتبار سے چار قسمیں بیان کی ہیں۔

تشریح:

قوله اَنَّ اِعْرَابَ الْمُسْتَثْنٰى عَلٰى اَرْبَعَةِ اَقْسَامٍ الخ | یہاں سے مصنفؒ مستثنیٰ کے اعراب کی پہلی قسم بیان کر رہے ہیں اور اس کے منصوب ہونے کی پانچ جگہیں بیان کی ہیں۔

(۱) اگرمستثنی متصل ہوالا کے بعد کلام موجب میں واقع ہو تومستثنی منصوب ہوگا جیسے جَاءَ نِیْ الْقَوْمُ اِلَّا زَیْدًا

(۲) مستثنی منقطع ہو تواکثر نحویوں کے نزدیک منصوب ہوگا جیسے جَاءَ نِیْ الْقَوْمُ اِلَّا حِمَارًا، لیکن بعض کے نزدیک مستثنی منقطع بدل ہونے کیوجہ سے مرفوع ہوگا۔

(۳) مستثنی کومستثنی منہ پر مقدم کیا جائے تو بھی مستثنی منصوب ہوگا جیسے ما جاء نی الا زیداً احدٌ

(۴) مستثنی خلااور عدا کے بعد واقع ہو تووہ اکثر نحویوں کے نزدیک منصوب ہوتا ہے جیسے جاء نی القوم خلا زیداً، عدا زیداً، اسمیں مستثنی مفعول بہ ہونے کی وجہ سے منصوب ہوتا ہے یعنی خلااور عدا کا مفعول بہ بنتا ہے لیکن بعض نحویوں کے نزدیک خلااور عدا حروف جارہ میں سے ہیں اسلیے مستثنی انکے بعد مجرور ہوگا

(۵) مستثنی ماخلااور ماعدااور لیس اور لا یکون کے بعد واقع ہو تو منصوب ہوگا جیسے جَاءَ نِیْ الْقَوْمُ مَا خَلَا زَیْدًا، مَا عَدَا زَیْدًا، اور جَاءَ نِیْ الْقَوْمُ لَیْسَ زَیْدًا، لَا یَکُوْنُ زَیْدًا۔

قوله وَ اِنْ کَانَ بَعْدَ اِلَّا الخ | یہاں سے مصنفؒ مستثنی کے اعراب کی دوسری قسم بیان کر رہے ہیں

(۲) اگر مستثنی الا کے بعد کلام غیر موجب میں واقع ہواور اس کامستثنی منہ بھی مذکور ہو تو اسمیں دو صورتیں جائز ہیں ایک تو یہ کہ بطور مستثنی کے منصوب ہو دوسری یہ کہ اپنے ماقبل سے بدل ہو جیسے مَا جَاءَ نِیْ اَحَدٌ اِلَّا زَیْدًا، اور مَا جَاءَ نِیْ اَحَدٌ اِلَّا زَیْدٌ۔

فائدہ: کلام غیر موجب وہ ہے جس میں نفی، نہی، استفہام موجود ہو کلام موجب وہ ہے جسمیں نفی، نہی استفہام موجود نہ ہو۔

قوله وَ اِنْ کَانَ مُفَرَّغًا الخ | یہاں سے مصنفؒ مستثنی کے اعراب کی تیسری قسم بیان کر رہے ہیں

(۳) اگر مستثنی مفرغ ہو اور الا کے بعد کلام غیر موجب میں واقع ہو اور مستثنی منہ مذکور نہ ہو تو مستثنی کا اعراب ماقبل کے مطابق ہوگا جیسے مَا جَاءَ نِیْ اِلَّا زَیْدٌ اور مَارَاَیْتُ اِلَّا زَیْدًا اور مَامَرَرْتُ اِلَّا بِزَیْدٍ۔

فائدہ: مستثنی مفرغ اسے کہتے ہیں جسکا مستثنی منہ مذکور نہ ہو جیسے مَا جَاءَ نِیْ اِلَّا زَیْدٌ

مستثنیٰ غیر مفرغ اسے کہتے ہیں جسکا مستثنی منہ مذکور ہو جیسے جَاءَنِیْ الْقَوْمُ اِلاَّ زَیْدًا۔

قوله وَاِنْ کَانَ بَعْدَ غَیْرَ الخ یہاں سے مصنفؒ مستثنیٰ کے اعراب کی چوتھی قسم بیان کر رہے ہیں

(۴) اگر مستثنیٰ غیر، سوی اور سواءؑ اور حاشا کے بعد واقع ہو تو اکثر نحویوں کے نزدیک مستثنیٰ مجرور ہو گا جیسے جَاءَنِی الْقَوْمُ غَیْرَ زَیْدٍ، و سِوٰی زَیْدٍ، وَسِوَاءَ زَیْدٍ، وَ حَاشَا زَیْدٍ۔

وَاعْلَمْ۔ اَنَّ اِعْرَابَ غَیْرَ کَاِعْرَابِ الْمُسْتَثْنٰی بِاِلاَّ تَقُوْلُ جَاءَنِی الْقَوْمُ غَیْرَ زَیْدٍ وَ غَیْرَ حِمَارٍ وَمَا جَاءَنِی غَیْرَ زَیْدٍ الْقَوْمُ وَمَا جَاءَنِیْ اَحَدٌ غَیْرَ زَیْدٍ وَ غَیْرُ زَیْدٍ وَمَا جَاءَنِی غَیْرُ زَیْدٍ وَمَا رَاَیْتُ غَیْرَزَیْدٍ وَمَا مَرَرْتُ بِغَیْرِ زَیْدٍ وَاعْلَمْ اَنَّ لَفْظَةَ غَیْرَ مَوْضُوْعَةٌ لِلصِّفَةِ وَقَدْتُسْتَعْمَلُ لِلْاِسْتِثْنَاءِ کَمَا اَنَّ لَفْظَةَ اِلاَّ مَوْضُوْعَةٌ لِلْاِسْتِثْنَاءِ وَقَدْ تُسْتَعْمَلُ لِلصِّفَةِ کَمَا فِیْ قَوْلِهٖ تَعَالٰی لَوْ کَانَ فِیْهِمَا اٰلِهَةٌ اِلاَّ اللّٰهُ لَفَسَدَتَا اَیْ غَیْرُ اللّٰهِ وَکَذٰلِكَ قَوْلُكَ لَا اِلٰهَ اِلاَّ اللّٰهُ۔

فصل: خَبَرُ کَانَ وَاَخَوَاتِهَا هُوَ الْمُسْنَدُ بَعْدَدُخُوْلِهَا نَحْوُ کَانَ زَیْدٌ قَائِمًا وَحُکْمُهٗ کَحُکْمِ خَبَرِ الْمُبْتَدَاءِ اِلاَّ اَنَّهٗ یَجُوْزُ تَقْدِیْمُهٗ عَلٰی اَسْمَائِهَا مَعَ کَوْنِهٖ مَعْرِفَةً بِخِلَافِ خَبَرِ الْمُبْتَدَاءِ نَحْوُ کَانَ الْقَائِمَ زَیْدٌ

فصل: اِسْمُ اِنَّ وَاَخَوَاتِهَا هُوَ الْمُسْنَدُ اِلَیْهِ بَعْدَدُخُوْلِهَا نَحْوُ اِنَّ زَیْدًا قَائِمٌ۔

ترجمه: اور تو جان بے شک غیر کا اعراب مستثنیٰ بالا کے اعراب کی طرح ہے جیسے تو کہے جاء نی القوم غیر زید و غیر حمار اور ماجاء نی غیر زید القوم اور ماجاء نی احد غیر زید و غیر زید اور ما جاء نی غیر زید اور ما رایت غیر زید ما مررت بغیر زید اور تو جان بے شک لفظ غیر صفت کیلئے وضع کیا گیا ہے اور کبھی استثناء کیلئے بھی استعمال ہوتا ہے جس طرح لفظ الا اصل میں استثناء کے لیے وضع کیا گیا ہے، مگر کبھی صفت کے لیے بھی استعمال کیا جاتا ہے جیسے اللہ تعالیٰ کے اس قول میں لو کا ن فیهما الهة الا الله لفسد تا

یعنی غیر اللہ اس طرح تیرا قول لا الہ الا اللہ

فصل : کان اور اسکے ہم مثلوں کی خبر وہ مسند ہوتی ہے انکے داخل ہونے کے بعد جیسے کان زید قائما اور اسکا حکم مبتداء کی خبر کے حکم کی طرح ہے مگر یہ کہ انکے خبر کی تقدیم ان کے اسماء پر جائز ہے اسکے معرفہ ہونے کے باوجود بخلاف مبتداء کی خبر کے جیسے کان القائم زید۔

فصل : اِنَّ اور اسکے ہم مثلوں کا اسم وہ انکے داخل ہونے کے بعد مسند الیہ ہوتا ہے جیسے ان زیدا قائم

تجزیہ عبارت : مذکورہ عبارت میں مصنفؒ نے غیر کا اعراب بتانے کے بعد اس بات کو واضح کیا ہے کہ غیر کی اصل وضع صفت کے لیے لیکن کبھی استثناء کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے اور ساتھ ساتھ کان وغیرہ کی خبر اور اسکا حکم اور اِنَّ وغیرہ کا اسم بیان کیا ہے۔

تشریح :

قولہ اَنَّ اِعرَابَ غَیرَ الخ | لفظ غیر کا اعراب تمام مذکورہ صورتوں میں مستثنی بِاِلاَّ کے اعراب کے مطابق ہوگا یعنی جن صورتوں میں مستثنی بِاِلاَّ منصوب ہوتا ہے انہی صورتوں میں غیر بھی منصوب ہوگا اور جن صورتوں میں مستثنی بِاِلاَّ ماقبل سے بدل ہوتا ہے ان صورتوں میں غیرَ بھی ماقبل سے بدل ہوگا اور جن صورتوں میں مستثنی مجرور ہوتا ہے ان میں غیرَ بھی مجرور ہوگا جیسے جاءَنِیْ الْقَوْمُ غَیرَ زَیدٍ یہ مستثنی متصل کی مثال ہے اسمیں غیرَ منصوب ہے جاءَنِیْ الْقَوْمُ غَیرَ حِمَارٍ یہ مستثنی منقطع کی مثال ہے اسمیں غیرَ منصوب ہے، مَا جاءَنِیْ غَیرَ زَیدٍ الْقَوْمُ یہ کلام غیر موجب ہے مستثنی متصل ہے اور مستثنی، مستثنی منہ پر مقدم ہے اسمیں غیرَ منصوب ہے، اور مَا جاءَنِیْ اَحَدٌ غَیرُ زَیدٍ وَ غَیرَ زَیدٍ یہ کلام غیر موجب ہے مستثنی منہ مذکور ہے اس میں دو صورتیں جائز ہیں پہلی صورت ہے کہ غیر اَحَدٌ سے بدل ہونے کی وجہ سے مرفوع ہو، دوسری صورت یہ ہے کہ غَیرَ استثناء کیوجہ سے منصوب ہو، ما جاءنی غیرُ زیدٍ، ما رایتُ غیرَ زیدٍ، ما مررتُ بِغیرِ زیدٍ ان تینوں مثال میں غیر کا اعراب عامل کے مطابق ہوگا۔

قوله واعلم انّ لفظة غیر الخ غیر کی اصل وضع صفت کے لیے ہے لیکن کبھی استثناء کے لیے استعمال ہو جاتا ہے بعینہ جیسے الا اصل میں استثناء کے لیے موضوع ہے لیکن کبھی صفت کے لیے استعمال ہو جاتا ہے لیکن الا صفت کے معنی میں اسوقت ہو گا جب استثناء کے معنی متعذر ہوں جیسے اللہ تعالیٰ کا قول لو کان فیھما الھة الا الله لفسدتا ای غیر الله یعنی اگر زمین و آسمان میں اللہ کے علاوہ کئی خدا ہوتے زمین و آسمان کا نظام درہم برہم ہو جاتا' اس مثال میں الاّ صفت کیلئے غیر کے معنی میں ہے اور استثناء کا معنی مراد لینا متعذر ہے کیونکہ یہاں جو استثناء ہے اسے نہ متصل بنا سکتے ہیں اور نہ ہی منقطع، کیونکہ آیت میں دونوں غیر یقینی ہیں استثناء متصل اسلیے متعذر ہے کیونکہ استثناء متصل میں مستثنی کا دخول مستثنی منہ میں یقینی ہوتا ہے،

اور الھة سے مراد الھۃ برحق مراد لینا پڑے گا تا کہ اللہ تعالیٰ اس میں داخل ہو جائیں' پھر اللہ تعالیٰ کو اس سے استثناء کر لیا جائے تو اس صورت میں الھہ میں تعدد لازم آئے گا اور توحید حاصل نہ ہو گی اور استثناء منقطع بھی متعذر ہے کیونکہ منقطع میں' مستثنی کا خروج مستثنی منہ سے یقینی ہوتا ہے

اگر آیت مذکورہ میں استثناء منقطع بنایا جائے تو اس سے توحید مطلوبہ حاصل نہ ہو گی کیونکہ مذکورہ آیت میں الھہ سے مراد الھہ باطلہ ہیں اور معبود حقیقی کا ان میں داخل نہ ہونا یقینی ہوا اور اسی طرح الاّ کے ذریعہ خارج نہ ہونا بھی یقینی ہو گیا' مقصد اس آیت کو لانے کا اثبات توحید ہے لیکن جب توحید استثناء منقطع کے ذریعہ حاصل ہی نہیں ہو رہی تو مذکورہ آیت میں الا کو استثناء منقطع کے معنی میں لینا بھی ٹھیک نہیں۔

خلاصه : یہ کہ اس آیت میں الاّ بمعنی غیر ہے ایسے ہی کلمہ طیبہ میں الاّ بمعنی غیر ہے کیونکہ استثناء کے معنی مراد لینا ہر صورت میں متعذر ہے۔

قوله خبر کاان واخواتها الخ یہاں سے مصنفؒ منصوبات کی نویں قسم کان وغیرہ کی خبر کو بیان کرتے ہیں کہ کان اور اسکے اخوات کی خبر ان کے داخل ہونے کے بعد مسند ہوتی ہے جیسے کَانَ زَیْدٌ قَائِماً اس مثال میں قائما مسند ہے اور کان کی خبر ہے اور اخوات کان سے مراد یہ ہیں صار' اصبح' امسی' اضحیٰ' ظل' بات' مابرح' مادام' ماانفک' لیس' اور مافتی ہیں۔

قوله وَحُكْمُهٗ كَحُكْمِ خَبَرِ الْمُبْتَدَاءِ الخ کان وغیرہ کی خبر کا حکم شرائط اور احکام واقسام میں مبتدا کی خبر کی طرح ہے لیکن ایک صورت میں استثنا ہے وہ یہ ہے کہ جب مبتدااور خبر دونوں معرفہ ہوں تو خبر کو مبتدا پر مقدم کرنا جائز نہیں التباس کیوجہ سے کمامرّ

لیکن جب کان کا اسم اور خبر دونوں معرفہ ہوں اور ان کا اعراب بھی ظاہر ہو تو کان کی خبر کو اسم پر مقدم کر سکتے ہیں کیونکہ کان کے اسم اور خبر کا اعراب مختلف ہونے کیوجہ سے التباس پیدا نہیں ہوگا جیسے کَانَ الْقَائِمَ زَیْدٌ اس مثال میں الْقَائِمَ کان کی خبر ہے اس کو مقدم کیا گیا ہے لیکن جب کان کے اسم اور خبر کا اعراب ظاہر نہ ہو اور قرینہ بھی نہ پایا جائے تو خبر کو اسم پر مقدم کرنا جائز نہیں جیسے کَانَ الْفَتیٰ ھٰذَا اس مثال میں التباس کی وجہ سے خبر کو اسم پر مقدم کرنا جائز نہیں۔

قوله اِسْمُ اِنَّ وَاَخَوَاتِهَا الخ یہاں سے صاحب کتاب منصوبات میں سے دسویں قسم اِنَّ وغیرہ کے اسم کو بیان کرتے ہیں کہ اِنَّ اور اسکے اخوات کا اسم اِنَّ وغیرہ کے داخل ہونے کے بعد مسند الیہ اور منصوب ہوتا ہے جیسے اِنَّ زَیْداً قَائِمٌ اور اخوات اِنَّ سے مراد اَنَّ کَاَنَّ لَیْتَ لٰکِنَّ اور لَعَلَّ ہیں۔

فصل : اَلْمَنْصُوْبُ بِلَا الَّتِیْ لِنَفْیِ الْجِنْسِ هُوَالْمُسْنَدُ اِلَيْهِ بَعْدَ دُخُوْلِهَا يَلِيْهَا نَكِرَةً مُضَافَةً نَحْوُ لَاغُلَامَ رَجُلٍ فِی الدَّارِ اَوْمُشَابِهًا لَهَا نَحْوُ لَا عِشْرِيْنَ دِرْهَمًا فِی الْكِيْسِ فَاِنْ كَانَ بَعْدَلَانَكِرَةً مُفْرَدَةً تُبْنٰی عَلَی الْفَتْحِ نَحْوُ لَارَجُلَ فِی الدَّارِ وَاِنْ كَانَ مَعْرِفَةً اَوْنَكِرَةً مَفْصُوْلًا بَيْنَهٗ وَبَيْنَ لَا كَانَ مَرْفُوْعًا وَيَجِبُ تَكْرِيْرُ لَامَعَ اِسْمٍ آخَرَ تَقُوْلُ لَازَيْدٌ فِی الدَّارِ وَلَا عَمْرٌو وَ لَافِيْهَا رَجُلٌ وَلَا امْرَاَةٌ وَيَجُوْزُ فِیْ مِثْلِ لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ خَمْسَةُ اَوْجُهٍ فَتْحُهُمَا وَرَفْعُهُمَا وَ فَتْحُ الْاَوَّلِ وَنَصْبُ الثَّانِیْ وَفَتْحُ الْاَوَّلِ وَرَفْعُ الثَّانِیْ وَرَفْعُ الْاَوَّلِ وَفَتْحُ الثَّانِیْ وَقَدْ يُحْذَفُ اِسْمُ لَا لِقَرِيْنَةٍ نَحْوُ لَاعَلَيْكَ اَیْ لَابَاْسَ عَلَيْكَ۔

ترجمہ: وہ اسم جو لائے نفی جنس کیوجہ سے منصوب ہوتا ہے وہ مسند الیہ ہوتا ہے اس کے داخل ہونے کے بعد اس حال میں کہ اس کے ساتھ ایسا نکرہ ملا ہوا ہو جو مضاف ہو جیسے لَاغُلَامَ رَجُلٍ فِی الدَّارِ یا اس کے مشابہ ہو جیسے لاعشرین درهما فی الکیس ' پس اگر لا کے بعد نکرہ مفرد ہو تو وہ فتح پر مبنی ہوگا جیسے لا رجل فی الدار ' اگر لا کے بعد معرفہ یا نکرہ ہو لیکن اس کے اور لائے نفی جنس کے درمیان فاصلہ لایا گیا ہو تو وہ مرفوع ہوگا اور دوسرے اسم کے ساتھ لا کا تکرار بھی واجب ہوگا جیسے تو کہے لا زید فی الدار و لا عمرو اور لا فیها رجل و لا امراة اور لا حول و لا قوة الا باالله جیسی مثالوں میں پانچ وجوہ جائز ہیں (۱) دونوں کا فتحہ (۲) دونوں کا رفع (۳) اول کا فتحہ دوسرے کا نصب (۴) اول کا فتحہ اور دوسرے کا رفع (۵) اول کا رفع دوسرے کا فتحہ اور کبھی لا کے اسم کو قرینہ کی وجہ سے حذف بھی کر دیا جاتا ہے لَاعَلَیْكَ اَیْ لَابَأسَ عَلَیْكَ –

تجزیہ عبارت: منصفؒ نے لائے نفی جنس کا اسم اور اسکا اعراب بیان کیا ہے اور لا حول و لا قوة الا بالله میں پانچ اعراب بیان کئے ہیں-

تشریح:

قولہ اَلْمَنْصُوْبُ بِلاَالَّتِیْ لِنَفْیِ الْجِنسِ الخ صاحب ہدایۃ النحو منصوبات میں سے گیارہویں منصوب لائے نفی جنس کے اسم کو بیان کر رہے ہیں کہ لائے نفی جنس کے داخل ہونے کے بعد اسکا اسم منصوب اور مسند الیہ ہوتا ہے جب کہ وہ لائے نفی جنس کیساتھ متصل ہو اور نکرہ بھی ہو اور مضاف بھی جیسے لَاغُلَامَ رَجُلٍ فِی الدَّارِ اس مثال میں لا' لائے نفی جنس ہے غلام اسکا اسم ہے جو نکرہ مضاف ہے اسوجہ سے یہ منصوب ہے یا لائے نفی جنس کا اسم مضاف نہ ہو بلکہ مشابہ مضاف ہو جیسے لَاعَشْرِیْنَ دِرْهَمًا فِی الْکِیسِ یہ نکرہ متصل مشابہ مضاف کی مثال ہے -

قولہ فَاِنْ کَانَ بَعْدَلَا نَکِرَةً الخ اگر لائے نفی جنس کے بعد نکرہ مفرد ہو تو وہ فتحہ پر مبنی ہوگا جیسے لَارَجُلَ فِی الدَّارِ اس مثال میں رَجُل لا کا اسم ہے جو کہ مفرد ہے اور مبنی بر فتحہ ہے-

قوله وَ اِنْ كَانَ مَعْرِفَةً اَوْنَكِرَةً الخ اگر لائے نفی جنس کا اسم معرفہ ہو یا نکرہ ہو، اس نکرہ اور لا کے درمیان فصل واقع ہو تو اس صورت میں لائے نفی جنس کا اسم مرفوع ہوگا اور دوسرے اسم کیساتھ لا کا تکرار ضروری ہوگا جیسے لَا زَيْدٌ فِي الدَّارِ وَلَا عَمْرٌو اس مثال میں زید لائے نفی جنس کا اسم ہے اور معرفہ بھی، اس لئے زید مرفوع اور لا کو دوسرے اسم کیساتھ مکرر بھی لایا گیا ہے اور لَا فِيهَا رَجُلٌ وَلَا امْرَاةٌ اس مثال میں لائے نفی جنس اور اس کے اسم نکرہ رجل کے درمیان فیھا کا فاصلہ ہے اسلئے لا امراۃ میں لا اور اسم نکرہ دوبارہ لانا پڑا پہلی صورت میں رفع اسوجہ سے ہے کہ لائے نفی جنس میں تعدد اور عموم ہوتا ہے اور معرفہ میں خصوص، تو اسم کو معرفہ لانے کی صورت میں لا کا عمل باطل ہو گیا اسلئے کہ معرفہ ابتدا کی وجہ سے مرفوع ہوگا۔ دوسری صورت میں رفع کی وجہ یہ ہے کہ لا عامل ضعیف ہے انفصال کی صورت میں عمل نہیں کر سکتا لہذا نکرہ بنا بر ابتدا کے مرفوع ہوگا

قوله وَيَجُوْزُ فِيْ مِثْلِ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ الخ یہاں سے مصنفؒ فرماتے ہیں کہ لاحول ولاقوۃ الا با اللہ کی مثل کو پانچ طرح سے پڑھ سکتے ہیں، اس سے مراد ہر وہ ترکیب ہے جس میں لا عطف کی بنا پر مکرر مذکور ہو اور ہر لا کے بعد نکرہ بغیر فصل کے واقع ہو۔

__پہلی صورت__: دونوں اسم مفتوح ہوں گے لائے نفی جنس کا اسم ہونے کی وجہ سے جیسے لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ، اگر لا قوۃ کا عطف لا حول پر ہے تو اس صورت میں عطف المفرد علی المفرد کی قبیل سے ہوگا اور معطوف اور معطوف علیہ مل کر لا کا اسم ہوں گے اور اس کی خبر محذوف ہوگی، اَیْ لَا حَوْلَ عَنِ الْمَعْصِيَةِ وَلَا قُوَّةَ عَلَى الطَّاعَةِ مَوْجُوْدَانِ بِشَيْءٍ اِلَّا بِاللّٰهِ، اور یہ بھی احتمال ہے کہ دونوں مستقل جملے ہوں اور جملہ کا عطف جملہ پر ہو تو عبارت اسطرح ہوگی لَا حَوْلَ اِلَّا بِاللّٰهِ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ، پہلے جملہ کی خبر کو اسلئے حذف کر دیا کیونکہ جملہ ثانیہ کی خبر اس پر دلالت کرتی ہے۔

__دوسری صورت__: دونوں اسم مرفوع ہوں جیسے لَا حَوْلٌ وَلَا قُوَّةٌ اِلَّا بِاللّٰهِ دونوں کا رفع اسلئے کہ لا ملغی عن العمل ہے اسلئے یہ مبتدا ہونے کی وجہ سے مرفوع ہیں اس صورت میں بھی اس کو ایک جملہ بنانا بھی جائز ہے اور دو جملے بھی۔

تیسری صورت : پہلے کا فتحہ اور دوسرے کا نصب جیسے لَاحَولَ وَلَاقُوَّةً اِلاَّ بِاللّٰہِ' پہلا اسم لائے نفی جنس کا اسم ہونے کی بناپر مفتوح ہوگا اور دوسرا لا چونکہ نفی کی تاکید کیلئے ہے اسلئے اس کا معمول نہیں ہوگا بلکہ پہلے کے لفظ پر عطف ہونے کی وجہ سے منصوب ہوگا۔

چوتھی صورت : پہلے کا فتحہ دوسرے کا رفع جیسے لَاحَولَ وَلَاقُوَّةٌ اِلاَّ بِاللّٰہِ' اس صورت میں حول پر فتحہ لائے نفی جنس کا اسم ہونے کی وجہ سے ہوگا اور دوسرا الا ملغی عن العمل ہے اسلئے کہ قوۃ کا عطف حول کے محل پر ہے اور حول محلا مرفوع ہے مبتدا ہونے کیوجہ سے۔

پانچویں صورت : پہلے کا رفع دوسرے کا فتحہ جیسے لَاحَولٌ وَلَاقُوَّةَ اِلاَّ بِاللّٰہِ' پہلے کا رفع اسلئے کہ لا بمعنی لیس کے ہے اور ثانی کا فتحہ اسلئے کہ لائے نفی جنس کا اسم ہے یہ صورت ضعیف ہے کیونکہ لا بمعنی لیس کا عمل قلیل ہے۔ اس وقت عطف علی محل اسم لا ہوگا ورنہ خبر کا بیک وقت منصوب اور مرفوع ہونا لازم آئیگا

قوله وَقَدْ يُحذَفُ اِسْمُ لَا الخ لائے نفی جنس کا اسم قرینہ کے پائے جانے کی وجہ سے اکثر حذف کر دیا جاتا ہے جیسے لا علیك اصل میں لا باس علیك تھا اور یہاں اسم لا کے حذف پر قرینہ یہ ہے کہ لائے نفی جنس اسم پر داخل ہوتا ہے اس مثال میں لا کو علیك حرف پر داخل کیا گیا ہے تو لا کا حرف پر داخل ہونا یہ قرینہ ہے کہ یہاں لا کا اسم محذوف ہے۔

فصل :خَبَرُمَا وَلَاالْمُشَبَّهَتَيْنِ بِلَيْسَ هُوَ الْمُسْنَدُ بَعْدَ دُخُولِهِمَا نَحْوُمَازَيْدٌ قَائِمًا وَلَا رَجُلٌ حَاضِرًا وَاِنْ وَقَعَ الْخَبَرُ بَعْدَ اِلاَّ نَحْوُ مَا زَيْدٌ اِلاَّ قَائِمٌ اَوْ تَقَدَّمَ الْخَبَرُ عَلَى الْاِسْمِ نَحْوُ مَا قَائِمٌ زَيْدٌ اَوْ زِيْدَتْ اِنْ بَعْدَ مَا نَحْوُمَااِنْ زَيْدٌ قَائِمٌ بَطَلَ الْعَمَلُ كَمَا رَاَيْتَ فِي الْاَمْثِلَةِوَهٰذَا لُغَةُ اَهْلِ الْحِجَازِ اَمَّا بَنُوْ تَمِيْمٍ فَلَا يَعْمَلُوْ نَهُمَا اَصْلًا قَالَ الشَّاعِرُ عَنْ لِسَانِ بَنِيْ تَمِيْمٍ شعر

وَمُهَفْهَفٍ كَالْغُصْنِ قُلْتُ لَهُ انْتَسِبْ ☆ فَاَجَابَ مَا قَتْلُ الْمُحِبِّ حَرَامُ

بِرَفْعِ حَرَامٍ۔

ترجمہ: فصل ما ولا کی خبر جو لیس کے مشابہ ہیں وہ مسند ہوتی ہے ان دونوں کے داخل ہونے کے بعد 'جیسے' مَا زَیْدٌ قَائِمًا اور لَا رَجُلٌ حَاضِرًا اور اگر واقع ہو خبر الا کے بعد جیسے مَا زَیْدٌ اِلَّا قَائِمٌ یا خبر اسم پر مقدم ہو جائے جیسے مَاقَائِمٌ زَیْدٌ تو ماولا کا عمل باطل ہو جاتا ہے جیسا کہ آپ نے مذکورہ مثالوں میں دیکھ لیا اور یہ اہل حجاز کی لغت ہے بہر حال بنو تمیم تو وہ ان دونوں کو بالکل عمل نہیں دیتے' شاعر نے بنو تمیم کی زبان میں کہا ہے شعر

ومهفهف کا الغصن قلت له انتسب ☆ فاجاب ما قتل المحب خرام

حرام کے رفع کیساتھ کہا ہے (لفظ ما نے لیس کے مشابہ ہو کر عمل نہیں کیا)۔

تجزیہ عبارت: مذکورہ عبارت میں مصنفؒ نے ماولا جو لیس کے مشابہ ہو اس کی خبر کو بیان کیا ہے کہ یہ خبر مسند اور منصوب ہوتی ہے اور ساتھ ساتھ ماولا کے عمل میں اہل حجاز اور بنو تمیم کا اختلاف بیان کیا ہے۔

تشریح:

قوله خَبَرُ مَا وَ لَا الخ یہاں سے مصنفؒ منصوبات کی بارہویں قسم کو بیان کرتے ہیں کہ ما اور لا جب لیس کے مشابہ ہوں تو ان کی خبر مسند اور منصوب ہوتی ہے جیسے مَازَیْدٌ قَائِمًا اور لَارَجُلٌ حَاضِرًا ان دونوں مثالوں میں قائماً اور حاضراً ما اور لا کی خبر ہیں جو کہ مسند بھی ہیں اور منصوب بھی۔

فائدہ: ما اور لا کی لیس کے ساتھ دو طرح سے مشابہت ہے

(۱) جس طرح لیس نفی کے معنی دیتا ہے اسی طرح ما اور لا بھی نفی کے معنی دیتے ہیں (۲) جس طرح لیس اسم اور خبر پر داخل ہو کر اسم کو رفع اور خبر کو نصب دیتا ہے اسی طرح ما اور لا بھی اسم اور خبر پر داخل ہو کر اسم کو رفع اور خبر کو نصب دیتے ہیں۔

قوله اَوْ تَقَدَّمَ الْخَبَرُ عَلَى الْاِسْمِ الخ یہاں سے صاحب ہدایۃ النحو تین صورتیں بیان کرتے ہیں جس میں ما اور لا کا عمل باطل ہو جاتا ہے۔

(۱) پہلی صورت: جب ما کی خبر اِلّا کے بعد واقع ہو تو ما کا عمل باطل ہو جاتا ہے جیسے مَا زَیْدٌ اِلَّاقَائِمٌ 'اس

مثال میں اِلاَّ کی وجہ سے نفی کا معنی ختم ہو گیا کیونکہ ما لیس کے ساتھ معنی نفی میں مشابہت کی وجہ سے عمل کرتا تھا تو جب نفی کا معنی ختم ہو گیا تو ما کی لیس کے ساتھ مشابہت باقی نہیں رہی لہذا اب عمل نہیں کرے گا مذکورہ مثال میں زید مبتدا ہونے کی وجہ سے اور قائم خبر ہونے کی وجہ سے مرفوع ہو گا -

(۲) دوسری صورت : اگر ما کی خبر اسم پر مقدم ہو جائے تو اس صورت میں بھی ما کا عمل باطل ہو جائے گا مَا قَائِمٌ زَیْدٌ'' کیونکہ ما عامل ضعیف ہے یہ اس وقت عمل کرتا ہے جب کہ اس کے معمول ترتیب کے ساتھ ہوں ترتیب بدلنے کی صورت میں ما عمل نہیں کر سکے گا-

(۳) تیسری صورت : اگر ما کے بعد لفظ ان زائد لایا جائے تو ما کا عمل باطل ہو جاتا ہے جیسے مَا اِنْ زَیْدٌ قَائِمٌ ' اس لئے کہ لفظ ما عامل ضعیف ہے اگر اسم کیساتھ متصل ہو تو عمل کرتا ہے انفصال کی صورت میں عمل نہیں کرتا اسلئے اس مثال میں زید مبتدا ہونے کی وجہ سے اور قائم خبر ہونے کی وجہ سے مرفوع ہو گا-

قوله وَهٰذَا لُغَةُ اَهْلِ الْحِجَازِ الخ ما اور لا لیس کے مشابہ ہو کر اسم کو رفع اور خبر کو جو نصب دیتے ہیں یہ اہل حجاز کی لغت کے مطابق ہیں اور نبو تمیم کی لغت کے مطابق ما اور لا بالکل عامل نہیں ہیں لیکن اہل حجاز کی رائے کی تاکید قرآن پاک سے ہوتی ہے جیسے مَاهٰذَا بَشَراً ' اس میں بشراً ما کی خبر ہونے کیوجہ سے منصوب ہے-

قوله قَالَ الشَّاعِرُ عَنْ لِسَانِ بَنِیْ تَمِیْمٍ الخ نبو تمیم کے نزدیک ما اور لا عمل نہیں کرتے صرف نفی کے معنی دیتے ہیں ان کا استدلال شاعر کے قول سے ہے شعر

وَمُهَفْهَفٍ كَالْغُصْنِ قُلْتُ لَهٗ اِنْتَسِبْ ☆ فَاَجَابَ مَاقَتْلُ الْمُحِبِّ حَرَامُ

محل استشهاد : لفظ حرام ہے اگر ما لیس کے مشابہ ہو کر عمل کرتا ہے تو لفظ حرام ما کی خبر ہونے کی وجہ سے منصوب ہوتا ہے چنانچہ قتل المحب مبتدا ہونے کی وجہ سے مرفوع ہے اور حرام خبر ہونے کیوجہ سے-

شعر کی تشریح : ومھفھف میں واو بمعنی رب کے ہے مھفھف بمعنی باریک کمر 'پھرتیلا' چالاک کالغصن اس کا جمع غصون 'اغصان بمعنی ٹہنی 'انتسب باب افتعال امر حاضر بمعنی اپنا نسب نامہ بیان کر' اجاب باب افعال سے فعل ماضی ہے اس میں ضمیر مستتر ہے جو مھفھف کی طرف راجع ہے' بمعنی اس نے جواب دیا اور مَا قَتْلُ الْمُحِبِّ

میں قتل کی اضافت محبّ کی طرف ہے یہ مصدر کی اضافت مفعول کی طرف ہے اور اس کا فاعل المحبوب محذوف ہے یعنی قتل المحبوب المحب ۔

شعر کا ترجمہ: ایک پھرتیلا چالاک ٹہنی کی طرح باریک کمر والے محبوب سے میں نے کہا اپنا نسب نامہ بیان کریں تو اس نے جواب دیا کہ محبت کرنے والے کو قتل کر دینا محبوب کیلئے حرام نہیں، یعنی میں ایسی قوم سے ہوں جو محبّ کے قتل کو مباح قرار دیتے ہیں۔

مطلب: شعر مذکورہ میں لفظ انتسب کے دو معنی لئے جا سکتے ہیں

(۱) انتسب بمعنی مائل ہونا یعنی محبّ محبوب سے یہ کہہ رہا ہے کہ اگر تو نے میری طرف توجہ نہ کی تو میں قتل ہو جاؤں گا پس اس نے جواب دیا یہ محبت کا میدان ہے یہاں محبّ کا قتل ہو جانا یا کرنا حرام نہیں ہے۔

(۲) اِنْتَسَبَ بمعنی نسب نامہ بیان کرنا اگر یہ معنی لیں تو مطلب یہ ہے کہ محبوب نے ما مشابہ بلیس کو عمل نہ دیکر اس بات کی طرف اشارہ کر دیا کہ میرا (یعنی محبوب کا) تعلق بنی تمیم کے ساتھ ہے۔

ترکیب: واو بمعنی رب حرف جر، مهفهف صیغہ اسم مفعول، ك حرف جر، الغصن مجرور، جار مجرور مل کر مهفهف کے متعلق مهفهف صیغہ اسم مفعول اپنے متعلق سے مل کر مجرور واو حرف جر کے، جار مجرور مل کر متعلق ہوئے ما قبل شعر کے، قلت فعل ت ضمیر بارز اس کا فاعل، لام حرف جر، ہ، ضمیر مجرور، جار مجرور مل کر قلت کے متعلق، قلت فعل اپنے فاعل و متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر قول، انتسب فعل انتَ ضمیر مستتر فاعل، فعل و فاعل مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر معطوف علیہ، فاء عاطفہ اجاب فعل هو ضمیر مستتر فاعل ما مشبہ بلیس، قتل مضاف المحب مضاف الیہ مضاف مضاف الیہ سے مل کر اسم ما، حرام خبر، ما مشبہ بلیس اپنے اسم و خبر سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر بتاویل مفرد اجاب کا مفعول بہ، اجاب فعل اپنے فاعل و مفعول بہ سے ملکر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر معطوف، معطوف علیہ معطوف سے ملکر مقولہ، قول مقولہ مل کر جملہ فعلیہ ہوا۔

تمت بحث المنصوبات بحمد الله تعالیٰ

محمد اصغر علی فاضل دار العلوم فیصل آباد فاضل عربی۔

استاذ جامعہ اسلامیہ عربیہ رحمانیہ چوک و مدنی ٹاؤن غلام محمد آباد فیصل آباد

اَلْمَجْرُوْرَاتُ

اَلْمَقْصَدُ الثَّالِثُ فِی الْمَجْرُوْرَاتِ اَلْاَسْمَاءُ الْمَجْرُوْرَۃُ هِیَ الْمُضَافُ اِلَیْهِ فَقَطْ وَهُوَ کُلُّ اِسْمٍ نُسِبَ اِلَیْهِ شَیْئٌ بِوَاسِطَةِ حَرْفِ الْجَرِّ لَفْظًا نَحْوُ مَرَرْتُ بِزَیْدٍ وَیُعَبَّرُ عَنْ هٰذَا التَّرْکِیْبِ فِی الْاِصْطِلَاحِ بِاَنَّهٗ جَارٌّ وَمَجْرُوْرٌ اَوْ تَقْدِیْرًا نَحْوُ غُلَامُ زَیْدٍ تَقْدِیْرُهٗ غُلَامٌ لِزَیْدٍ وَ یُعَبَّرُ عَنْهُ فِی الْاِصْطِلَاحِ بِاَنَّهٗ مُضَافٌ وَمُضَافٌ اِلَیْهِ وَیَجِبُ تَجْرِیْدُ الْمُضَافِ عَنِ التَّنْوِیْنِ اَوْمَا یَقُوْمُ مَقَامَهٗ وَهُوَ نُوْنُ التَّثْنِیَةِ وَ الْجَمْعِ نَحْوُ جَاءَنِیْ غُلَامُ زَیْدٍ وَغُلَامَا زَیْدٍ وَمُسْلِمُوْ مِصْرَ وَاعْلَمْ اَنَّ الْاِضَافَةَ عَلٰی قِسْمَیْنِ مَعْنَوِیَّةٌ وَلَفْظِیَّةٌ اَمَّا الْمَعْنَوِیَّةُ فَهِیَ اَنْ یَکُوْنَ الْمُضَافُ غَیْرَ صِفَةٍ مُضَافَةٍ اِلٰی مَعْمُوْلِهَا وَهِیَ اِمَّا بِمَعْنَی اللَّامِ نَحْوُ غُلَامُ زَیْدٍ اَوْبِمَعْنٰی مِنْ نَحْوُ خَاتَمُ فِضَّةٍ اَوْ بِمَعْنٰی فِیْ نَحْوُ صَلٰوۃُ اللَّیْلِ —

ترجمہ : تیسرا مقصد مجرورات کے بیان میں اسماء مجرورہ وہ صرف مضاف الیہ ہے اور مضاف الیہ وہ اسم ہے جس کی طرف کسی شیٔ کی نسبت کی گئی ہو حرف جر کے واسطے سے چاہے حرف جر لفظوں میں مذکور ہو جیسے مررت بزید اور اس ترکیب کو اصطلاح میں تعبیر کیا جاتا ہے

کہ وہ جار اور مجرور ہیں' یا حرف جار تقدیرا ہو جیسے غلام زید اس کی تقدیر غلا م لزید تھی اور اصطلاح میں اس کو تعبیر کیا جاتا ہے کہ وہ مضاف اور مضاف الیہ ہیں اور واجب ہے مضاف کو خالی کرنا تنوین اور اس سے جو اس کے قائم مقام ہو اور وہ تثنیہ اور جمع کے نون ہیں جیسے جاء نی غلام زید اور غلاما زید اور مسلمو مصر اور تو جان کہ بے شک اضافت دو قسم پر ہے ایک معنوی اور دوسری لفظی بہر حال اضافت معنویہ وہ یہ ہے کہ مضاف ایسا صفت کا صیغہ نہ ہو جو اپنے معمول کی طرف مضاف ہو اور وہ (اضافت معنوی) یا بمعنی لام ہو گی جیسے غلا م زید یا بمعنی

من ہوگی جیسے خاتم فضة یابمعنی فی ہوگی جیسے صلوة اللیل۔

تجزیہ عبارت: مصنفؒ نے اسم مجرور بیان کرنے کے بعد اضافت کی دو قسمیں اضافت معنوی اور اضافت لفظی کو بیان کیا ہے۔

تشریح :

قوله اَلْمَقْصَدُ الثَّالِثُ الخ صاحب ہدایۃ النحو نے اسم کے بیان کو ایک مقدمہ اور تین مقاصد اور ایک خاتمہ پر مشتمل کیا تھا جس میں سے مقدمہ اور مقصد اول مرفوعات اور مقصد ثانی منصوبات کو بیان کر چکے اب یہاں سے مقصد ثالث مجرورات کو بیان کرتے ہیں کہ مجرورات سے مراد وہ اسماء ہیں جو مجرور ہوتے ہیں اور وہ صرف مضاف الیہ ہے

قوله وَهُوَ كُلُّ اِسْمٍ الخ مضاف الیہ سے مراد ہر وہ اسم ہے جس کی طرف کسی شئی کی نسبت کی گئی ہو حرف جر کے واسطے سے خواہ حرف جر لفظوں میں موجود ہو جیسے مَرَرْتُ بِزَيْدٍ میں باء حرف جر لفظوں میں موجود ہے نحویوں کی اصطلاح میں اس ترکیب کو جار مجرور کہا جاتا ہے یا حرف جر مقدر ہو جیسے غلامُ زیدٍ اصل میں غلام لزید تھا لام کو حذف کر کے غلام کو زید کا مضاف بنادیا ہے اس کو اصطلاح میں مضاف اور مضاف الیہ کہتے ہیں۔

فائدہ : مجرورات یہ مجرور کی جمع ہے یا مجرورۃ کی اسمیں وہی تفصیل ہے جو مرفوعات میں بیان ہوئی وہاں سے ملاحظہ فرمائیں

اعتراض : مرفوعات اور منصوبات کو تو جمع کے صیغہ کے ساتھ لانا درست ہے کیونکہ ان کی اقسام زیادہ ہیں لیکن مجرورات کو جمع لانا درست نہیں ہے کیونکہ وہ صرف ایک ہی ہے یعنی مضاف الیہ تو پھر المقصد الثالث فی الجرور کہنا چاہیے تھا جمع کیوں لائے ؟

جواب : مجرور اگرچہ ایک ہے لیکن اسکی انواع اور اقسام کے تعدد کو ملحوظ رکھتے ہوئے جمع لائے ہیں۔

قوله وَيَجِبُ تَجْرِيْدُ الْمُضَافِ الخ جو اضافت تقدیر حرف جر ہو اس کے لئے ضروری ہے کہ مضاف ایک ایسا اسم ہو جو تنوین یا قائم مقام تنوین مثلا نون تثنیہ اور نون جمع سے خالی ہو کیونکہ تنوین یا قائم مقام تنوین کے ساتھ اسم تام ہونے کی وجہ سے کلمہ انفصال پر دلالت کرتا ہے جب کہ اضافت اتصال کو چاہتی ہے اور اتصال اور انفصال

دونوں ضدین ہیں ایک شی میں جمع نہیں ہو سکتے اسلئے مضاف کو تنوین اور قائم مقام تنوین سے خالی کیا جائے گا جیسے غلامُ زیدٍ یہاں پر غلام سے تنوین کو حذف کر دیا اور غلامَا زیدٍ اصل میں غلامان زید تھا نون تثنیہ اضافت کی وجہ سے گر گیا اسی طرح مسلمو مصر اضافت کی وجہ سے نون جمع گر گیا اصل میں مسلمون مصر تھا

قوله وَاعلَمْ اَنَّ الْاِضَافَةَ عَلٰی قِسْمَیْنِ الخ یہاں سے مصنفؒ اضافت تقدیری کی دو قسمیں بیان کرتے ہیں (۱) اضافت معنوی (۲) اضافت لفظی

اضافت معنوی کی وجہ تسمیہ :اضافت معنوی معنی کی طرف منسوب ہے کیونکہ یہ اضافت معنی کے اعتبار سے مضاف میں تعریف اور تخصیص کا فائدہ دیتی ہے اسلئے اسے اضافت معنوی کہتے ہیں۔

اضافت لفظی کی وجہ تسمیہ: اضافت لفظی لفظ کی طرف منسوب ہے کیونکہ یہ لفظوں میں تخفیف کا فائدہ دیتی ہے مضاف سے تنوین، نون تثنیہ اور نون جمع کو گرا دیتی ہے اسلئے اسے اضافت لفظی کہتے ہیں۔

قوله اَمَّا الْمَعْنَوِیَّةُ الخ اضافت معنوی وہ اضافت ہے جس میں مضاف ایسا صیغہ صفت نہ ہو جو اپنے معمول کی طرف مضاف ہو اور اس کی تین صورتیں ہو سکتی ہیں

(۱) پہلی صورت : مضاف نہ صفت کا صیغہ ہو اور نہ ہی اپنے معمول کی طرف مضاف ہو جیسے غلام زید۔

(۲) دوسری صورت : مضاف صیغہ صفت تو ہو لیکن اپنے معمول کی طرف مضاف نہ ہو بلکہ غیر معمول کی طرف مضاف ہو جیسے کریم البلد۔

(۳) تیسری صورت : مضاف صیغہ صفت نہ ہو اور اپنے معمول کی طرف مضاف ہو جیسے ضرب الیوم، صیغہ صفت سے مراد اسم فاعل، اسم مفعول، صفت مشبہ، اسم تفضیل وغیرہ ہیں اور معمول سے مراد صرف فاعل اور مفعول ہیں۔

قوله وَهِیَ اِمَّا بِمَعْنَی اللَّامِ الخ اضافت معنوی کی تین قسمیں ہیں۔

(۱) پہلی قسم : اضافت لامیہ : جب مضاف الیہ، نہ تو مضاف کی جنس سے ہو اور نہ مضاف کے لئے ظرف بن رہا ہو تو یہ اضافت بمعنی لام کے ہوگی اور اس میں لام حرف جر مقدر ہوگا جیسے غلام زید اصل میں غلام لزید تھا۔

(۲)دوسری قسم: اضافت بیانیہ: جب مضاف الیہ مضاف کی جنس سے ہو تو اضافت بمعنی من کے ہوگی تو یہاں پر من بیانیہ مقدر ہوگا جیسے خاتمُ فضةٍ اصل میں خاتم من فضة تھا۔
تیسری قسم: اضافت فیہ 'اضافت ظرفیہ' جب مضاف الیہ مضاف کے لئے ظرف بن رہا ہو اسمیں عموم ہے چاہے ظرف زمان بن رہا ہو یا ظرف مکان تو یہ اضافت بمعنی فی ہوگی اور اس میں فی حرف جر مقدر ہوگا جیسے صلوة اللیل اصل میں صلوة فی اللیل تھا 'اور یہ بہت قلیل الاستعمال ہے۔

وَفَائِدَةُ هٰذِهِ الْاِضَافَةِ تَعْرِيْفُ الْمُضَافِ اِنْ اُضِيْفَ اِلٰى مَعْرِفَةٍ كَمَامَرَّ اَوْتَخْصِيْصُهٗ اِنْ اُضِيْفَ اِلٰى نَكِرَةٍ كَغُلَامِ رَجُلٍ وَ اَمَّا اللَّفْظِيَّةُ فَهِيَ اَنْ يَكُوْنَ الْمُضَافُ صِفَةً مُضَافَةً اِلٰى مَعْمُوْلِهَا وَهِيَ فِيْ تَقْدِيْرِ الْاِنْفِصَالِ نَحْوُ ضَارِبُ زَيْدٍ وَحَسَنُ الْوَجْهِ وَفَائِدَتُهَا تَخْفِيْفٌ فِي اللَّفْظِ فَقَطْ وَاعْلَمْ اَنَّكَ اِذَا اَضَفْتَ الْاِسْمَ الصَّحِيْحَ اَوِ الْجَارِيَ مَجْرَى الصَّحِيْحِ اِلٰى يَاءِ الْمُتَكَلِّمِ كَسَرْتَ آخِرَهٗ وَاَسْكَنْتَ الْيَاءَ اَوْ فَتَحْتَهَا كَغُلَامِيْ وَدَلْوِيَ وَظَبْيِيَ وَ اِنْ كَانَ آخِرُ الْاِسْمِ اَلِفًا تَثْبُتُ كَعَصَايَ وَرَحَايَ خِلَافًا لِلْهُذَيْلِ كَعَصَيَّ وَرَحَيَّ وَ اِنْ كَانَ آخِرُ الْاِسْمِ يَاءً مَكْسُوْرًا مَا قَبْلَهَا اُدْغِمَتِ الْيَاءُ فِي الْيَاءِ وَفُتِحَتِ الْيَاءُ الثَّانِيَةُ لِئَلَّا يَلْتَقِيَ السَّاكِنَانِ تَقُوْلُ فِيْ قَاضِيْ قَاضِيَّ وَ اِنْ كَانَ آخِرُهٗ وَاوًا مَضْمُوْمًا مَا قَبْلَهَا قَلَبْتَهَا يَاءً وَعَمِلْتَ كَمَا عَمِلْتَ الْاٰنَ تَقُوْلُ جَاءَنِيْ مُسْلِمِيَّ وَ فِي الْاَسْمَاءِ السِّتَّةِ مُضَافَةً اِلٰى يَاءِ الْمُتَكَلِّمِ تَقُوْلُ اَخِيْ وَ اَبِيْ وَحَمِيْ وَهَنِيْ وَفِيْ عِنْدَ الْاَكْثَرِ وَفَمِيْ عِنْدَ قَوْمٍ وَ ذُوْ لَا يُضَافُ اِلٰى مُضْمَرٍ اَصْلًا وَقَوْلُ الْقَائِلِ شِعر

اِنَّمَا یَعْرِفُ ذَا الْفَضْلِ مِنَ النَّاسِ ذَوُوْهُ شَاذٌّ وَاِذَا قَطَعْتَ هٰذِهِ الْاَسْمَاءَ عَنِ الْاِضَافَةِ قُلْتَ اَخٌ وَاَبٌ وَحَمٌ وَهَنٌ وَفَمٌ وَ ذُوْ لَایَقْطَعُ عَنِ الْاِضَافَةِ اَلْبَتَّةَ هٰذَا کُلُّهٗ بِتَقْدِیْرِ حَرْفِ الْجَرِّ اَمَّا مَا یُذْکَرُ فِیْهِ حَرْفُ الْجَرِّ لَفْظًا فَسَیَاْتِیْکَ فِی الْقِسْمِ الثَّالِثِ اِنْشَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰی

ترجمہ: اور اس اضافت کا فائدہ یہ ہے کہ مضاف کو معرفہ بناتا ہے اگر معرفہ کی طرف اضافت کی گئی ہو جیسے کہ پہلے گزر چکا 'یا مضاف کو خاص کرتا ہے اگر اس کی اضافت کی گئی ہو نکرہ کی طرف جیسے غلام رجل اور بہر حال اضافت لفظیہ پس وہ یہ ہے کہ مضاف صفت کا صیغہ ہو جو اپنے معمول کی طرف مضاف ہو اور وہ (اضافت لفظیہ) انفصال کی تقدیر میں ہوتی ہے جیسے ضَارِبُ زَیْدٍ اور حَسَنُ الْوَجْهِ اور اس کا فائدہ صرف لفظ میں تخفیف ہوتا ہے اور تو جان بے شک جب تو اسم صحیح یا جاری مجری صحیح کو یائے متکلم کی طرف مضاف کرے تو اس کے آخر کو کسرہ دیدے اور تو یاء کو ساکن کردے یا اس کو فتحہ دیدے جیسے غُلاَمِیَ دَلْوِیَ ظَبْیَ اور اگر اسم کے آخر میں الف ہو تو وہ الف ثابت رہتا ہے جیسے عصایَ رحایَ اور یہ ھذیل کے خلاف ہے جیسے عَصِیَّ اور رَحِیَّ اور اگر اسم کے آخر میں یاء ما قبل مکسور ہو تو یاء کو یاء میں ادغام کردیا جائے گا اور تو دوسری یاء کو فتحہ دیدے تاکہ دونوں میں التقائے ساکنین لازم نہ آئے جیسے تو قاضی میں قَاضِیَّ کہے اور اگر اس کے آخر میں واو ما قبل مضموم ہو تو اس واو کو یاء سے بدل دے اور تو وہی عمل کر جو ابھی اوپر کیا یعنی یاء کو یاء میں ادغام کر کے دوسری یاء کو فتحہ دیدے جیسے تو کہے جَاءَ نِیَ مسلمیَّ اور اسماء ستہ مکبرہ جب یائے متکلم کی طرف مضاف ہوں تو کہے اخی 'ابی 'حمی' ھنی 'فی اکثر نحویوں کے نزدیک اور فمی ایک قوم کے نزدیک ہے اور ذو ضمیر کی طرف بالکل مضاف نہیں ہوتا (ہمیشہ اسم ظاہر کی طرف مضاف ہوتا ہے) اور شاعر کا قول انما یعرف ذا الفصل من الناس ذو وہ شاذ ہے شعر کا ترجمہ یہ ہے کہ لوگوں میں سے فضیلت والے اور کمال والے آدمی کو فضیلت اور کمال والے ہی پہچانتے ہیں اور جب تو ان اسماء ستہ کو اضافت سے جدا کرے تو کہے اخ 'اب' حم' ھن' فم اور ذو کو اضافت سے جدا نہیں کیا جائے گا یقیناً مذکورہ تمام استعمال حرف جر مقدر ہونے کی صورت میں ہے بہر حال وہ اسم جس میں حرف جر لفظوں مین مذکور ہو تو اس کا بیان تمہارے سامنے قسم ثالث میں یعنی حرف کی بحث میں انشاء اللہ آئے گا۔

تجزیہ عبارت : مذکورہ عبارت میں مصنفؒ نے اضافت معنوی کے فائدے اور اضافت لفظی کو بیان کیا ہے اور مضاف کیلئے قواعد وضوابط بیان کئے ہیں اور اسماء ستہ مکبرہ کے اضافت اور عدم اضافت کے اعتبار سے استعمال کا طریقہ بیان کیا ہے۔

تشریح :

قوله وَفَائِدَةُ هٰذِهِ الْاِضَافَةِ تَعْرِيْفُ الْمُضَافِ الخ یہاں سے مصنفؒ اضافت معنوی کے فائدے بیان کر رہے ہیں۔

فائدة(۱) جب اسم کی اضافت معرفہ کی طرف کی جائے تو اس سے تعریف مضاف کا فائدہ حاصل ہوتا ہے یعنی مضاف معرفہ بن جاتا ہے جیسے غُلَامُ زَيْدٍ میں غلام زید کی طرف اضافت کی وجہ سے معرفہ بن گیا ہے۔

فائدة(۲) جب اسم کی اضافت نکرہ کی طرف کی جائے تو پھر یہ اضافت تخصیص کا فائدہ دیتی ہے جیسے غلام رجل اس مثال میں نکرہ کی طرف اضافت کی وجہ سے تخصیص پیدا ہوگئی کہ غلام مرد کا ہے عورت کا نہیں۔

قوله وَاَمَّا اللَّفْظِيَّةُ الخ صاحب ہدایۃ النحو اضافت معنوی سے فارغ ہونے کے بعد یہاں سے اضافت لفظی کو بیان کر رہے ہیں اضافت لفظی کی علامت یہ ہے کہ مضاف صیغہ صفت ہو اور اپنے معمول کی طرف مضاف ہو خواہ وہ معمول فاعل ہو یا مفعول اور اضافت لفظی معنی کے اعتبار سے انفصال کی تقدیر میں ہوتی ہے اگرچہ اضافت اتصال کا تقاضا کرتی ہے لیکن یہ اتصال بمنزلہ انفصال کے ہوتا ہے کیونکہ عامل اور معمول والے معنی جس طرح پہلے موجود تھے اب بھی باقی ہیں اس اضافت نے معنی میں کوئی تبدیلی پیدا نہیں کی جیسے ضَارِبُ زَيْدٍ اسمیں ضارب صیغہ صفت ہے جو اپنے معمول زید یعنی مفعول بہ کی طرف مضاف ہے دوسری مثال حسن الوجہ یہ مثال اس صفت کی ہے جو فاعل کی طرف مضاف ہو۔

قوله وَفَائِدَتُهَا تَخْفِيْفٌ الخ اضافت لفظی صرف تخفیف لفظ کا فائدہ دیتی ہے اس سے تعریف حاصل نہیں ہوتی تخفیف لفظ کی تین صورتیں ہیں۔

(۱) پہلی صورت : صرف مضاف میں تخفیف پیدا ہو گی جس سے تنوین اور نون تثنیہ اور نون جمع گر جائے جیسے ضَارِبُ زَیْدٍ اصل میں ضَارِبٌ زَیْداً تھا اضافت کی وجہ سے ضارب سے تنوین گر گئی اسی طرح ضَارِبَا زَیْدٍ سے نون تثنیہ اور ضَارِبُوْ زَیْدٍ سے نون جمع گر گئی۔

(۲) دوسری صورت : تخفیف صرف مضاف الیہ میں ہو جیسے القائم الغلام اصل میں القائم غلامہ تھا، غلامہ کی ہ ضمیر مضاف الیہ کو حذف کر دیا گیا اور القائم میں ضمیر مستتر مان لی

(۳) تیسری صورت : مضاف اور مضاف الیہ دونوں میں تخفیف ہو جیسے حسن الوجہ اصل میں حسن وجھہ تھا اضافت کیوجہ سے حسن کی تنوین حذف ہو گی اور وجھہ کی ضمیر بھی اور ضمیر کے عوض اس پر الف لام تعریف لے آئے تو حسن الوجہ بن گیا تو یہاں مضاف اور مضاف الیہ دونوں میں تخفیف ہو گئی۔

قوله وَاعْلَمْ اَنَّكَ اِذَا اَضَفْتَ الخ یہاں سے مصنف "یائے متکلم کی طرف اضافت کے قواعد بیان کر رہے ہیں پہلا قاعدہ : یہ ہے کہ جب کسی اسم صحیح یا جاری مجری صحیح کی اضافت یائے متکلم کی طرف کر دی جائے تو اس اسم کے آخر کو یاء کی مناسبت کی وجہ سے ماقبل کو کسرہ دیا جائے گا اور خود یاء کو ساکن اور مفتوح دونوں طرح پڑھ سکتے ہیں فتحہ اس لئے کہ اخف الحرکات ہے اور سکون اسلئے کہ اسمیں تخفیف بھی پائی جاتی ہے جیسے غُلَامِیْ، دَلْوِیْ اور ظَبْیِیْ —

فائدہ : اصطلاح نحاۃ میں صحیح وہ کلمہ ہے کہ جس کے آخر میں حرف علت نہ ہو جیسے زید اور جاری مجری صحیح وہ ہے جسکے آخر میں واو یا یاء ہو اور ماقبل ساکن ہو جیسے دلوٌ اور ظبیٌ اور یہ صحیح کے قائم مقام اسلئے کیا جاتا ہے کہ حرف علت جب سکون کے بعد ادا کیا جائے تو اسپر حرکت ثقیل نہیں ہوتی کیونکہ حرکت کی وجہ سے جو ثقل پیدا ہوتا ہے سکون کی خفت اس کے بالمقابل آ کر اسے ختم کر دیتی ہے۔

قوله وَاِنْ كَانَ آخِرُ الْاِسْمِ اَلِفًا الخ دوسرا قاعدہ : یہ ہے کہ کسی اسم کے آخر میں الف ہو اور وہ یائے متکلم کی طرف مضاف ہو تو اکثر عرب الف کو باقی رکھتے ہیں جیسے عَصَایَ اور رَحَایَ لیکن بنو ھذیل اس الف کو یاء

سے بدل کر یاء میں ادغام کر دیتے ہیں بشرطیکہ الف تثنیہ کا نہ ہو جیسے عَصِيَّ اور رَحِيَّ لیکن اگر وہ الف تثنیہ کا ہے تو وہ ادغام نہ ہو گا جیسے غُلَامَایَ تاکہ مفرد کے ساتھ التباس لازم نہ آئے۔

قوله وَاِنْ كَانَ اٰخِرُ الْاِسْمِ يَاءً الخ تیسرا قاعدہ: یہ ہے کہ کسی اسم کے آخر میں یاء ما قبل مکسور ہو اور اس کی یائے متکلم کی طرف اضافت ہو تو یاء کو یاء میں ادغام کر دیں گے اور دوسری یاء کو فتحہ دیدیں گے تاکہ دو ساکن جمع نہ ہوں جیسے قاضی کو قَاضِيَّ پڑھیں گے۔

قوله وَاِنْ كَانَ اٰخِرُهٗ وَاوًا الخ چوتھا قاعدہ: یہ ہے کہ اگر کسی اسم کے آخر میں واو ما قبل مضموم ہو جب اس کی یائے متکلم کی طرف اضافت کی جائے گی تو واو کو یاء سے بدل کر یاء کا یائے متکلم میں ادغام کر دیں گے اور دوسری یاء کو فتحہ دیں گے جیسے مسلمون کی جب یائے متکلم کی طرف اضافت کی تو نون جمع اضافت کی وجہ سے گر گیا پھر واو کو یاء سے بدل کر یاء میں ادغام کر دیا تو مُسْلِمُيَّ ہو گیا اور یاء کی مناسبت سے ما قبل کو کسرہ دیدیا مُسْلِمِيَّ ہو گیا اور یاء متکلم مفتوح ہو گی التقائے ساکنین سے بچنے کیلئے۔

قوله وَفِي الْاَسْمَاءِ السِّتَّةِ الخ پانچواں قاعدہ: یہ ہے کہ اسماء ستہ مکبرہ جب یائے متکلم کی طرف مضاف ہوں تو جمہور کے ہاں محذوف حرف واپس نہیں آئے گا بلکہ اس کو نسیاً منسیاً قرار دیا جائے گا اب' اخ' حم' کو یائے متکلم کی طرف مضاف کر کے یوں پڑھا جائے گا ابی' اخی' حمی لیکن مبرد کے نزدیک محذوف یعنی واو واپس آجائے گی اور اسے یاء سے بدل کر یا میں مدغم کیا جائے گا تو اَبِيَّ' اَخِيَّ ہو جائے گا لیکن جمہور کی دلیل یہ ہے کہ کثرت استعمال تخفیف کی مقتضی ہے اسلئے آخری حرف جو محذوف ہو کر نسیاً منسیاً ہو چکا ہے اسے اضافت کے وقت واپس نہ آنا چاہیے اور فِيْ کے بارے میں بھی اختلاف ہے اکثر نحوی فِيَّ پڑھتے ہیں اور بعض نحوی اس کو فَمِي پڑھتے ہیں؟

فائدہ: فم اصل میں فوہ تھا ہ کو حذف کر دیا گیا فو رہ گیا او کو یاء سے بدل کر یاء میں ادغام کر دیا اور یاء کی مناسبت سے ما قبل کو کسرہ دیا فِيَّ ہو گیا یہی مذہب جمہور نحاۃ کا ہے بعض نحوی واو کو میم سے بدلتے ہیں کیونکہ دونوں قریب المخرج ہیں اور اسے فَمِي پڑھتے ہیں لیکن راجح مذہب جمہور کا ہے

قوله وَذُوْ لَایُضَافُ اِلٰی مُضْمَرٍ الخ اسمائے ستہ مکبرہ میں سے جوذو ہے یہ ضمیر کی طرف مضاف نہیں ہوتا اس لئے کہ ذو کی اصل وضع یہ ہے کہ اسم جنس کی طرف مضاف ہو کر اسم جنس کو اسم نکرہ کی صفت بنایا جائے اور ضمیر اسم جنس نہیں ہوتی اس لئے ذو اسم ضمیر کی طرف مضاف بھی نہیں ہو سکتا جیسے جاء نی رجل ذو مال

قوله قَوْلُ الْقَائِلِ الخ یہ عبارت ایک اعتراض مقدر کا جواب ہے۔

اعتراض: یہ ہوتا ہے کہ ذو ضمیر کی طرف مضاف نہیں حالانکہ اس مصرعہ انما یعرف ذا لفضل من الناس ذووہ میں ذو کی اضافت ضمیر کی طرف ہو رہی ہے۔

جواب: عربی کے اس قول میں ذو کا ضمیر کی طرف مضاف ہونا شاذ ہے اس پر دوسرے کو قیاس نہیں کیا جا سکتا کیونکہ عام استعمالات میں ذو ہمیشہ اسم جنس کی طرف مضاف ہوتا ہے ضمیر کی طرف نہیں۔

قوله وَاِذَا قَطَعَتْ هٰذِهِ الْاَسْمَاءَ الخ جب اسماء ستہ مکبرہ میں اضافت ختم کر دی جائے تو ان کے لام کلمہ کو حذف کر کے عین کلمہ پر اعراب جاری کیا جائے گا اور اس پر تینوں اعراب جاری ہوں گے جیسے جاء نی اَخٌ رایت اخاً مررتُ باخٍ اسی طرح اَبٌ حَمٌ هَنٌ فمٌ پر تینوں اعراب جاری ہوں گے۔

قوله وَذُوْ لَایَقْطَعُ عَنِ الْاِضَافَةِ الخ ذو بغیر اضافت کے کبھی مستعمل نہیں ہوتا کیونکہ اسکی وضع اسم جنس کو اسم نکرہ کی صفت بنانا ہے اور اگر بغیر اضافت کے استعمال ہو تو خلاف وضع لازم آئے گا جیسے جاء رجل ذو مال میں مال اسم جنس ہے اور ذو کے واسطے سے رجل کی صفت ہے لہٰذا ذو کا باقی اسماء ستہ مکبرہ سے دو طرح کا فرق ہو گیا (۱) ذو بغیر اضافت کے مستعمل نہیں ہوتا بخلاف باقی اسماء ستہ مکبرہ کے وہ بغیر اضافت کے بھی استعمال ہوتے ہیں (۲) ذو ضمیر کی طرف مضاف نہیں ہوتا بخلاف باقی اسماء ستہ مکبرہ کے وہ ضمیر کی طرف مضاف ہو جاتے ہیں

قوله هٰذَا كُلُّهٗ بِتَقْدِيْرِ حَرْفِ الْجَرِّ الخ یہاں سے مصنفؒ ایک فائدہ بیان کرتے ہیں کہ اضافت لفظیہ اور اضافت معنویہ میں مذکورہ استعمال حرف جر مقدر ہونے کی صورت میں ہے اور وہ اسم جس میں حرف جر لفظوں

میں موجود ہو اس کا بیان قسم ثالث حرف کی بحث میں انشاء اللہ آئے گا۔

اعتراض: اس بات کے ذکر کرنے کی کیا ضرورت ہے کہ اضافت لفظیہ اور معنویہ میں حرف جر مقدر ہوتا ہے کیونکہ یہ بات تو سابق کلام میں معلوم ہو رہی تھی۔

جواب: اس کو ایک ضرورت کی وجہ سے ذکر کیا ہے کیونکہ اما جو تفصیل کے واسطے آتا ہے وہ کم از کم دو مساوی امروں میں مستعمل ہوتا ہے اگر اس بات کو ذکر نہ کرتے تو مصنفؒ کا قول اما ما یذکر الخ میں امابغیر مساوی امر کے رہ جاتا۔

تمّت مجروزات بحمد الله تعالیٰ

محمد اصغرعلی عفی عنه مدرس جامعه اسلامیه عربیه

فاضل عربی، فاضل دار العلوم فیصل آباد-پاکستان

اَلتَّوَابِعُ

اَلْخَاتِمَةُ فِی التَّوَابِعِ اِعْلَمْ اَنَّ الَّتِیْ مَرَّتْ مِنَ الْاَسْمَاءِ الْمُعْرَبَةِ کَانَ اِعْرَابُهَا بِالْاِصَالَةِ بِاَنْ دَخَلَتْهَا الْعَوَامِلُ مِنَ الْمَرْفُوْعَاتِ وَالْمَنْصُوْبَاتِ وَالْمَجْرُوْرَاتِ فَقَدْ یَکُوْنُ اِعْرَابُ الْاِسْمِ بِتَبْعِیَّةِ مَاقَبْلَهٗ وَیُسَمّٰی التَّابِعَ لِاَنَّهٗ یَتْبَعُ مَا قَبْلَهٗ فِی الْاِعْرَابِ وَهُوَ کُلُّ ثَانٍ مُعْرَبٍ بِاِعْرَابِ سَابِقِهٖ مِنْ جِهَةٍ وَّاحِدَةٍ۔

وَالتَّوَابِعُ خَمْسَةُ اَقْسَامٍ اَلنَّعْتُ وَالْعَطْفُ بِالْحُرُوْفِ وَ التَّاکِیْدُ وَ الْبَدَلُ وَعَطْفُ الْبَیَانِ

فصل: اَلنَّعْتُ تَابِعٌ یَدُلُّ عَلٰی مَعْنًی فِیْ مَتْبُوْعِهٖ نَحْوُ جَاءَنِیْ رَجُلٌ عَالِمٌ اَوْ فِیْ مُتَعَلِّقِ مَتْبُوْعِهٖ نَحْوُ جَاءَنِیْ رَجُلٌ عَالِمٌ اَبُوْهُ وَیُسَمّٰی صِفَةً اَیْضًا وَالْقِسْمُ الْاَوَّلُ یَتْبَعُ مَتْبُوْعَهٗ فِیْ عَشَرَةِ اَشْیَاءَ فِی الْاِعْرَابِ وَالتَّعْرِیْفِ وَ التَّنْکِیْرِ وَ الْاِفْرَادِ وَ التَّثْنِیَةِ وَ الْجَمْعِ وَ التَّذْکِیْرِ وَ التَّاْنِیْثِ نَحْوُ جَاءَنِیْ رَجُلٌ عَالِمٌ وَرَجُلَانِ عَالِمَانِ وَرِجَالٌ عَالِمُوْنَ وَ زَیْدُ نِ الْعَالِمُ وَامْرَاَةٌ عَالِمَةٌ وَ الْقِسْمُ الثَّانِیْ اِنَّمَا یَتْبَعُ مَتْبُوْعَهٗ فِی الْخَمْسَةِ الْاُوَلِ فَقَطْ اَعْنِی الْاِعْرَابَ وَ التَّعْرِیْفَ وَ التَّنْکِیْرَ کَقَوْلِهٖ تَعَالٰی مِنْ هٰذِهِ الْقَرْیَةِ الظَّالِمِ اَهْلُهَا۔

ترجمہ: خاتمہ توابع کے بیان میں' تو جان کہ اسماء معربہ میں سے جو گزرا ان کا اعراب بالاصالۃ تھا وہ اس طرح کہ ان اسماء پر عوامل داخل ہوتے تھے مرفوعات 'منصوبات اور مجرورات میں سے 'پس تحقیق کبھی اسم کا اعراب اپنے ماقبل کے تابع ہونیکی حیثیت سے ہوتا ہے اور اس کا نام رکھا جاتا ہے تابع اس لئے کہ وہ اعراب میں اپنے ماقبل کا تابع ہوتا ہے اور تابع ہر وہ دوسرا اسم ہے جسے اعراب دیا جاتا ہے اپنے پہلے اسم جیسا ایک ہی جہت سے 'اور توابع کی پانچ اقسام ہیں نعت 'عطف بحرف 'تاکید 'بدل اور عطف بیان۔

فصل : صفت وہ تابع ہے جو اپنے متبوع میں موجود معنی پر دلالت کرے جیسے رجل عالم یا اپنے متبوع کے متعلق کے معنی دلالت کرے جیسے جاء نی رجلٌ عالمٌ ابوہٗ اور اس کا نام بھی صفت رکھا جاتا ہے اور پہلی قسم تابع ہوتی ہے اپنے متبوع کے ساتھ دس چیزوں میں اعراب، تعریف، افراد، تنکیر، تثنیہ، جمع، تذکیر اور تانیث میں جیسے جاء نی رجل عالمٌ جاء نی رجلانِ عالمانِ جاء نی رجالٌ عالمونَ اور زیدٌ ن العالمُ اور امراۃ عالمۃ اور دوسری قسم اپنے متبوع کے تابع ہوتی ہے صرف پانچ امور میں یعنی اعراب اور تعریف اور تنکیر میں جیسے اللہ تعالی کا قول ہے مِنْ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ اَهْلُهَا ـ

تجزیہ عبارت : مذکور عبارت میں صاحب کتاب نے تابع کی تعریف اور تابع کی پانچ قسمیں بیان کی ہیں پھر صفت اور اسکی دو قسمیں بیان کی ہیں۔

تشریح : **اَلْخَاتِمَةُ فِی التَّوَابِعِ** الخ | مصنفؒ مقدمہ اور مقاصد ثلاثہ سے فارغ ہونے کے بعد خاتمہ کو بیان فرمارہے ہیں اس کے بعد اسم معرب کی بحث کو ختم کر کے مبنیات کو شروع کریں گے اور خاتمہ میں اسم کے توابع کو بیان کریں گے۔

قولہ اَنَّ الَّتِیْ مَرَّتْ مِنَ الْاَسْمَاءِ الْمُعْرَبَةِ الخ | مصنفؒ اس عبارت میں یہ بتلارہے ہیں کہ اسم معرب خواہ مرفوعات کی قبیل سے ہو خواہ منصوبات اور مجرورات کی قبیل سے ہو اس کا اعراب بالاصالۃ تھا کہ ان پر عوامل داخل ہونے کی وجہ سے اعراب آتا ہے اور اسم معرب کی ایک قسم وہ ہے اس پر اعراب بالتبع آتا ہے یعنی عوامل رافع، ناصب اور جازم میں سے کوئی اس پر داخل نہیں ہوتا لیکن ما قبل اسم میں داخل ہونے کی وجہ سے اس میں بھی عمل کرتا ہے ایسے اسم کو تابع کہتے ہیں، تابع کی وجہ تسمیہ ' اس کو تابع اسلئے کہتے ہیں کیونکہ یہ اپنے ماقبل والے اسم کا اعراب میں تابع ہوتا ہے۔

قولہ وَهُوَ كُلُّ ثَانٍ الخ | یہاں سے مصنفؒ تابع کی تعریف کرتے ہیں کہ تابع ہر وہ دوسرا اسم ہے جو اپنے ماقبل اسم کے ایک ہی جہت سے اعراب میں موافق ہو یعنی اگر پہلا اسم فاعلیت کی بنا پر مرفوع ہو تو دوسرا بھی فاعل ہونے کی وجہ سے مرفوع ہو جیسے جَاءَ نِی زَیْدٌ ن الْعَاقِلُ میں العاقل ' زید کا تابع ہے اور جیسے زید فاعلیت

کی بنا پر مرفوع ہے العاقل بھی فاعلیتؔ کی بنا پر مرفوع ہے اور اگر پہلا اسم مفعولیت کی بنا پر منصوب ہے تو دوسرا بھی مفعولیت کی بنا پر منصوب ہوگا جیسے رایتُ رجلاً عاقلاً' اسی طرح اگر پہلا اسم مجروریت کی بنا پر مجرور ہے تو دوسرا بھی مجروریت کی بنا پر مجرور ہوگا جیسے مررتُ برجلٍ عاقلٍ ۔ثانی سے مراد متاخر ہے چاہے دوسرے نمبر پر یا تیسرے پر وغیرہ۔

فوائد قیود: کل ثان بمنزلہ جنس کے ہے، ہر دوسرے اسم کو شامل ہے جیسے توابع 'مبتداء کی خبر کان وغیرہ کی خبر اوران وغیرہ کی خبر اورباب ظننت کا مفعول ثانی اور جب معرب باعراب سابقه کہا تو اس سے مبتداء کی خبر اورباب ظننت اوراعطیت کے مفعول ثانی کے سواسب خارج ہوگئے کیونکہ ان پر سابق اسم کا اعراب نہیں ہوتا اور جب من جهة واحدة کہا تو اس سے مبتداء کی خبر اورباب اعطیت اورباب ظننت کا مفعول ثانی بھی خارج ہوگیا اگرچہ یہ اسم پچھلے اسم کے ساتھ اعراب میں مطابقت کرتے ہیں مگر ایک جہت سے نہیں کیونکہ مبتداء اور خبر میں عامل معنوی مختلف حیثیتوں سے عمل کرتا ہے مبتداء میں مسند الیہ کی حیثیت سے اور خبر میں مسند ہونے کی حیثیت سے' اسلئے ان کا اعراب من جهة واحدة نہیں اورباب ظننت میں مفعول اول مظنون فیه ہونے کی حیثیت سے اور مفعول ثانی مظنون ہونے کی حیثیت سے منصوب ہوتا ہے' اسی طرح باب اعطیت میں مفعول اول معطیٰ له ہونے کی حیثیت سے اور ثانی معطیٰ ہونے کی حیثیت سے منصوب ہوتا ہے اسلئے ان کا اعراب من جهة واحدة نہیں ہے۔

قوله وَالتَّوَابِعُ خَمْسَةُ اَقْسَامٍ الخ توابع تابع کی جمع ہے جیسے کواہل کاہل کی جمع ہے -

اعتراض: تابع کی جمع توابع لانا صحیح نہیں کیونکہ تابع کی جمع تابعون آنی چاہیے تھی۔

جواب: لفظ تابع وصفیت سے اسم کی طرف منقول ہے اور فاعل اسمی کی جمع فواعل کے وزن پر آتی ہے اس لئے تابع کی جمع توابع لانا صحیح ہے۔

توابع کی پانچ قسمیں ہیں: (۱) صفت (۲) عطف بحرف (۳) تاکید (۴) بدل (۵) عطف بیان

قوله اَلنَّعْتُ تَابِعٌ الخ یہاں سے مصنفؒ صفت کی تعریف کرتے ہیں صفت وہ تابع ہے جو اپنے متبوع میں موجود معنی پر دلالت کرے بعض نحویوں نے اس کی تعریف یوں کی ہے کہ صفت وہ تابع ہے جو متبوع کی اچھی یا بری

حالت کو ظاہر کرے جیسے جاء نی رجلٌ عالمٌ اس مثال میں عالم نے رجل کی علمی حالت کو ظاہر کیا ہے۔

فائدہ۵: صفت کی دو قسمیں ہیں(۱)صفت بحال الموصوف(۲)صفت بحال متعلقہ

صفت بحال الموصوف: اسے کہتے ہیں جو ایسے معنی پر دلالت کرے جو موصوف میں پائے جاتے ہیں جیسے جاءَ نی رجلٌ صالحٌ۔

صفت بحال متعلقہ: اسے کہتے ہیں جو ایسے معنی پر دلالت کرے جو موصوف کے متعلق میں پائے جاتے ہیں جیسے جاء نی رجلٌ عالمٌ ابوہٗ اس مثال میں عالم 'ابوہ کی صفت ہے جو رجل کے متعلق ہے اور مررتُ برجلٍ حسنٍ غلامہ اس میں حسنٍ' غلامہ کی صفت ہے جو رجل کے متعلق ہے اور اس کا دوسرا نام صفت بھی ہے۔

قولہ وَالْقِسْمُ الْاَوَّلُ یَتْبَعُ مَتْبُوْعَہٗ الخ | صفت کی پہلی قسم صفت بحال الموصوف اس کی اپنے موصوف کے ساتھ دس چیزوں میں مطابقت ضروری ہے اعراب یعنی(۱)رفع(۲)نصب(۳)جر(۴)تعریف (۵) تنکیر(۶) تذکیر (۷)تانیث (۸) افراد(۹)تثنیہ(۱۰) جمع' بیک وقت ان دس میں سے چار کا پایا جانا ضروری ہے اعراب میں سے ایک کا' افراد تثنیہ اور جمع میں سے ایک کا' اور تعریف تنکیر میں سے ایک کا' اور تذکیر اور تانیث میں سے ایک کا' جیسے جاءَ نِیْ رَجُلٌ عَالِمٌ جاء نی رجلانِ عالمانِ جاء نی رجالٌ عالمونَ زید نِ العالمُ اور امراۃٌ عالمۃٌ۔

قولہ وَالْقِسْمُ الثَّانِیْ الخ | صفت کی دوسری قسم صفت بحال متعلقہ کا اپنے موصوف کے ساتھ دس چیزوں میں سے پہلی پانچ کے ساتھ مطابقت ضروری ہے(۱)رفع (۲)نصب(۳)جر(۴)تعریف (۵) تنکیر 'ایک ترکیب میں ان پانچ میں سے بیک وقت دو کا پایا جانا ضروری ہے اعراب میں سے ایک کا' اور تعریف و تنکیر میں سے ایک کا پایا جانا ضروری ہے جیسے اللہ تعالی کا قول من ھذہ القریۃ الظالم اھلھا اس مثال میں القریۃ موصوف ہے الظالم اسکی صفت ہے اعراب میں بھی موصوف صفت کی مطابقت ہے کہ دونوں پر جر ہو اور تعریف میں بھی دونوں کی مطابقت ہے کہ دونوں معرفہ ہوں۔

وَ فَائِدَۃُ النَّعْتِ تَخْصِیْصُ الْمَنْعُوْتِ اِنْ کَانَا نَکِرَتَیْنِ نَحْوُ جَاءَ نِیْ رَجُلٌ عَالِمٌ وَتَوْضِیْحُہٗ اِنْ کَانَا مَعْرِفَتَیْنِ نَحْوُ جَائَنِیْ زَیْدُ نِ الْفَاضِلُ وَقَدْ یَکُوْنُ لِمُجَرَّدِ الثَّنَاءِ وَ الْمَدْحِ نَحْوُ بِسْمِ اللّٰہِ

الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ وَقَدْ يَكُوْنُ لِلذَّمِّ نَحْوُ اَعُوْذُ بِاللهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ وَقَدْ يَكُوْنُ لِلتَّاكِيْدِ نَحْوُ نَفْخَةٌ وَاحِدَةٌ وَاعْلَمْ اَنَّ النَّكِرَةَ تُوْصَفُ بِالْجُمْلَةِ الْخَبَرِيَّةِ نَحْوُ مَرَرْتُ بِرَجُلٍ اَبُوْهُ عَالِمٌ اَوْ قَامَ اَبُوْهُ وَ الْمُضْمَرُ لَا يُوْصَفُ وَلَا يُوْصَفُ بِهٖ -فصل : اَلْعَطْفُ بِالْحُرُوْفِ تَابِعٌ يُنْسَبُ اِلَيْهِ مَا نُسِبَ اِلٰى مَتْبُوْعِهٖ وَكِلَا هُمَا مَقْصُوْدَ اِنِ بِتِلْكَ النِّسْبَةِ وَيُسَمّٰى عَطْفُ النَّسَقِ وَشَرْطُهٗ اَنْ يَكُوْنَ بَيْنَهٗ وَبَيْنَ مَتْبُوْعِهٖ اَحَدُ حُرُوْفِ الْعَطْفِ وَسَيَاتِيْ ذِكْرُهَا فِي الْقِسْمِ الثَّالِثِ اِنْ شَاءَ اللهُ تَعَالٰى نَحْوُ قَامَ زَيْدٌ وَعَمْرٌو وَاِذَا عُطِفَ عَلَى الضَّمِيْرِ الْمَرْفُوْعِ الْمُتَّصِلِ يَجِبُ تَاكِيْدُهٗ بِالضَّمِيْرِ الْمُنْفَصِلِ نَحْوُ ضَرَبْتُ اَنَا وَزَيْدٌ اِلَّا اِذَا فُصِلَ نَحْوُ ضَرَبْتُ الْيَوْمَ وَزَيْدٌ وَاِذَا عُطِفَ عَلَى الضَّمِيْرِ الْمَجْرُوْرِ يَجِبُ اِعَادَةُ حَرْفِ الْجَرِّ نَحْوُ مَرَرْتُ بِكَ وَبِزَيْدٍ وَاعْلَمْ اَنَّ الْمَعْطُوْفَ فِيْ حُكْمِ الْمَعْطُوْفِ عَلَيْهِ اَعْنِيْ اِذَا كَانَ الْاَوَّلُ صِفَةً لِشَيْءٍ اَوْ خَبَرًا لِاَمْرٍ اَوْ صِلَةً اَوْ حَالًا فَالثَّانِيْ كَذٰلِكَ اَيْضًا وَ الضَّابِطَةُ فِيْهِ اِنَّهٗ حَيْثُ يَجُوْزُ اَنْ يُّقَامَ الْمَعْطُوْفُ مَقَامَ الْمَعْطُوْفِ عَلَيْهِ جَازَ الْعَطْفُ وَحَيْثُ لَافَلَا وَالْعَطْفُ عَلٰى مَعْمُوْلَيْ عَامِلَيْنِ مُخْتَلِفَيْنِ جَائِزٌ اِنْ كَانَ الْمَعْطُوْفُ عَلَيْهِ مَجْرُوْرًا مُقَدَّمًا وَالْمَعْطُوْفُ كَذٰلِكَ نَحْوُ فِي الدَّارِ زَيْدٌ وَ الْحُجْرَةِ عَمْرٌو وَفِيْ هٰذِهِ الْمَسْئَلَةِ مَذْهَبَانِ آخَرَانِ وَهُمَا اَنْ يَّجُوْزَ مُطْلَقًا عِنْدَ الْفَرَّاءِ وَلَا يَجُوْزُ مُطْلَقًا عِنْدَ سِيْبَوَيْهِ-

ترجمہ : اور صفت کا فائدہ موصوف کی تخصیص ہے اگر دونوں اسم نکرہ ہوں جیسے جاء نی رجل عالم اور اسکی توضیح ہے اگر دونوں معرفہ ہوں جیسے جاء نی زید ن الفاضل اور کبھی محض تعریف اور مدح کیلئے ہوتی ہے جیسے بسم اللہ الرحمن الرحیم اور کبھی مذمت کے لئے ہوتی ہے جیسے اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم اور کبھی تاکید کیلئے ہوتی ہے جیسے نفخۃ واحدۃ اور تو جان بے شک نکرہ کی صفت جملہ خبریہ کیساتھ لائی جاتی ہے جیسے مررت برجل ابوہ عالم یاقام ابوہ اور ضمیر نہ موصوف بنتی ہے اور نہ اسکے ساتھ صفت لائی جاسکتی ہے-

فصل : عطف بحرف وہ تابع ہے کہ نسبت کی جائے اسکی طرف اس چیز کی جس کی اسکے متبوع کی طرف نسبت کی گئی ہو اور وہ دونوں اس نسبت سے مقصود بھی ہوں اور اس کا نام عطف النسق بھی رکھا جاتا ہے اور اس کی شرط یہ ہے کہ اسکے اور اس کے متبوع کے درمیان حروف عاطفہ میں سے کوئی ایک حرف ہو اور ان کا ذکر قسم الثالث میں ان شاء اللہ آئے گا جیسے قام زیدٌ وعمرو اور جب ضمیر مرفوع متصل پر عطف کیا جائے تو اس کی تاکید ضمیر

منفصل کے ساتھ لانا ضروری ہے جیسے ضربت انا وزید مگر جب دونوں کے درمیان فصل کردیا جائے جیسے ضربت الیوم وزیدٌ اورجب ضمیر مجرور پر عطف کیا جائے توحرف جر کا اعادہ ضروری ہے جیسے مررت بک وبزید اور توجان کہ بے شک معطوف، معطوف علیہ کے حکم میں ہوتا ہے یعنی جب اول کسی شیٔ کی صفت یا کسی امر کی خبر یا صلہ یا حال واقع ہو تو ثانی یعنی معطوف بھی ایسا ہی ہوگا اور ضابطہ اس میں یہ ہے کہ جہاں جائز ہو کہ معطوف کو معطوف علیہ کی جگہ قائم کیا جاسکے تو اس پر عطف جائز ہے اور جہاں ایسا نہ ہو تو عطف بھی جائز نہ ہوگا اور دو مختلف عاملوں کے معمولوں پر عطف کرنا جائز ہے اگر معطوف علیہ مجرور مقدم ہو اور معطوف بھی ایسا ہی ہو جیسے فی الدار زید والحجرة عمرو اس مسئلہ میں دو مذہب اور ہیں اور وہ یہ ہے کہ فراء کے نزدیک مطلقا جائز ہے اور سیبویہ کے نزدیک مطلقا نا جائز ہے۔

تجزیہ عبارت: مذکورہ عبارت میں مصنفؒ نے صفت لانے کے فوائد بیان کئے ہیں اور عطف بحرف کی تعریف کرنے کے بعد ضمیر مرفوع متصل اور ضمیر مجرور پر عطف کرنے کے متعلق کچھ قواعد بیان کئے ہیں اور دو مختلف عاملوں کے معمولوں پر عطف کرنے کے متعلق اختلافات بیان کیا ہے۔

تشریح۔ قولہ وَفَائِدَةُ النَّعْتِ الخ یہاں سے صاحب کتاب صفت کے فوائد بیان کرتے ہیں

(۱) تخصیص: اگر موصوف اور صفت دونوں نکرہ ہوں تو صفت تخصیص کا فائدہ دیتی ہے یعنی موصوف میں اشتراک کم ہو جاتا ہے جیسے جاء نی رجلٌ عالمٌ اسمیں تخصیص ہوگی کہ میرے پاس عالم آدمی آیا ہے جاہل نہیں۔

(۲) توضیح: اگر موصوف اور صفت دونوں معرفہ ہوں تو صفت توضیح کا فائدہ دیتی ہے جیسے جاء نی زیدُ نِ الفاضل 'لفظ فاضل نے زید کی وضاحت کردی' زید میں اجمال تھا یہ معلوم نہیں تھا کہ کونسا زید آیا ہے فاضل یا غیر فاضل 'جب اس کی صفت فاضل لائے تو اسنے وضاحت کردی۔

(۳) مدح: کبھی صفت موصوف کی محض مدح وثنا کیلئے لائی جاتی ہے جیسے بسم اللہ الرَّحمنِ الرَّحِیمْ الرحمن اور الرحیم مدح وثنا کیلئے لائے ہیں۔

(۴) مذمت: کبھی صفت موصوف کی مذمت بیان کرنے کے لئے لائی جاتی ہے جیسے اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم

اس میں الرجیم صفت ہے اس سے مقصود شیطان کی مذمت بیان کرنا ہے۔

(۵) تاکید: کبھی صفت محض موصوف کی تاکید کے لئے لائی جاتی ہے جیسے نَفْخَۃٌ وَاحِدَۃٌ اس میں نفخۃ کی تاء وحدت پر دلالت کرتی ہے لیکن فقط واحدۃ نے اس وحدت والے معنی میں مزید تاکید پیدا کر دی ہے۔

قولہ وَاعْلَمْ اَنَّ النَّکِرَۃَ تُوْصَفُ الخ یہاں سے مصنفؒ ایک فائدہ بیان کرتے ہیں کہ نکرہ کی صفت کبھی جملہ خبریہ بھی لائی جا سکتی ہے لیکن جملہ خبریہ میں ضمیر کا ہونا ضروری ہے تاکہ موصوف اور صفت میں ربط پیدا ہو جائے اور جملہ خبریہ میں عموم ہے چاہے جملہ اسمیہ ہو جیسے مَرَرْتُ بِرَجُلٍ اَبُوْہُ عَالِمٌ اس مثال میں رجل موصوف ہے اور ابوہ عالم جملہ اسمیہ ہے جو رجل کی صفت ہے اس میں ضمیر بھی ہے جو نکرہ موصوف کی طرف لوٹ رہی ہے چاہے نکرہ کی صفت جملہ فعلیہ خبریہ ہو جیسے مَرَرْتُ بِرَجُلٍ قَامَ اَبُوْہُ اس مثال میں قام ابوہ رجل کی صفت ہے جو جملہ فعلیہ بھی ہے اور اس میں ضمیر بھی ہے جو نکرہ کی طرف لوٹ رہی ہے۔

قولہ وَالْمُضْمَرُ لَا یُوْصَفُ الخ یہاں سے مصنفؒ ایک اصول بیان کرتے ہیں کہ ضمیر نہ موصوف بن سکتی ہے اور نہ صفت، ضمیر موصوف اس لئے نہیں بن سکتی کیونکہ صفت سے مقصود موصوف کی توضیح ہوتی ہے اور ضمیر متکلم اور ضمیر مخاطب اعرف المعارف ہیں لہٰذا ان دونوں کی توضیح کی ضرورت نہیں اور ضمیر غائب کو ان دونوں پر قیاس کر لیا گیا ہے لہٰذا جب فائدہ ہی نہیں اس لئے ضمیر موصوف نہیں بن سکتی۔

اور نہ ہی ضمیر صفت بن سکتی کیونکہ صفت کے لئے ضروری ہے کہ وہ ایسے معنی پر دلالت کرے جو موصوف میں پائے جاتے ہیں اور ضمیر چونکہ ذات پر دلالت کرتی ہے اور معنی متبوع پر دلالت نہیں کرتی اس لئے ضمیر صفت بھی نہیں بن سکتی۔

قولہ اَلْعَطْفُ بِالْحُرُوْفِ تَابِعٌ الخ یہاں سے مصنفؒ عطف بحرف کی تعریف کرتے ہیں عطف بحرف وہ تابع ہے جو چیز اسکے متبوع کی طرف منسوب ہو اس کی طرف بھی منسوب ہو اور دونوں اس نسبت سے مقصود بھی ہوں اور اس کا دوسرا نام عطف النسق بھی ہے، النسق عربوں کے قول ثغر نسق سے ماخوذ ہے یہ اس وقت کہتے ہیں جب کہ دانت بالکل برابر اور مساوی ہوں کیونکہ حرف عطف تابع اور متبوع کو اعراب کے اعتبار سے مساوی اور برابر کر دیتا ہے، عطف بحرف کی آسان لفظوں میں تعریف یوں ہے کہ عطف بحرف وہ تابع ہے جو حرف عطف کے بعد آئے اور جو نسبت متبوع

کی طرف ہو وہی تابع کی طرف ہو، متبوع کو معطوف علیہ اور تابع کو معطوف کہتے ہیں جیسے جاء نی زید وعمروٌ جیسے آنے کی نسبت زید کی طرف ہے ایسے ہی عمرو کی طرف حرف عطف کے واسطے سے ہو رہی ہو اور اس کی شرط یہ ہے کہ اسکے اور اس کے متبوع کے درمیان حروف عاطفہ میں سے کوئی ایک حرف مذکور ہو ان تفصیلی بیان قسم ثالث میں ان شاء اللہ آئے گا۔

فائدہ: حروف عطف دس ہیں واو فا ثم حتی اما او ام لا بل اور لکن کسی نے ان کو شعر میں یوں بیان کیا ہے

گر حروف عطف خواہی بے خلل
یاد گیر ای نظم و برخواں دہ محل
واو و فاء و ثم حتی نیز او
با ام و اما ولکن لا او بل

فوائد قیود: جب مصنفؒ عطف بحرف کی تعریف میں تابع کہا تو اس میں تمام توابع داخل ہو گئے اور جب کہا وکلاھما مقصود ان بذلک النسبۃ تو اس سے تمام توابع خارج ہو گئے صفت اور تاکید اور عطف بیان اس لئے کہ یہ نسبت سے مقصود نہیں ہوتے بلکہ ان کا صرف متبوع مقصود ہوتا ہے اور بدل اس وجہ سے خارج ہو گیا کہ وہ خود مقصود ہوتا ہے متبوع کے بغیر اور اس کا متبوع یعنی مبدل منہ صرف توطیہ اور تمہید کیلئے ہوتا ہے۔

قولہ وَاِذَا عُطِفَ عَلَى الضَّمِيْرِ الْمَرْفُوْعِ الْمُتَّصِلِ الخ | جب ضمیر مرفوع متصل پر کسی اسم کا عطف کیا جائے خواہ وہ ضمیر متصل مستتر ہو یا بارز تو اس وقت ضمیر منفصل کے ساتھ تاکید لانا ضروری ہے جیسے ضربتُ انا وزیدٌ کیونکہ ضمیر مرفوع متصل کلمہ کا جزء بن گئی ہے اگر بغیر تاکید کے اسپر عطف کیا جائے تو کلمہ کے جزء پر مستقل کلمہ کا عطف کرنا لازم آئے گا اور یہ ناجائز ہے لیکن جب ضمیر مرفوع متصل اور معطوف کے درمیان فاصلہ واقع ہو تو پھر ضمیر مرفوع منفصل کے ساتھ تاکید لانا ضروری نہیں بلکہ وہ فاصلہ ہی قائم مقام تاکید بن جائے گا جیسے ضربتُ الیوم وزیدٌ اس مثال میں الیوم فاصلہ ہے جو تاکید کے قائم مقام ہے۔

قولہ وَاِذَا عُطِفَ عَلَى الضَّمِيْرِ الخ | جب ضمیر مجرور پر کسی اسم کا عطف کیا جائے تو حرف جر کا اعادہ ضروری

ہو گا جیسے مررتُ بِكَ وبِزيدٍ اسکی وجہ یہ ہے کہ ضمیر مجرور شدت اتصال کی وجہ سے حرف جر کا جزء بن گئی ہے اگر حرف جر کو دوبارہ ذکر نہ کریں تو مستقل کلمے کا عطف کلمے کے جزء پر کرنا لازم آئے گا اور یہ جائز نہیں۔

قوله اَنَّ الْمَعْطُوفَ فِيْ حُكْمِ الْمَعْطُوفِ عَلَيْهِ الخ یہاں سے مصنفؒ ایک اصول بیان کرتے ہیں کہ معطوف ہمیشہ معطوف علیہ کے حکم میں ہوتا ہے یعنی جو چیز معطوف علیہ کے لئے جائز ہو گی وہ معطوف کیلئے بھی جائز ہو گی اور جو معطوف علیہ کے لئے ممتنع ہو گی وہ معطوف کیلئے بھی ممتنع ہو گی یعنی اگر معطوف علیہ کسی شئ کی صفت ہو یا کسی شئ کیلئے خبر یا صلہ یا حال ہو تو اسی طرح معطوف بھی صفت اور خبر اور صلہ اور حال بنے گا۔

وَالضَّابِطَةُ فِيْهِ الخ یہاں سے صاحب ہدایۃ النحو ایک ضابطہ بیان کرتے ہیں کہ کن کن جگہوں میں معطوف اپنے معطوف علیہ کے تابع ہوتا ہے اس کے لئے ایک قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جس جگہ معطوف اپنے معطوف علیہ کی جگہ قائم ہو سکے گا تو اس جگہ عطف کرنا جائز ہو گا اور جس جگہ معطوف اپنے معطوف علیہ کی جگہ قائم نہ ہو سکے اور معنی خراب ہو جائیں تو عطف کرنا جائز نہیں ہو گا۔

قوله وَالْعَطْفُ عَلٰى مَعْمُوْلَيْ عَامِلَيْنِ الخ ایک حرف عطف کے ذریعے دو مختلف عاملوں کے دو معمولوں پر دو اسموں کا عطف کرنا جائز ہے یا نہیں اس میں تین مذاہب ہیں

(۱) پہلا مذہب: جمہور کا ہے ان کے ہاں ایک شرط کے ساتھ جائز ہے کہ جب معطوف علیہ مجرور ہو اور مقدم ہو اسکے بعد اسم مرفوع ہو یا منصوب اور معطوف بھی مجرور مقدم ہو جیسے فِي الدَّارِ زَيْدٌ وَ الْحُجْرَةِ عَمْرٌو اس مثال میں فی الدار مجرور معطوف علیہ ہے اور زید معطوف علیہ اور مرفوع ہے مبتداء ہونے کیوجہ سے اور الحجرۃ معطوف ہے اسکا عطف ہو رہا ہے فی الدار پر اور عمرو کا عطف ہو رہا ہے زید پر ایک حرف عطف کے ذریعے اب یہاں دو مختلف عاملوں کے دو معمولوں پر دو اسموں کا عطف ہو رہا ہے ایک حرف عطف کے ذریعے لہذا یہ جائز ہے مذکور شرط کے ساتھ۔

(۲) دوسرا مذہب: فراء نحوی کا ہے یہ مطلقا جواز کے قائل ہیں خواہ مجرور مقدم ہو یا نہ یہ استدلال کرتے ہیں اسی مذکورہ مثال سے جب اس میں جائز ہے تو باقی کو اس پر قیاس کرتے ہوئے صحیح ہونا چاہیے۔

(۳) تیسرا مذہب: سیبویہ کا ہے ان کے نزدیک مطلق جائز نہیں خواہ مجرور مقدم ہو یا نہ ہو سیبویہ کہتے ہیں

فی الدارزید والحجرۃ عمرو والی مثال میں جیسے دار میں فی حرف جار عامل ہے اسی طرح والحجرۃ میں بھی فی مقدر ہے اور جیسے زید میں ابتداء عامل ہے اسی طرح عمرو میں بھی ابتداء عامل ہے توعبارت یوں ہوگی فی الدار زید وفی الحجرۃ عمرو تو یہ عطف الجملہ علی الجملہ کے قبیل سے ہوگا اور دو مختلف عاملوں کے دو معمولوں پر عطف نہیں ہوگا۔

فصل :اَلتَّاکِیْدُ تَابِعٌ یَدُلُّ عَلٰی تَقْرِیْرِ الْمَتْبُوْعِ فِیْ مَا نُسِبَ اَوْ عَلٰی شُمُوْلِ الْحُکْمِ لِکُلِّ فَرْدٍ مِنْ اَفْرَادِ الْمَتْبُوْعِ وَ التَّاکِیْدُ عَلٰی قِسْمَیْنِ لَفْظِیٌّ وَھُوَ تَکْرِیْرُ اللَّفْظِ الْاَوَّلِ نَحْوُ جَاءَنِیْ زَیْدٌ زَیْدٌ وَجَاءَ جَاءَ زَیْدٌ وَمَعْنَوِیٌّ وَھُوَ بِاَلْفَاظٍ مَعْدُوْدَۃٍ وَھِیَ النَّفْسُ وَالْعَیْنُ لِلْوَاحِدِ وَ الْمُثَنّٰی وَ الْمَجْمُوْعِ بِاِخْتِلَافِ الصِّیْغَۃِ وَالضَّمِیْرِ نَحْوُ جَاءَنِیْ زَیْدٌ نَفْسُہٗ وَالزَّیْدَانِ اَنْفُسُھُمَا اَوْ نَفْسَاھُمَا وَالزَّیْدُوْنَ اَنْفُسُھُمْ وَکَذٰلِکَ عَیْنُہٗ وَاَعْیُنُھُمَا اَوْ عَیْنَاھُمَا وَاَعْیُنُھُمْ جَاءَتْنِیْ ھِنْدٌ نَفْسُھَا وَجَاءَتْنِی الْھِنْدَانِ اَنْفُسُھُمَا اَوْ نَفْسَاھُمَا وَجَاءَتْنِی الْھِنْدَاتُ اَنْفُسُھُنَّ وَکِلَا وَکِلْتَا لِلْمُثَنّٰی خَاصَّۃً نَحْوُ قَامَ الرَّجُلَانِ کِلَاھُمَا وَقَامَتِ الْمَرْأَتَانِ کِلْتَاھُمَا وَکُلٌّ وَاَجْمَعُ وَاَکْتَعُ وَاَبْتَعُ وَاَبْصَعُ لِغَیْرِ الْمُثَنّٰی بِاِخْتِلَافِ الضَّمِیْرِ فِیْ کُلٍّ وَ الصِّیْغَۃِ فِی الْبَوَاقِیْ تَقُوْلُ جَاءَنِی الْقَوْمُ کُلُّھُمْ اَجْمَعُوْنَ اَکْتَعُوْنَ اَبْتَعُوْنَ اَبْصَعُوْنَ وَقَامَتِ النِّسَاءُ کُلُّھُنَّ جُمَعُ کُتَعُ بُتَعُ بُصَعُ وَاِذَا اَرَدْتَ تَاکِیْدَ الضَّمِیْرِ الْمَرْفُوْعِ الْمُتَّصِلِ بِالنَّفْسِ وَالْعَیْنِ یَجِبُ تَاکِیْدُہٗ بِالضَّمِیْرِ الْمُنْفَصِلِ نَحْوُ ضَرَبْتَ اَنْتَ نَفْسُکَ وَلَا یُؤَکِّدُ بِکُلٍّ وَ اَجْمَعَ اِلَّا مَالَہٗ اَجْزَاءٌ وَاَبْعَاضٌ یُصِحُّ اِفْتِرَاقُھَا حِسًّا کَالْقَوْمِ اَوْ حُکْمًا کَمَا تَقُوْلُ اِشْتَرَیْتُ الْعَبْدَ کُلَّہٗ وَلَاتَقُوْلُ اَکْرَمْتُ الْعَبْدَ کُلَّہٗ
وَاعْلَمْ اَنَّ اَکْتَعَ وَاَبْتَعَ وَاَبْصَعَ اَتْبَاعٌ لِاَجْمَعَ وَلَیْسَ لَھَا مَعْنًی ھٰھُنَا بِدُوْنِہٖ فَلَا یَجُوْزُ تَقْدِیْمُھَا عَلٰی اَجْمَعَ وَ لَاذِکْرُھَا بِدُوْنِہٖ۔

ترجمہ: فصل تاکید وہ تابع ہے جو دلالت کرتا ہے متبوع کی تقریر پر اس چیز میں جو متبوع کی طرف کی گئی ہو یا حکم کی شمولیت پر متبوع کے افراد میں سے ہر فرد کیلئے اور تاکید کی دو قسمیں ہیں ایک لفظی اور وہ پہلے لفظ کو مکرر لانا ہے جیسے جاء نی زید زید اور جاء جاء زید اور ایک تاکید معنوی ہے اور وہ تاکید ہے جو چند مخصوص الفاظ کے ذریعے لائی جاتی ہے اور وہ الفاظ یہ ہیں نفس عین واحد تثنیہ اور جمع کی تاکید کیلئے آتے ہیں ان کے صیغوں اور

ضمیروں کی تبدیلی کے ساتھ جیسے جاء نی زید نفسه الزیدان انفسهما اور الزیدون انفسهم اسی طرح عینه اعینهما اور اعینهم بھی اور مؤنث کی مثال جائتنی هند نفسها جائتنی الهندان انفسهما یا نفساهما اور جائتنی الهندات انفسهن اور کلا اور کلتا خاص کر تثنیہ کے لئے آتے ہیں جیسے قام الرجلان کلاهما اور قامت المراتان کلتاهما اور کل اجمع اکتع ابتع اور ابصع تثنیہ کے علاوہ کے لئے آتے ہیں کل میں ضمیر کے بدلنے کے ساتھ اور باقی میں صیغوں کی تبدیلی کیساتھ جیسے تو کہے جاء نی القوم کلهم اجمعون اکتعون ابتعون ابصعون اور قامت النساء کلهن جمع کتع بتع اور بصع اور جب تو ضمیر مرفوع متصل کی تاکید نفس اور عین کے ذریعے لانے کا ارادہ کرے تو اس کی تاکید ضمیر منفصل کے ساتھ لانا ضروری ہے جیسے ضربت انت نفسك اور کل اور اجمع کے ذریعے تاکید نہیں لائی جاتی مگر اس چیز کی جس کے اجزاء اور حصے ہوں جن کا ایک دوسرے سے جدا ہونا حسی طور پر صحیح ہو جیسے قوم یا حکمی طور پر جیسے تو کہے اشتریت العبد کله اور تو نہیں کہہ سکتا اکرمت العبد کله اور تو جان لے شک اکتع ابتع ابصع اجمع کے تابع ہیں ان کا یہاں کوئی معنی نہیں اجمع کے بغیر اور نہ ان کو اجمع پر مقدم کرنا جائز ہے اور نہ ان کا ذکر کرنا اجمع کے بغیر درست ہے۔

تجزیہ عبارت : مذکورہ عبارت میں مصنفؒ نے تاکید کی تعریف کے بعد تاکید کی دو قسمیں لفظی اور معنوی کو بیان کیا ہے اور تاکید معنوی کے الفاظ اور ان کی تفصیل بیان کی ہے۔

تشریح قوله اَلتَّاكِيْدُ تَابِعٌ يَدُلُّ الخ یہاں سے مصنفؒ تاکید کی تعریف کر رہے ہیں کہ تاکید وہ تابع ہے جو متبوع کے حال کو پختہ کر دے اس چیز میں جو متبوع کی طرف نسبت کی گئی ہو یا اس چیز پر دلالت کرے کہ وہ حکم متبوع کے افراد میں سے ہر ہر فرد کیلئے شامل ہے تاکہ سننے والے کو کوئی شک باقی نہ رہے جیسے جاء زید زید اس میں دوسرا زید تاکید کیلئے ہے اس نے **جاء** فعل کی نسبت کو خوب ثابت کر دیا ہے جو **زید** کی طرف ہو رہی ہے کہ زید کے آنے میں کوئی شک باقی نہیں رہا اور جیسے **جاء القومُ كُلُّهُمْ** اس مثال میں کلهم تاکید ہے اس نے قوم کے تمام افراد کے شامل ہونے کو خوب ثابت کیا ہے کہ ساری قوم آگئی ایک فرد بھی باقی نہیں رہا۔

فوائد قیود : جب مصنفؒ نے التاکید تابع کہا تو اس میں تمام توابع داخل تھے جب یدل علی تقریر المتبوع کہا تو اس سے بدل اور عطف بحرف نکل گئے کیونکہ یہ متبوع کی تقریر پر دلالت نہیں کرتے اور

جب فی ما نسب الخ کہا تو اس سے صفت اور عطف بیان نکل گئے کیونکہ یہ نسبت یا شمول کو پختہ نہیں کرتے بلکہ ذات متبوع کی تعیین کرتے ہیں۔

تاکید لانے کے فائدے (۱) پہلا فائدہ : کبھی تاکید اس غرض کیلئے لائی جاتی ہے تاکہ سامع کی غفلت دور ہو جائے ہو سکتا ہے کہ اس نے متبوع کو سنا ہی نہ ہو یا سنا تو ہو لیکن غلط سمجھا ہو (۲) دوسرا فائدہ : کبھی تاکید لانے کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ سامع کا غلط گمان ختم ہو جائے کہ سامع بعض دفعہ یہ گمان کرلیتا ہے کہ متکلم نے غلطی سے متبوع بول دیا حقیقتا کچھ اور کہنا چاہتا تھا تاکید لانے سے غلط گمان رفع ہو گیا (۳) تیسرا فائدہ : کبھی تاکید لانے کا یہ مقصد ہوتا ہے کہ سامع یہ سمجھتا ہے کہ متکلم نے مجاز کا ارتکاب کیا ہے تاکید سے یہ فائدہ حاصل ہوتا ہے کہ مجاز کا ارتکاب نہیں بلکہ حقیقت مراد ہے۔

قوله وَالتَّاكِيْدُ عَلٰى قِسْمَيْنِ الخ | یہاں سے مصنفؒ تاکید کی دو قسمیں بیان کرتے ہیں (۱) تاکید لفظی (۲) تاکید معنوی

تاکید لفظی : وہ تابع ہے جو لفظ اول کو مکرر لانے سے حاصل ہوتی ہے اور یہ تمام الفاظ میں جاری ہوتی ہے خواہ وہ اسم ہو یا فعل یا حرف خواہ مفرد ہو یا مرکب یا جملہ لیکن اس کو تاکید اصطلاحی نہیں کہتے کیونکہ تاکید اصطلاحی صرف اسماء میں جاری ہوتی ہے اسم کی تاکید کی مثال جیسے جاء نی زیدٌ زیدٌ فعل کی تاکید کی مثال جیسے جاء جاء زید حرف کی مثال اِنَّ اِنَّ عمروًا قائمٌ مرکب کی تاکید کی مثال جیسے جاء رجلٌ عالمٌ رجل عالمٌ جملہ کی تاکید کی مثال جیسے زیدٌ جالسٌ زیدٌ جالسٌ۔

قوله وَمَعْنَوِيٌّ وَهُوَ بِالْفَاظٍ مَحْصُوْرَةٍ الخ | یہاں سے مصنفؒ تاکید معنوی کو بیان کرتے ہیں

تاکید معنوی : چند الفاظ کے ساتھ خاص ہے یہ نو الفاظ ہیں نفس عین کلا کلتا کل اجمع اکتع ابتع اور ابصع تاکید معنوی کے الفاظ میں نفس عین یہ عام ہیں مفرد تثنیہ جمع مذکر اور مؤنث سب کی تاکید کیلئے استعمال ہوتے ہیں البتہ متبوع کے لحاظ سے ان کے صیغے اور ضمیریں بدلتے رہیں گے اگر متبوع واحد ہو تو صیغہ بھی واحد اور ضمیر بھی واحد کی ہوگی جیسے جاء زیدٌ نفسُہ اگر متبوع تثنیہ ہے تو صیغہ بھی تثنیہ اور ضمیر بھی تثنیہ ہوگی جیسے جاء نی زیدانِ اَنفُسُهُمَا یا نفساهُمَا اگر متبوع جمع ہے تو صیغہ اور ضمیر بھی جمع ہوگی جیسے جاء نی

الزیدون اَنْفُسُهُمْ بعینہ اسی طرح عینہ اعینہما یا عیناھما اور اعینھم کو سمجھ لیں اگر متبوع مونث ہو تو تاکید یعنی ضمیر کو مؤنث لایا جائیگا جیسے جائتنی ھندٌ نَفْسُهَا جاء تنی الھندان انفسھما یا نفساھما اور جاء تنی الھنداتُ انفسھن

قوله کِلَا وَ کِلْتَا لِلْمُثَنّٰی الخ تاکید معنوی کے نو الفاظ میں سے کلا اور کلتا یہ دونوں تثنیہ کی تاکید کیلئے خاص ہیں لیکن دونوں میں فرق یہ ہے کہ کلا تثنیہ مذکر کی تاکید کیلئے آتا ہے جیسے قام الرجلانِ کِلاھُمَا اور کلتا تثنیہ مؤنث کی تاکید کیلئے آتا ہے جیسے قَامَتِ الْمَرْاتَانِ کِلْتَاهُمَا۔

قوله کُلٌّ وَاَجْمَعُ وَاَکْتَعُ الخ تاکید معنوی کے باقی الفاظ کل اجمع اکتع ابتع اور ابصع یہ تثنیہ کے علاوہ واحد جمع کی تاکید کے لئے آتے ہیں خواہ مذکر ہو یا مؤنث، لیکن ان میں یہ فرق ہے کہ لفظ کل میں متبوع کے اعتبار سے ضمیر بدلے گی باقی الفاظ میں صیغے بدلیں گے، واحد مذکر کی مثال جیسے اشریتُ العبدَ کُلَّهٗ اجمع اکتع ابتع ابصع اور واحد مؤنث کی مثال جیسے اشتریتُ الجاریةَ کُلَّهَا جمعاء کتعاء بتعاء بصعا اور جمع مذکر کی مثال جیسے جاءَ نِی الْقَوْمُ کُلُّهُمْ اجمعونَ اکتعونَ ابتعونَ ابصعونَ اور جمع مؤنث کی مثال جیسے قامتِ النساءُ کُلُّهُنَّ جُمَعُ کُتَعُ بُتَعُ بُصَعُ۔

قوله وَاِذَا اَرَدْتَ تَاکِیْدَ الضَّمِیْرِ الْمَرْفُوْعِ الْمُتَّصِلِ الخ صاحب کتاب تاکید اور اس کی اقسام سے فارغ ہونے کے بعد اب یہاں سے ایک قاعدہ بیان کرتے ہیں کہ جب ضمیر مرفوع متصل کی تاکید نفس اور عین کے ساتھ لائی جائے تو پہلے ضمیر مرفوع متصل کی تاکید ضمیر منفصل کے ساتھ لانا ضروری ہے جیسے ضربتَ اَنْتَ نَفْسُكَ اس مثال میں ضمیر متصل کی تاکید نفس کے ساتھ لائی گئی ہے اس وجہ سے انتَ ضمیر منفصل کے ساتھ درمیان میں تاکید لائی گئی ہے۔ اگر ضمیر منفصل کے ساتھ تاکید نہ لائی جائے تو بعض جگہوں میں تاکید کا فاعل کے ساتھ التباس لازم آئے گا جیسے زیدٌ اَکْرَمَنِیْ نَفْسُهٗ تو کوئی یہ سمجھے گا کہ نفسه اکرم کا فاعل ہے اور بعض مثالیں ایسی ہیں جہاں التباس نہیں ہوتا جب کہ ضمیر بارز ہو تو ان کو بھی طرداللباب زیدٌ اَکْرَمَنِیْ ھُوَنَفْسُهٗ جیسی مثالوں پر محمول کیا جائے گا، ضمیر مرفوع کی قید سے ضمیر منصوب اور ضمیر مجرور نکل گئی کیونکہ ان کی نفس عین کے ساتھ تاکید لانا بغیر تاکید منفصل کے جائز ہے ضمیر منصوب کی مثال جیسے ضربتُكَ نَفْسَكَ اور ضمیر مجرور کی مثال جیسے مررتُ بِكَ نَفْسِكَ۔

قوله وَلَا یُؤَکِّدُ بِکُلٍّ وَاَجْمَعُ الخ یہاں سے مصنفؒ ایک اصول بیان کرتے ہیں کہ کل اور اجمع کے ساتھ اس چیز کی تاکید لائی جائے گی جس کے اجزاء اور حصے ہوں چاہے وہ اجزاء حسی ہوں کہ ان کا حسی طور پر ایک دوسرے

سے جدا ہونا صحیح ہو جیسے لفظ قوم اس کا ہر فرد جدا ہو سکتا ہے جیسے یوں کہا جائے گا اکرمت القومَ کلّهم چاہے وہ اجزاء حکمی ہوں جیسے غلام اس میں حکما افتراق ہو سکتا ہے ملکیت کے اعتبار سے کہ پورا غلام یا نصف غلام یا ربع ملکیت میں ہو تو یوں کہا جائے گا اشتریتُ العبدَ کلّه اور جس کے اجزاء نہ حسی ہوں نہ حکمی اسکی کل اور اجمع کے ساتھ تاکید لانا جائز نہیں جیسے یوں نہیں کہہ سکتے اکرمتُ العبدَ کلّه کیونکہ اکرام کے اجزاء نہیں ہو سکتے کیونکہ نصف غلام کا اکرام کرنا اور باقی نصف کا نہ کرنا ممکن نہیں ہے۔

قوله واعلَم انّ اکتَعُ وَابتَعُ الخ اکتع ابتع اورابصع یہ الفاظ اجمع کے تابع ہیں یعنی تابع ہو کر استعمال ہوتے ہیں اصالۃ مذکور نہیں ہوتے اور ان کا اجمع کے بغیر کوئی معنی نہیں ہے جو معنی اجمع کا ہے بعینہ ان تینوں کا معنی بھی وہی ہے اور یہ اجمع پر مقدم بھی نہیں ہو سکتے ورنہ تابع کا متبوع پر مقدم ہونا لازم آئے گا اور اجمع کے بغیر ان کا ذکر کرنا بھی صحیح نہیں، ورنہ تابع کا ذکر متبوع کے بغیر لازم آئیگا۔

فصل اَلْبَدَلُ تَابِعٌ يُنْسَبُ اِلَيْهِ مَا نُسِبَ اِلٰى مَتْبُوْعِهٖ وَهُوَ الْمَقْصُوْدُ بِالنِّسْبَةِ دُوْنَ مَتْبُوْعِهٖ وَاَقْسَامُ الْبَدَلِ اَرْبَعَةٌ بَدَلُ الْكُلِّ مِنَ الْكُلِّ وَهُوَ مَا مَدْلُوْلُهٗ مَدْلُوْلُ الْمَتْبُوْعِ نَحْوُ جَاءَنِىْ زَيْدٌ اَخُوْكَ وَبَدَلُ الْبَعْضِ مِنَ الْكُلِّ وَهُوَ مَا مَدْلُوْلُهٗ جُزْءُ مَدْلُوْلِ الْمَتْبُوْعِ نَحْوُ ضَرَبْتُ زَيْدًا رَاْسَهٗ وَبَدَلُ الْاِشْتِمَالِ وَهُوَ مَا مَدْلُوْلُهٗ مُتَعَلِّقُ الْمَتْبُوْعِ كَسُلِبَ زَيْدٌ ثَوْبُهٗ وَبَدَلُ الْغَلَطِ وَهُوَمَا يُذْكَرُ بَعْدَ الْغَلَطِ نَحْوُ جَاءَنِىْ زَيْدٌ جَعْفَرٌ وَرَاَيْتُ رَجُلًا حِمَارًا وَالْبَدَلُ اِنْ كَانَ نَكِرَةً مِنْ مَعْرِفَةٍ يَجِبُ نَعْتُهٗ كَقَوْلِهٖ تَعَالٰى بِالنَّاصِيَةِ نَاصِيَةٍ كَاذِبَةٍ وَلَا يَجِبُ ذَالِكَ فِىْ عَكْسِهٖ وَلَا فِى الْمُتَجَانِسَيْنِ۔

ترجمہ : بدل وہ تابع ہے کہ اسکی طرف اسی چیز کی نسبت کی جائے جس چیز کی نسبت اسکے متبوع کی طرف کی گئی ہے اور وہ بدل ہی مقصود بالنسبت ہوتا ہے نہ کہ اس کا متبوع اور بدل کی چار قسمیں ہیں بدل الکل من الکل وہ بدل ہے جس کا مدلول بعینہ متبوع کا مدلول ہو جیسے جاء نی زید اخوك اور بدل البعض من الکل وہ بدل ہے جس کا مدلول متبوع کے مدلول کا جزء ہو جیسے ضربت زیدا راسه اور بدل الاشتمال وہ بدل ہے جس کا مدلول متبوع کے متعلق کا مدلول ہو جیسے سلب زید ثوبه اور بدل الغلط وہ بدل ہے جو غلطی کے بعد ذکر کیا جائے جیسے جاء زید جعفر اور رایت رجلا حمارا اور بدل اگر نکرہ واقع ہو کسی معرفہ سے تو اس کی صفت لانا واجب ہے جیسے اللہ تعالی کا قول بالناصیة ناصیة کاذبة اور اس کے عکس میں یہ واجب نہیں اور نہ ہی متجانسین میں۔

تجزیہ عبارت : مذکورہ عبارت میں صاحب ہدایۃ النحو نے بدل کی تعریف کرنے کے بعد بدل کی چار اقسام بیان کی ہیں اور اگر مبدل منہ معرفہ اور بدل نکرہ ہو یا اس کا عکس ہو تو اسکے متعلق قاعدہ بیان کیا ہے۔

تشریح قوله اَلْبَدَلُ تَابِعٌ الخ یہاں سے مصنفؒ توابع کی اقسام میں سے چوتھی قسم بدل کو بیان کر رہے ہیں بدل وہ تابع ہے کہ متبوع کی طرف جس چیز کی نسبت کی گئی ہو بعینہ اسی چیز کی نسبت تابع کی طرف کی گئی ہو مگر اس نسبت سے بدل مقصود ہو مبدل منہ مقصود نہ ہو اور مبدل منہ بطور توطیہ اور تمہید کے ذکر کیا گیا ہو اور بدل کی چار قسمیں ہیں (۱) بدل الکل (۲) بدل البعض (۳) بدل الاشتمال (٤) بدل الغلط۔

قوله بَدَلُ الْكُلِّ مِنَ الْكُلِّ الخ (۱) **بدل الکل**: وہ تابع ہے کہ اس کا مدلول بعینہ متبوع کا مدلول ہو یعنی جس پر متبوع دلالت کر رہا ہو بعینہ اسپر بدل بھی دلالت کرتا ہو بعض نحویوں نے اس کی تعریف یوں کی ہے کہ بدل الکل وہ بدل ہے کہ اسکا اور مبدل منہ کا مصداق ایک ہو جیسے جَاءَ نِیْ زَیْدٌ اَخُوْکَ اس مثال میں زید مبدل منہ ہے اور اخوک کا بدل ہے اور لفظ زید جس ذات پر دلالت کرتا ہے بعینہ اخوک اسی ذات پر دلالت کر رہا ہے اور دونوں کا مصداق بھی ذات واحد ہے۔

قوله وَبَدَلُ الْبَعْضِ الخ (۲) **بدل البعض**: وہ بدل ہے کہ جس کا مدلول متبوع کے مدلول کا جزء ہو بعض نے یوں تعریف کی ہے بدل البعض وہ بدل ہے جو اپنے مبدل منہ کا ایک حصہ ہو جیسے ضَرَبْتُ زَیْدًا رَأسَهٗ اس مثال میں راسہ زید سے بدل ہے اور زید کے بدن کے اجزاء میں سے ایک جزء اور حصہ ہے۔

قوله وَبَدَلُ الْاِشْتِمَالِ الخ (۳) **بدل الاشتمال**: وہ بدل ہے جس کا مدلول متبوع کے متعلق ہو بعض نے یوں تعریف کی ہے کہ بدل الاشتمال وہ بدل ہے جس کا مبدل منہ سے کچھ لگاؤ اور تعلق ہو جیسے سُلِبَ زَیْدٌ ثَوْبُهٗ اس مثال میں ثوبہ بدل الاشتمال ہے جو نہ اپنے متبوع کا کل ہے نہ جز بلکہ زید کا متعلق ہے۔

قوله وَبَدَلُ الْغَلَطِ الخ بدل الغلط وہ بدل ہے جو غلطی کے بعد ذکر کیا جائے بعض نحویوں نے یوں تعریف کیے کہ بدل الغلط وہ بدل ہے کہ مبدل منہ کو غلط ذکر کرنے کے بعد اس کا قصد کیا جائے جیسے جاء نی زیدٌ جعفر میرے پاس زید آیا نہیں نہیں جعفر آیا' پہلے سبقت لسانی کی وجہ سے لفظ زید زبان سے نکل گیا پھر غلطی کے تدارک کے طور پر صحیح لفظ اور مقصود لفظ جعفر کو ذکر کیا' اسی طرح رَاَیْتُ رَجُلاً حِمَارًا میں نے آدمی کو دیکھا نہیں نہیں گدھے کو دیکھا' اس مثال میں حمار بدل الغلط ہے اصل میں رایت حمارا کہنا چاہیے تھا لیکن غلطی سے زبان سے رجلا نکل گیا

قوله وَ الْبَدَلُ اِنْ کَانَ نَکِرَةً الخ یہاں سے مصنفؒ ایک قاعدہ بیان کرتے ہیں کہ جب بدل نکرہ ہو اور مبدل منہ معرفہ ہو تو اس وقت نکرہ کی صفت لانا ضروری ہوگا کیونکہ نکرہ معرفہ سے کم درجے کا ہے لہذا نکرہ کی صفت

لائیں گے تاکہ بدل جو مقصود ہے مبدل منہ سے کم درجہ کا نہ ہو توصفت لاکر تخصیص کریں گے تاکہ نکارت کا نقص زائل ہو جائے جیسے بِالنَّاصِيَةِ نَاصِيَةٍ كَاذِبَةٍ اس مثال میں ناصیہ بدل ہے اور نکرہ ہے اور مبدل منہ معرفہ ہے تو نکرہ کی صفت کاذبۃ لائے ہیں۔

قوله وَلَا يَجِبُ ذٰلِكَ فِي عَكْسِهِ الخ اگر اس کا عکس ہو یعنی مبدل منہ نکرہ اور بدل معرفہ ہو جیسے جاء نی رجلٌ غلا مُ زیدٍ تو اس وقت صفت لانا واجب نہیں ہے کیونکہ مقصود جو بدل ہے وہ اعلیٰ درجے کا ہے اس لئے صفت لانے کی ضرورت نہیں یا بدل اور مبدل منہ دونوں ہم جنس ہوں یعنی دونوں معرفہ ہوں یا نکرہ، تو اس صورت میں بھی صفت لانا واجب نہیں کیونکہ اس صورت میں بدل، مبدل منہ کے مساوی ہے اس لئے صفت لانے کی ضرورت نہیں۔

فصل : عَطْفُ الْبَيَانِ تَابِعٌ غَيْرُ صِفَةٍ يُوْضِحُ مَتْبُوْعَهُ وَهُوَ اَشْهَرُ اِسْمَيْ شَيْئٍ نَحْوُ قَامَ اَبُوْ حَفْصٍ عُمَرُ وَقَامَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ وَلَا يَلْتَبِسُ بِالْبَدَلِ لَفْظًا فِي مِثْلِ قَوْلِ الشَّاعِرِ شعر

اَنَا ابْنُ التَّارِكِ الْبِكْرِيِّ بِشْرٍ عَلَيْهِ الطَّيْرُ تَرْقَبُهُ وُقُوْعًا

ترجمہ : فصل عطف بیان وہ تابع ہے، جو صفت کا صیغہ نہ ہو جو اپنے متبوع کی وضاحت کردے اور وہ کسی شیٔ کے دو ناموں میں سے ایک زیادہ مشہور نام ہوتا ہے جیسے قام ابو حفص عمرؓ اور قام عبد اللہ بن عمرؓ اور وہ یعنی عطف بیان بدل کے ساتھ لفظاً ملتبس نہیں ہوتا جیسے شاعر کے قول کی مثل میں، شعر

میں اس شخص کا بیٹا ہوں جو بکری بشر کو قتل کرنے والا ہے یا بنا دینے والا ہے بکری بشر کو، حال یہ ہے کہ پرندے اس پر واقع ہونے کا انتظار کر رہے ہیں

تجزیہ عبارت : مذکورہ عبارت میں مصنفؒ نے عطف بیان کی تعریف کرنے کے بعد عطف بیان اور بدل میں لفظی فرق بتایا ہے کہ یہ دونوں لفظاً ملتبس نہیں ہوتے۔

تشریح : عَطْفُ الْبَيَانِ الخ یہاں سے مصنفؒ توابع کی اقسام میں سے پانچویں قسم عطف بیان کو ذکر کرتے ہیں کہ عطف بیان وہ تابع ہے جو صفت تو نہیں ہوتا لیکن اپنے متبوع کو واضح کر دیتا ہے اور وہ متبوع کے ناموں میں سے ایک مشہور نام ہوتا ہے یعنی متبوع کے دو نام ہوتے ہیں ایک مشہور دوسرا غیر مشہور، غیر مشہور نام ذکر کرنے کے بعد متکلم زیادہ مشہور نام کو ذکر کرتا ہے تاکہ متبوع واضح ہو جائے، بعض نحویوں نے اس کی تعریف یوں کی ہے کہ عطف بیان وہ تابع ہے جو صفت کی طرح ذات متبوع کے کسی معنی کو تو بیان نہ کرے لیکن اپنے متبوع کے مصداق کو واضح

اور روشن کردے جیسے قام ابو حفصٍ عمرؓ یعنی ابو حفص کھڑے ہوئے جو کہ عمرؓ کے نام سے مشہور ہیں' ابو حفص عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کنیت ہے مگر غیر مشہور ہونے کی وجہ سے صرف ابو حفص کہنے سے اس کا مصداق واضح نہیں ہوتا ہے عمر عطف بیان لانے سے اس کا مصداق واضح ہو گیا' اسی طرح قام عبد الله بن عمرؓ کھڑے ہوئے عبد اللہؓ جو ابن عمرؓ کی کنیت سے مشہور ہیں اس میں ابن عمرؓ عطف بیان ہے کیونکہ اسم اور کنیت میں سے جو زیادہ مشہور ہو اسکو عطف بیان بنایا جاتا ہے چونکہ عبد اللہؓ غیر مشہور ہے اور ابن عمرؓ زیادہ مشہور ہیں اس لئے ابن عمرؓ عطف بیان ہے جو اپنے متبوع کو واضح کر رہا ہے۔

فوائد قیود: جب تابع کہا اس میں تمام توابع داخل تھے جب غیر صفة کہا تو اس سے صفت نکل گئی اور جب یوضح متبوعه کہا تو اس سے عطف بحرف' بدل اور تاکید خارج ہو گئے اس لئے کہ صفت کے علاوہ باقی توابع متبوع کی وضاحت نہیں کرتے۔

قوله وَلَا يَلْتَبِسُ بِالْبَدَلِ لَفْظًا الخ یہاں سے مصنفؒ ایک فائدہ بیان کرتے ہیں کہ عطف بیان بدل کے ساتھ لفظاً ملتبس نہیں ہوتا کیونکہ عطف بیان اور بدل میں لفظاً اور معناً فرق ہے لفظی فرق تو مصنفؒ نے شعر میں بیان کر دیا معنوی فرق یہ ہے کہ بدل کلام میں مقصود بالنسبت ہوتا ہے اور مبدل منه صرف توطیه اور تمہید کیلئے ہوتا ہے اور عطفِ بیان میں متبوع مقصود بالنسبت ہوتا ہے اور تابع یعنی عطف بیان صرف وضاحت کے لئے ہوتا ہے

اعتراض: مصنفؒ نے جب لفظی فرق بیان کر دیا تو معنوی فرق بھی بیان کرنا چاہیے تھا صرف لفظی فرق پر اکتفا کیوں کیا؟

جواب: معنوی فرق واضح اور ظاہر تھا تعریفوں سے سمجھ میں آجاتا ہے لیکن لفظی فرق واضح نہیں تھا اس لئے مصنفؒ نے لفظی فرق کو بیان کیا ہے۔

قوله وفي مثل قول الشاعر انا ابن التارك البكري بشر الخ یعنی عطف بیان اور بدل میں لفظی فرق انا ابن التارک الخ جیسی مثالوں سے واضح ہو جاتا ہے مثل سے مراد ہر وہ ترکیب ہے جس میں عطف بیان کا

متبوع ایسا معرف باللام ہو جس کی طرف ایک صیغہ صفت معرف باللام کی اضافت کی گئی ہو جیسے اس مثال میں بشر عطف بیان ہے اور البکری معرف باللام اس کا متبوع ہے اور اس کی طرف التارک صیغہ صفت معرف باللام کی اضافت کی گئی ہے، اگر ہم بشر کو عطف بیان مانیں تو کوئی قباحت لازم نہیں آتی لیکن اگر بشر کو البکری کا بدل قرار دیں تو قباحت لازم آئے گی اسلئے کہ بدل تکرار عامل کے حکم میں ہوتا ہے تو گویا بشر کے شروع میں بھی التارک کو لگانا جائز ہوگا تو عبارت یوں ہو جائے گی التارک بشر اور یہ ناجائز ہے اسلئے کہ یہ ترکیب الضارب زید والی ترکیب کے مثل ہے اور ما قبل میں اس کا ناجائز ہونا معلوم ہو چکا ہے کیونکہ اس میں اضافت کیوجہ سے تخفیف نہیں ہوئی بلکہ الضارب سے تنوین الف لام کی وجہ سے حذف ہوئی ہے نہ کہ اضافت کی وجہ سے، ورنہ اضافت کے ختم ہونے کیوقت تنوین واپس آجاتی ہے حالانکہ تنوین واپس نہیں آتی لھذا اضافت کا کوئی فائدہ حاصل نہ ہوا اس لئے یہ ترکیب ناجائز ہے چونکہ تکرار عامل یہاں منع ہے لہذا بدل بنانا بھی منع ہے، خلاف عطف بیان کے یہ تکرار عامل کا تقاضا نہیں کرتا عبارت صرف التارک البکری ہوگی جو کہ الضارب الرجل کی مثل ہے اور یہ جائز ہے اسلئے عطف بیان بنانا صحیح ہے۔

شعر : أَنَا ابْنُ التَّارِكِ الْبِكْرِيِّ بِشْرٍ ☆☆ عَلَيْهِ الطَّيْرُ تَرْقُبُهُ وُقُوْعًا

<u>شعر کی تشریح</u> :التارک اسم فاعل از باب نصر قاتل اور مصیر کے معنی میں ہے، البکری شہر کا نام ہے اور یاء اس میں نسبت کی ہے اور البکری سے مراد لقب پہلوان ہے بشر اس کا نام ہے اگر تارک بمعنی مصیر لیں تو اسوقت علیہ الطیر تارک کا مفعول ثانی ہوگا اور البکری مضاف الیہ التارک کا مفعول اول ہوگا اور اگر تارک بمعنی قاتل لیں تو علیہ الطیر البکری سے حال بنے گا، الطیر طائر کی جمع ہے بمعنی پرندہ ترقبہ بمعنی انتظار کرنا صیغہ واحد مؤنث غائب مضارع معروف از باب نصر وقوعا واقع کی جمع ہے تو مطلب یہ ہے کہ پرندے بکری کے ارد گرد واقع ہو کر اس کی روح نکلنے کا انتظار کر رہے ہیں کیونکہ میرے باپ نے اس کو اس حال میں کر دیا ہے کہ وہ مرنے کے قریب ہے اس لئے انسان میں جب تک روح باقی ہو پرندے اس کے قریب نہیں آتے، اور یہ شعر مراری الاسدی کا ہے۔

شعر کا ترجمہ : میں اس شخص کا بیٹا ہوں جو بکری بشر کو قتل کرنے والا ہے یا جو بنا دینے والا ہے بکری بشر کو 'حال یہ ہے کہ پرندے اسکے ارد گرد واقع ہو کر اس کی روح نکلنے کا انتظار کر رہے ہیں۔

ترکیب : انا ضمیر مرفوع منفصل مبتدا' ابن مضاف التارک صیغہ صفت ھو ضمیر مستتر اس کا نائب فاعل مضاف الیہ مضاف 'البکری لفظا مجرور محلا منصوب مفعول بہ متبوع 'بشر مجرور البکری کا عطف بیان 'البکری متبوع اپنے تابع سے ملکر مضاف الیہ اور مفعول بہ اول التارک کا' علی حرف جار 'ہ ضمیر مجرور جار مجرور مل کر متعلق ہوا ثبت فعل محذوف کا 'الطیر ذوالحال ترقب فعل ھی ضمیر اس میں مستتر ذوالحال' ہ ضمیر مفعول بہ ترقب کی' وقوعا حال' حال ذو الحال سے مل کر فاعل ترقب فعل کا' ترقب فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ خ یہ ہو کر حال الطیر ذوالحال کا' ذوالحال حال سے ملکر فاعل ثبت فعل کا' فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر مفعول ثانی التارک کا' التارک صیغہ صفت اپنے نائب فاعل اور دونوں مفعولوں سے مل کر مضاف الیہ ابن مضاف کا 'مضاف اور مضاف الیہ ملکر خبر ہوئی انا مبتدا کی' مبتدا خبر مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

تمت بحث التوابع بحمدالله تعالیٰ

محمد اصغر علی استاذ جامعہ اسلامیہ عربیہ غلام محمد آباد

فاضل عربی' فاضل دار العلوم فیصل آباد

اَلْمَبْنِیُّ

اَلْبَابُ الثَّانِیْ فِی الْاِسْمِ الْمَبْنِیِّ وَهُوَاِسْمٌ وَقَعَ غَیْرَمُرَکَّبٍ مَعَ غَیْرِهٖ مِثْلُ اب ت ث وَمِثْلُ وَاحِدٌ وَاِثْنَانِ وَثَلٰثَةٌ وَکَلَفْظَةِ زَیْدٍ وَحْدَهٗ فَاِنَّهٗ مَبْنِیٌّ بِالْفِعْلِ عَلَی السُّکُوْنِ وَمُعْرَبٌ بِالْقُوَّةِ اَوْ شَابَهَ مَبْنِیَ الْاَصْلِ بِاَنْ یَکُوْنَ فِی الدَّلَالَةِ عَلٰی مَعْنَاهُ مُحْتَاجًا اِلٰی قَرِیْنَةٍ کَالْاِشَارَةِ نَحْوُ هٰٓؤُلَآءِ وَنَحْوِهَا اَوْیَکُوْنُ عَلٰی اَقَلَّ مِنْ ثَلٰثَةِ اَحْرُفٍ اَوْ تَضَمَّنَ مَعْنَی الْحَرْفِ نَحْوُ ذَا وَمَنْ وَاَحَدَ عَشَرَ اِلٰی تِسْعَةَ عَشَرَ وَهٰذَا الْقِسْمُ لَایَصِیْرُ مُعْرَبًا اَصْلًا وَحُکْمُهٗ اَنْ لَّا یَخْتَلِفَ اٰخِرُهٗ بِاِخْتِلَافِ الْعَوَامِلِ وَحَرَکَاتُهٗ تُسَمّٰی ضَمًّا وَفَتْحًا وَکَسْرًا وَسُکُوْنُهٗ وَقْفًا وَهُوَ عَلٰی ثَمَانِیَةِ اَنْوَاعٍ اَلْمُضْمَرَاتُ وَاَسْمَاءُ الْاِشَارَاتِ وَ الْمَوْصُوْلَاتِ وَ اَسْمَاءُ الْاَفْعَالِ وَالْاَصْوَاتِ وَ الْمُرَکَّبَاتِ وَ الْکِنَایَاتِ وَبَعْضُ الظُّرُوْفِ۔

فصل: اَلْمُضْمَرُ اِسْمٌ وُضِعَ لِیَدُلَّ عَلٰی مُتَکَلِّمٍ اَوْمُخَاطِبٍ اَوْغَائِبٍ تَقَدَّمَ ذِکْرُهٗ لَفْظًا اَوْ مَعْنًی اَوْ حُکْمًا وَهُوَعَلٰی قِسْمَیْنِ مُتَّصِلٌ وَهُوَ مَا لَا یُسْتَعْمَلُ وَحْدَهٗ اِمَّا مَرْفُوْعٌ نَحْوُ ضُرِبْتُ اِلٰی ضُرِبْنَ اَوْمَنْصُوْبٌ نَحْوُ ضَرَبَنِیْ اِلٰی ضَرَبَهُنَّ وَاِنَّنِیْ اِلٰی اِنَّهُنَّ اَوْ مَجْرُوْرٌ نَحْوُ غُلَامِیْ وَلِیْ اِلٰی غُلَامِهِنَّ وَلَهُنَّ وَمُنْفَصِلٌ وَهُوَ مَایُسْتَعْمَلُ وَحْدَهٗ اِمَّا مَرْفُوْعٌ نَحْوُ اَنَا اِلٰی هُنَّ اَوْمَنْصُوْبٌ نَحْوُ اِیَّایَ اِلٰی اِیَّاهُنَّ فَذٰلِکَ سِتُّوْنَ ضَمِیْرًا وَاعْلَمْ اَنَّ الْمَرْفُوْعَ الْمُتَّصِلَ خَاصَّةً یَکُوْنُ مُسْتَتِرًا فِی الْمَاضِیْ لِلْغَائِبِ وَ الْغَائِبَةِ کَضَرَبَ اَیْ هُوَ وَضَرَبَتْ اَیْ هِیَ وَفِی الْمُضَارِعِ الْمُتَکَلِّمِ مُطْلَقًا نَحْوُ اَضْرِبُ اَیْ اَنَا وَنَضْرِبُ اَیْ نَحْنُ

وَلِلْمُخَاطَبِ كَتَضْرِبُ اَیْ اَنْتَ وَلِلْغَائِبِ وَالْغَائِبَةِ كَيَضْرِبُ اَیْ هُوَ وَتَضْرِبُ اَیْ هِیَ وَفِی الصِّفَةِ اَعْنِیْ اِسْمَ الْفَاعِلِ وَ الْمَفْعُوْلَ وَغَیْرَهُمَا مُطْلَقًا وَلَا یَجُوْزُ اِسْتِعْمَالُ الْمُنْفَصِلِ اِلَّا عِنْدَ تَعَذُّرِ الْمُتَّصِلِ كَاِیَّاكَ نَعْبُدُ وَمَا ضَرَبَكَ اِلَّا اَنَا وَاَنَا زَیْدٌ وَمَا اَنْتَ اِلَّا قَائِمًا -

ترجمه :دوسرا باب اسم مبنی کے احکام کے بیان میں' مبنی وہ اسم ہے جو اپنے غیر کے ساتھ مرکب نہ ہو جیسے اَب 'ت 'ث اور جیسے واحد' اثنان' ثلاثہ اور جیسے لفظ زید اکیلا 'پس بیشک یہ بالفعل مبنی علی السکون ہے اور معرب بالقوۃ ہے یا مبنی اصل کے مشابہ ہو وہ اس طرح کہ اپنے معنیٰ پر دلالت کرنے میں کسی قرینہ کا محتاج ہو جیسے اسم اشارہ ھولاء اور اس کی مثل' یا وہ تین حرف سے کم ہو' یا حرف کے معنیٰ کو متضمن ہو جیسے ذا اور من اور احد عشر سے تسعۃ عشرۃ تک اور یہ قسم بالکل معرب نہیں ہوتی اور اس کا حکم یہ ہے کہ اس کا آخر نہ بدلے عوامل کے بدلنے کی وجہ سے اور اس کی حرکات کا نام رکھا جاتا ہے ضمہ' فتحہ' کسرہ اور اسکی حالت سکون میں وقف' اور اسکی آٹھ قسمیں ہیں مضمرات' اسماء اشارات' اسماء موصولہ' اسماء افعال' اسماء اصوات' مرکبات' کنایات اور بعض ظروف -

فصل : ضمیر وہ اسم ہے جسے وضع کیا گیا ہو تاکہ دلالت کرے اس متکلم یا مخاطب یا غائب پر جس کا پہلے ذکر ہو چکا ہو لفظا یا معنا یا حکما اور وہ دو قسم پر ہے اول متصل وہ یہ ہے جو اکیلی استعمال نہ ہوتی ہو' یا مرفوع متصل ہو گی جیسے ضَرَبْتُ سے ضَرَبْنَ تک یا منصوب متصل ہو گی جیسے ضَرَبَنِیْ سے ضَرَبَهُنَّ تک اور اِنَّنِیْ سے اِنَّهُنَّ تک یا مجرور متصل ہو گی جیسے غُلَامِیْ اور لِیْ سے غُلَامِهِنَّ اور لَهُنَّ تک یا منفصل ہو گی اور وہ یہ ہے جو اکیلی استعمال کی جاتی ہو یا مرفوع ہو گی جیسے انا سے هُنَّ تک یا منصوب ہو گی جیسے اِیَّایَ سے اِیَّاهُنَّ تک 'پس یہ ساٹھ ضمیریں ہیں اور تو جان بیشک ضمیر مرفوع متصل خاص طور پر ماضی غائب اور غائبہ میں مستتر ہوتی ہے جیسے ضرب میں یعنی ھو اور ضربت میں یعنی ھی اور مضارع متکلم میں مطلقا مستتر ہوتی ہے جیسے اَضْرِبُ میں یعنی انا اور نضرب میں یعنی نحن اور حاضر کے لئے جیسے تَضْرِبُ میں یعنی انت اور غائب

اور غائبہ کے لئے جیسے یَضْرِبُ میں یعنی ھو اور تَضْرِبُ میں یعنی ھی اور صیغہ صفت میں یعنی اسم فاعل اور اسم مفعول اور دونوں کے علاوہ میں مطلقا مستتر ہوتی ہے اور ضمیر منفصل کا استعمال کرنا جائز نہیں مگر متصل کے متعذر

ہونے کے وقت جیسے ایاك نعبد اورما ضربك الا انا اورا نا زیداورما انت الا قائما

تجزیہ عبارت :صاحب کتاب نے مذکورہ عبارت میں مبنی کی تعریف اوراس کی اقسام بیان کی ہیں ،ضمیر کی تعریف اوراس کی اقسام بیان کی ہیں اور یہ بیان کیاہے کہ ضمیر مستتر کن کن صیغوں میں ہوتی ہے۔

تشریح : «اَلْمَبْنِیّ»

قوله اَلْبَابُ الثَّانِیْ فِی الْاِسْمِ الْمَبْنِیْ الخ دوسرا باب اسم مبنی کے احکام میں ہے مصنفؒ نے اسم کی دو قسمیں بیان کی تھیں قسم اول معرب اور قسم ثانی مبنی اب تک اسم معرب کی تفصیل بیان کررہے تھے اب یہاں سے اسم مبنی کو بیان کررہے ہیں پھر خاتمہ کا بیان کر کے اسم کی بحث کو ختم کردیں گے۔

قوله وَهُوَ اِسْمٌ وَقَعَ غَیْرَ مُرَکَّبٍ الخ یہاں سے مصنفؒ اسم مبنی کی تعریف کرتے ہیں کہ مبنی وہ اسم ہے جو اپنے غیر کے ساتھ مرکب نہ ہو جیسے الف 'با' 'تا' ثا اور جیسے اسماء عدد جیسے اثنان 'ثلثہ اور جیسے لفظ زید جب ترکیب میں واقع نہ ہو تو یہ بالفعل مبنی بر سکون ہے اور معرب بالقوہ ہے 'یامبنی وہ اسم ہے جو مبنی الاصل کے مشابہہ ہو مشابہت اس طرح کہ اپنے معنی پر دلالت کرنے میں کسی قرینہ کا محتاج ہو جیسے اسماء اشارہ مثلاً ھولاء اور اسماء موصولہ وغیرہ یا پھر وہ اسم تین حرف سے کم ہو جیسے ذا مَن فی وغیرہ یا وہ اسم حرف کے معنی کو متضمن ہو جیسے احد عشر سے تسعۃ عشر تک حرف عطف کے معنی کو متضمن ہے کیونکہ احد عشر اصل میں احد و عشر تھا اور تسعۃ عشر اصل میں تسعۃ و عشر تھا اور یہ قسم بالکل معرب نہیں ہوتی نہ بالفعل اور نہ بالقوۃ۔

قوله وَحُکْمُهٗ اَنْ لَّا یَخْتَلِفَ اٰخِرُهٗ الخ مبنی کا حکم یہ ہے کہ عوامل کے بدلنے سے اسکا آخر بدلتا نہیں بلکہ ہمیشہ ایک حالت پر رہتا ہے جیسے جاء ھذا رایت ھذا اورمررت بھذا ان مثالوں میں ھذا مبنی ہے عامل کے مختلف ہونے کی وجہ سے اس کا آخر تبدیل نہیں ہوا جیسے کسی نے فارسی کے شعر میں یوں کہا ہے

مبنی آن باشد کہ ماند بر قرار ☆ معرب آن باشد کہ گردد بار بار

اور اسم مبنی پر جو حرکات داخل ہوتی ہیں ان کا نام ضمہ 'فتحہ 'کسرہ اور مبنی کے سکون کا نام وقف رکھا جاتا ہے۔

قوله وَهُوَ عَلٰی ثَمَانِیَةِ اَنْوَاعٍ الخ یہاں سے مصنفؒ مبنی کی اقسام بیان کرتے ہیں مبنی کی آٹھ قسمیں ہیں (۱) مضمرات (۲) اسماء اشارات (۳) اسماء موصولات (۴) اسماء افعال (۵) اسماء اصوات (۶) اسماء مرکبات (۷) اسماء کنایات (۸) بعض ظروف۔

قوله اَلْمُضْمَرُ اِسْمٌ وُضِعَ الخ یہاں سے صاحب ہدایۃ النحو ضمیر کی تعریف کرتے ہیں کہ مضمر اور ضمیر چھپی ہوئی چیز کو کہتے ہیں دل کو بھی ضمیر اس لئے کہتے ہیں کیونکہ وہ بھی چھپا ہوا ہوتا ہے

اصطلاح میں ضمیر اس اسم کو کہتے ہیں جو متکلم یا مخاطب یا غائب پر دلالت کرنے کے لئے وضع ہو جس کا ذکر پہلے لفظا یا معنی یا حکما ہو چکا ہو لفظا سے مراد یہ ہے کہ حقیقتا اسکا ذکر پہلے ہو چکا ہو جیسے ضَرَبَ زَیْدٌ غُلَامَہٗ یا اس کا ذکر معنا پہلے ہو چکا ہو اور وہ بعینہ لفظوں سے سمجھا جائے جیسے اِعْدِلُوْھُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰی اس میں ھو ضمیر کا مرجع عدل ہے جو اگرچہ مذکور تو نہیں لیکن اعدلوا سے عدل سمجھا جارہا ہے یا حکما اسکا ذکر پہلے ہو چکا ہو اگرچہ لفظاً یا معنیً پہلے مذکور نہ ہو۔ جیسے قل هو الله احد یعنی یہ مومن کے ذہن میں ہے کہ اللہ ایک ہے پھر اس کی طرف ضمیر راجع کر دی ہے اور کہا قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ

قوله وَهُوَ عَلٰی قِسْمَیْنِ الخ ضمیر کی دو قسمیں ہیں ضمیر متصل ضمیر منفصل، ضمیر متصل: وہ ہے جو بذاتہ مستقل نہ ہو بلکہ کسی دوسرے عامل کی محتاج ہو جو اس سے پہلے ہو تاکہ اس کے ساتھ مل کر اسکا جزء بن جائے اور اکیلی استعمال نہ ہو، ضمیر منفصل: وہ ہے کہ جو بذاتہ مستقل ہو اور کلے کی محتاج نہ ہو بلکہ دوسرے کلمے کے ملائے بغیر اس کا تلفظ ہو سکے اور اکیلی استعمال ہو۔

قوله اِمَّا مَرْفُوْعٌ الخ یہاں سے مصنفؒ ضمیر کی باعتبار اعراب کے قسمیں بیان کرتے ہیں ضمیر کی باعتبار اعراب کے تین قسمیں ہیں (۱) مرفوع (۲) منصوب (۳) مجرور، ان تینوں میں سے پہلی دو یعنی مرفوع اور منصوب یہ متصل اور منفصل دونوں ہوتی ہیں یعنی مرفوع متصل، مرفوع منفصل، منصوب متصل، منصوب منفصل اور تیسری قسم مجرور یہ صرف متصل ہوتی ہے اسلئے کہ اس کے اتصال سے کوئی چیز مانع نہیں اور ضمیر میں اصل اتصال ہے اس لئے یہ صرف متصل ہوتی ہے منفصل نہیں ہوتی اب ان کی تفصیل یوں ہے

(۱) ضمیر مرفوع متصل ضربتُ ضربنا ضربتَ ضربتما ضربتم ضربتِ ضربتما ضربتن

ضرب ضربا ضربوا ضربتْ ضربتا ضربن ماضی مجہول علی ہذاالقیاس

(۲) منصوب متصل بالفعل ضَرَبَنِیْ ضربنا ضربكَ ضربكما ضربكم ضربكِ ضربكما ضربكن ضربه ضربهما ضربهم ضربها ضربهما ضربهن اسی طرح اِنَّنِیْ سے اِنَّهُنَّ تک

(۳) ضمیر مجرور متصل اس میں دو صورتیں ہیں (۱) متصل بالاسم یعنی جو مضاف کے ساتھ متصل ہو غُلَامِیْ غلامنا غلامكَ غلامكما غلامكم غلامكِ غلامكما غلامكن غلامه غلامهما غلامهم غلامها غلامهما غلامهن

(۲) مجرور بحرف جر لِیْ لَنا لَكَ لَكُما لَكُمْ لَكِ لَكُما لَكُنَّ لَه لَهُمَا لَهُمْ لَهَا لَهُمَا لَهُنَّ۔

قوله وَمُنْفَصِلٌ وَهُوَ الخ ضمیر منفصل وہ ہے کہ جو اکیلی استعمال ہو یا مرفوع منفصل ہو گی یعنی فاعل کی وہ ضمیر جو فعل سے جدا ہو یا منصوب منفصل ہو گی یعنی مفعول کی وہ ضمیر جو فعل سے جدا ہو

(۱) ضمیر مرفوع منفصل انا نحن انتَ انتما انتم انتِ انتما انتن هو هما هم هی هما هن

(۲) ضمیر منصوب منفصل ایایَ ایانا ایاكَ ایاكما ایاكم ایاكِ ایاكما ایاكن ایاه ایاهُما ایاهم ایاها ایاهما ایاهن یہ کل ساٹھ ضمیریں ہیں۔

قوله وَاعْلَمْ اَنَّ الْمَرْفُوْعَ الْمُتَّصِلَ الخ مصنفؒ نے پہلے ضمیر کی تعریف اور قسمیں بیان کیں ہیں اور اب یہاں سے یہ بیان کرتے ہیں کہ کہاں کہاں ضمیر مستتر ہوتی ہے ماضی کے دو صیغوں میں ضمیر مستتر ہوتی ہے یعنی ضرب واحد مذکر غائب میں ھو اور ضَرَبَتْ واحد مؤنث غائب میں ھی ضمیر مستتر ہوتی ہے بشرطیکہ کسی اسم ظاہر کی طرف مسند نہ ہو۔ اور مضارع کے پانچ صیغوں میں ضمیر مستتر ہوتی ہے لیکن بشرطیکہ کسی اسم ظاہر کی طرف مسند نہ ہو واحد متکلم جیسے اَضْرِبُ میں انا اور جمع متکلم جیسے نَضْرِبُ میں نحن، واحد مذکر حاضر جیسے تَضْرِبُ میں انتَ اور واحد مذکر غائب جیسے یَضْرِبُ میں ھو اور واحد مؤنث غائب جیسے تَضْرِبُ میں ھی، اور صفت کے تمام صیغوں میں ضمیر مستتر ہوتی ہے اور صفت میں عموم ہے چاہے اسم فاعل ہو یا اسم مفعول یا اسم تفضیل یا صفت مشبہ وغیرہ ہو چاہے صفت مشبہ مفرد کا صیغہ ہو یا تثنیہ یا جمع یا مذکر یا مؤنث کا صیغہ ہو جیسے ضارب میں ھو اور ضاربان میں ھما اور ضاربون میں ھم اور ضاربة میں ھی اور ضاربتان میں ھما اور ضاربات میں ھن۔

قولہ وَ لَا یَجُوزُ اِستِعمَالُ المُنفَصِلِ الخ ضمیر منفصل کواسوقت لانا جائز ہے جب ضمیر متصل کا لانا متعذر ہو، اسکی وجہ یہ ہے کہ ضمائر کو اختصار کے لیے وضع کیا گیا ہے اور ضمیر متصل میں اختصار زیادہ پایا جاتا ہے اسلیے اصل یہ ہے کہ ضمیر متصل ہو ہاں اگر ضمیر متصل لانا ممکن نہ ہو تو پھر ضمیر منفصل لائی جائے گی۔

قولہ کَاِیَّاکَ نَعبُدُ الخ یہاں سے مصنفؒ چار جگہیں بیان کرتے ہیں جہاں پر متصل کو لانا متعذر ہے لھذا ضمیر منفصل لائی جائے گی۔

(۱) پہلی جگہ: جب ضمیر کو اسکے عامل پر مقدم کیا جائے حصر پیدا کرنے کے لیے تو وہاں ضمیر منفصل لائی جائے گی جیسے ایاک نعبد اور ایاک ضربتُ، اگر ضمیر کو اسکے عامل کے ساتھ متصل کیا جائے اور یوں کیا جائے نَعبُدُکَ اور ضَرَبتُکَ تو جو حصر مقصود ہے وہ حاصل نہ ہوگا۔

(۲) دوسری جگہ: ضمیر اور اسکے عامل کے درمیان فصل کیا گیا ہو تخصیص یا کسی اور غرض کے لیے جیسے ما ضربکَ الا انا، کہ نہیں مارا تجھ کو مگر میں نے ہی، اسمیں تخصیص پیدا ہو رہی ہے اگر ضمیر متصل ذکر کی جائے تو یہ غرض فوت ہو جائے گی۔

(۳) تیسری جگہ: جب ضمیر کا عامل معنوی ہو تو وہاں بھی ضمیر منفصل کو ذکر کیا جائے گا جیسے انا زیدٌ، اس میں عامل معنوی ابتداء ہے۔

(۴) چوتھی جگہ: جب ضمیر کا عامل حرف ہو اور ضمیر مرفوع ہو تو وہاں بھی ضمیر منفصل کو ذکر کیا جائے گا کیونکہ ضمیر مرفوع کا اتصال فعل کے ساتھ ہوتا ہے حرف کے ساتھ نہیں جیسے ما انتَ الا قائماً، اسمیں عامل ما حرف ہے اور ضمیر مرفوع ہے۔

وَ اعلَمْ اَنَّ لَهُمْ ضَمِيرًا يَقَعُ قَبلَ جُملَةٍ تُفَسِّرُهُ وَ يُسَمّٰى ضَمِيرَ الشَّانِ فِى المُذَكَّرِ وَ ضَمِيرَ القِصَّةِ فِى المُؤَنَّثِ نَحوُ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ وَ اِنَّهَا زَينَبُ قَائِمَةٌ وَيَدْخُلُ بَينَ المُبتَدَاءِ وَالخَبَرِ صِيغَةُ مَرفُوعٍ مُنفَصِلٍ مُطَابِقٍ لِلمُبتَدَاءِ اِذَا كَانَ الخَبَرُ مَعرِفَةً اَوْ اَفعَلَ

مِنْ كَذَا وَيُسَمّٰى فَصْلًا لِاَنَّهٗ يَفْصِلُ بَيْنَ الْخَبَرِ وَالصِّفَةِ نَحْوُ زَيْدٌ هُوَ الْقَائِمُ وَكَانَ زَيْدٌ هُوَ اَفْضَلُ مِنْ عَمْرٍو وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى كُنْتَ اَنْتَ الرَّقِيْبَ عَلَيْهِمْ -

فصل: اَسْمَاءُ الْاِشَارَةِ مَا وُضِعَ لِيَدُلَّ عَلٰى مُشَارٍ اِلَيْهِ وَهِيَ خَمْسَةُ اَلْفَاظٍ لِسِتَّةِ مَعَانٍ وَذَالِكَ ذَا لِلْمُذَكَّرِ وَذَانِ وَذَيْنِ لِمُثَنَّاهُ وَتَا وَتِيْ وَذِيْ وَتِهٖ وَذِهٖ وَتِهِيْ وَذِهِيْ لِلْمُؤَنَّثِ وَتَانِ وَتَيْنِ لِمُثَنَّاهُ وَاُوْلَاۤءِ بِالْمَدِّ وَالْقَصْرِ لِجَمْعِهِمَا وَقَدْ يُلْحَقُ بِاَوَائِلِهَا هَاءُ التَّنْبِيْهِ نَحْوُ هٰذَا وَهٰذَانِ وَهٰؤُلَاۤءِ وَيَتَّصِلُ بِاَوَاخِرِهَا حَرْفُ الْخِطَابِ وَهُوَ اَيْضًا خَمْسَةُ اَلْفَاظٍ لِسِتَّةِ مَعَانٍ نَحْوُ كَ كُمَا كُمْ كِ كُنَّ فَذٰلِكَ خَمْسَةٌ وَعِشْرُوْنَ اَلْحَاصِلُ مِنْ ضَرْبِ خَمْسَةٍ فِيْ خَمْسَةٍ وَهِيَ ذَاكَ اِلٰى ذَاكُنَّ وَذَانِكَ اِلٰى ذَانِكُنَّ وَكَذَالِكَ الْبَوَاقِيْ۔ وَاعْلَمْ اَنَّ ذَا لِلْقَرِيْبِ وَذٰلِكَ لِلْبَعِيْدِ وَذَاكَ لِلْمُتَوَسِّطِ۔

ترجمہ: اور جان تو بیشک نحویوں کے لیے ایک ضمیر ہے جو جملہ سے پہلے واقع ہوتی ہے اور وہ جملہ اس ضمیر کی تفسیر کرتا ہے اور نام رکھا جاتا ہے ضمیر شان مذکر میں اور ضمیر قصہ مؤنث میں جیسے قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ اور اِنَّهَا زَيْنَبُ قَائِمَةٌ، اور داخل ہوتا ہے مبتداء اور خبر کے درمیان صیغہ مرفوع منفصل جو مبتداء کے مطابق ہوتا ہے جبکہ خبر معرفہ ہو یا افعل من کذا ہو اور اسکا نام رکھا جاتا ہے فصل کیونکہ یہ خبر اور صفت کے درمیان فصل کرتی ہے جیسے زَيْدٌ هُوَ الْقَائِمُ اور كَانَ زَيْدٌ هُوَ اَفْضَلُ مِنْ عَمْرٍو اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے كُنْتَ اَنْتَ الرَّقِيْبَ عَلَيْهِمْ

فصل: اسماء اشارہ میں، اسماء اشارہ وہ اسم ہیں جو وضع کئے گئے ہیں تاکہ وہ مشار الیہ پر دلالت کریں اور وہ پانچ الفاظ ہیں چھ معانی کے لیے آتے ہیں ذا واحد مذکر کے لیے، ذان اور ذین تثنیہ مذکر کے لیے اور تا، تی، ذی، تہ، ذہ، تہی، ذہی واحد مونث کے لیے اور تان، تین تثنیہ مؤنث کے لیے اور اولاء مد کے ساتھ اور اولیٰ قصر کے ساتھ ان دونوں کی جمع کے لیے آتا ہے اور کبھی لاحق کر دی جاتی ہے ھاء تنبیہ انکے شروع میں جیسے ھذا، ھذان، ھولاء، اور انکے اخر میں حرف خطاب متصل ہو جاتا ہے اور وہ بھی پانچ الفاظ ہیں چھ معانی کے لیے جیسے كَ كما كم كِ كن پس یہ پچیس حاصل ہو گئے پانچ کو پانچ میں ضرب دینے سے اور وہ ذاك سے ذاكن تک

اور ذانک سے ذا نکن تک اور اس طرح باقی، اور تو جان بیشک ذا قریب کے لیے آتا ہے اور ذلک بعید کے لیے اور ذاک متوسط کے لیے۔

تجزیہ عبارت: مذکورہ عبارت میں مصنفؒ نے ضمیر شان اور ضمیر قصہ کو بیان کیا ہے اور اسم اشارہ کی تعریف کے بعد اسمائے اشارہ کو بیان کیا۔

تشریح:

قولہ وَ اعلَمْ اَنَّ لَهُمْ ضَمِيْرًا الخ | مصنفؒ یہاں سے بیان کرتے ہیں کہ نحویوں کے نزدیک جملہ اسمیہ اور فعلیہ سے پہلے ایک ضمیر غائب ہوتی ہے اسکی تفسیر اسکے بعد والا جملہ کرتا ہے، اگر وہ ضمیر مذکر کی ہو تو اسے ضمیر شان کہتے ہیں جیسے قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ،اگر وہ ضمیر مؤنث کی ہو تو اس کو ضمیر قصہ کہتے ہیں جیسے اِنَّهَا زَيْنَبُ قَائِمَةٌ۔

قولہ وَ يَدْخُلُ بَيْنَ الْمُبْتَدَاءِ وَ الْخَبَرِ الخ | بعض اوقات مبتداء اور خبر کے درمیان ضمیر مرفوع منفصل لائی جاتی ہے جو افراد، تثنیہ، جمع، تذکیر، تانیث، متکلم، غائب اور مخاطب میں مبتدا کے مطابق ہوگی لیکن اسکی شرط یہ ہے کہ خبر معرفہ ہو، اگر خبر معرفہ نہیں بلکہ نکرہ ہے تو اس وقت ضمیر منفصل نہیں لائی جائے گی کیونکہ معرفہ ہونیکی صورت میں خبر کا صفت کے ساتھ التباس لازم آتا ہے لیکن اگر خبر نکرہ ہو تو پھر اس کا صفت کے ساتھ التباس لازم نہیں آتا جیسے زَيْدٌ هُوَ الْقَائِمُ، یا خبر اسم تفضیل مِنْ کے ساتھ ہو تو پھر بھی ضمیر منفصل لائی جائیگی جیسے کَانَ زَيْدٌ هُوَ اَفْضَلُ مِنْ عَمْرٍو، اور كُنْتَ اَنْتَ الرَّقِيْبَ عَلَيْهِمْ، اور اس ضمیر کا نام ضمیر فصل رکھا جاتا ہے کیونکہ یہ صفت اور خبر کے درمیان فرق بیان کرتی ہے۔

قولہ اَسْمَاءُ الْاِشَارَةِ الخ | مصنفؒ مبنی کی قسمیں بیان کر رہے تھے ان میں سے دوسری قسم اسم اشارہ ہے، اسم اشارہ وہ اسم ہے جو مشار الیہ پر دلالت کرنے کیلئے وضع کیا گیا ہو جن الفاظ سے اشارہ کیا جائے انہیں اسمائے اشارہ کہتے ہیں اور جس چیز کی طرف اشارہ کیا گیا ہو اسے مشار الیہ کہتے ہیں جیسے هٰذا قَلَمٌ اس مثال میں هذا اسم اشارہ ہے اور قلم مشار الیہ۔

قولہ وَهِيَ خَمْسَةُ اَلْفَاظٍ الخ | اسم اشارہ کے پانچ الفاظ ہیں یہ چھ معانی کیلئے آتے ہیں وہ اس طرح کہ مشار الیہ یا

تو مذکر ہوگا یا مؤنث ' پھر دونوں تین حال سے خالی نہیں یا تو مفرد ہونگے یا تثنیہ ، یا جمع تو یہ چھ معانی ہوئے جمع چونکہ مذکر و مؤنث میں مشترک ہے اس لئے پانچ الفاظ اور چھ معانی ہو گئے ، اور اسماء اشارہ یہ ہیں ذا یہ واحد مذکر کیلئے آتا ہے اور ذانِ یہ حالت رفعی میں تثنیہ مذکر کیلئے آتا ہے اور ذینِ حالت نصبی ' وجری میں تثنیہ مذکر کیلئے آتا ہے اور تَا ' تی ' ذی ' تہ ' ذہ ' تہی اور ذہی یہ واحد مؤنث کیلئے آتے ہیں اور تانِ حالت رفعی میں تثنیہ مؤنث کیلئے آتا ہے اور تینِ حالت نصبی اور جری میں تثنیہ مؤنث کیلئے آتا ہے اور اولاء مد اور اولی قصر کیساتھ جمع مذکر اور مؤنث دونوں کیلئے آتا ہے خواہ وہ جمع عاقل ہو یا غیر عاقل -

قوله وَقَدْ يُلْحَقُ بِاَوَائِلِهَا الخ کبھی اسماء اشارات کے شروع میں ہائے تنبیہ لگا دیتے ہیں کیونکہ اشارہ میں مقصود مخاطب پر تنبیہ کرنا ہوتا ہے اسلئے ہائے تنبیہ اسماء اشارہ کے شروع میں لگا دیتے ہیں تاکہ مخاطب مقصود سے غافل نہ رہے جیسے ذا سے ھذا اور ذان سے ھذان اور اولاء سے ھولاء -

قوله وَيَتَّصِلُ بِاَوَاخِرِهَا الخ کبھی اسم اشارہ کے آخر میں حرف خطاب بھی لگا دیا جاتا ہے تاکہ وہ مخاطب کے مفرد و تثنیہ ' مذکر اور مؤنث ہونے پر دلالت کرے اور حرف خطاب پانچ ہیں جو چھ معانی کیلئے آتے ہیں جیسے كَ كما كم كِ كن اور اسم اشارہ بھی پانچ ہیں ذا ' ذان ' تا ' تان ' اولاء تو پانچ کو پانچ میں ضرب دینے سے پچیس قسمیں بن جاتی ہیں وہ اس طرح کہ ہر اسم اشارہ کیساتھ پانچ ضمیریں ملائی جائیں ذاك سے ذاكن تک پانچ اور ذانك سے ذانكن تک دس ہو گئیں اور تاك سے تاكن تک پندرہ ہو گئیں اور تانك سے تانكن تک بیس ہو گئیں اور اولاء سے اولائكن تک یہ پچیس ہو گئیں-

قوله وَاعْلَمْ اَنَّ ذَا لِلْقَرِيْبِ الخ یہاں سے مصنفؒ ایک فائدہ بیان کرتے ہیں کہ ذا اسم اشارہ مشار الیہ قریب کیلئے بولا جاتا ہے اور ذالك مشار الیہ بعید کیلئے بولا جاتا ہے اور ذاك مشار الیہ متوسط کیلئے بولا جاتا ہے-

فصل : اَلْمَوْصُوْلُ اِسْمٌ لَايَصْلَحُ اَنْ يَكُوْنَ جُزْءً تَامًّا مِنْ جُمْلَةٍ اِلَّا بِصِلَةٍ بَعْدَهٗ وَالصِّلَةُ جُمْلَةٌ خَبَرِيَّةٌ وَلَابُدَّ مِنْ عَائِدٍ فِيْهَا يَعُوْدُ اِلَى الْمَوْصُوْلِ مِثَالُهٗ اَلَّذِيْ فِيْ قَوْلِنَا جَاءَ الَّذِيْ

اَبُوْهُ قَائِمٌ اَوْ قَامَ اَبُوْهُ وَالَّذِیْ لِلْمُذَکَّرِ وَاللَّذَانِ وَ اللَّذَیْنِ لِمُثَنَّاہُ. وَ الَّتِیْ لِلْمُؤَنَّثِ وَاللَّتَانِ وَاللَّتَیْنِ لِمُثَنَّاهَا وَالَّذِیْنَ وَالْاُلٰی لِجَمْعِ الْمُذَکَّرِ وَاللَّاتِیْ وَ اللَّوَاتِیْ وَاللَّاءِ وَاللَّائِیْ لِجَمْعِ الْمُؤَنَّثِ وَمَا وَمَنْ وَاَیٌّ وَاَیَّةٌ وَذُوْ بِمَعْنَی الَّذِیْ فِیْ لُغَتِ بَنِیْ طَیْ کَقَوْلِ الشَّاعِرِ شعر

فَاِنَّ الْمَاءَ مَاءُ اَبِیْ وَجَدِّیْ ☆ وَبِیْرِیْ ذُوْ حَفَرْتُ وَذُوْ طَوَیْتُ

اَیْ اَلَّذِیْ حَفَرْتُهٗ وَالَّذِیْ طَوَیْتُهٗ وَالْاَلِفُ وَاللَّامُ بِمَعْنَی الَّذِیْ صِلَتُهٗ اِسْمُ الْفَاعِلِ وَ اِسْمُ الْمَفْعُوْلِ نَحْوُ جَاءَنِی الضَّارِبُ زَیْدًا اَیْ اَلَّذِیْ یَضْرِبُ زَیْدًا اَوْجَاءَنِی الْمَضْرُوْبُ غُلَامُهٗ وَیَجُوْزُ حَذْفُ الْعَائِدِ مِنَ اللَّفْظِ اِنْ کَانَ مَفْعُوْلًا نَحْوُقَامَ الَّذِیْ ضَرَبْتُ اَیْ اَلَّذِیْ ضَرَبْتُهٗ وَاعْلَمْ اَنَّ اَیًّا وَاَیَّةً مُعْرَبَةٌ اِلَّا اِذَا حُذِفَ صَدْرُ صِلَتِهَا کَقَوْلِهٖ تَعَالٰی ثُمَّ لَنَنْزِعَنَّ مِنْ کُلِّ شِیْعَةٍ اَیُّهُمْ اَشَدُّ عَلَی الرَّحْمٰنِ عِتِیًّا اَیْ هُوَ اَشَدُّ۔

ترجمہ :اسم موصول وہ اسم ہے جو جملہ کا جزء تام بننے کی صلاحیت نہیں رکھتا مگر اس صلہ کے ساتھ جو اس کے بعد ہو اور صلہ جملہ خبریہ ہوتا ہے اور ضروری ہے اس جملہ میں ایک عائد کا ہونا جو اسم موصول کی طرف لوٹے اس کی مثال الذی ہے جو ہمارے قول جاء الذی ابوہ قائم یاقام ابوہ میں ہے اور الذی مذکر کے لئے آتا ہے اور اللذان اور اللذین اس کے تثنیہ کیلئے آتا ہے اور التی مؤنث کیلئے اور اللتان اللتین اسکے تثنیہ کیلئے آتا ہے اور الذین اور الائی جمع مذکر کیلئے اور اللاتی اور اللواتی اور اللاء اور اللائی جمع مؤنث کیلئے آتے ہیں اور ما اور من اور ای اور ایۃ اور ذو یہ الذی کے معنی میں ہوتا ہے بنی طی کی لغت میں جیسے شاعر کا قول

فَاِنَّ الْمَاءَ مَاءُ اَبِیْ وَجَدِّیْ ☆ وَ بِیْرِیْ ذُوْحَفَرْتُ وَذُوْ طَوَیْتُ

پس بیشک پانی میرے باپ اور دادا کا پانی ہے اور میرا کنواں جس کو میں نے خود کھودا ہے جس کا میں نے خود منڈھیر بنایا ہے اور ذو حفرت الذی حفرت کے معنی میں ہے اور ذو طویت الذی طویت کے

معنی میں ہے اور الف لام جو الذی کے معنی میں ہو اسکا صلہ اسم فاعل اور اسم مفعول ہوتے ہیں جیسے جاء نی الضارب زیدا ای الذی یضرب زیدا یا جاء نی المضروب غلامہ اور عائد کا لفظوں سے حذف کر دینا جائز ہوتا ہے اگر وہ کلام میں مفعول واقع ہو جیسے قام الذی ضربت یعنی الذی ضربتہ اور تو جان بیشک ای ایۃ معرب ہوتے ہیں مگر جب ان کا صدر صلہ حذف کر دیا جائے جیسے اللہ تعالیٰ کا قول ثم لننزعن من کل شیعۃ ایھم اشد علی الرحمن عتیا ای ھو اشد۔

تجزیہ عبارت : مذکورہ عبارت میں مصنفؒ نے اسم موصول کی تعریف اور اسماء موصولہ بیان کرنے کے بعد ان کی تفصیل بیان کی ہے۔

تشریح :

قولہ اَلْمَوْصُوْلُ اِسْمٌ لَایَصْلَحُ الخ مصنفؒ مبنی کی قسموں میں تیسری قسم اسم موصول کو بیان کر رہے ہیں، اسم موصول وہ اسم ہے جو جملہ کا پورا جزء بغیر صلہ کے نہ بن سکے یعنی اسم موصول صلہ کے ساتھ مل کر جملہ نہیں بنے گا بلکہ جزء تام بنے گا جزء تام سے مراد مبتداء اور خبر اور فاعل اور مفعول وغیرہ ہیں اور اس کا صلہ جملہ خبریہ ہوتا ہے اور صلہ میں ضمیر کا ہونا ضروری ہے جو موصول کی طرف لوٹے جیسے جَاءَ الَّذِیْ اَبُوْہُ قَائِمٌ اس مثال میں الذی اسم موصول ہے اور ابوہ قائم جملہ اسمیہ اس کا صلہ ہے اور ابوہ میں ضمیر اسم موصول کی طرف لوٹ رہی ہے اسی طرح جَاءَ الَّذِیْ قَامَ اَبُوْہُ اس مثال میں الذی اسم موصول ہے اور قام ابوہ جملہ فعلیہ اس کا صلہ ہے اور اسمیں جو ضمیر ہے وہ اسم موصول کی طرف لوٹ رہی ہے۔

قولہ وَالَّذِیْ لِلْمُذَکَّرِ الخ یہاں سے مصنف اسم موصول بیان کر رہے ہیں کہ الذی واحد مذکر کیلئے آتا ہے اور اَللَّذَانِ تثنیہ مذکر کے لئے حالت رفعی میں، اور اَللَّذَیْنِ تثنیہ مذکر کے لئے آتا ہے حالت نصبی وجری میں، اور اَلَّتِیْ واحد مؤنث کیلئے آتا ہے اور اَللَّتَانِ تثنیہ مؤنث کے لئے حالت رفعی میں، اور اَللَّتَیْنِ تثنیہ مؤنث کیلئے حالت نصبی میں اور جری میں اَلَّذِیْنَ الاُولی یہ جمع مذکر کیلئے آتے ہیں اور اللائی اور اللواتی اور اللاء اور اللائی یہ جمع مؤنث کے لئے آتے ہیں اور مَن اور مَا یہ دونوں اَلَّذِیْ کے معنی میں ہوتے ہیں اور یہ دونوں مذکر اور

مؤنث کیلئے استعمال ہوتے ہیں لیکن ان میں فرق یہ ہے کہ مَنْ ذوی العقول کیلئے آتا ہے اور ما غیر ذوی العقول کیلئے آتا ہے لیکن کبھی کبھی مجازاً ایکدوسرے کیلئے استعمال ہوتے رہتے ہیں اور ای اور ایة یہ ذوی العقول اور غیر ذوی العقول کیلئے آتے ہیں لیکن ایٌ مذکر کیلئے اور ایةٌ مؤنث کے لئے آتا ہے اور ذو بنو طی کی لغت میں الذی کے معنی میں آتا ہے جیسے شاعر کے قول میں ذو حفرت الذی حفرت کے معنی میں ہے اور ذوطویت الذی طویت کے معنی میں ہے قولہ کقول الشاعر شعر

فَاِنَّ الْمَاءَ مَاءُ اَبِیْ وَجَدِّیْ ☆ وَبِیْرِی ذُوْ حَفَرْتُ وَذُوْ طَوَیْتُ

شعر کی تشریح: اس شعر کا قائل سنان بن فحل ہے یہ قبیلہ بنی طی کا رہنے والا تھا' ماء بمعنی پانی اس کی جمع میاہ اور امواہ آتی ہے' ابی بمعنی میرا باپ اس کی جمع آباء آتی ہے 'جدی بمعنی میرا دادا اسکی جمع اجداد آتی ہے' بیری بمعنی میرا کنواں اس کی جمع آبار آتی ہے 'حفرتُ صیغہ واحد متکلم ماضی معروف بمعنی میں نے کھودا از باب ضرب یضرب 'طَوَیْتُ صیغہ واحد متکلم ماضی معروف از باب ضرب یضرب بمعنی میں نے منڈھیر بنائی-

شعر کا ترجمہ: بیشک یہ پانی میرے باپ اور دادے کا پانی ہے' یعنی یہ پانی جس میں جھگڑا ہوا ہے میرے آباء واجداد کا ہے جو مجھ کو وراثت میں ملا ہے اور میرا کنواں ہے جس کو میں نے کھودا ہے اور میں نے اس کی منڈھیر بنائی ہے یعنی یہ پانی اگرچہ مجھے وراثت میں ملا ہے مگر اس کو باضابطہ کنویں کی شکل میں نے دی ہے-

ترکیب: فا ابتدائیہ' اِنَّ حروف مشبہ بالفعل' الماء اس کا اسم' ماء مضاف' ابی مضاف مضاف الیہ' مضاف اور مضاف الیہ ملکر معطوف علیہ واو حرف عطف' جدی مضاف مضاف الیہ' مضاف الیہ مضاف مل کر معطوف' معطوف علیہ اپنے معطوف سے ملکر مضاف الیہ ہوا ماء مضاف کا' مضاف الیہ اور مضاف مل کر اِنَّ کی خبر اِنَّ اپنے اسم اور خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا' واو مستانفہ یا حرف عطف بیر ی مضاف یائے متکلم ضمیر مضاف الیہ' مضاف لورر مضاف الیہ مل کر مبتدا' ذو بمعنی الذی اسم موصول' حفرت فعل تُ ضمیر بارز اسکا فاعل' فعل فاعل مل کر صلہ ہوا ذو کا' موصول اپنے صلہ سے مل کر معطوف علیہ' واؤ حرف عطف ذو بمعنی الذی اسم موصول طویت فعل ت ضمیر بارز اسکا فاعل فعل فاعل ملکر صلہ' موصول اپنے صلہ سے مل کر معطوف 'معطوف علیہ اپنے معطوف

سے مل کر خبر مبتدا کی مبتداء اپنی خبر سے ملکر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

قولہ وَالاَلِفُ وَاللَّامُ بِمَعْنَى الَّذِیْ الخ الف لام بمعنی الذی کے ہوتا ہے اور اس کا صلہ اسم فاعل اور اسم مفعول ہوتا ہے یعنی اسم فاعل یا اسم مفعول پر الف لام جب داخل ہو تو یہ الذی کے معنی میں ہوتا ہے اسم فاعل یا اسم مفعول فعل کے معنی میں ہوتا ہے جیسے جَاءَ نِیْ الضَّارِبُ زَیْدًا، یہ اَلَّذِیْ یَضرِبُ زَیْدًا کے معنی میں ہے اور جَاءَ نِی الْمَضرُوبُ غُلاَمُهٗ یہ الَّذِیْ یُضرَبُ غُلاَمُهٗ کے معنی میں ہے۔

قولہ وَیَجُوْزُ حَذْفُ الْعَائِدِ الخ اور جب اسم موصول کا صلہ جملہ ہو تو جملہ میں ایک ضمیر کا ہونا ضروری ہے جو موصول کی طرف راجع ہو، جب وہ ضمیر مفعول واقع ہو تو اسے لفظوں سے حذف کرنا جائز ہے کیونکہ مفعول فضلہ ہے اور فضلہ کا حذف جائز ہوتا ہے جیسے قَامَ الَّذِیْ ضَرَبْتُ اصل میں قام الذی ضربتُه تھا ضمیرہ ضربت کا مفعول واقع ہے تو اسکو حذف کر دیا ہے، لیکن اگر صلہ میں فاعل کی ضمیر ہو تو اس کو حذف کرنا جائز نہیں کیونکہ فاعل عمدہ ہوتا ہے اور عمدہ کا کلام سے حذف کرنا جائز نہیں ہوتا۔

قولہ واعلَمْ اَنَّ اَيًّا وَاَيَّةً الخ یہاں سے مصنفؒ ایک فائدہ بیان کر رہے ہیں کہ ایٌّ اور ایۃٌ تمام صورتوں میں معرب ہوتے ہیں مگر ایک صورت میں مبنی ہوں گے جب انکے صلہ کا جزء اول حذف کر دیا جائے اور ان کا مضاف الیہ مذکور ہو تو اس صورت میں مبنی ہونگے جیسے اَيُّهُمْ اَشَدُّ عَلَى الرَّحْمٰنِ عِتِيًّا اصل میں ایھم ھو اشد علی الرحمن عتیا تھا اس مثال میں صدر صلہ کو حذف کر دیا گیا ہے اس لئے ایٌّ مبنی ہے۔

فصل اَسْمَاءُ الْاَفْعَالِ هُوَ كُلُّ اِسْمٍ بِمَعْنَى الْاَمْرِ وَالْمَاضِیْ نَحْوُ رُوَيْدَ زَيْدًا اَیْ اَمْهِلْهُ وَهَيْهَاتَ زَيْدٌ اَیْ بَعُدَ اَوْ كَانَ عَلٰى وَزْنِ فَعَالِ بِمَعْنَى الْاَمْرِ وَهُوَ مِنَ الثُّلَاثِیْ قِيَاسٌ كَنَزَالِ بِمَعْنٰى اِنْزِلْ وَتَرَاكِ بِمَعْنٰى اُتْرُكْ وَيَلْحَقُ بِهٖ فَعَالِ مَصْدَرًا مَعْرِفَةً كَفَجَارِ بِمَعْنَى الْفُجُوْرِ اَوْ صِفَةً لِلْمُؤَنَّثِ نَحْوُ يَا فَسَاقِ بِمَعْنٰى فَاسِقَةِ وَيَا لَكَاعِ بِمَعْنٰى لَاكِعَةِ اَوْ عَلَمًا لِلْاَعْيَانِ الْمُؤَنَّثَةِ كَقَطَامِ وَغَلَابِ وَحَضَارِ وَهٰذِهِ الثَّلَاثَةُ لَيْسَتْ مِنْ اَسْمَاءِ الْاَ

فَعَالِ وَاِنَّمَا ذُكِرَتْ هٰهُنَا لِلْمُنَاسَبَةِ۔

فصل۔ اَلْاَصْوَاتُ كُلُّ لَفْظٍ حُكِيَ بِهٖ صَوْتٌ كَغَاقِ لِصَوْتِ الْغُرَابِ اَوْ صُوِّتَ بِهٖ الْبَهَائِمُ كَنَخْ لِاِنَاخَةِ الْبَعِيْرِ۔

فصل: اَلْمُرَكَّبَاتُ كُلُّ اِسْمٍ رُكِّبَ مِنْ كَلِمَتَيْنِ لَيْسَتْ بَيْنَهُمَا نِسْبَةٌ فَاِنْ تَضَمَّنَ الثَّانِيْ حَرْفًا يَجِبُ بِنَاؤُ هُمَا عَلَى الْفَتْحِ كَاَحَدَ عَشَرَ اِلٰى تِسْعَةَ عَشَرَ اِلَّا اِثْنَيْ عَشَرَ فَاِنَّهَا مُعْرَبَةٌ كَالْمُثَنّٰى وَاِنْ لَمْ يَتَضَمَّنْ ذٰلِكَ فَفِيْهَا لُغَاتٌ اَفْصَحُهَا بِنَاءُ الْاَوَّلِ عَلَى الْفَتْحِ وَاِعْرَابُ الثَّانِيْ غَيْرُ مُنْصَرِفٍ كَبَعْلَبَكَّ نَحْوُ جَاءَنِيْ بَعْلَبَكُّ وَرَاَيْتُ بَعْلَبَكَّ وَمَرَرْتُ بِبَعْلَبَكَّ

ترجمہ: اسمائے افعال ہر وہ اسم ہے جو امر اور ماضی کے معنی میں ہو جیسے رو ید زیدا ای امهله بمعنی اسکو چھوڑ، اور هیهات زید ای بَعُدَ بمعنی وہ دور ہوا، یا وہ اسم فعال کے وزن پر ہو جو بمعنی امر کے ہو اور وہ ثلاثی سے قیاس کے مطابق آتا ہے جیسے نزال بمعنی انزل اور تراك بمعنی اترك کے ہے، اور اسکے ساتھ فعال بھی لاحق کر دیا گیا ہے اس حال میں کہ وہ مصدر معرفہ ہو جیسے فجار فجور کے معنی میں ہے، یا مؤنث کی صفت ہو جیسے یا فساق معنی میں فاسقة کے ہے اور یا لكاع معنی میں لاكعة کے ہے، یا علم ہو خاص مونث کا جیسے قطام اور غلاب اور حضار، یہ تینوں اسماء افعال میں سے نہیں ہیں صرف مناسبت کیوجہ سے انکو یہاں ذکر کیا گیا ہے
فصل اسماء اصوات کے بیان میں، اسماء اصوات ہر وہ لفظ ہے جسکے ذریعے کسی کی آواز کی حکایت کی گئی ہو جیسے غاق کوے کی آواز کے لیے، یا وہ الفاظ ہیں جنکے ذریعے جانوروں کو آواز دی جاتی ہو جیسے نخ اونٹ بٹھانے کے لیے۔ فصل مرکبات کے بیان میں۔ مرکب ہر وہ اسم ہے جو دو کلموں سے مرکب کیا گیا ہو ان دونوں کے درمیان کوئی نسبت نہ ہو، پس اگر دوسرا اسم حرف کو متضمن ہو تو واجب ہے ان دونوں کا فتحہ پر مبنی ہونا جیسے احد عشر سے تسعة عشر تک مگر اثنی عشر پس بیشک یہ معرب ہے مثنی کی طرح اور اگر دوسرا اسم حرف کو متضمن نہ ہو تو اس میں کئی لغات ہیں، ان میں سے سب سے زیادہ فصیح یہ ہے کہ پہلا جزء فتح پر مبنی ہے اور دوسرے جزء کا اعراب غیر منصرف کا اعراب

ہوگا جیسے جَاءَنِیْ بَعْلَبَكُّ، رَأَیْتُ بَعْلَبَكَّ، مَرَرْتُ بِبَعْلَبَكَّ۔

تجزیہ عبارت : صاحب ھدایۃ النحو نے مذکورہ عبارت میں اسماء افعال' اسماء اصوات اور مرکبات کو بیان کیا ہے اور ساتھ ساتھ ان تینوں کی تفصیل بھی بیان کی ہے۔

تشریح :

قولہ اَسْمَاءُ الْاَفْعَالِ الخ یہاں سے مصنفؒ مبنی کی اقسام میں سے چوتھی قسم اسماء افعال کو بیان کر رہے ہیں، اسماء افعال وہ اسم ہیں جن میں فعل کا معنی پایا جاتا ہو لیکن ہو اسم، چاہے ان میں امر حاضر کا معنی پایا جائے جیسے رُوَیْدَ زَیْدًا میں روید اسم ہے اَمْہِلْ کے معنی میں ہے یعنی زید کو چھوڑ دے، چاہے ماضی کا معنی پایا جائے جیسے ھَیْھَاتَ زَیْدٌ اس مثال میں ھیھات اسم ہے جو فعل ماضی بَعُدَ کے معنی میں ہے یعنی زید دور ہوا۔

اعتراض :آپ نے اسماء افعال کی یہ تعریف کی ہے کہ جسمیں ماضی اور امر حاضر کا معنی پایا جاتا ہے ہم آپ کو ایسی مثال دکھاتے ہیں کہ ہے تو وہ اسماء افعال میں سے لیکن اسمیں ماضی اور امر حاضر کا معنی نہیں پایا جاتا بلکہ مضارع کا معنی پایا جاتا ہے جیسے اُف اَتَذَجَّرُ کے معنی میں ہے۔

جواب: یہ اصل تَضَجَّرْتُ ماضی کے معنی میں ہے مجازاً اسکو مضارع سے تعبیر کر دیا گیا ہے۔

قولہ اَوْ کَانَ عَلٰی وَزْنِ فَعَالِ الخ جو اسم فعال کے وزن پر ہو وہ بھی امر کے معنی میں آتا ہے، اور فعال کا وزن ثلاثی مجرد سے معنی امر کے قیاس کے مطابق آتا ہے جیسے نزال بمعنی انزل اور تراك بمعنی اترك کے ہے

قولہ وَیَلْحَقُ بِهٖ فَعَالِ مَصْدَرًا الخ اس طرح فعال کا وزن جو بمعنی مصدر معرفہ کے ہو جیسے فجار فعال کا وزن ہے اور یہ مصدر فجور کے معنی میں ہے اور معرفہ ہے تو اسے بھی امر حاضر کے ساتھ لاحق کر کے مبنی قرار دیا گیا ہے، اسطرح فعال کا وزن جو کسی مؤنث کی صفت واقع ہو اسے بھی فعال کے وزن کے ساتھ جو بمعنی امر کے ہو، لاحق کر کے مبنی کر دیا گیا ہے جیسے یا فساق معنی میں یا فاسقۃ کے ہے اور یا لکاع معنی میں لاکعۃ کے ہے فساق اور لکاع کے مبنی ہونے کی وجہ یہ ہے کہ یہ دونوں فعال بمعنی امر کے ساتھ

ایک تو وزن میں مشابہت رکھتے ہیں؛ دوسرے عدل میں کیونکہ فساق فاسقة سے معدول ہے اور الکاع لاکعة سے معدول ہے۔

قو له اَوْعَلَمًا لِلْاَعْيَانِ الخ اسطرح فعال کا وزن جوذات مؤنث کا علم ہو جیسے قطامِ اور غلَابِ یہ دونوں فعال کا وزن ہیں اور مونث کا علم ہیں اور حَضَارِ یہ بھی فعال کا وزن ہے اور مؤنث کا علم ہے کیونکہ حضار ستارے کا نام ہے اسے بھی فعال کے وزن کے ساتھ جو بمعنی امر کے ہو، لاحق کر کے مبنی قرار دیا گیا ہے اب یہ تینوں (۱) فعال مصدر معرفہ (۲) فعال صفتی جو صفت کے معنی میں ہو (۳) فعال علمی جو اعیان مؤنث کا علم ہو حقیقت میں اسماء افعال نہیں ہیں۔

قو له لَيْسَتْ مِنْ اَسْمَاءِ الْاَفْعَالِ الخ اعتراض: جب یہ تینوں اسماء افعال میں سے نہیں تو پھر انکو مصنفؒ نے اسمائے افعال کی فصل میں کیوں ذکر کیا؟

جواب: مصنفؒ اسکا جواب یہ دیتے ہیں کہ اگرچہ یہ تینوں اسماء افعال میں سے نہیں ہے لیکن فعال بمعنی امر کے ساتھ، عدل اور وزن میں انکی مشابہت تھی اسی مناسبت کی وجہ سے انکو یہاں ذکر کیا۔

قو له اَلْاَصْوَاتُ كُلُّ لَفْظٍ حُكِيَ بِهٖ الخ یہاں سے مصنفؒ مبنیات کی پانچویں قسم اسماء اصوات کو بیان کر رہے ہیں، اسماء اصوات ان الفاظ کو کہتے ہیں جنکے ذریعے کسی کی آواز نقل کی جائے جیسے غاق سے کوے کی آواز کو نقل کرتے ہیں، یا اسمائے اصوات وہ الفاظ ہیں جن سے کسی جانور کو آواز دی جائے جیسے نخ اونٹ کو بٹھاتے وقت بولا جاتا ہے، اسماء اصوات کے مبنی ہونے کی وجہ یہ ہے کہ یہ ترکیب میں واقع نہیں ہوتے اگر ترکیب میں واقع بھی ہوں تو ان میں تصرف نہیں کرتے تاکہ حکایت مقصود باقی رہے۔

قو له اَلْمُرَكَّبَاتُ كُلُّ اِسْمٍ رُكِّبَ الخ یہاں سے صاحب کتاب مبنی کی اقسام میں سے چھٹی قسم مرکبات کو بیان کر رہے ہیں، مرکب وہ اسم ہے جو ایسے دو کلموں سے مرکب ہو جن کے درمیان کوئی نسبت نہ ہو، نسبت میں عموم ہے یعنی نسبتِ اضافی اور اسنادی اور توصیفی نہ ہو۔

قو له فَاِنْ تَضَمَّنَ الثَّانِيْ الخ اگر دوسرا اجزء کسی حرف کو متضمن ہو تو دونوں کا مبنی بر فتحہ ہونا واجب ہے،

پہلا جزء اس لئے کہ وہ جزء ثانی کا محتاج ہے لہذا جزء اول احتیاج میں حرف کے ساتھ مشابہ ہے اور دوسرا جزء اسلیے کہ وہ حرف کو متضمن ہے اور حرف مبنی الاصل ہے جیسے احد عشر سے لیکر تسعة عشر تک، اصل میں احد وعشر، اور تسعة و عشر تھا، مگر اثنا عشر اور اثنتا عشر، ان دونوں میں صرف دوسرا جزء مبنی ہے اور پہلا جزء معرب ہے اور معرب ہونے کیوجہ یہ ہے کہ اسکا نون ساقط ہونے کی وجہ سے تثنیہ کے مشابہ ہے جیسے تثنیہ کا نون اضافت کیوقت گر جاتا ہے، اور تثنیہ معرب ہوتا ہے لہذا یہ بھی معرب ہوگا۔

قوله وَاِنْ لَمْ يَتَضَمَّنْ ذٰلِكَ الخ اگر مرکب کا دوسرا جزء کسی حرف کو متضمن نہ ہو تو اسمیں کئی لغات ہیں، سب سے زیادہ فصیح لغت یہ ہے کہ جزء اول فتحہ پر مبنی ہوگا اور دوسرے جزء کا اعراب غیر منصرف جیسا ہوگا، جزء اول مبنی بر فتحہ ہوگا کیونکہ وہ وسط میں ہوتا ہے اور وسط اعراب سے مانع ہوتا ہے اسلئے پہلا جزء مبنی بر فتحہ ہوگا اور دوسرا جزء معرب اسلئے ہوگا کہ مبنی ہونے کا سبب اسمیں موجود نہیں اور غیر منصرف والا اعراب اس لئے ہوگا کہ اسمیں دو سبب پائے جاتے ہیں۔ (۱) علمیت (۲) ترکیب، جیسے جَاءَنِیْ بَعْلَبَكُّ، رَأَیْتُ بَعْلَبَكَّ، مَرَرْتُ بِبَعْلَبَكَّ باقی اسمیں تین لغات یہ ہیں (۱) دونوں جزؤں کو معرب قرار دیا جائے اور پہلا اسم دوسرے اسم کی طرف مضاف ہوگا اور مضاف الیہ غیر منصرف ہوگا۔ (۲) دونوں جزؤں کو معرب قرار دیا جائے اور پہلا اسم دوسرے کی طرف مضاف ہو اور دوسرا اسم منصرف ہوگا (۳) دونوں جزء فتحہ پر مبنی ہوں خمسة عشر کے ساتھ مشابہہ ہونے کیوجہ سے

فصل اَلْكِنَايَاتُ هِیَ اَسْمَاءٌ تَدُلُّ عَلٰی عَدَدٍ مُّبْهَمٍ وَهِیَ كَمْ وَكَذَا اَوْ حَدِیْثٍ مُّبْهَمٍ وَهُوَ كَیْتَ وَذَیْتَ وَاعْلَمْ اَنَّ كَمْ عَلٰی قِسْمَیْنِ اِسْتِفْهَامِیَّةٌ وَمَا بَعْدَهَا مَنْصُوْبٌ مُفْرَدٌ عَلَی التَّمْیِیْزِ نَحْوُ كَمْ رَجُلًا عِنْدَكَ وَخَبَرِیَّةٌ وَمَا بَعْدَهَا مَجْرُوْرٌ مُفْرَدٌ نَحْوُ كَمْ مَالٍ اَنْفَقْتَهٗ اَوْ مَجْمُوْعٌ نَحْوُ كَمْ رِجَالٍ لَقِیْتَهُمْ وَمَعْنَاهُ التَّكْثِیْرُ وَتَدْخُلُ مِنْ فِیْهِمَا تَقُوْلُ كَمْ مِنْ رَجُلٍ لَقِیْتَهٗ وَكَمْ مِنْ مَالٍ اَنْفَقْتَهٗ وَقَدْ یُحْذَفُ التَّمْیِیْزُ لِقِیَامِ قَرِیْنَةٍ نَحْوُ كَمْ مَالُكَ اَیْ كَمْ دِیْنَارًا مَالُكَ وَكَمْ ضَرَبْتَ اَیْ كَمْ ضَرْبَةٍ ضَرَبْتَ۔

وَ اعْلَمْ اَنَّ كَمْ فِى الْوَ جْهَيْنِ يَقَعُ مَنْصُوْبًا اِذَا كَا نَ بَعْدَهٗ فِعْلٌ غَيْرُ مُشْتَغِلٍ عَنْهُ بِضَمِيْرِ نَحْوُ كَمْ رَجُلاً ضَرَبْتُ وَكَمْ غُلَامٍ مَلَكْتُ مَفْعُوْ لًا بِهٖ وَ نَحْوُ كَمْ ضَرْ بَةً ضَرَ بْتُ وَ كَمْ ضَرْ بَةٍ ضَرَ بْتُ مَصْدَرًا وَ كَمْ يَوْ مًا سِرْ تُ وَ كَمْ يَوْمٍ صُمْتُ مَفْعُوْ لًا فِيْهِ وَ مَجْرُوْرًا اِذَا كَا نَ قَبْلَهٗ حَرْفُ جَرٍّ اَوْ مُضَافٌ نَحْوُ بِكَمْ رَ جُلاً مَرَرْتَ وَ عَلٰى كَمْ رَجُلٍ حَكَمْتُ وَ غُلَامَ كَمْ رَ جُلاً ضَرَبْتَ وَ مَا لَ كَمْ رَ جُلٍ سَلَبْتُ وَ مَرْ فُوْعًا اِذَا لَمْ يَكُنْ شَيْاءٌ مِنَ الْاَمْرَ يْنِ مُبْتَدَاءً اِنْ لَمْ يَكُنْ ظَرْفًا نَحْوُ كَمْ رَ جُلاً اَخُوْ كَ وَ كَمْ رَجُلٍ ضَرَبْتُهٗ وَ خَبَرًا اِنْ كَا نَ ظَرْ فًا نَحْوُ كَمْ يَوْ مًا سَفَرُ كَ وَ كَمْ شَهْرٍ صَوْمِىْ۔

ترجمہ: فصل اسماء کنایات کے بیان میں، کنایات وہ اسماء ہیں جو عدد مبہم پر دلالت کرتے ہیں اور وہ کم اور کذا ہیں یا مبہم بات پر دلالت کرتے ہوں اور وہ کیت اور ذیت ہیں، اور تو جان بیشک کم دو قسموں پر ہے، پہلا استفہامیہ اور اسکا مابعد مفرد منصوب ہوتا ہے تمیز ہونے کی بناء پر جیسے کَمْ رَجُلاً عِنْدَكَ، اور دوسرا کم خبریہ ہے اور اسکا مابعد مفرد مجرور ہوتا ہے جیسے کَمْ مَا لٍ اَنْفَقْتُهٗ، یا مجموع ہوتا ہے جیسے کَمْ رِجَا لٍ لَقِيْتُهُمْ اسکا معنی کثرت بیان کرنے کے ہیں اور ان دونوں میں من داخل ہوتا ہے جیسے تو کہے کَمْ مِنْ رَجُلٍ لَقِيْتَهٗ اور کَمْ مِنْ مَالٍ اَنْفَقْتَهٗ، اور کبھی قرینہ کے پائے جانے کے وقت تمیز کو حذف کر دیا جاتا ہے جیسے کم ما لك یعنی کم دینا ر ما لك اور کم ضربت یعنی کم ضربة ضربت۔ اور تو جان بیشک کم دونوں صورتوں میں منصوب واقع ہوتا ہے جبکہ اسکے بعد فعل ہو جو اس سے اعراض نہ کر رہا ہو اسکی ضمیر کیوجہ سے جیسے کم رجلا ضربت اور کم غلام ملکت، کم محلا منصوب ہوگا مفعول بہ ہونے کی وجہ سے اور جیسے ضر بة ضر بت اور کم ضر بة ضر بت اور کم محلا منصوب ہے مفعول مطلق ہونے کی وجہ سے اور کم یو ما سرت اور کم یو ما صمت کم محلا منصوب ہے مفعول فیہ ہونے کی بناء پر، اور حرف کم مجرور ہوگا جبکہ اس سے پہلے حرف جر یا مضاف ہو جیسے بکم رجلا مررت اور علی کم رجل حکمت اور غلا م کم رجلا ضربت اور مال کم رجل سلبت، اور کم مر فوع ہوگا جب کہ دونوں امروں میں سے کوئی نہ ہو مبتدا ہونے کی بنا پر

اگر ظرف نہ ہو جیسے کم رجلا اخوك اورکم رجل ضربته اور کم خبریہ ہوگا اگر ظرف ہو جیسے کم یوما سفرك اورکم شهرا صومی ۔

تجزیہ عبارت :مذکورہ عبارت میں مصنفؒ نے اسمائے کنایات بیان کرنے کے بعد کم کی دو قسمیں استفہامیہ اور خبریہ اوران دونوں کے متعلق تفصیل بیان کی ہے اور کم کا اعراب بیان کیا ہے۔

تشریح:

اَلْکِنَایَاتُ هِیَ اَسْمَاءٌ الخ یہاں سے مصنفؒ مبنی کی اقسام میں سے ساتویں قسم اسمائے کنایات کو بیان کررہے ہیں کنایات وہ اسماء ہیں جو شئ مبہم پر دلالت کریں یعنی کسی شئ کو ایسے لفظ سے تعبیر کریں جو دلالت کرنے میں صریح نہ ہو یا تو عدد مبہم پر دلالت کرتے ہوں اور وہ کم اور کذا ہیں یہ دونوں عدد سے کنایہ ہیں جیسے کم مال انفقت کتنا مال میں نے خرچ کردیا اور عندی کذا دینارًا میرے پاس اتنے دینار ہیں یا مبہم بات پر دلالت کرتے ہوں جیسے کیت وذیت یہ دونوں مبہم کلام سے کنایہ کیلئے آتے ہیں جیسے سمعتُ کیت وکیت میں نے ایسے ایسے سنا اورقلتُ ذیت وذیت میں نے ایسے ایسے کہا۔

قوله وَاعْلَمْ اَنَّ کَمْ عَلٰی قِسْمَیْنِ الخ یہاں سے مصنفؒ کم کی دو قسمیں بیان کرتے ہیں (۱) کم استفہامیہ جیسے کم درهما عندك کہ تیرے پاس کتنے درہم ہیں (۲) کم خبریہ جیسے کم رجل عندی کہ میرے پاس اتنے آدمی ہیں اورکم استفہامیہ کی تمیز منصوب مفرد ہوتی ہے جیسے کم رجلا عندك اور کم خبریہ کی تمیز مجرور مفرد ہوتی ہے جیسے کم مال انفقتُه اور کبھی کم خبریہ کی تمیز جمع ہوتی ہے جیسے کم رجال لقیتهم اور کم خبریہ کا معنی تکثیر بیان کرنا ہوتا ہے۔

قوله وَتَدْخُلُ مِنْ فِیْهِمَا الخ یہاں سے مصنفؒ ایک فائدہ بیان کرتے ہیں کہ کم استفہامیہ اور کم خبریہ کی تمیز کے شروع میں کبھی من بیانیہ بھی داخل کردیتے ہیں اسوقت ان کی تمیز مجرور ہوگی استفہامیہ کی مثال جیسے کم من رجلٍ لَقِیتَهٗ کم خبریہ کی مثال کم من مالٍ انفقته اور جیسے قران پاک میں آتا ہے کَمْ مِنْ قَرْیَةٍ اَهْلَکْنَاهَا اور کم استفہامیہ اور کم خبریہ یہ دونوں صدارت کلام کا تقاضا کرتے ہیں تاکہ ابتداً ہی کلام کا استفہام یا خبر

کی قبیل سے ہونا معلوم ہو جائے اسلئے ان دونوں کا صدارت کلام میں ہونا ضروری ہے

قوله وَقَدْ یُحْذَفُ التَّمْیِیْزُ الخ قرینہ کے پائے جانے کے وقت کبھی کبھی تمیز کو حذف بھی کر دیتے ہیں جیسے کم مالُكَ اسمیں حذف تمیز کا قرینہ یہ ہے کہ مَالُكَ یہ معرفہ ہے اور کم معرفہ پر داخل نہیں ہوتا لہذا معلوم ہوا کہ یہاں تمیز محذوف ہے اصل میں تھا کم درهمًا مالك اورکم ضربتُ میں حذف تمیز کا قرینہ یہ ہے کہ کم فعل پر داخل نہیں ہوتا اور یہاں کم فعل پر داخل ہو رہا ہے معلوم ہوا کہ کم ضربت میں تمیز محذوف ہے ای کم ضربةً ضربت —

قوله اِنَّ کَمْ فِی الْوَجْهَیْنِ یَقَعُ مَنْصُوْبًا الخ یہاں صاحب ھدایۃ النحو کم کا اعراب بتانا چاہتے ہیں کہ کم استفہامیہ اور کم خبریہ محلا منصوب اور محلا مجرور اور محلا مرفوع ہو سکتا ہے محلا منصوب اسوقت ہو گا جب کہ اس کے بعد ایسا فعل یا شبہ فعل ہو جو کم کی ضمیر یا کم کے متعلق ضمیر کے سبب سے کم میں عمل کرنے سے اعراض نہ کر رہا ہو یعنی فعل یا شبہ فعل کم کی ضمیر یا اس کی ضمیر کے متعلق میں عمل نہ کر رہا ہو تو اس وقت کم فعل مذکور کے عمل کے موافق کم محلا منصوب ہو گا پھر منصوب ہونے کی تین صورتیں ہیں یا تو مفعول بہ ہو گا یا مفعول فیہ یا مفعول مطلق جیسے کم رجلاً ضربتُ اورکم غلامٍ ملکتُ پہلی مثال میں کم ضربت کا اور دوسری مثال میں کم ملکت کا مفعول بہ ہونے کی وجہ سے منصوب ہے اورکم ضربةً ضربتَ اورکم ضربةٍ ضربتُ ان دونوں مثالوں میں کم محلا منصوب ہے مفعول مطلق ہونے کی وجہ سے اورکم یومًا سرتَ اورکم یومًا صمتَ ان دونوں مثالوں میں کم مفعول فیہ ہونے کیوجہ سے منصوب ہے۔

قوله مَجْرُوْرًا الخ کم استفہامیہ اور خبریہ کبھی محلا مجرور ہو گا جب کہ اس سے پہلے حرف جر یا مضاف ہو جیسے بکم رجلاً مررتَ علی کم رجلٍ حکمتُ تو یہاں کم حرف جر کیوجہ سے محلا مجرور ہے غلامَ کم رجلاً ضربتَ اور مالَ کم رجلٍ سلبتُ یہاں کم مضاف الیہ ہونے کی وجہ سے محلا مجرور ہے

قوله وَمَرْفُوْعًا الخ جب ان دونوں وجہوں میں سے (جو کم کے محلا منصوب یا مجرور ہونے کے بیان میں ہے) کوئی وجہ نہ ہو تو اس وقت کم مبتدا ہونے کی وجہ سے مرفوع ہو گا بشرطیکہ ظرف نہ ہو جیسے کم رجلاً اخوكَ اور

کم رجلٍ ضربتہ اگر ظرف ہو تو خبر ہونے کی وجہ سے مرفوع ہوگا جیسے کم یوماً سفرک اور کم شہرٍ صومی

فصل اَلظُّرُوْفُ الْمَبْنِيَّةُ عَلٰی اَقْسَامٍ مِنْهَا مَاقُطِعَ عَنِ الْاِضَافَةِ بِاَنْ حُذِفَ الْمُضَافُ اِلَيْهِ كَقَبْلُ وَبَعْدُ وَفَوْقُ وَتَحْتُ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی لِلّٰهِ الْاَمْرُ مِنْ قَبْلُ وَمِنْ بَعْدُ اَیْ مِنْ قَبْلِ كُلِّ شَیْءٍ وَمِنْ بَعْدِ كُلِّ شَیْءٍ هٰذَا اِذَا كَانَ الْمَحْذُوْفُ مَنْوِيًّا لِلْمُتَكَلِّمِ وَاِلَّا لَكَانَتْ مُعْرَبَةً وَعَلٰی هٰذَا قُرِئَ لِلّٰهِ الْاَمْرُ مِنْ قَبْلٍ وَمِنْ بَعْدٍ وَتُسَمّٰی الْغَايَاتِ وَمِنْهَا حَيْثُ بُنِيَتْ تَشْبِيْهًا لَهَا بِالْغَايَاتِ لِمُلَازَمَتِهَا الْاِضَافَةَ اِلَی الْجُمْلَةِ فِی الْاَكْثَرِ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی سَنَسْتَدْرِجُهُمْ مِنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُوْنَ وَقَدْ يُضَافُ اِلَی الْمُفْرَدِ كَقَوْلِ الشَّاعِرِ ع اَمَا تَرٰی حَيْثُ سُهَيْلٍ طَالِعًا اَیْ مَكَانَ سُهَيْلٍ فَحَيْثُ هٰذَا بِمَعْنٰی مَكَانٍ وَشَرْطُهٗ اَنْ يُضَافَ اِلَی الْجُمْلَةِ نَحْوُ اِجْلِسْ حَيْثُ يَجْلِسُ زَيْدٌ وَمِنْهَا اِذَا وَهِیَ لِلْمُسْتَقْبِلِ وَاِذَا دَخَلَتْ عَلَی الْمَاضِیْ صَارَ مُسْتَقْبِلًا نَحْوُ اِذَا جَاءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَفِيْهَا مَعْنَی الشَّرْطِ وَيَجُوْزُ اَنْ تَقَعَ بَعْدَهَا الْجُمْلَةُ الْاِسْمِيَّةُ نَحْوُ اٰتِيْكَ اِذَا الشَّمْسُ طَالِعَةٌ وَالْمُخْتَارُ الْفِعْلِيَّةُ نَحْوُ اٰتِيْكَ اِذَا طَلَعَتِ الشَّمْسُ وَقَدْ تَكُوْنُ لِلْمُفَاجَاةِ فَيُخْتَارُ بَعْدَهَا الْمُبْتَدَاءُ نَحْوُ خَرَجْتُ فَاِذَا السَّبُعُ وَاقِفٌ وَمِنْهَا اِذْ وَهِیَ لِلْمَاضِیْ وَتَقَعُ بَعْدَهَا الْجُمْلَتَانِ الْاِسْمِيَّةُ وَالْفِعْلِيَّةُ نَحْوُ جِئْتُكَ اِذْ طَلَعَتِ الشَّمْسُ وَاِذِ الشَّمْسُ طَالِعَةٌ وَمِنْهَا اَيْنَ وَاَنّٰی لِلْمَكَانِ بِمَعْنَی الْاِسْتِفْهَامِ نَحْوُ اَيْنَ تَمْشِیْ وَاَنّٰی تَقْعُدُ وَبِمَعْنَی الشَّرْطِ نَحْوُ اَيْنَ تَجْلِسْ اَجْلِسْ وَاَنّٰی تَقُمْ اَقُمْ۔

ترجمہ : فصل اسماء ظروف کے بیان میں، اسمائے ظروف جو مبنی ہوتے ہیں وہ چند قسموں پر ہیں ان میں سے

وہ ہیں جو قطع کر لئے گئے ہوں اضافت سے 'اسطرح کہ ان کا مضاف الیہ حذف کر دیا گیا ہو جیسے قبل 'بعد 'فوق تحت 'اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا لِلّٰهِ الْاَمْرُ مِنْ قَبْلُ وَمِنْ بَعْدُ یعنی من قبل کل شئ ومن بعد کل شئ 'یہ اسوقت مبنی ہے جب کہ اسم محذوف متکلم کی نیت میں موجود ہو ورنہ البتہ یہ معرب ہوں گے اسی بنا پر پڑھا گیا الله الامر من قبل ومن بعد اور ان کا نام غایات رکھا جاتا ہے اور ان میں سے حیث ہے مبنی قرار دیا گیا ہے اس کو غایات 'کے ساتھ تشبیہ دیتے ہوئے بوجہ اس کو لازم ہونے اضافت کے الی الجملہ اکثر اوقات میں 'اللہ تعالیٰ نے فرمایا سنستدرجهم من حيث لا يعلمون اور کبھی مضاف ہوتا ہے مفرد کی طرف جیسے شاعر کے قول میں اما ترى حيث سهيلٍ طالعا کیا تو نے سہیل کی طرف نہیں دیکھا جس وقت وہ طلوع ہو رہا ہو یعنی سہیل کی جگہ کی جانب 'پس حیث اس جگہ مکان کے معنی میں ہے اور اس کی شرط یہ ہے کہ مضاف بنایا جائے جملہ کی طرف جیسے اجلس حيث يجلس زيد اور ان میں سے ایک اذا ہے اور مستقبل کیلئے آتا ہے اور جب یہ فعل ماضی پر داخل ہو تو مستقبل کے معنی دیتا ہے جیسے اِذَاجَاءَ نَصْرُ اللّٰهِ اور اسمیں شرط کے معنی ہوتے ہیں اور جائز ہے اسکے بعد جملہ اسمیہ واقع ہو جیسے اتيك اذا الشمس طالعة اور مختار جملہ فعلیہ ہے جیسے اتيك اذا طالعت الشمس اور کبھی مفاجات کیلئے بھی آتا ہے پس اسکے بعد مبتدا کا لانا مختار ہے جیسے خرجت فاذا السبع واقف اور ان میں سے ایک اذ ہے اور یہ ماضی کیلئے آتا ہے اور واقع ہوتے ہیں اس کے بعد دو جملے ایک اسمیہ اور دوسرا فعلیہ جیسے جئتك اذ طلعت الشمس اذ الشمس طالعة اور ان میں سے ایک این اور انی ہیں مکان کیلئے آتے ہیں استفہام کے معنی میں جیسے این تمشی اور انی تقعد اور شرط کے معنی میں بھی آتے ہیں جیسے این تجلس أجلس اور انی تقم اقم -

تجزیہ عبارت : مذکورہ عبارت میں صاحب ہدایۃ النحو نے اسمائے ظروف اور ان میں سے ہر ایک کی الگ الگ تفصیل بیان کی ہے -

تشریح :

قوله اَلظُّرُوْفُ الْمَبْنِيَّةُ عَلٰى اَقْسَامٍ الخ | یہاں سے صاحب ہدایۃ النحو مبنی کی اقسام میں سے آٹھویں قسم اسمائے ظروف کو بیان کر رہے ہیں -

اسماء ظروف کی کئی قسمیں ہیں ان میں سے بعض وہ ہیں جو اضافت سے قطع کئے گئے اسطرح کہ ان کا مضاف الیہ حذف کردیا گیا ہو جیسے قبل 'بعد 'فوق 'تحت جیسے اللہ تعالی کا قول لِلّٰهِ الامرُ من قبلُ ومن بعدُ یہاں پر قبل اور بعد کا مضاف الیہ حذف کردیا گیا ہے اصل میں یوں تھا ای من قبلِ کلِ شئ ومن بعدِ کلِّ شئٍ ۔

قوله اِذَا كَانَ الْمَحْذُوْفُ مَنْوِيًّا الخ | قبل اور بعد کی تین حالتیں ہیں دو حالتوں میں معرب اور ایک حالت میں مبنی وہ اس طرح کہ ان کا مضاف الیہ مذکور ہوگا یا محذوف ' اگر ان کا مضاف الیہ مذکور ہو تو اسوقت معرب ہوں گے 'اگر ان کا مضاف الیہ محذوف ہو تو پھر دو حال سے خالی نہیں یا تو ان کا مضاف الیہ نسیا منسیا محذوف ہوگا یا منویا محذوف ہوگا 'اگر ان کا مضاف الیہ نسیاً منسیاً محذوف ہو تو اس وقت معرب ہوں گے اگر مضاف الیہ منویا محذوف ہو تو اسوقت یہ مبنی علی الضم ہونگے مبنی اس لئے ہوں گے کہ یہ مضاف الیہ کے محتاج ہونے میں حرف کے مشابہ ہیں اور حرف مبنی الاصل ہے تو حرف کیساتھ مشابہت کی وجہ سے یہ بھی مبنی بن جائیں گے اور جو اسماء ظروف مقطوع عن الاضافة ہیں ان کا نام غایات رکھا جاتا ہے کیونکہ غایت کے معنی ہیں کسی شئ کی انتہا ان کو غایات اس لئے کہتے ہیں کہ انکو بولتے ہوئے یہ امید ہوتی ہے کہ ان کا تکلم ان کے مضاف الیہ پر ختم ہوگا تو جب انکے مضاف الیہ کو بلا عوض حذف کردیا جاتا ہے تو خلاف توقع ان کا تکلم انہی پر ختم ہو جاتا ہے تو گویا کہ یہ نطق میں غایت اور انتہا ہو گئے اسلئے ان کا نام ظروف غایات رکھا جاتا ہے۔

قوله وَمِنْهَا حَيْثُ الخ | اسمائے ظروف میں سے ایک حیث ہے جمہور کے نزدیک حیث ظروف مکان میں سے ہے اور اخفش کے نزدیک کبھی کبھی ظرف زمان کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے' یہ حیث اکثر جملہ کی طرف مضاف ہوتا ہے جیسے اللہ تعالی کا قول سنستدرجهم من حيث لايعلمون اور حیث کے مبنی ہونے کی وجہ یہ ہے کہ حیث جب جملہ کی طرف مضاف ہوتا ہے اور جملہ من حیث ھی جملہ اگرچہ مضاف اور مضاف الیہ نہیں ہوتا مگر بتاویل مصدر ہو کر مضاف الیہ بن جاتا ہے پس معلوم ہوا کہ حیث کا مضاف الیہ دراصل مصدر ہے جو کہ مذکور نہیں اور حیث عدم ذکر مضاف الیہ میں ان کی مشابہت ہے غایات یعنی ان ظروف کے ساتھ جو مقطوعة الاضافة ہیں اس بنا پر حیث مبنی ہے۔

قوله وَقَدْ يُضَافُ اِلَى الْمُفْرَدِ الخ حیث کبھی کبھی مفرد کی طرف بھی مضاف ہوتا ہے جیسے شاعر کا قول اما تری حیث سهيلٍ طالعاً میں حیث کی اضافت سہیل کی طرف ہے جو کہ مفرد ہے یعنی کیا تو نے سہیل ستارے کی طرف نہیں دیکھا کہ جس وقت وہ طلوع ہو رہا ہو اس جگہ حیث سہیل طالعا کے معنی مکان سہیل کے ہیں یعنی سہیل کے طلوع ہونے کی جگہ۔

ترکیب : اَمَا حرف تنبیہ تری فعل 'انتَ ضمیر فاعل' حیث مضاف 'سہیل ذوالحال' طالعا حال' ذوالحال حال مل کر مضاف الیہ 'مضاف مضاف الیہ مل کر مفعول فیہ 'فعل فاعل اور مفعول فیہ مل کر جملہ خبریہ ہوا۔

قوله وَشَرْطُهٗ اَنْ يُّضَافَ اِلَى الْجُمْلَةِ الخ اکثر استعمال میں حیث کی شرط یہ ہے کہ وہ جملہ کی طرف مضاف ہو' چاہے جملہ فعلیہ کی طرف مضاف ہو 'جیسے اِجْلِسْ حَيْثُ يَجْلِسُ زَيْدٌ کہ تو بیٹھ جا جس جگہ زید بیٹھا ہے' چاہے جملہ اسمیہ کی طرف مضاف ہو جیسے اِجْلِسْ حَيْثُ زَيْدٌ جَالِسٌ —

قوله وَمِنْهَا اِذَا وَهِيَ لِلْمُسْتَقْبِلِ الخ اسماء ظروف میں سے ایک اذا ہے اور یہ مستقبل کیلئے آتا ہے اور جب یہ ماضی پر داخل ہو تو اسے بھی مستقبل کے معنی میں کر دیتا ہے جیسے اِذَاجَاءَ نَصْرُ اللّٰہِ اور اذا کے اندر شرط کے معنی بھی پائے جاتے ہیں تو اس کے بعد جملہ فعلیہ لانا مختار ہے کیونکہ فعل کی شرط کیساتھ مناسبت ہے جیسے اٰتِيْكَ اِذَا طَلَعَتِ الشَّمْسُ اور اذا کے بعد جملہ اسمیہ کا واقع ہونا بھی جائز ہے جیسے اٰتِيْكَ اِذَا الشَّمْسُ طَالِعَةٌ اور کبھی اذا مفاجات کے لئے بھی آتا ہے تو اس وقت اس میں شرط کا معنی نہیں ہوتا تو اسوقت اسکے بعد مبتدا کا ہونا مختار ہے تاکہ اذا مفاجات اور شرطیہ میں فرق ہو جائے جیسے خَرَجتُ فاذا السبعُ واقِفٌ

قوله وَمِنْهَا اِذْ الخ اسماء ظروف میں سے ایک اذ ہے اور یہ ماضی کیلئے آتا ہے اگرچہ مستقبل پر داخل ہو اسکے بعد جملہ اسمیہ اور فعلیہ دونوں آسکتے ہیں 'جملہ فعلیہ کی مثال جِئْتُكَ اِذْطَلَعَتِ الشَّمْسُ اور جملہ اسمیہ کی مثال جِئتُكَ اذالشمسُ طالعةٌ —

قوله وَمِنْهَا اَيْنَ وَاَنّٰى الخ اسمائے ظروف میں سے ایک اَیْنَ اور اَنّٰی ہیں جو مکان کیلئے آتے ہیں بمعنی استفہام کے جیسے اَيْنَ تَمْشِي اور اَنّٰى تَقْعُدُ اور بمعنی شرط کے بھی آتے ہیں جیسے اَيْنَ تَجْلِسْ اَجْلِسْ اور اَنّٰى تقم اقم۔

وَمِنْهَا مَتٰى لِلزَّمَانِ شَرْطًا اَوْ اِسْتِفْهَامًا نَحْوُ مَتٰى تَصُمْ اَصُمْ وَمَتٰى تُسَافِرُ وَمِنْهَا كَيْفَ لِلْاِسْتِفْهَامِ حَالًا نَحْوُ كَيْفَ اَنْتَ اَىْ فِىْ اَىِّ حَالٍ اَنْتَ وَمِنْهَا اَيَّانَ لِلزَّمَانِ اِسْتِفْهَامًا نَحْوُ اَيَّانَ يَوْمُ الدِّيْنِ وَمِنْهَا مُذْ وَمُنْذُ بِمَعْنٰى اَوَّلِ الْمُدَّةِ اِنْ صَلَحَ جَوَابًا لِمَتٰى نَحْوُ مَا رَاَيْتُهٗ مُذْ اَوْمُنْذُ يَوْمَ الْجُمْعَةِ فِىْ جَوَابِ مَنْ قَالَ مَتٰى مَا رَاَيْتَ زَيْدًا اَىْ اَوَّلُ مُدَّةِ اِنْقِطَاعِ رُؤْيَتِىْ اِيَّاهُ يَوْمُ الْجُمْعَةِ وَبِمَعْنٰى جَمِيْعِ الْمُدَّةِ اِنْ صَلَحَ جَوَابًا لِكَمْ نَحْوُ مَا رَاَيْتُهٗ مُذْ اَوْمُنْذُ يَوْمَانِ فِىْ جَوَابِ مَنْ قَالَ كَمْ مُدَّةً مَا رَاَيْتَ زَيْدًا اَىْ جَمِيْعُ مُدَّةِ مَا رَاَيْتُهٗ يَوْمَانِ وَمِنْهَا لَدٰى وَلَدُنْ بِمَعْنٰى عِنْدَ نَحْوُ الْمَالُ لَدَيْكَ وَالْفَرْقُ بَيْنَهُمَا اَنَّ عِنْدَ لَايُشْتَرَطُ فِيْهِ الْحُضُوْرُ وَيُشْتَرَطُ ذٰلِكَ فِىْ لَدٰى وَلَدُنْ وَجَاءَ فِيْهِ لُغَاتٌ اُخَرُ لَدْنِ وَلُدْنِ وَلَدَنْ وَلَدْ وَلُدْ وَلُدُ وَمِنْهَا قَطُّ لِلْمَاضِى الْمَنْفِىِّ نَحْوُ مَارَاَيْتُهٗ قَطُّ وَمِنْهَا عَوْضُ لِلْمُسْتَقْبِلِ الْمَنْفِىِّ نَحْوُ لَا اَضْرِبُهٗ عَوْضُ وَاعْلَمْ اَنَّهٗ اِذَا اُضِيْفَ الظُّرُوْفُ اِلَى الْجُمْلَةِ اَوْ اِلٰى اِذْ جَازَ بِنَاؤُهَا عَلَى الْفَتْحِ كَقَوْلِهٖ تَعَالٰى هٰذَا يَوْمَ يَنْفَعُ الصَّادِقِيْنَ صِدْقُهُمْ وَيَوْمَئِذٍ وَحِيْنَئِذٍ وَكَذٰلِكَ مِثْلُ وَغَيْرُ مَعَ مَا وَاَنْ وَاَنَّ تَقُوْلُ ضَرَبْتُهٗ مِثْلَ مَاضَرَبَ زَيْدٌ وَغَيْرَ اَنْ ضَرَبَ زَيْدٌ وَمِنْهَا اَمْسِ بِالْكَسْرِ عِنْدَ اَهْلِ الْحِجَازِ وَالْخَاتِمَةُ فِىْ سَائِرِ اَحْكَامِ الْاِسْمِ وَلَوَاحِقِهٖ غَيْرَ الْاِعْرَابِ وَالْبِنَاءِ وَفِيْهَا فُصُوْلٌ۔

ترجمہ :اور اسماء ظروف میں سے ایک متی ہے جو زمان کیلئے آتا ہے جو شرط یا استفہام کے معنی کو متضمن ہوتا ہے جیسے متی تصم اصم اور متی تسافر اور ان میں سے ایک کیف ہے یہ حال دریافت کرنے کیلئے آتا ہے جیسے کیف انت یعنی تو کس حالت میں ہے اور ان میں سے ایک ایان ہے جو زمان کیلئے آتا ہے بطور استفہام کے جیسے ایا ن یوم الدین کہ قیامت کا دن کونسا ہے اور ان میں سے مذ اور منذ بھی ہیں جو اول مدت بیان کرنے کے

لیے آتے ہیں اگر متی کا جواب بننے کی صلاحیت رکھتے ہوں جیسے ما را یته، مذاو منذ یو م الجمعة کہ میں نے اسکو جمعہ کے دن سے نہیں دیکھا، یہ اس شخص کے جواب میں' جو کہے تو نے کب سے زید کو نہیں دیکھا یعنی اسکو میرے نہ دیکھنے کی اول مدت جمعہ کے دن سے ہے اور پوری مدت کے معنی میں بھی آتا ہے اگر وہ کم کا جواب بننے کی صلاحیت رکھتا ہو جیسے ما را ایته مذاو منذیومان کہ میں نے اس کو دو دن سے نہیں دیکھا یہ اس شخص کے جواب میں کہا جائے گا جو کہے کتنی مدت سے تو نے زید کو نہیں دیکھا، یعنی پوری مدت جسمیں میں نے اس کو نہیں دیکھا وہ دو دن ہیں اور ان میں سے لدی اور لدن ہیں جو عند کے معنی میں آتے ہیں جیسے المال لدیك کہ مال تیرے پاس ہے اور ان دونوں یعنی عند اور لدی میں فرق یہ ہے کہ عند کے لئے شئ کا حاضر ہونا ضروری نہیں اور لدی اور لدن میں شئ کا حاضر ہونا ضروری ہے اور لدن میں دوسری لغات بھی منقول ہیں لَدْنِ لُدْنِ لَدَنْ لَدْ لُدْ لُدُ اور ان میں سے قط ہے جو ماضی منفی کے لئے آتا ہے جیسے ما رایته قط میں نے اس کو ہرگز نہیں دیکھا ہے اور ان میں سے ایک عوض ہے جو مستقبل منفی کے لئے آتا ہے جیسے لا اضربه عوض کہ میں اس کو ہرگز نہیں ماروں گا اور تو جان کہ شان یہ ہے کہ جب ظروف کی جملہ یا اذ کی طرف اضافت کی جائے تو اذ کا فتحہ بر مبنی ہونا جائز ہے جیسے اللہ تعالی کا قول ہے ھذا یوم ینفع الصادقین صدقھم اور جیسے یومئذ حینئذ اور اس طرح کلمہ مثل اور غیر بھی جب کہ مَا اور اَنْ اور اَنَّ کے ساتھ ہوں جیسے تو کہے ضربته مثل ماضرب زید اور غیر اَنَّ ضرب زید اور ان میں سے ایک امس ہے جو کسرہ کے ساتھ ہے اہل حجاز کے نزدیک ' خاتمہ اس کے تمام احکام اور اسکے ملحقات کے بیان میں معرب اور مبنی کے علاوہ اور اسمیں دس فصلیں ہیں۔

تجزیہ عبارت : مذکورہ عبارت میں صاحب کتاب نے اسمائے ظروف میں سے مَتی کَیفَ اَیَّانَ مُذْ مُنذُ لَدٰی لَدُنْ قَطُّ عَوَضُ اور اَمْسِ کے متعلق تفصیل بیان کی ہے۔

تشریح : قوله وَمِنهَا مَتیٰ لِلزَّمَانِ الخ اسمائے ظروف میں سے ایک مَتی ہے یہ زمان کے ساتھ خاص ہے کبھی یہ شرط کیلئے آتا ہے جیسے متی تَصُمْ اَصُمْ کہ جب تو روزہ رکھے گا میں روزہ رکھوں گا اور یہ کبھی استفہام کے لئے آتا ہے جیسے متی تُسافِرُ تو کب سفر کریگا۔

قوله وَمِنهَا کَیفَ لِلاِستِفهَامِ اسمائے ظروف میں سے ایک کیف ہے اور کیف یہ حال دریافت کرنے کیلئے

آتا ہے جیسے کیف انتَ یعنی تو کس کیفیت وحالت میں ہے۔

قوله وَمِنْهَا اَيَّانَ لِلزَّمَانِ اسمائے ظروف میں سے ایک اَیَّانَ ہے یہ زمانے کیلئے آتا ہے اور ایان صرف استفہام کے ساتھ خاص ہے اس میں شرط کا معنی نہیں پایا جاتا جیسے اَیَّانَ یَوْمُ الدِّیْنِ کہ قیامت کا دن کونسا ہے۔

قوله وَمِنْهَا مُذْ وَ مُنْذُ الخ مذاور منذ یہ دو معنی کیلئے لاتے جاتے ہیں (۱) اول مدت بتانے کیلئے آتے ہیں اگر متی کا جواب بننے کی صلاحیت رکھتے ہوں جیسے ما رایتُه مذ او منذ یومَ الجمعةِ کہ میں نے اسکو جمعہ کے دن سے نہیں دیکھا یہ اس شخص کے جواب میں جو یہ کہے متی ما رایتَ زیداً (۲) کبھی مذ منذ پوری مدت بتانے کے لئے لائے جاتے ہیں اگر یہ کم کا جواب بننے کی صلاحیت رکھتے ہوں جیسے ما رایتُه مذ او منذ یومانِ اس شخص کے جواب میں جس نے یہ کہا ہو کم مدةً مارایتَ زیدًا کہ کتنی مدت سے تو نے زید کو نہیں دیکھا۔

فائدہ : مذاور منذ کے مبنی ہونے کی وجہ یہ ہے کہ وہ دونوں قلت بناء میں حروف جارہ کے مشابہ ہیں، دوسری وجہ یہ ہے کہ ان کو حروف مبنیہ کے ساتھ مشابہت حاصل ہے اور حروف مبنیہ غایت پر دلالت کرتے ہیں جس طرح حروف غایات کو اضافت سے قطع کیا جاتا ہے اسطرح مذاور منذ کو بھی اضافت سے قطع کر لیا جاتا ہے۔

اعتراض : یہاں پر اعتراض ہوتا ہے کہ مذ کو پہلے کیوں ذکر کیا منذ کو پہلے کیوں نہیں ذکر کیا مذ کو پہلے لانے کی وجہ ترجیح کیا ہے ؟

جواب : مذ یہ منذ سے خفیف ہے اس میں حروف کم ہیں اور جو چیز خفیف ہوتی ہے اسے پہلے ذکر کیا جاتا ہے اس لئے مذ کو مقدم کیا۔

وقوله وَمِنْهَا لَدٰی وَلَدُنْ الخ اسمائے ظروف میں سے لدی ولدن ہیں اور یہ عند کے معنی میں آتے ہیں جیسے اَلْمَالُ لَدَیْكَ کہ مال تیرے پاس ہے اور لدی لدن اور عند میں فرق یہ ہے کہ عند میں شئی کا قبضہ اور ملک میں ہونا کافی ہے ہر وقت پاس رہنا ضروری نہیں جیسے اَلْمَالُ عِنْدَ زَیْدٍ اس وقت کہیں گے جب مال زید کی ملکیت میں ہو خواہ وہ بینک میں ہو یا اس کے پاس ہو اور لدی و لدن میں ملکیت کافی نہیں بلکہ پاس حاضر ہونا ضروری ہے چنانچہ اَلْمَالُ لَدٰی زَیْدٍ اس وقت کہیں گے جب مال زید کے پاس موجود ہو لہذا عند عام ہے اور لدی ولدن خاص ہیں

اور اس میں اور بھی لغات ہیں لَدْنِ لُدْنِ لَدُنْ لَدْ لُدْ اور لُدْ

قولہ وَمِنهَا قَطُّ لِلمَاضِی المَنفِیِّ الخ اسمائے ظروف میں سے ایک قط ہے یہ ماضی منفی کی تاکید کے لئے آتا ہے اور استغراق نفی کا فائدہ دیتا ہے جیسے ما رایتہٗ قطُّ کہ میں نے اسے کبھی بھی نہیں دیکھا اور قط میں کئی لغات ہیں(۱) قاف کے فتحہ اور طاء مشددہ کے ضمہ کے ساتھ جیسے قَطُّ(۲) قاف اور طاء مشددہ کے ضمہ کے ساتھ قُطُّ(۳) قاف کے ضمہ اور طاء مشددہ کے کسرہ کے ساتھ جیسے قُطِّ (۴) قاف کے ضمہ اور طاء مشددہ کے فتحہ کے ساتھ جیسے قُطَّ(۵) قاف کے فتحہ اور طاء مخففہ کے ضمہ کے ساتھ جیسے قَطُ (۶) قاف کے ضمہ اور طاء مخففہ کے ضمہ کے ساتھ جیسے قُطُ ۔

قولہ وَمِنهَا عَوضُ لِلمُستَقبِلِ المَنفِیِّ الخ اسمائے ظروف میں سے ایک عوض ہے یہ مستقبل منفی کی تاکید کے لئے آتا ہے بطور استغراق کے جیسے لا اَضرِبُہٗ عَوضُ کہ میں اسے کبھی نہیں ماروں گا اور چونکہ عوض کا مضاف الیہ محذوف منوی ہوتا ہے قبل اور بعد کی طرح اس لئے یہ مبنی ہوگا۔

قولہ وَاعلَم اَنَّہٗ اِذَا اُضِیفَ الظُّرُوفُ اِلَی الجُملَۃِ الخ یہ ظروف جب جملہ کی طرف مضاف ہوں یا اذ کی طرف مضاف ہوں تو ان کا فتحہ پر مبنی ہونا جائز ہے جیسے یَومَ یَنفَعُ الصّٰدِقِینَ صِدقُهُم یوم یہ ظروف میں سے ہے اور جملہ کی طرف مضاف ہے اسلئے مبنی بر فتحہ ہے اسی طرح یومئذٍ اور حینئذٍ اس مثال میں یوم اور حین اذ کی طرف مضاف ہیں اس لئے یہ مبنی بر فتحہ ہیں مصنفؒ نے جاز کا لفظ لاکر اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ ان کا معرب ہونا بھی جائز ہے۔

قولہ وَکَذٰلِکَ مِثلُ وَ غَیرُ الخ یہاں سے مصنفؒ ایک قاعدہ بیان کر رہے ہیں کہ مثل اور غیر کے بعد جب ما اور اَن مصدریہ واقع ہو تو اسمائے ظروف کی طرح انہیں مبنی بر فتحہ پڑھنا بھی جائز ہے اور معرب پڑھنا بھی جائز ہے مثل اور غیر جملہ کی طرف مضاف ہونے میں ظروف مذکورہ کے ساتھ مشابہت رکھتے ہیں اس لئے ان کا مبنی بر فتحہ ہونا بھی جائز ہے جیسے ضَرَبتُہٗ مِثلَ مَا ضَرَبَ زَیدٌ اور ضَرَبتُہٗ غَیرَ اَنَّ ضَرَبَ زَیدٌ ۔

قولہ ومنھا امس الخ اسماء ظروف میں سے ایک امس ہے اور یہ کل گذشتہ کے معنی دیتا ہے جیسے جاء نی زیدٌ امسِ آیا میرے پاس زید کل گذشتہ اہل حجاز کے نزدیک یہ مبنی بر کسرہ ہے اور معرفہ بھی ہے اور بعض کے

نزدیک یہ معرب اور معرفہ ہے لیکن جب یہ مضاف ہویا اس پر الف لام داخل ہو یا نکرہ کیا جائے ان تینوں صورتوں میں بالاتفاق معرب ہوا کرتا ہے۔

قولہ وَالْخَاتِمَةُ فِیْ سَائِرِ الخ مصنفؒ نے باب اول میں معرب کا بیان اور باب ثانی میں مبنی کے بیان کو ذکر کرنے کے بعد تیسرے جزء میں خاتمے کا بیان فرمارہے ہیں اور یہ خاتمہ اسم کے تمام احکام اور ان کے متعلقات کے بیان میں ہوگا لیکن معرب اور مبنی کا بیان نہیں کریں گے کیونکہ مصنفؒ ان دونوں کی تفصیل بیان کر چکے اور اس میں دس فصلیں ہوں گی۔

فصل :اِعْلَمْ اَنَّ الْاِسْمَ عَلٰی قِسْمَيْنِ مَعْرِفَةٌ وَنَكِرَةٌ اَلْمَعْرِفَةُ اِسْمٌ وُضِعَ لِشَيْءٍ مُعَيَّنٍ وَهِيَ سِتَّةُ اَقْسَامٍ اَلْمُضْمَرَاتُ وَالْاَعْلَامُ وَالْمُبْهَمَاتُ اَعْنِیْ اَسْمَاءَ الْاِشَارَاتِ وَالْمَوْصُوْلَاتِ وَالْمُعَرَّفُ بِاللَّامِ وَالْمُضَافُ اِلٰی اَحَدِهَا اِضَافَةً مَعْنَوِيَّةً وَالْمُعَرَّفُ بِالنِّدَاءِ وَالْعَلَمُ مَا وُضِعَ لِشَيْءٍ مُعَيَّنٍ لَا يَتَنَاوَلُ غَيْرَهُ بِوَضْعٍ وَاحِدٍ وَاَعْرَفُ الْمَعَارِفِ اَلْمُضْمَرُ الْمُتَكَلِّمُ نَحْوُ اَنَا وَنَحْنُ ثُمَّ الْمُخَاطَبُ نَحْوُ اَنْتَ ثُمَّ الْغَائِبُ نَحْوُ هُوَ ثُمَّ الْعَلَمُ ثُمَّ الْمُبْهَمَاتُ ثُمَّ الْمُعَرَّفُ بِاللَّامِ ثُمَّ الْمُعَرَّفُ بِالنِّدَاءِ وَالْمُضَافُ فِیْ قُوَّةِ الْمُضَافِ اِلَيْهِ اَلنَّكِرَةُ مَا وُضِعَ لِشَيْءٍ غَيْرِ مُعَيَّنٍ كَرَجُلٍ وَفَرَسٍ۔

ترجمہ : فصل تو جان بے شک اسم دو قسموں پر ہے معرفہ اور نکرہ، معرفہ وہ اسم ہے جو شئ معین کے لئے وضع کیا گیا ہو اور یہ چھ قسموں پر مشتمل ہے مضمرات، اعلام، مبہمات، اسمائے اشارات اور موصولات اور معرف باللام اور جو ان میں سے کسی ایک کی طرف مضاف ہو اضافت معنویہ کے ساتھ اور معرفہ بالنداء اور علم وہ اسم ہے جو شئ معین کے لئے وضع کیا گیا ہو جو اپنے غیر کو ایک وضع سے شامل نہ ہو اور معرفہ میں سب سے زیادہ معرفہ ضمیر متکلم ہے جیسے انا نحن پھر ضمیر مخاطب جیسے انت پھر غائب جیسے ھو پھر علم پھر مبہمات پھر معرف باللام پھر معرفہ بالنداء ہے اور مضاف درحقیقت مضاف الیہ کی قوۃ میں ہوتا ہے اور نکرہ وہ اسم ہے جو غیر معین شئ کیلئے وضع کیا گیا ہو جیسے فرس رجل۔

تجزیہ عبارت : مذکورہ عبارت میں مصنفؒ نے معرفہ اور نکرہ کی تعریف کی ہے اور اس کے بعد معرفہ کی چھ اقسام بیان کی ہیں۔

تشریح : **قوله اِعْلَمْ اَنَّ الْاِسْمَ عَلٰی قِسْمَیْنِ** الخ اسم کی دو قسمیں ہیں معرفہ اور نکرہ، معرفہ وہ اسم ہے جو شیٔ معین کیلئے وضع کیا گیا ہو یعنی کسی ایسی چیز کیلئے وضع کیا گیا ہو جو متکلم اور مخاطب کے درمیان معین اور معلوم ہو جیسے زیدٌ وخالدٌ اور الرجلُ۔

قوله وَهِیَ سِتَّةُ اَقْسَامٍ الخ یہاں سے مصنفؒ معرفہ کی چھ قسمیں بیان کرتے ہیں (۱) مضمرات جیسے انا نحن وغیرہ (۲) اعلام یعنی جو کسی خاص شہر یا خاص آدمی یا خاص چیز کا نام ہو جیسے خالد و دہلی و زم زم (۳) اسمائے اشارہ وہ اسم ہے جس سے کسی چیز کی طرف اشارہ کیا جائے ھذا قلمٌ ذالك الكتاب اسم موصول یعنی وہ اسم ہے جو صلہ کے ساتھ مل کر جملہ کا پورا جزء بنے جیسے جَاءَ الَّذِیْ اَبُوْهُ عَالِمٌ مصنفؒ نے اسمائے اشارہ اور اسمائے موصولہ کو اکٹھا بیان کر کے انکا نام مبہمات رکھ دیا اس لئے کہ اسم اشارہ بغیر مشار الیہ کے مخاطب کے نزدیک مبہم ہوتا ہے اسی طرح اسم موصول بغیر صلہ کے مخاطب رکھ دیا جاتا ہے (۴) معرف باللام یعنی وہ اسم نکرہ جس پر الف لام داخل کر کے معرفہ بنا دیا گیا ہو جیسے الرجل الفرس (۵) وہ اسم جو ان چار قسموں میں سے کسی ایک کی طرف مضاف ہو اضافت معنویہ کیساتھ، ضمیر کی طرف مضاف ہو جیسے غلامه، علم کی طرف مضاف ہو جیسے ساکن الدھلی، اسم اشارہ کی طرف مضاف ہو جیسے کتاب ھذا، اسم موصول کی طرف مضاف ہو جیسے غلام الذی عندک، معرف باللام کی طرف مضاف ہو جیسے قلم الرجل (۶) معرفہ بالنداء یعنی وہ اسم جو پکارنے کی وجہ سے معرفہ بن جائے جیسے یا رجلُ۔

قوله وَالْعَلَمُ مَا وُضِعَ الخ یہاں سے مصنفؒ علم کی تعریف کرتے ہیں وہ اسم ہے جو کسی شیٔ معین کے لئے وضع کیا گیا ہو اور وہ اس وضع کے اعتبار سے غیر کو شامل نہ ہو جیسے زید جب کسی معین شخص کا نام رکھ دیا جائے تو اس وقت وضع خاص کے اعتبار سے غیر کو شامل نہ ہوگا علم کی تین قسمیں ہیں (۱) کنیت جیسے ابو البقاء اور ابو بکر (۲) لقب جیسے صدیق (۳) علم محض جیسے زید عمران وغیرہ۔

اعتراض : یہاں پر اعتراض ہوتا ہے کہ صاحب ہدایۃ النحو نے معرفہ کی اقسام میں سے صرف علم کی تعریف کیوں کی اور باقی قسموں کی تعریف کیوں نہیں کی؟

جواب : باقی اقسام کی تعریف ما قبل میں گذر چکی ہے اگر ان کی تعریف دوبارہ کی جاتی تو تحصیل حاصل کی خرابی لازم آجاتی لیکن علم کی تعریف ما قبل میں ذکر نہیں کی اس لئے مصنفؒ نے فقط علم کی تعریف ذکر کی ہے۔

قوله وَاَعْرَفُ الْمَعَارِفِ الخ یہاں سے مصنف ایک فائدہ بیان کرتے ہیں کہ معرفوں میں سب سے زیادہ کامل اور اکمل معرفہ ضمیر متکلم ہے چاہے واحد متکلم ہو جیسے انا چاہے جمع متکلم ہو جیسے نحن اور اس کے بعد زیادہ معرفہ ضمیر مخاطب ہے جیسے انت انتما اور اس کے بعد ضمیر غائب ہے جیسے ھو پھر اس کے بعد علم کا درجہ ہے پھر اس کے بعد مبہمات، پھر اس کے بعد معرف باللام پھر معرفہ بالندا۔

قوله وَ الْمُضَافُ الخ مضاف تعریف کے مذکورہ مراتب کے لحاظ سے اور قوۃ کے لحاظ سے اپنے مضاف الیہ کی قوت کے مساوی ہوتا ہے کیونکہ مضاف اپنے مضاف الیہ سے تعریف کو حاصل کرتا ہے اس لئے مضاف مرتبے میں مضاف الیہ کے مساوی ہوگا یہ سیبویہ کا مذہب ہے لیکن مبرد کا مذہب یہ ہے کہ مضاف اپنے مضاف الیہ سے کم اور ناقص ہوتا ہے کیونکہ وہ مضاف الیہ سے تعریف حاصل کرتا ہے اور کاسب اور مکسوب ایک درجہ میں نہیں ہو سکتے اسلئے مضاف الیہ سے ناقص اور کم ہوگا۔

قوله وَالنَّكِرَةُ الخ یہاں سے مصنفؒ نکرہ کی تعریف کرتے ہیں نکرہ اس اسم کو کہتے ہیں جو غیر معین شی کیلئے وضع کیا گیا ہو نکرہ کی علامت یہ ہے کہ وہ لام کو قبول کرتا ہے جیسے رجل سے الرجل اور ربّ اور کم خبریہ کا داخل ہونا اس پر صحیح ہوتا ہے اسطرح اس کا حال اور تمیز اور لا بمعنی لیس کا اسم واقع ہونا درست ہوتا ہے۔

فصل: اَسْمَاءُ الْعَدَدِ مَاوُضِعَ لِيَدُلَّ عَلٰى كَمِيَّةِ اٰحَادِ الْاَشْيَاءِ وَاُصُوْلُ الْعَدَدِ اِثْنَتَا عَشَرَةَ كَلِمَةً وَاحِدَةٌ اِلٰى عَشَرَةٍ وَمِائَةٌ وَاَلْفٌ وَاِسْتِعْمَالُهٗ مِنْ وَاحِدٍ اِلٰى اِثْنَيْنِ عَلَى الْقِيَاسِ اَعْنِيْ لِلْمُذَكَّرِ بِدُوْنِ التَّاءِ وَلِلْمُؤَنَّثِ بِالتَّاءِ تَقُوْلُ فِيْ رَجُلٍ وَاحِدٌ وَفِيْ رَجُلَيْنِ اِثْنَانِ وَفِيْ اِمْرَاَةٍ وَاحِدَةٌ وَفِيْ اِمْرَاَتَيْنِ اِثْنَتَانِ وَثِنْتَانِ وَ مِنْ ثَلٰثَةٍ اِلٰى عَشَرَةٍ عَلٰى خِلَافِ الْقِيَاسِ اَعْنِيْ لِلْمُذَكَّرِ بِالتَّاءِ تَقُوْلُ ثَلٰثَةُ رِجَالٍ اِلٰى عَشَرَةِ رِجَالٍ وَلِلْمُؤَنَّثِ بِدُوْنِهَا تَقُوْلُ ثَلٰثُ نِسْوَةٍ اِلٰى عَشْرِ نِسْوَةٍ وَبَعْدَ الْعَشَرَةِ تَقُوْلُ اَحَدَ عَشَرَ رَجُلًا وَاِثْنَا عَشَرَ رَجُلًا وَثَلٰثَةَ عَشَرَ رَجُلًا اِلٰى

تِسْعَةَ عَشَرَ رَجُلاً وَاِحْدٰی عَشَرَةَ اِمْرَاۃً اِثْنَتَا عَشَرَةَ اِمْرَاۃً وَثَلٰثَ عَشَرَةَ اِمْرَاۃً اِلٰی تِسْعَ عَشَرَةَ اِمْرَاۃً وَبَعْدَ ذٰلِکَ تَقُوْلُ عِشْرُوْنَ رَجُلاً وَعِشْرُوْنَ اِمْرَاۃً بِلاَفَرْقٍ بَیْنَ الْمُذَکَّرِ وَالْمُؤَنَّثِ اِلٰی تِسْعِیْنَ رَجُلاً وَ اِمْرَاۃً وَاحَدٌ وَعِشْرُوْنَ رَجُلاً وَاِحْدٰی وَعِشْرُوْنَ اِمْرَاۃً وَاِثْنَانِ وَعِشْرُوْنَ رَجُلاً وَاِثْنَتَانِ وَ عِشْرُوْنَ اِمْرَاۃً وَثَلٰثَۃٌ وَعِشْرُوْنَ رَجلاً وَ ثَلٰثٌ وَعِشْرُوْنَ اِمْرَاۃً اِلٰی تِسْعَةٍ وَتِسْعِیْنَ رَجُلاً وَتِسْعٌ وَتِسْعِیْنَ اِمْرَاۃً ثُمَّ تَقُوْلُ مِائَةُ رَجُلٍ وَمِائَةُ اِمْرَاۃٍ وَاَلْفُ رَجُلٍ وَاَلْفُ اِمْرَاۃٍ وَمِائَتَا رَجُلٍ وَمِائَتَا اِمْرَاۃٍ وَاَلْفَا رَجُلٍ وَاَلْفَا اِمْرَاۃٍ بِلاَفَرْقٍ بَیْنَ الْمُذَکَّرِ وَالْمُؤَنَّثِ فَاِذَا زَادَ عَلَی الْمِائَةِ وَالْاَلْفِ یُسْتَعْمَلُ عَلٰی قِیَاسِ مَا عَرَفْتَ وَیُقَدَّمُ الْاَلْفُ عَلَی الْمِائَةِ وَالْمِائَةُ عَلَی الْاٰحَادِ وَالْاٰحَادُ عَلَی الْعَشَرَاتِ تَقُوْلُ عِنْدِیْ اَلْفٌ وَمِائَةٌ وَاحَدٌ وَعِشْرُوْنَ رَجُلاً وَاَلْفَانِ وَمِائَتَانِ وَاِثْنَانِ وَعِشْرُوْنَ رَجُلاً وَاَرْبَعَةُ اٰلَافٍ وَتِسْعُ مِائَةٍ وَخَمْسٌ وَاَرْبَعُوْنَ اِمْرَاۃً وَعَلَیْکَ بِالْقِیَاسِ۔

ترجمه : فصل اسمائے عدد کے بیان میں' اسم عدد وہ اسم ہے جو وضع کیا گیا ہو تا کہ دلالت کرے اشیاء کی افراد کی مقدار پر' اور اصول عدد بارہ کلمات ہیں واحد سے عشر تک اور مائۃ اور الف اور ان کا استعمال ایک سے دو تک قیاس کے مطابق آتا ہے یعنی مذکر کیلئے بغیر تاء کے اور مؤنث کیلئے تا کیساتھ جیسے تو رجل کے بارے میں کہے واحد اور رجلین کے بارے میں کہے اثنان اور امراۃ کے بارے میں واحدۃ اور امراتین کے بارے میں اثنتان وثنتان اور ثلاثۃ سے عشر تک خلاف قیاس آتا ہے یعنی مذکر کیلئے تاء کے ساتھ اور مؤنث کیلئے بغیر تاء کے جیسے تو کہے ثلثۃ رجال سے عشرۃ رجال تک اور مؤنث کیلئے بغیر تاء کے ثلث نسوۃ سے عشر نسوۃ تک اور عشر کے بعد تو یوں کہے احد عشر رجلا واثنتا عشر رجلا وثلثۃ عشر رجلا سے تسعۃ عشر رجلا واحدی عشرۃ امراۃ اواثنتا عشرۃ امراۃ اور ثلث عشرۃ امراۃ تسع عشرۃ امراۃ تک اور اسکے

بعد تو کہے عشرون رجلا وعشرون امراة مذکر اور مؤنث میں فرق کے بغیر تسعون رجلا وامراة تک اور احد وعشرون رجلا واحدی و عشرون امراة و ثنان وعشرون رجلا اور اثنتان وعشرون امراة ثلثة وعشرون رجلا وثلث وعشرون امراةتسعة وتسعون رجلا وتسع وتسعون امراة تک اسکے بعد تو کہے مائة رجل ومائة امراة والف رجل والف امراة ومائتا رجل ومائتا امراة والفا رجل والفا امراة مذکر اور مؤنث میں فرق کئے بغیر پس جب مائة اور الف پر زائد ہو جائے تو اس کو استعمال کیا جائے گا اس طریقے پر جو آپ نے پہچان لیا ہے اور الف کو مقدم کیا جائے گا مائة پر اور مائة کو مقدم کیا جائے احاد پر اور احاد کو عشرات پر جیسے تو کہے عندی الف ومائة واحد وعشرون رجلا وعندی الفان ومائتان واثنان وعشرون رجلا واربعة الاف وتسع مائة وخمس واربعون امراة اور تجھ پر لازم ہے باقی اعداد کو قیاس کرنا اسی قاعدے کے مطابق -

تجزیہ عبارت: مذکورہ عبارت میں صاحب ہدایۃ النحو نے اسمائے عدد کی تعریف کرنے کے بعد اسمائے عدد کے استعمال کا طریقہ بتایا ہے-

تشریح :

قوله اَسْمَاءُ الْعَدَدِ الخ یہاں سے مصنفؒ اسم عدد کی تعریف کرتے ہیں کہ اسم عدد وہ اسم ہے جسے چیزوں کے افراد کی مقدار بیان کرنے کیلئے وضع کیا گیا ہو جیسے ثلثة رجال اس مثال میں ثلثۃ اسمائے عدد میں سے ہے اور رجل کے تین افراد پر دلالت کرتا ہے-

قوله وَاُصُوْلُ الْعَدَدِ الخ یہاں سے مصنفؒ اسمائے عدد کے اصول بیان کرتے ہیں یعنی وہ اسمائے عدد جن سے دوسرے اسماء بنتے ہیں وہ بارہ کلمے ہیں واحد سے لے کر عشر تک اور مائۃ اور الف 'اور باقی اعداد انہی بارہ کلموں سے بنیں گے-

قوله وَاسْتِعْمَالُهٗ مِنْ وَاحِدٍ الخ ایک سے لے کر دو تک موافق قیاس یعنی اگر معدود مذکر ہے تو عدد بھی مذکر ہو گا یعنی مذکر میں بغیر تاء کے جیسے رجل واحد اور رجلان اثنان اگر معدود مؤنث ہو تو عدد بھی مؤنث ہو گا

جیسے امراۃ واحدۃ امراتان اثنتان

قولہ وَمِنْ ثَلٰثَةٍ اِلٰی عَشَرَۃ الخ تین سے لے کر دس تک اعداد خلاف قیاس آتے ہیں یعنی اگر معدود مذکر ہے تو عدد مؤنث ہوگا جیسے ثلثۃ رجال عشرۃ رجال اور اگر معدود مؤنث ہے تو عدد مذکر آئے گا جیسے ثلث نسوۃ عشر نسوۃ۔

قولہ بَعْدَ الْعَشَرَۃ الخ گیارہ اور بارہ میں عدد موافق قیاس آتا ہے اگر معدود مذکر ہو تو عدد بھی مذکر ہوگا اگر معدود مؤنث جیسے احد عشر رجلا اور اثنا عشر رجلا واحدی عشرۃ امراۃ واثنتا عشرۃ امراۃ اور تیرہ سے لے کر انیس تک اگر معدود مذکر ہوگا تو عدد کا پہلا حصہ خلاف قیاس یعنی مؤنث لایا جائے گا اور دوسرا جزء موافق قیاس یعنی مذکر لایا جائے جیسے ثلثۃ عشر رجلا سے تسعۃ عشر رجلا تک اور اگر معدود مؤنث ہے تو عدد کا پہلا حصہ خلاف قیاس یعنی مذکر اور دوسرا جز موافق قیاس یعنی مؤنث لایا جائے گا جیسے ثلث عشرۃ امراۃ سے تسع عشرۃ امراۃ تک۔

قولہ وَبَعْدَ ذَالِكَ تَقُوْلُ عِشْرُوْنَ رَجُلًا الخ عشرون ثلاثون سے لیکر تسعون تک مذکر اور مؤنث دونوں کیلئے اسم عدد برابر استعمال ہوتے ہیں مذکر اور مؤنث میں فرق کئے بغیر جیسے عشرون رجلا عشرون امراۃ تسعون رجلا تسعون امراۃ وغیرہ۔

قولہ وَاحَدٌ وَّعِشْرُوْنَ الخ اکیس بائیس اکتیس بتیس اسی طرح اکانوے بانوے تک اسم عدد کا استعمال موافق قیاس ہوگا یعنی اگر معدود مذکر ہے تو عدد بھی مذکر ہوگا احد و عشرون رجلا اثنان وعشرون رجلا اور اگر معدود مؤنث ہے تو عدد بھی مؤنث ہوگا جیسے احدی وعشرون امراۃ اور اثنتان وعشرون امراۃ۔

قولہ وَثَلٰثَةٌ وَّعِشْرُوْنَ الخ تیئیس سے لے کر انتیس تک اسی طرح تینتیس سے لے کر انتالیس تک اسطرح چلتے چلتے ترانوے سے لے کر ننانوے تک پہلا عدد خلاف قیاس اور دوسرا عدد اپنی حالت پر رہتا ہے یعنی اگر معدود مذکر ہے تو پہلا عدد خلاف قیاس مؤنث ہوگا اور دوسرا اپنی حالت پر رہیگا جیسے ثلثۃ وعشرون رجلا سے تسعۃ وعشرون رجلا تک اور ثلثہ وثلاثون رجلا سے تسعۃ وثلاثون رجلا تک اسی طرح چلتے چلتے ثلثۃ و تسعون رجلا سے تسعۃ وتسعون رجلا تک اور اگر معدود مؤنث ہو تو پہلا عدد خلاف قیاس مذکر

... عدد ... پڑے گا جیسے ثلث وعشرون امراۃ سے تسع وعشرون امراۃ اسی طرح چلتے چلتے ... تسعون سے تسع وتسعون امراۃ تک۔

قوله ثُمَّ تَقُوْلُ مِائَةُ الخ مائۃ اور الف اور ان دونوں کا تثنیہ مائتان اور الفان مذکر اور مونث دونوں کیلئے برابر استعمال ہوتا ہے جیسے مائة رجل ومائة امراة الف رجل الف امراة مائتنا رجل ومائتنا امراة الفا رجل الفا امراۃ مذکر ومونث میں فرق کئے بغیر استعمال ہوتا ہے۔

قوله فَاِذَا زَادَ الْمِائَةُ الخ جب عدد مائۃ اور الف پر زائد ہو جائے تو اس پر زائد کا عطف اسی طریقے سے ہوگا جیسے تم واحد سے لیکر تسع تک اور تسع وتسعون تک پہچان چکے ہو سب سے پہلے الف لائیں گے پھر اس کے بعد مائۃ کو لائیں پھر احاد کو پھر عشرات کو جیسے تو کہے عندی الف و مائة و احد وعشرون رجلا وعندی الفان ومائتان واثنان وعشرون رجلا وعندی اربعة الاف وتسع مائة وخمس واربعون امراة اتنی مثالیں پڑھ لینے کے بعد اگلے اعداد کو اسی قاعدے کے مطابق مثالیں نکال لینا آپ کے ذمہ ہے۔

وَاعْلَمْ اَنَّ الْوَاحِدَ وَ الْاِثْنَيْنِ لَا مُمَيِّزَ لَهُمَا لِاَنَّ لَفْظَ الْمُمَيِّزِ يُغْنِىْ عَنْ ذِكْرِ الْعَدَدِ فِيْهِمَا تَقُوْلُ عِنْدِىْ رَجُلٌ وَرَجُلَانِ وَاَمَّا سَائِرُ الْاَعْدَادِ فَلَابُدَّ لَهَا مِنْ مُمَيِّزٍ فَتَقُوْلُ مُمَيِّزُ الثَّلٰثَةِ اِلَى الْعَشَرَةِ مَخْفُوْضٌ مَجْمُوْعٌ تَقُوْلُ ثَلٰثَةُ رِجَالٍ وَثَلٰثُ نِسْوَةٍ اِلَّا اِذَا كَانَ الْمُمَيِّزُ لَفْظَ الْمِائَةِ فَحِيْنَئِذٍ يَكُوْنُ مَخْفُوْضًا مُفْرَدًا تَقُوْلُ ثَلٰثُ مِائَةٍ وَتِسْعُ مِائَةٍ وَالْقِيَاسُ ثَلٰثُ مِأٰتٍ اَوْمِئِيْنَ وَمُمَيِّزُ اَحَدَ عَشَرَ اِلٰى تِسْعَةٍ وَتِسْعِيْنَ مَنْصُوْبٌ مُفْرَدٌ تَقُوْلُ اَحَدَ عَشَرَ رَجُلًا وَاِحْدٰى عَشَرَةَ اِمْرَاَةً وَتِسْعَةٌ وَتِسْعُوْنَ رَجُلًا وَتِسْعٌ وَتِسْعُوْنَ اِمْرَاَةً وَمُمَيِّزُ مِائَةٍ وَاَلْفٍ وَتَثْنِيَتُهُمَا وَجَمْعِ الْاَلْفِ مَخْفُوْضٌ مُفْرَدٌ تَقُوْلُ مِائَةُ رَجُلٍ وَمِائَةُ اِمْرَاَةٍ وَاَلْفُ رَجُلٍ وَاَلْفُ اِمْرَاَةٍ وَمِائَتَا رَجُلٍ وَمِائَتَا اِمْرَاَةٍ وَاَلْفَا رَجُلٍ وَاَلْفَا اِمْرَاَةٍ وَثَلٰثَةُ اٰلَافِ رَجُلٍ وَثَلٰثُ اٰلَافِ اِمْرَاَةٍ وَقِسْ عَلٰى هٰذَا۔

ترجمہ : اور تو جان بیشک واحد اور اثنین ان دونوں کی کوئی تمیز نہیں ہوتی اس لئے کہ ممیّز کا لفظ مستغنی کر دیتا ہے ان دونوں میں عدد کے ذکر کرنے سے' جیسے تو کہے عندی رجل وعندی رجلان 'باقی اعداد کے لئے ضروری ہے کسی تمیز دینے والے کا ہونا' پس تو کہے ثلث سے عشر تک تمیز مجرور جمع ہوگی جیسے ثلثة رجال وثلث نسوة مگر جب تمیز دینے والا لفظ مائة ہو تو اس وقت تمیز مجرور مفرد ہوگی جیسے ثلثة مائةوتسع مائة حالانکہ قیاس کا تقاضا ثلث مات یامئین تھا اور احد عشر سے تسعہ وتسعین تک تمیز منصوب اور مفرد ہوگی جیسے تو کہے احد عشر رجلا اوراحدی عشره امراة اور تسعة و تسعون رجلا اور تسع وتسعون امراة اور مائة اور الف کی تمیز اور ان دونوں کے تثنیہ کی اور الف کی جمع کی تمیز مجرور مفرد ہوگی جیسے کہے مائة رجل مائة امراة الف رجل الف امراة ومائتا رجل ومائتاامراة والفا رجل والفاامراة اورثلث الاف رجل اورثلث الاف امراة اسی پر باقی اعداد کو قیاس کیجئے۔

تجزیہ عبارت : یہاں سے مصنف" اسمائے عدد کی تمیز بیان کرتے ہیں کہ مذکر آئے گی یا مؤنث واحد آئے گی یا جمع' اسکا اعراب جر ہوگا یا نصب۔

تشریح :

قوله وَاعْلَمْ اَنَّ الْوَاحِدَ الخ لفظ واحد اور اثنین اور ایسے ہی واحدة اور ثنتین انکی تمیز آتی ہی نہیں کیونکہ تمیز اسکی لائی جاتی ہے جس میں ابہام ہو واحد اور اثنان اپنے مقصود پر دلالت کرتے ہیں معدود کی وحدت وتثنیہ میں ہیں لہٰذا بنفس خود انکی تمیز لانیکی ضرورت نہیں جیسے عندی رجل اور عندی رجلان۔

قوله وَاَمَّا سَائِرُ الْاَعْدَادِ الخ واحد اور اثنان کے علاوہ باقی تمام اعداد کی تمیز آتی ہے ثلثہ سے لیکر عشر تک ان کی تمیز مجرور جمع ہوتی ہے چاہے لفظاً جمع ہو جیسے ثلثة رجال اور ثلث نسوة چاہے معنیً جمع ہو جیسے ثلثة رھط 'ان کی تمیز کا مجرور ہونا اس لئے ہے کہ اکثر استعمال میں عدد کا مضاف الیہ ہوتے ہیں اور اس کا جمع ہونا اسلئے ہے کہ ثلثہ سے عشر تک جمع قلت ہے پس مناسب یہ ہے کہ تمیز کو جمع لایا جائے تاکہ عدد ومعدود میں مطابقت ہو جائے

قوله اِلَّا اِذَا كَانَ الْمُمَيِّزُ الخ جب تمیز ثلث سے لے کر تسعہ تک لفظ مائة آرہی ہو تو اسوقت تمیز مجرور

اور مفرد ہوگی جیسے ثلث مائة اور تسع مائة قیاس کے مطابق تو تمیز ثلث مأت اور مئین آنی چاہیے تھی لیکن خلاف قیاس یہ تمیز مجرور اور مفرد ہوتی ہے۔

قوله وَمُمَيِّزُ اَحَدَ عَشَرَ الخ احد عشر سے تسعة و تسعین تک کی تمیز منصوب اور مفرد ہوتی ہے جیسے احد عشر رجلا اور احدی عشرة امراة اور تسعة وتسعون رجلا اور تسع وتسعون امراة –

قوله وَمُمَيِّزُ مِائَةٍ وَّ اَلْفٍ الخ مائة اور الف کی تمیز اور مائة اور الف کا تثنیہ یعنی مائتان والفان کی تمیز اور الف کی جمع الاف کی تمیز مجرور مفرد ہوتی ہے جیسے تو کہے مائة رجل اور مائة امراة اور الفا رجل اور الفا امراة اور ثلثه الاف رجل وثلث الاف امراة اسی پر باقی اعداد کی تمیز کو بھی قیاس کرلیں –

فصل اَلْاِسْمُ اِمَّا مُذَكَّرٌ وَاِمَّا مُؤَنَّثٌ فَالْمُؤَنَّثُ مَا فِيهِ عَلَامَةُ التَّانِيثِ لَفْظًا اَوْ تَقْدِيْرًا وَ الْمُذَكَّرُ مَا بِخِلَافِهٖ وَعَلَامَةُ التَّانِيثِ ثَلٰثَةٌ اَلتَّاءُ كَطَلْحَةَ وَ الْاَلِفُ الْمَقْصُوْرَةُ كَحُبْلٰى وَالْاَلِفُ الْمَمْدُوْدَةُ كَحَمْرَاءَ وَالْمُقَدَّرَةُ اِنَّمَا هُوَ التَّاءُ فَقَطْ كَاَرْضٍ وَدَارٍ بِدَلِيْلِ اُرَيْضَةٍ وَدُوَيْرَةٍ ثُمَّ الْمُؤَنَّثُ عَلٰى قِسْمَيْنِ حَقِيْقِيٌّ وَهُوَ مَا بِاِزَائِهٖ ذَكَرٌ مِنَ الْحَيَوَانِ كَامْرَاةٍ وَنَاقَةٍ وَلَفْظِيٌّ وَ هُوَ مَا بِخِلَافِهٖ كَظُلْمَةٍ وَعَيْنٍ وَقَدْ عَرَفْتَ اَحْكَامَ الْفِعْلِ اِذَا اُسْنِدَ اِلَى الْمُؤَنَّثِ فَلَا نُعِيْدُهَا۔

فصل :اَلْمُثَنّٰى اِسْمٌ اُلْحِقَ بِاٰخِرِهٖ اَلِفٌ اَوْ يَاءٌ مَفْتُوْحٌ مَاقَبْلَهَا وَنُوْنٌ مَكْسُوْرَةٌ لِيَدُلَّ عَلٰى اَنَّ مَعَهٗ اٰخَرَ مِثْلَهٗ نَحْوُ رَجُلَانِ وَرَجُلَيْنِ هٰذَا فِى الصَّحِيْحِ اَمَّا الْمَقْصُوْرُ فَاِنْ كَانَتْ اَلِفُهٗ مُنْقَلِبَةً عَنْ وَاوٍ وَ كَانَ ثُلَاثِيًا رُدَّ اِلٰى اَصْلِهٖ كَعَصَوَانِ فِىْ عَصَا وَ اِنْ كَانَتْ عَنْ يَاءٍ اَوْ وَاوٍ وَهُوَ اَكْثَرُ مِنَ الثُّلَاثِىِّ اَوْ لَيْسَتْ مُنْقَلِبَةً عَنْ شَيْءٍ تُقْلَبُ يَاءً كَرَحَيَانِ فِىْ رَحًى وَمَلْهَيَانِ

فِيْ مَلْهًى وَحُبَارَيَانِ فِيْ حُبَارٰى وَحُبْلَيَانِ فِيْ حُبْلٰى وَاَمَّا الْمَمْدُوْدُ فَاِنْ كَانَتْ هَمْزَتُهٗ اَصْلِيَّةً تُثْبَتُ كَقُرَّاءَانِ فِيْ قُرَّاءٍ وَاِنْ كَانَتْ لِلتَّاْنِيْثِ تُقْلَبُ وَاوًا كَحَمْرَاوَانِ فِيْ حَمْرَاءَ وَاِنْ كَانَتْ بَدَلًا مِنْ اَصْلٍ وَاوٍ اَوْ يَاءٍ جَازَ فِيْهِ الْوَجْهَانِ كَكِسَاوَانِ وَكِسَاءَانِ وَيَجِبُ حَذْفُ نُوْنِهٖ عِنْدَ الْاِضَافَةِ تَقُوْلُ جَاءَنِيْ غُلَامَا زَيْدٍ وَمُسْلِمَا مِصْرٍ وَكَذٰلِكَ تُحْذَفُ تَاءُ التَّاْنِيْثِ فِيْ تَثْنِيَةِ الْخُصْيَةِ وَالْاِلْيَةِ خَاصَّةً تَقُوْلُ خُصْيَانِ وَاِلْيَانِ لِاَنَّهُمَا مُتَلَازِمَانِ فَكَاَنَّهُمَا شَيْءٌ وَاحِدٌ وَاعْلَمْ اَنَّهٗ اِذَا اُرِيْدَ اِضَافَةُ مُثَنًّى اِلَى الْمُثَنّٰى يُعَبَّرُ عَنِ الْاَوَّلِ بِلَفْظِ الْجَمْعِ كَقَوْلِهٖ تَعَالٰى فَقَدْ صَغَتْ قُلُوْبُكُمَا وَفَاقْطَعُوْا اَيْدِيَهُمَا وَذٰلِكَ لِكَرَاهَةِ اجْتِمَاعِ تَثْنِيَتَيْنِ فِيْمَا تَاَكَّدَ الْاِتِّصَالُ بَيْنَهُمَا لَفْظًا وَمَعْنًا ۔۔

ترجمہ : تیسری فصل اسم مذکر ہوگا یا مؤنث پس مؤنث وہ اسم ہے جس میں علامت تانیث لفظاً یا معناً موجود ہو اور مذکر وہ اسم ہے جو اس کے خلاف ہو اور تانیث کی علامات تین ہیں تاء جیسے طلحۃ اور الف مقصورہ جیسے حبلی اور الف ممدودہ جیسے حمراء اور علامت تانیث مقدرہ صرف تاء ہوتی ہے جیسے ارض اور دار میں اس دلیل کیساتھ کہ ان کی تصغیر اریضۃ اور دویرۃ آتی ہے پھر مؤنث دو قسم پر ہے مؤنث حقیقی وہ جس کے مقابلے میں جاندار مذکر ہو جیسے امراۃ اور ناقۃ اور مؤنث لفظی وہ ہے جو اسکے خلاف ہو جیسے ظلمۃ اور عین اور تحقیق تم نے فعل کے احکام پہچان لئے ہیں جب اس کی اسناد مؤنث کی طرف کی گئی ہو اسلئے ہم ان کا اعادہ نہیں کریں گے۔

فصل : چوتھی فصل تثنیہ وہ اسم ہے جس کے آخر میں الف یا یاء ما قبل مفتوح اور نون مکسور لاحق کیا گیا ہو تاکہ اس بات پر دلالت کرے کہ اس کے ساتھ اس جیسا اسم دوسرا بھی ہے جیسے رجلان اور رجلین اور یہ صحیح میں ہے بہر حال اسم مقصور اگر اس کا الف واو سے بدلا ہوا ہو اور ثلاثی ہو تو اپنی اصل کی جانب لوٹا دیا جائے گا جیسے عصوان عصا میں اور اگر وہ الف واو یا یاء سے بدلا ہوا ہو اور وہ ثلاثی سے زائد ہو یا کسی سے بدلا ہوا نہیں ہے تو وہ الف یاء سے بدل دیا جائے گا جیسے رحیان رحی میں اور ملہیاں ملہی میں اور حباریان حباری میں اور حبلیان حبلی میں بہر حال ممدود

اگر اس کا ھمزہ اصلی ہو تو باقی رکھا جائے گا جیسے قرااان قراء میں اور اگر وہ ھمزہ تانیث کیلئے ہو تو واو سے بدل دیا جائیگا جیسے حمروان حمراء میں 'اور اگر اصل سے ہی واو یا یاء سے بدلا ہوا تھا تو اسمیں دو صورتیں جائز ہیں جیسے کساوان اور کساان 'اور اسکے نون کو حذف کرنا واجب ہے اضافت کے وقت جیسے تو کہے جاءنی غلاما زید و مسلما مصر' اسی طرح حذف کر دیئے جاتے ہیں تاء تانیث میں خصیۃ اور الیۃ کے تثنیہ میں خاص طور پر جیسے تو کہے خصیان اور الیان کیونکہ وہ ایک دوسرے کے لئے لازم ہیں گویا کہ وہ دونوں ایک شئ ہیں اور تو جان جب ارادہ کیا جائے تثنیہ کی اضافت کا تثنیہ کی طرف اول کو تعبیر کیا جائے گا جمع سے جیسے اللہ تعالی کا قول فقد صغت قلوبکما اور فاقطعوا ایدیھما اور یہ اسلئے کہ دو تثنیہ کا اجتماع ناپسند سمجھا جاتا ہے اس مقام پر جہاں دونوں کا اتصال مؤکد ہو لفظا اور معنا۔

تجزیہ عبارت : مذکورہ عبارت میں مصنفؒ نے مذکر اور مؤنث کی تعریف کرنے کے بعد مؤنث کی علامتیں اور قسمیں بیان کی ہیں اور مثنی بنانے کا قاعدہ اور مثنی کی تعریف مثال سے ذکر کرنے کے بعد اسکے متعلق چند قواعد بیان کئے ہیں۔

تشریح:

قولہ اَلْاِسْمُ اِمَّا مُذَكَّرٌ الخ یہاں سے مصنفؒ اسم کی دو قسمیں بیان کرتے ہیں مذکر اور مؤنث 'مؤنث وہ اسم ہے جس میں تانیث کی علامت لفظا موجود ہو جیسے طلحۃ یا تقدیرا جیسے ارض اور مذکر وہ اسم ہے جو مؤنث کے خلاف ہو یعنی اسمیں تانیث کی علامت نہ لفظی پائی جائے اور نہ ہی تقدیری طور پر جیسے رجل فرس وغیرہ۔

اعتراض : یہاں پر اعتراض ہوتا ہے کہ آپ نے اسم کی تقسیم میں مذکر کو پہلے کیوں ذکر کیا مؤنث کو پہلے کیوں نہیں ذکر کیا مذکر کو مقدم کرنے کی وجہ ترجیح کیا ہے؟

جواب : مذکر چونکہ اصل ہے اور مؤنث تابع ہے اور اصل تابع سے مقدم ہوا کرتا ہے اس لئے مذکر کو پہلے ذکر کیا

اعتراض : جب آپ نے تقسیم میں مذکر کو مقدم کیا تو تعریف میں بھی مقدم کرنا چاہیے تھا تو آپ نے تعریف میں مؤنث کو مقدم کیوں کیا حالانکہ یہ تابع ہے ؟

جواب (۱) مؤنث کی تعریف وجودی ہے کیونکہ مؤنث اسے کہتے ہیں جس میں علامتِ تانیث پائی جائے اور مذکر کی تعریف عدمی ہے کیونکہ مذکر اسے کہتے ہیں جس میں علامتِ تانیث موجود نہ ہو' اور قاعدہ ہے کہ تعریفات میں وجودی چیز عدمی پر مقدم ہوتی ہے اسلئے مصنفؒ نے مؤنث کی تعریف کو مقدم کیا۔

جواب (۲) مذکر کی تعریف کا سمجھنا مؤنث کی تعریف پر موقوف ہے اور موقوف علیہ' موقوف سے مقدم ہوا کرتا ہے اسلئے مصنفؒ نے مؤنث کی تعریف کو مقدم کیا۔

قوله وَعَلَامَةُ التَّانِيْثِ ثَلٰثَةٌ الخ یہاں سے مصنفؒ تانیث کی علامتیں بیان فرمارہے ہیں تانیث کی علامتیں تین ہیں (۱) تاء خواہ حقیقتا ہو جیسے طلحۃ' امراۃ' ناقۃ' یا حکما جیسے عقرب اس میں چوتھا حرف تائے تانیث کے حکم میں ہوتا ہے (۲) الف مقصورہ جیسے حبلیٰ' صغریٰ' کبریٰ (۳) الف ممدودہ جیسے حمرآء' صحرآء' بیضاء۔

قوله وَالْمُقَدَّرَةُ اِنَّمَا هُوَ الخ یہاں سے مصنفؒ یہ بیان کرتے ہیں کہ علامت تانیث جو مقدر ہوتی ہے وہ صرف تاء ہے جیسے ارض' دار' ان کے اندر تاء مقدر ہے کیونکہ ارض کی تصغیر اریضۃ اور دار کی تصغیر دویرۃ آتی ہے اور کسی اسم کی اصل معلوم کرنا ہو تو اس کی تصغیر نکالی جاتی ہے اور تصغیر میں صیغہ کے حروف اصلی ظاہر ہو جاتے ہیں لہذا جب ان کی تصغیر میں تاء موجود ہے یہ اس بات کی دلیل ہے کہ ارض اور دار میں تا مقدر ہے۔

قوله ثُمَّ الْمُؤَنَّثُ عَلٰی قِسْمَيْنِ الخ یہاں سے مصنفؒ مؤنث کی دو قسمیں باعتبار ذات کے بیان کرتے ہیں (۱) مؤنث حقیقی (۲) مؤنث لفظی۔

مؤنث حقیقی: وہ ہے کہ خلقی اور پیدائشی طور پر مؤنث ہو اور اس کے مقابلے میں کوئی جاندار مذکر ہو خواہ اسمیں علامت تانیث موجود ہو یا نہ ہو جیسے امراۃ اسکے مقابلے میں رجل ہے اور ناقۃ اس کے مقابلے میں جمل ہے

مونث لفظی: وہ ہے جو حقیقی کے خلاف ہو یعنی اس کے مقابلے میں جاندار مذکر نہ ہو جیسے ظلمۃ کہ اس کے مقابلے میں جاندار مذکر نہیں ہے اور یہ مؤنث لفظی تقدیری کی مثال ہے اور عین اس کے مقابلہ میں جاندار مذکر نہیں اور یہ مؤنث تقدیری کی مثال ہے کیونکہ عین'' میں تاء مقدر ہے اسلئے کہ اسکی تصغیر عُيَيْنَةٌ آتی ہے

قولہ وَقَدْ عَرَفْتَ اَحْكَامَ الْفِعْلِ الخ یہاں سے مصنفؒ گذشتہ قواعد کی طرف اشارہ کر رہے ہیں جو فاعل کی بحث میں گذر چکے ہیں کہ فعل کے ساتھ علامت تانیث کب لانا جائز ہے اور کب نہ لانا بہتر ہے اور فعل کی جب اسناد مؤنث کی طرف ہو تو اس کا کیا حکم ہے وغیرہ وغیرہ تو طالب علم کو ترغیب دے رہے ہیں یاد کرنے کی، کہ ہم ان قواعد کو بیان کر چکے ہیں اب ہم دوبارہ اس کو ذکر نہیں کریں گے لیکن تمہیں یاد کر لینا چاہیے۔

قولہ اَلْمُثَنّٰى اِسْمٌ اُلْحِقَ الخ یہاں سے مصنفؒ یہ بیان کر رہے ہیں کہ اسم باعتبار تعداد کے تین قسم پر ہے (۱) مفرد (۲) تثنیہ (۳) جمع 'تو یہاں سے تثنیہ کو بیان کر رہے ہیں اور اگلی فصل میں جمع کو بیان کریں گے' تثنیہ وہ اسم ہے جو دو پر دلالت کرے اور اسکے بنانے کا طریقہ یہ ہے کہ اسم مفرد کے آخر میں حالت رفعی میں الف اور نون مکسور لگا دیا جاتا ہے جیسے رجل سے رجلان 'یا حالت نصبی اور جری میں یاء ماقبل مفتوح اور نون مکسور لگا دیا جاتا ہے جیسے رَجُلٌ سے رَجُلَيْنِ اور مقصود اس سے اس بات پر دلالت کرنا ہے کہ اسم مفرد کے ساتھ اس کی جنس میں سے ایک اور بھی ہے جیسے رجلان اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ رجل کے ساتھ ایک دوسرا رجل بھی ہے تو یہ صحیح سے تثنیہ بنانے کا قاعدہ ہے۔

قولہ اَمَّا الْمَقْصُوْرُ فَاِنْ كَانَتْ الخ یہاں سے مصنفؒ ایک قاعدہ بیان کر رہے ہیں کہ جب اسم مقصور کا الف 'واؤ سے بدلا ہوا ہو اور وہ ثلاثی ہو تو جب اس کا تثنیہ بنائیں گے تو اسکے الف کو واؤ سے بدل دیں گے کیونکہ جو اصل واؤ تھا وہ واپس آجائے گا جیسے عصا سے عصوان اور اگر اسم مقصور کا الف واو یا یاء سے بدلا ہوا ہو اور وہ ثلاثی سے زائد ہو یعنی رباعی ہو تو وہ الف یاء سے بدل دیا جائیگا جیسے رحی سے رحیان اور ملھی سے ملھیان یا اس کلمہ الف کسی سے بدلا ہوا نہ ہو تو تثنیہ بناتے وقت یہ الف بھی یاء سے بدل دیا جائے گا جیسے حباری سے حباریان اور حبلی سے حبلیان

قولہ وَاَمَّا الْمَمْدُوْدَةُ اگر کسی اسم ممدودہ کے آخر میں ھمزہ اصلی ہو تو تثنیہ بناتے وقت وہ ہمزہ باقی رہے گا جیسے قرآء سے قرآان اگر وہ ہمزہ تانیث کا ہو تو تثنیہ بناتے وقت واؤ سے بدل جائے گا جیسے حمراء سے حمراوان اور صحراء سے صحروان اگر وہ ہمزہ اصل میں واؤ یا یاء سے بدلا ہوا ہو تو تثنیہ بناتے وقت اسمیں دو صورتیں جائز ہیں پہلی صورت یہ ہے کہ ہمزہ کو واؤ سے بدل دیا جائے گا جیسے کساء کساوان دوسری صورت یہ ہے کہ ہمزہ کو باقی رکھا جائے گا جیسے کساء کساءان

قوله وَيَجِبُ حَذْفُ نُوْنِهٖ الخ | جب تثنیہ کی اضافت کی جائے تو اس کے نون کو حذف کرنا واجب ہے

لامازید اور مسلما مصر اسی طرح تاء تانیث بھی تثنیہ بنانے وقت حذف ہو جائے گی خاص کر خصیۃ اور الیۃ کی تثنیہ میں ان دونوں کے علاوہ دوسرے کلمات کی تثنیہ میں تاء تانیث حذف نہیں ہوتی جیسے ثمرتان اور شجرتان اور ان میں تاء کے حذف ہونے کی وجہ یہ ہے کہ خصیان اگرچہ دو چیزیں ہیں لیکن دونوں ایک دوسرے کو لازم ہیں ایک دوسرے سے جدا نہیں ہو سکتے اور اسی طرح الیان بھی ایک دوسرے کو لازم ہے لہذا شدت اتصال کی وجہ سے ان کا تثنیہ بمنزلہ کلمہ مفردکے کردیا گیا ہے اگر تاء تانیث کو باقی رکھا جائے تو مفرد کے درمیان میں تاء تانیث کا ہونا لازم آئے گا حالانکہ تاء تانیث کلمہ مفردہ کے آخر میں ہوا کرتی ہے درمیان میں نہیں ہوا کرتی اسلئے اس تاء کو حذف کرنا واجب ہے تو خصیۃ سے خصیان اور الیۃ سے الیان۔

قوله وَاعْلَمْ اَنَّهٗ اِذَا اُرِيْدَ الخ | یہاں سے مصنفؒ ایک ضابطہ بیان کرتے ہیں کہ جب کسی ایک شئی کی اضافت دوسرے شئی کی طرف کی جائے تو پہلے شئی مضاف کو جمع سے تعبیر کیا جائے گا جیسے اللہ تعالی کا قول فقد صغت قلوبکما قلوب کی اضافت کما کی طرف ہو رہی ہے اور یہ اصل میں قلبان تھا پہلے تثنیہ کو جمع سے تعبیر کیا گیا اسی طرح فاقطعوا ایدیھما اس میں ایدی جمع کی اضافت ھما کی طرف کی گئی ہے اور اصل میں یداھما تھی پہلے تثنیہ کو جمع سے تعبیر کیا گیا ہے پہلے تثنیہ کو جمع سے اس لئے تعبیر کیا جائے گا کیونکہ دو تثنیہ کا جمع ہونا مکروہ سمجھا گیا ہے ایسی جگہ میں جہاں دونوں میں اتصال مؤکد پایا جاتا ہو لفظا یا معنا۔

فصل: اَلْمَجْمُوْعُ اِسْمٌ دَلَّ عَلٰى اٰحَادٍ مَقْصُوْدَةٍ بِحُرُوْفِ مُفْرَدَةٍ بِتَغَيُّرٍ مَا اِمَّا لَفْظِيٌّ كَرِجَالٍ فِيْ رَجُلٍ اَوْ تَقْدِيْرِيٌّ كَفُلْكٍ عَلٰى وَزْنِ اُسْدٍ فَاِنَّ مُفْرَدَهٗ اَيْضًا فُلْكٌ لٰكِنَّهٗ عَلٰى وَزْنِ قُفْلٍ فَقَوْمٌ وَرَهْطٌ وَنَحْوُهٗ وَاِنْ دَلَّ عَلٰى اٰحَادٍ لٰكِنَّهٗ لَيْسَ بِجَمْعٍ اِذْ لَا مُفْرَدَ لَهٗ ثُمَّ الْجَمْعُ عَلٰى قِسْمَيْنِ مُصَحَّحٌ وَهُوَ مَا لَمْ يَتَغَيَّرْ بِنَاءُ وَاحِدِهٖ وَمُكَسَّرٌ وَهُوَ مَا يَتَغَيَّرُ فِيْهِ بِنَاءُ وَاحِدِهٖ وَالْمُصَحَّحُ عَلٰى قِسْمَيْنِ مُذَكَّرٌ وَهُوَ مَا اُلْحِقَ بِاٰخِرِهٖ وَاوٌ مَضْمُوْمٌ مَاقَبْلَهَا وَنُوْنٌ

مَفْتُوْحَةٌ كَمُسْلِمُوْنَ اَوْيَاءٌ مَكْسُوْرٌ مَا قَبْلَهَا وَنُوْنٌ كَذَالِكَ لِيَدُلَّ عَلٰى اَنَّ مَعَهٗ اَكْثَرُ مِنْهُ نَحْوُ مُسْلِمِيْنَ وَهٰذَا فِى الصَّحِيْحِ اَمَّا الْمَنْقُوْصُ فَتُحْذَفُ يَاؤُهٗ مِثْلُ قَاضُوْنَ وَدَاعُوْنَ وَالْمَقْصُوْرُ يُحْذَفُ اَلِفُهٗ وَيَبْقٰى مَا قَبْلَهَا مَفْتُوْحًا لِيَدُلَّ عَلَى الْاَلِفِ مَحْذُوْفَةٍ مِثْلُ مُصْطَفَوْنَ وَيُخْتَصُّ بِاُولِى الْعِلْمِ وَاَمَّا قَوْلُهُمْ سِنُوْنَ وَاَرَضُوْنَ وَثُبُوْنَ وَقُلُوْنَ فَشَاذٌّ وَيَجِبُ اَنْ لَا يَكُوْنَ اَفْعَلَ مُؤَنَّثُهٗ فَعْلَاءُ كَاَحْمَرَ وَحَمْرَاءَ وَلَا فَعْلَانَ مُؤَنَّثُهٗ فَعْلٰى كَسَكْرَانَ وَسَكْرٰى وَلَا فَعِيْلًا بِمَعْنٰى مَفْعُوْلٍ كَجَرِيْحٍ بِمَعْنٰى مَجْرُوْحٍ وَلَا فَعُوْلًا بِمَعْنٰى فَاعِلٍ كَصَبُوْرٍ بِمَعْنٰى صَابِرٍ وَيَجِبُ حَذْفُ نُوْنِهٖ بِالْاِضَافَةِ نَحْوُ مُسْلِمُوْ مِصْرَ وَمُؤَنَّثٌ وَهُوَ مَا اُلْحِقَ بِاٰخِرِهٖ اَلِفٌ وَتَاءٌ نَحْوُ مُسْلِمَاتٍ وَشَرْطُهٗ اِنْ كَانَ صِفَةً وَلَهٗ مُذَكَّرٌ اَنْ يَكُوْنَ مُذَكَّرُهٗ قَدْ جُمِعَ بِالْوَاوِ وَالنُّوْنِ نَحْوُ مُسْلِمُوْنَ وَاِنْ لَّمْ يَكُنْ لَهٗ مُذَكَّرٌ فَشَرْطُهٗ اَنْ لَا يَكُوْنَ مُؤَنَّثًا مُجَرَّدًا عَنِ التَّاءِ كَالْحَائِضِ وَالْحَامِلِ وَاِنْ كَانَ اِسْمًا غَيْرَ صِفَةٍ جُمِعَ بِالْاَلِفِ وَالتَّاءِ بِلَا شَرْطٍ كَهِنْدَاتٍ وَ الْمُكَسَّرُ صِيْغَتُهٗ فِى الثُّلَاثِيِّ كَثِيْرَةٌ تُعْرَفُ بِالسَّمَاعِ كَرِجَالٍ وَاَفْرَاسٍ وَفُلُوْسٍ وَفِىْ غَيْرِ الثُّلَاثِيِّ عَلٰى وَزْنِ فَعَالِلَ وَ فَعَالِيْلَ قِيَاسًا كَمَا عَرَفْتَ فِى التَّصْرِيْفِ ثُمَّ الْجَمْعُ اَيْضًا عَلٰى قِسْمَيْنِ جَمْعُ قِلَّةٍ وَهُوَ مَا يُطْلَقُ عَلَى الْعَشَرَةِ فَمَا دُوْنَهَا وَاَبْنِيَتُهٗ اَفْعُلٌ وَاَفْعَالٌ وَاَفْعِلَةٌ وَفِعْلَةٌ وَجَمْعَا الصَّحِيْحِ بِدُوْنِ اللَّامِ كَزَيْدُوْنَ وَمُسْلِمَاتٍ وَجَمْعُ كَثْرَةٍ وَهُوَ مَا يُطْلَقُ عَلٰى مَا فَوْقَ الْعَشَرَةِ وَاَبْنِيَتُهٗ مَا عَدَا هٰذِهِ الْاَبْنِيَةِ۔

ترجمہ: پانچویں فصل مجموع کے بیان میں، جمع وہ اسم ہے جو ایسے افراد پر دلالت کرے جو حروف مفردہ سے مقصود ہوں کچھ تبدیلی کے ساتھ، یا لفظی تبدیلی ہو جیسے رجال رجل میں یا تقدیری ہو جیسے فلک اسد کے

وزن پر اسلئے کہ اس کا مفرد بھی فلک ہے لیکن وہ مفرد قفل کے وزن پر ہے پس قومٌ اور رَہْطٌ اور اس کی مثل اگر چہ افراد پر دلالت کرتے ہیں لیکن یہ جمع نہیں ہیں اس لئے کہ ان کا کوئی مفرد نہیں ہے پھر جمع دو قسم پر ہے جمع صحیح وہ ہے جس کے واحد کا وزن متغیر نہ ہو اور دوسری جمع مکسر ہے اور جمع مکسر وہ جمع ہے 'جسمیں واحد کا وزن متغیر ہو جائے پس جمع صحیح دو قسم پر ہے پہلی قسم مذکر اور وہ جمع جس کے آخر میں واؤ ما قبل مضموم اور نون مفتوح لاحق کیا گیا ہو جیسے مسلمون اور یا ما قبل مکسور اور نون مفتوح لاحق کیا گیا ہو تا کہ اسبات پر دلالت کرے کہ اس کے ساتھ وہ ہیں جو اس سے زائد ہیں جیسے مسلمین اور یہ جمع صحیح میں ہے' بہر حال اسم منقوص اس میں یاء کو حذف کر دیا جاتا ہے جیسے قاضون داعون اور اسم مقصور میں اس کے الف کو حذف کر دیا جاتا ہے اور اس کا ما قبل مفتوح باقی رکھا جاتا ہے تا کہ الف محذوف پر دلالت کرے جیسے مصطفون اور یہ جمع ذوی العقول کے ساتھ خاص ہے بہر حال ان کا قول سنون اور ارضون ثبون اور قلون یہ شاذ ہے اور واجب ہے کہ وہ اسم جس کی جمع بنائی ہو افعل نہ ہو جس کی مؤنث فعلاء آتی ہو جیسے احمر اور حمراء اور فعلان نہ ہو جس کی مؤنث فعلی آتی ہو جیسے سکران اور سکری اور نہ وہ اسم فعیل کے وزن پر ہو جو مفعول کے معنی میں ہو جیسے جریح بمعنی مجروح اور نہ فعول کا وزن ہو جو فاعل کے معنی میں ہو جیسے صبور صابر کے معنی میں ہے اور واجب ہے جمع کے نون کو حذف کرنا اضافت کی وجہ سے جیسے مسلمو مصر اور دوسری قسم مؤنث ہے اور جمع مؤنث وہ ہے جس کے آخر میں الف اور تا کو لاحق کیا گیا ہو جیسے مسلمات اور اس کی شرط یہ ہے کہ اگر صفت کا صیغہ ہو تو اس کے لئے مذکر بھی ایسا ہو کہ اس کے مذکر کی جمع واؤ اور نون کیساتھ لائی گئی ہو جیسے مسلمون اگر اس کے لئے مذکر نہ ہو تو پس اس کی شرط یہ ہے کہ وہ اسم ایسا مؤنث کا صیغہ نہ ہو جو تاء سے خالی ہو جیسے حائض اور حامل اور اگر وہ اسم مؤنث ایسا اسم ہو جو صفت کا صیغہ نہ ہو تو اسکی جمع لائی جائے گی الف اور تاء کے ساتھ بغیر کسی شرط کے جیسے ھندات اور جمع مکسر اور اس کے صیغے ثلاثی میں کثیر ہیں جو سماع سے پہچانے جاتے ہیں جیسے رجال اور افراس اور فلوس اور غیر ثلاثی میں فعالل اور فعالیل کے وزن پر آتے ہیں قیاسی طور پر جیسے تم نے پہچان لیا ہے صرف میں' پھر جمع بھی دو قسم پر ہے ایک جمع قلت ہے اور وہ جمع ہے جو دس سے کم پر بولی جائے اور اسکے اوزان یہ ہیں اَفْعُلٌ اَفْعَالٌ اَفْعِلَةٌ فِعْلَةٌ اور صحیح کی دونوں جمع بغیر الف لام کے جمع قلت میں داخل ہیں جیسے زیدون مسلمات 'اور دوسری قسم جمع کثرت ہے اور یہ جمع ہے جو دس سے زائد پر بولی جائے اور اس کے اوزان ان اوزان کے

علاوہ ہیں جو ابھی ذکر ہوئے ہیں۔

تجزیہ عبارت: مذکورہ عبارت میں مصنفؒ نے جمع کی تعریف کرنے کے بعد جمع کی دو قسمیں بیان کی ہیں جمع سالم اور جمع مکسر اور ان کے متعلق تفصیل کو بیان کیا ہے پھر جمع قلت اور جمع کثرت اور ان کے اوزان کو بیان کیا ہے۔

تشریح:

قولہ اَلْمَجْمُوْعُ اِسْمٌ دَلَّ عَلٰی اٰحَادٍ الخ جمع وہ اسم ہے جو ایسے افراد پر دلالت کرے جو حروف مفردہ سے مقصود ہوتے ہیں مفرد میں کچھ تغیر کے ساتھ' بعض نحویوں نے جمع کی یوں تعریف کی ہے کہ جمع وہ ہے جو دو سے زیادہ افراد پر دلالت کرے اور واحد میں کچھ تغیر کرنے سے جمع کا صیغہ بن جاتا ہے جیسے مسلم سے مسلمون اور مومن سے مومنون خواہ وہ تغیر لفظی ہو جیسے رجل کی جمع رجال خواہ وہ تغیر تقدیری ہو جیسے فُلْكٌ بروزن اُسدٌ بنایا جائے تو یہ جمع ہے اور فُلْكٌ بروزن قُفْلٌ بنایا جائے تو یہ مفرد ہے اور قوم اور رھط اور اس کی مثل جیسے بقر' ابل اور غنم وغیرہ اگرچہ یہ کئی افراد پر دلالت کرتے ہیں لیکن یہ جمع نہیں کیونکہ ان کا کوئی مفرد نہیں ہے۔

قولہ ثُمَّ الْجَمْعُ عَلٰی قِسْمَیْنِ الخ یہاں سے مصنفؒ جمع کی دو قسمیں بیان کرتے ہیں (۱) جمع صحیح اسکا نام جمع سالم بھی (۲) جمع مکسر' جمع صحیح وہ جمع ہے کہ جب اسے واحد سے بنایا جائے تو واحد کا صیغہ اس میں سلامت رہے اور واحد کی بنا اسمیں تبدیل نہ ہو جیسے مسلمون اور جمع مکسر وہ جمع ہے جس میں واحد کا صیغہ سلامت نہ رہے بلکہ اس کے واحد کا وزن بدل جائے جیسے رجل سے رجال۔

قولہ وَ الْمُصَحَّحُ عَلٰی قِسْمَیْنِ الخ جمع سالم کی دو قسمیں ہیں (۱) جمع مذکر سالم (۲) جمع مؤنث سالم' جمع مذکر سالم وہ جمع ہے جس کے آخر میں حالت رفعی میں واؤ ما قبل مضموم اور نون مفتوح لاحق کیا گیا ہو جیسے مسلم سے مسلمون اور حالت نصبی وجری میں اس کے آخر میں یاء ما قبل مکسور اور نون مفتوح لاحق کیا گیا ہو تاکہ اس بات پر دلالت کرے کہ اس کے ساتھ اور بھی بہت سے افراد ہیں جیسے مسلم سے مُسْلِمِیْنَ۔

قولہ وَاَمَّا الْمَنْقُوْصُ الخ اگر اسم منقوص سے جمع مذکر سالم بنانی ہو تو اس میں یا کو حذف کر دیا جائے گا جیسے قاضون اور داعون اور اگر کسی اسم کے آخر میں الف مقصورہ ہو تو جب اس کی جمع صحیح بنائیں گے تو الف التقاء ساکنین

کی وجہ سے گر جائے گا اور اس کا ما قبل مفتوح باقی رکھا جائیگا تا کہ اس بات پر دلالت کرے کہ الف محذوف ہے جیسے مصطفیٰ سے مصطفون اور مرتضٰی سے مرتضون اور واو نون کے ساتھ جمع ذوی العقول کے ساتھ خاص ہے غیر ذوی العقول کی جمع واو نون کے ساتھ نہیں آتی۔

قوله وَاَمَّا قَوْلُهُمْ سِنُوْنَ الخ یہ عبارت ایک اعتراض مقدر کا جواب ہے۔

اعتراض : آپ نے مذکر سالم میں یہ شرط لگائی ہے کہ وہ جمع مذکر ذوی العقول ہو پھر اس کی جمع واؤ نون کے ساتھ آئے گی ہم آپ کو چند مثالیں دکھاتے ہیں کہ غیر ذوی العقول کی جمع بھی واو نون کے ساتھ آرہی ہے جیسے سِنُون یہ سَنَۃٌ کی جمع ہے بمعنی سال اور ارضون یہ ارض کی جمع ہے بمعنی زمین اور ثُبُوْنَ یہ ثُبَۃٌ کی جمع ہے بمعنی جماعت یا گروہ اور قلون یہ قلۃ کی جمع ہے بمعنی گلی ڈنڈا۔

جواب :ان اسماء کی جمع واؤ نون کے ساتھ آنا شاذ اور قیاس کے خلاف ہے۔

قوله وَيَجِبُ اَنْ لَا يَكُوْنَ اَفْعَلَ الخ پہلے مصنفؒ نے جمع کی قسمیں اور قواعد بیان کئے ہیں اب یہاں سے اسکی شرطیں بیان کر رہے ہیں تفصیل اس طرح کہ جمع مذکر سالم یا تو اسم ہوگا یا صفت 'اگر اسم ہوگا تو شرط یہ ہے کہ وہ مذکر ذوی العقول کا علم ہو اگر ذوی العقولِ کا علم نہ ہو تو جمع نہ بن سکے گا اور اگر جمع مذکر سالم صفت کا صیغہ ہو تو اس کی بھی چند شرائط ہیں

(۱) پہلی شرط یہ ہے کہ اگر وہ جمع اسم مذکر کی صفت ہو تو افعل کے وزن پر نہ ہو جس کی مؤنث فعلاء کے وزن پر آتی ہے جیسے احمر اس کی مؤنث حمراء آتی ہے لھذا اس کی جمع مذکر نہیں آئے گی۔

(۲) دوسری شرط یہ ہے کہ وہ اسم فعلان کے وزن پر نہ ہو جس کی مؤنث فعلی کے وزن پر آتی ہے جیسے سکران کہ اسکی مؤنث سکری آتی ہے لہذا اسکران کی جمع واو نون کے ساتھ نہیں آئے گا۔

(۳) تیسری شرط یہ ہے کہ وہ فعیل کے وزن پر نہ ہو جو مفعول کے معنی میں ہو جیسے جریح بمعنی مجروح لہذا ایسے اسم کی جمع واو نون کے ساتھ نہیں آئے گی۔

(۴) چوتھی شرط یہ ہے کہ وہ اسم فعول کے وزن پر نہ ہو جو فاعل کے معنی میں ہو جیسے صبور 'صابر کے معنی میں

ہے تواس کی جمع واؤ نون کیساتھ نہیں آئے گی -

قوله وَيَجِبُ حَذْفُ نُوْنِهٖ الخ نون جمع کواضافت کے وقت حذف کرناواجب ہے جیسے مسلمو مصر اصل میں مُسلِمُوْنَ مِصرَ تھا-

قوله وَمُؤَنَّثٌ وَهُوَ مَا اُلحِقَ بِاٰخِرِهٖ الخ یہاں سے مصنفؒ جمع مؤنث سالم کوبیان کرتے ہیں جمع مؤنث سالم وہ اسم ہے جسکے مفرد کے آخر میں الف اور تاء کولاحق کیاگیاہو جیسے مسلمۃ کی جمع مسلمات اور مومنہ کی ج مومنات جمع مؤنث سالم کی شرط یہ ہے کہ اگر صفت کاصیغہ ہو تواس کیلئے مذکر بھی ہو جس کی جمع واؤنون کے ساتھ آتی ہو جیسے مسلمۃ کیلئے مسلم مذکر ہے اوراسکی جمع مسلمون آتی ہے اور اگراس کی جمع مذکر نہ ہو تو پھر جمع مؤنث سالم کیلئے شرط یہ ہے کہ وہ لفظ تاء تانیث سے خالی نہ ہو جیسے حائض اس کی جمع مؤنث حائضات نہیں آتی اور جیسے حامل کی جمع حاملات نہیں آتی کیونکہ یہ تائے تانیث سے خالی ہیں-

قوله وَاِنْ كَانَ اِسْمًا الخ مؤنث اگر صیغہ صفت کی بجائے اسم ہو تواس کی جمع بھی الف ، تاء کے ساتھ آئے گی جیسے ہند اسم مؤنث ہے اور صیغہ صفت نہیں لہٰذا اسکی جمع الف تاء کے ساتھ ہندات آتی ہے -

قوله وَالْمُكَسَّرُ صِيغَتُهٗ فِي الثُّلَاثِيِّ الخ مصنفؒ نے پہلے جمع کی دوقسمیں بیان کی ہیں جمع سالم اور جمع مکسر جمع سالم کی بات ختم ہو چکی ہے اب یہاں سے جمع مکسر بیان کرتے ہیں جمع مکسر وہ جمع ہے جس میں واحد کی بنا سلامت نہ رہے جیسے رجل سے رجال اور فرس سے افراس اور فلس سے فلوس اور جمع مکسر کے اوزان ثلاثی میں بہت سارے ہیں جن کا تعلق سماع سے ہے البتہ غیر ثلاثی میں خواہ رباعی مجرد ہوں یامزید فیہ ہوں توان کی جمع مکسر فعالل کے وزن پر آتی ہے جیسے درہم کی جمع دراہم یافعالیل کے وزن پر آتی ہے جیسے دینار کی جمع دنانیر آتی ہے جیسے تم نے صرف کی بحث میں پڑھ لیا ہے-

قوله ثُمَّ الْجَمْعُ اَيْضًا عَلٰى قِسْمَيْنِ الخ یہاں سے مصنفؒ جمع کی باعتبار معنی کے دوقسمیں بیان کرتے ہیں (۱) جمع قلت (۲) جمع کثرت ، جمع قلت وہ ہے جودس یادس سے کم پر بولی جائے اوراس کے چار وزن ہیں اَفْعُلُ جیسے اَكْلُبٌ جمع كَلْبٌ کی (۲) اَفْعَالٌ جیسے اَقْوَالٌ جمع قَوْلٌ کی (۳) اَفْعِلَةٌ جیسے اَطْعِمَةٌ جمع طَعَامٌ

کی(۴) فِعْلَةٌ جیسے غِلْمَةٌ جمع غُلَامٌ کی اور جمع مذکر سالم اور جمع مؤنث سالم بغیر الف لام کے جمع قلت میں داخل ہے جیسے زیدون اور مسلمات اور اگر جمع مذکر و مؤنث سالم الف لام کے ساتھ ہو تو پھر وہ جمع کثرت میں داخل ہے۔

وقوله جَمْعُ كَثْرَةٍ الخ جمع کثرت وہ جمع ہے جو دس سے زائد پر بولی جائے اور جمع کثرت کے اوزان جمع قلت کے مذکورہ اوزان کے علاوہ ہیں۔

فصل: اَلْمَصْدَرُ اِسْمٌ يَدُلُّ عَلَى الْحَدْثِ فَقَطْ وَيُشْتَقُّ مِنْهُ الْاَفْعَالُ كَالضَّرْبِ وَالنَّصْرِ مَثَلاً وَاَبْنِيَتُهُ مِنَ الثُّلَاثِي الْمُجَرَّدِ غَيْرُ مَضْبُوْطَةٍ تُعْرَفُ بِالسَّمَاعِ وَ مِنْ غَيْرِهٖ قِيَاسِيَّةٌ كَالْاِفْعَالِ وَالْاِنْفِعَالِ وَالْاِسْتِفْعَالِ وَالْفَعْلَلَةِ وَالتَّفَعْلُلِ مَثَلاً فَالْمَصْدَرُ اِنْ لَمْ يَكُنْ مَفْعُوْلاً مُطْلَقًا يَعْمَلُ عَمَلَ فِعْلِهٖ اَعْنِىْ يَرْفَعُ الْفَاعِلَ اِنْ كَانَ لَازِمًا نَحْوُ اَعْجَبَنِىْ قِيَامُ زَيْدٍ وَيَنْصِبُ مَفْعُوْلاً اَيْضًا اِنْ كَانَ مُتَعَدِّيًا نَحْوُ اَعْجَبَنِىْ ضَرْبُ زَيْدٍ عَمْرًا وَلَا يَجُوْزُ تَقْدِيْمُ مَعْمُوْلِ الْمَصْدَرِ عَلَيْهِ فَلَا يُقَالُ اَعْجَبَنِىْ زَيْدٌ ضَرْبُ عَمْرًا وَلَا عَمْرًا ضَرْبُ زَيْدٌ وَيَجُوْزُ اِضَافَتُهٗ اِلَى الْفَاعِلِ نَحْوُ كَرِهْتُ ضَرْبَ زَيْدٍ عَمْرًا وَ اِلَى الْمَفْعُوْلِ بِهٖ نَحْوُ كَرِهْتُ ضَرْبَ عَمْرٍو زَيْدٌ وَاَمَّا اِنْ كَانَ مَفْعُوْلاً مُطْلَقًا فَالْعَمَلُ لِلْفِعْلِ الَّذِىْ قَبْلَهٗ نَحْوُ ضَرَبْتُ ضَرْبًا عَمْرًا فَعَمْرٌو مَنْصُوْبٌ بِضَرَبْتُ۔

ترجمہ: فصل مصدر کے بیان میں، مصدر وہ اسم ہے جو صرف حدوث پر دلالت کرے اور اس سے افعال مشتق ہوتے ہیں جیسے الضرب النصر مثلا اور اس کے اوزان ثلاثی مجرد سے کوئی منضبط نہیں سماع سے پہچانے جاتے ہیں اور یہ ثلاثی کے علاوہ قیاسی ہیں جیسے افعال انفعال استفعال فعللہ تفعلل وغیرہ پس مصدر اگر مفعول مطلق نہ ہو تو وہ اپنے فعل جیسا عمل کرتا ہے یعنی فاعل کو رفع دیتا ہے اگر لازمی ہو جیسے اعجبنی قیام زید اور مفعول کو نصب دیتا ہے اگر وہ متعدی ہو جیسے اعجبنی ضرب زید عمروا اور جائز نہیں مصدر کا معمول کو مقدم کرنا مصدر

پر، پس نہیں کہا جائے گا اعجبني زید ضرب عمروا اور نہ ہی عمروا ضرب زید کہنا جائز ہوگا اور مصدر کی اضافت فاعل کی طرف کرنا جائز ہے جیسے کرھت ضرب عمرو زید' اور اگر مصدر مفعول مطلق ہو تو پس اس وقت عمل اس فعل کا ہوتا ہے جو اس سے پہلے مذکور ہو جیسے ضربت ضربا عمروا میں پس عمروا منصوب ہے ضربت کی وجہ سے۔

تجزیہ عبارت : مذکورہ عبارت میں صاحب ہدایۃ النحو نے مصدر کی تعریف اور اس کے اوزان بیان کئے ہیں اور مصدر کا عمل بیان کیا ہے۔

تشریح :

قوله المَصْدَرُ اِسْمٌ الخ | مصدر وہ اسم ہے جو حدوث پر دلالت کرے یعنی کسی کام کا کرنا ہونا وغیرہ پایا جائے اور مصدر تمام افعال کا مشتق منہ ہے یعنی مصدر ہی سے تمام افعال بنتے ہیں اور ثلاثی مجرد سے اس کے اوزان سماعی ہیں جو مقرر اور طے شدہ ہیں صرف سننے پر موقوف ہیں سیبویہ کے نزدیک ثلاثی مجرد سے مصدر کے بتیس (۳۲) اوزان ہیں اور غیر ثلاثی مجرد سے مصدر کے اوزان قیاسی ہیں مثلاً افعال انفعال استفعال فعللۃ اور تفعلل وغیرہ۔

قوله فَالْمَصْدَرُ اِنْ لَمْ یَکُنْ مَفْعُوْلًا الخ | یہاں سے مصنفؒ مصدر کا عمل بیان کرتے ہیں کہ مصدر اگر مفعول مطلق نہ ہو تو اپنے فعل جیسا عمل کرتا ہے جس طرح فعل لازمی اور متعدی ہوتا ہے اسی طرح مصدر بھی لازمی اور متعدی ہوتا ہے اگر مصدر لازمی ہو تو صرف فاعل کو رفع دے گا جیسے اعجبني قیام زید اس مثال میں قیام مصدر لازمی ہے اس نے صرف فاعل یعنی زید کو رفع دیا ہے اور اگر مصدر متعدی ہو تو فاعل کو رفع اور مفعول کو نصب دیتا ہے جیسے اعجبني ضرب زید عمروا اس مثال میں ضرب مصدر متعدی ہے تو اس نے فاعل کو یعنی زید کو رفع دیا اور مفعول کو یعنی عمروا کو نصب دیا ہے۔

قوله وَلَا یَجُوْزُ تَقْدِیْمُ مَعْمُوْلِ الْمَصْدَرِ الخ | یہاں سے مصنفؒ ایک ضابطہ بیان کرتے ہیں کہ مصدر کا معمول مصدر پر مقدم نہیں ہو سکتا کیونکہ مصدر عامل ضعیف ہے معمول کے مقدم ہونے کی صورت میں مصدر عمل نہیں کر سکے گا لہذا اعجبني زید ضرب عمروا کہنا جائز نہیں کیونکہ اس مثال میں زید فاعل کو ضرب

مصدر پر مقدم کیا ہے اور عمروا ضرب زید کہنا بھی جائز نہیں ہے کیونکہ اس مثال میں ضرب مصدر پر اس کے مفعول عمروا کو مقدم کیا گیا ہے۔

قوله وَيَجُوْزُ اِضَافَتُهٗ اِلَى الْفَاعِلِ الخ جیسے دوسرے اسماء کی اضافت کرنا جائز ہے ایسے ہی مصدر بھی ایک اسم ہے اس کی اضافت بھی فاعل کی طرف کرنا جائز ہے جیسے کرھتُ ضربَ زیدٍ عمرواً اس مثال میں زید فاعل ہے مصدر کا اور ضرب مصدر کی اضافت زید فاعل کی طرف کی گئی ہے اسی طرح مصدر کی اضافت مفعول کی طرف کرنا بھی جائز ہے جیسے کرھتُ ضربَ عمروا زیدٌ اس مثال میں عمروا مفعول بہ ہے اور ضرب مصدر کی مفعول بہ کی طرف اضافت ہو رہی ہے۔

قوله وَ اَمَّا اِنْ كَانَ مَفْعُوْلًا الخ اگر مصدر مفعول مطلق ہو تو پھر مصدر عمل نہیں کرے گا بلکہ اس سے پہلے والا فعل عمل کرے گا جیسے ضربت ضربا عمروا اس مثال میں عمرا مفعول بہ ہے اور ضربا مصدر کی وجہ سے منصوب نہیں بلکہ ضربت فعل کا مفعول بہ بن رہا ہے اسلئے منصوب ہے اور ضربت فعل یہ عامل قوی ہے اور ضربا مصدر عامل ناقص ہے قوی عامل کے ہوتے ہوئے ضعیف عامل عمل نہیں کرتا۔

فصل اِسْمُ الْفَاعِلِ اِسْمٌ مُشْتَقٌّ مِنْ فِعْلٍ لِيَدُلَّ عَلٰى مَنْ قَامَ بِهِ الْفِعْلُ بِمَعْنَى الْحُدُوْثِ وَصِيْغَتُهٗ مِنَ الثُّلَاثِيِّ المجرد عَلٰى وَزْنِ فَاعِلٍ كَضَارِبٍ وَنَاصِرٍ وَمِنْ غَيْرِهٖ عَلٰى صِيْغَةِ الْمُضَارِعِ مِنْ ذٰلِكَ الْفِعْلِ بِمِيْمٍ مَضْمُوْمٍ مَكَانَ حَرْفِ الْمُضَارِعَةِ وَكَسْرِ مَا قَبْلَ الْاٰخِرِ كَمُدْخِلٍ وَ مُسْتَخْرِجٍ وَهُوَ يَعْمَلُ عَمَلَ فِعْلِهِ الْمَعْرُوْفِ اِنْ كَانَ بِمَعْنَى الْحَالِ وَالْاِسْتِقْبَالِ وَمُعْتَمِدًا عَلَى الْمُبْتَدَاءِ نَحْوُ زَيْدٌ قَائِمٌ اَبُوْهُ اَوْذِى الْحَالِ نَحْوُ جَاءَنِىْ زَيْدٌ ضَارِبًا اَبُوْهُ عَمْرًا اَوْمَوْصُوْلٍ نَحْوُ مَرَرْتُ بِالضَّارِبِ اَبُوْهُ عَمْرًوا اَوْ مَوْصُوْفٍ نَحْوُ عِنْدِىْ رَجُلٌ ضَارِبٌ اَبُوْهُ عَمْرًوَا اَوْهَمْزَةُ الْاِسْتِفْهَامِ نَحْوُ اَقَائِمٌ زَيْدٌ اَوْحَرْفُ النَّفْيِ نَحْوُ

مَاقَائِمٌ زَيْدٌ فَاِنْ كَانَ بِمَعْنَى الْمَاضِي وَجَبَتِ الْاِضَافَةُ مَعْنًى نَحْوُ زَيْدٌ ضَارِبُ عَمْرٍو اَمْسِ هٰذَا اِذَا كَانَ مُنَكَّرًا اَمَّا اِذَا كَانَ مُعَرَّفًا بِاللَّامِ يَسْتَوِي فِيْهِ جَمِيْعُ الْاَزْمِنَةِ نَحْوُ زَيْدُ نِ الضَّارِبُ اَبُوْهُ عَمْرًوا اَوْ اٰلْاٰنَ اَوْ غَدًا اَوْ اَمْسِ۔

ترجمہ: فصل اسم فاعل کے بیان میں اسم فاعل وہ اسم ہے جو فعل سے مشتق ہو تا کہ دلالت کرے اس ذات پر جسکے ساتھ فعل قائم ہو بمعنی حدوث کے اور اسکا صیغہ ثلاثی مجرد سے فاعل کے وزن پر آتا ہے جیسے ضارب اور ناصر اور غیر ثلاثی سے اس فعل کے مضارع کے صیغہ کے مطابق ہوتا ہے صرف علامت مضارع کی جگہ میم مضموم لگانے کے ساتھ اور آخر سے ماقبل کسرہ دینے کے ساتھ جیسے مدخل اور مستخرج اور وہ اپنے فعل معروف والا عمل کرتا ہے اگر حال یا استقبال کے معنی میں ہو اور مبتدا پر اعتماد کرنے والا ہو جیسے زید قائم ابوہ یا ذوالحال پر جیسے جاء نی زید ضاربا ابوہ عمروا یا موصول پر جیسے مررت بالضارب ابوہ عمروا یا موصوف پر جیسے عندی رجل ضارب ابوہ عمروا یا ھمزہ استفہام پر جیسے اقائم زید یا حرف نفی پر جیسے ماقائم زید اگر اسم فاعل ماضی کے معنی میں ہو تو معنًا اضافت واجب ہے جیسے زید ضارب عمروا امس یہ اس وقت ہے کہ جب اسم فاعل نکرہ ہو بہر حال جب اسم فاعل معرف باللام ہو تو اس میں تمام زمانے برابر ہوں گے جیسے زید ن الضارب ابوہ عمروا اوْ الان او غدا اوامس ۔

تجزیہ عبارت: مذکورہ عبارت میں مصنفؒ نے اسم فاعل کی تعریف اور اسکا مشتق منہ اور اس کے بنانے کا طریقہ بیان کیا ہے اور ساتھ ہی اسکا عمل بھی بیان کیا ہے ۔

تشریح:

قولہ اِسْمُ الْفَاعِلِ الخ اسم فاعل وہ اسم ہے جو فعل سے مشتق ہو تا کہ اس ذات پر دلالت کرے جس کیساتھ فعل قائم ہو بطریق حدوث اور تجدد کے۔

فوائد قیود: جب مصنفؒ نے اِسْمٌ کہا اس میں مشتق اور غیر مشتق سب داخل تھے جب مُشْتَقٌّ کہا تو اس سے

غیر مشتق نکل گئے لیکن اس میں اسم مفعول اور صفت مشبہ اور اسمائے زمان و مکان اور اسم آلہ اور اسم تفضیل سب داخل تھے جب من قام به الفعل کہا تو اس سے اسم مفعول، اسم آلہ، زمان اور مکان نکل گئے کیونکہ ان کے ساتھ فعل قائم نہیں ہوتا اور جب بمعنی الحدوث کہا تو اس سے صفت مشبہ اور اسم تفضیل بھی نکل گئے کیونکہ ان کا معنی حدثی نہیں ہوتا۔

قوله وَصِيغَتُهُ مِنَ الثُّلَاثِي الْمُجَرَّدِ الخ اسم فاعل ثلاثی مجرد سے فاعل کے وزن پر آتا ہے جیسے نصر سے ناصر اور ضرب سے ضارب اور غیر ثلاثی سے ہرباب کے فعل مضارع کے وزن پر آتا ہے لیکن تھوڑے سے تغیر کے ساتھ وہ اس طرح کہ علامت مضارع کو گرا کر اس کی جگہ شروع میں میم مضموم لگا دیں اور آخر میں ما قبل کو کسرہ دے دیا جائے اگر کسرہ نہ ہو جیسے یدخل سے مدخِلُ اور یستخرج سے مستخرِج۔

قوله وَيَعْمَلُ عَمَلَ فِعْلِهِ الْمَعْرُوفِ الخ یہاں سے مصنفؒ اسم فاعل کے عمل کو بیان کرتے ہیں کہ اسم فاعل اپنے فعل جیسا عمل کرتا ہے خواہ لازمی ہو یا متعدی، اگر اس کا فعل لازمی ہے تو اسم فاعل صرف فاعل کو رفع دے گا اور اگر اسکا فعل متعدی ہے تو اسم فاعل بھی متعدی جیسا عمل کریگا یعنی فاعل کو رفع اور مفعول کو نصب دے گا لیکن اسم فاعل دو شرطوں کے ساتھ عمل کرتا ہے

(۱) پہلی شرط: اسم فاعل حال یا استقبال کے معنی میں ہو، (۲) دوسری شرط: اسم فاعل نے ان چھ چیزوں میں سے کسی ایک چیز پر اعتماد کیا ہو یعنی اس سے پہلے مندرجہ ذیل چھ چیزوں میں سے ایک ہو (۱) اسم فاعل سے پہلے مبتدا ہو جیسے زید قائم ابوہ (۲) یا ذوالحال ہو جیسے جاء نی زید ضاربا ابوہ عمروا (۳) یا موصول ہو جیسے مررت بالضارب ابوہ عمروا اس مثال میں ضارب اسم فاعل ہے اور الف لام بمعنی الذی کے اسم موصول ہے اسم فاعل اسپر اعتماد کرتے ہوئے فاعل کو رفع اور مفعول کو نصب دے رہا ہے (۴) یا اسم فاعل نے موصوف پر اعتماد کیا ہو جیسے عندی رجل ضارب ابوہ عمروا اس مثال میں رجل موصوف ہے ضارب اسم فاعل نے موصوف پر اعتماد کرتے ہوئے فاعل کو رفع اور مفعول کو نصب دے رہا ہے (۵) یا ہمزہ استفہام پر اعتماد کیا ہو جیسے اقائم زید اسمیں قائم اسم فاعل ہمزہ استفہام پر اعتماد کرتے ہوئے عمل کر رہا ہے (۶) یا اسم فاعل سے پہلے حرف نفی ہو

'اسم فاعل اس پر اعتماد کر کے عمل کر رہا ہو جیسے ما قائم زید اس میں قائم اسم فاعل حرف نفی پر اعتماد کرتے ہوئے عمل کر رہا ہے۔

قوله فَاِنْ كَانَ بِمَعْنَى الْمَاضِي الخ اگر اسم فاعل ماضی کے معنی میں ہو تو اسوقت اسم فاعل جمہور کے نزدیک عمل نہیں کرے گا کیونکہ اس کے عمل کی شرط جمہور کے نزدیک یہ ہے کہ اسم فاعل حال یا استقبال کے معنی میں ہو اگر یہ شرط مفقود ہو پھر اسم فاعل عمل نہیں کرے گا بلکہ اسوقت اضافت معنوی واجب ہو گی جیسے زَيْدٌ ضَارِبُ عَمْرٍو اَمْسِ زید نے کل گذشتہ عمرو کو مارا تھا اس میں ضارب چونکہ بمعنی ماضی کے ہے اس لئے اضافت مفعول بہ کی طرف واجب ہے اور یہ اضافت معنویہ ہے۔

قوله وَهٰذَا اِذَا كَانَ مُنَكَّرًا الخ یعنی اسم فاعل کا یہ عمل اس شرط کے ساتھ کہ حال یا استقبال کے معنی میں ہو ' یہ اس وقت ہے کہ جب اسم فاعل نکرہ ہو لیکن جب اسم فاعل پر الف لام داخل ہو جائے تو اس میں تمام زمانے برابر ہیں تو اسم فاعل ہر صورت میں عمل کرے گا خواہ اس میں استقبال یا حال کا معنی ہو خواہ ماضی کا جیسے زَيْدُ نِ الضَّارِبُ اَبُوْهُ عَمْرًوا الْاٰنَ اَوْ غَدًا اَوْ اَمْسِ۔

فصل: اِسْمُ الْمَفْعُوْلِ اِسْمٌ مُشْتَقٌّ مِنْ فِعْلٍ مُتَعَدٍ لِيَدُلَّ عَلٰى مَنْ وَقَعَ عَلَيْهِ الْفِعْلُ وَصِيْغَتُهٗ مِنْ مُجَرَّدِ الثُّلَاثِي عَلٰى وَزْنِ مَفْعُوْلٍ لَفْظًا كَمَضْرُوْبٍ اَوْتَقْدِيْرًا كَمَقُوْلٍ وَمَرْمِيٍّ وَمِنْ غَيْرِهٖ كَاِسْمِ الْفَاعِلِ بِفَتْحِ مَاقَبْلَ الْاٰخِرِ كَمُدْخَلٍ وَمُسْتَخْرَجٍ وَيَعْمَلُ عَمَلَ فِعْلِهِ الْمَجْهُوْلِ بِالشَّرَائِطِ الْمَذْكُوْرَةِ فِيْ اِسْمِ الْفَاعِلِ نَحْوُ زَيْد مَضْرُوْبٌ غُلَامُهٗ الْاٰنَ اَوْ غَدًا اَوْ اَمْسِ

ترجمه : فصل اسم مفعول کے بیان میں' اسم مفعول وہ اسم ہے جو فعل متعدی سے مشتق ہو تا کہ اس ذات پر دلالت کرے جس پر فعل واقع ہوا ہو اور اس کا صیغہ ثلاثی مجرد سے مفعول کے وزن پر آتا ہے لفظاً جیسے مضروب یا تقدیراً جیسے مقول اور مرمیٌّ اور غیر ثلاثی سے اسم فاعل کی طرح بنتا ہے آخر میں ماقبل کو فتح دینے کے ساتھ جیسے مُدْخَلٌ و مُسْتَخْرَجٌ اور یہ اپنے فعل مجهول والا عمل کرتا ہے ان شرائط کے ساتھ جو اسم فاعل میں مذکور ہوئیں جیسے زید مضروب غلامه الان او غدا او امس —

تجزیہ عبارت : مذکورہ عبارت میں مصنفؒ نے اسم مفعول کی تعریف اور اس کے بنانے کا طریقہ اور اس کا عمل بتایا ہے۔

تشریح :

قوله اِسْمُ الْمَفْعُوْلِ الخ اسم مفعول وہ اسم ہے جو فعل متعدی سے مشتق ہو اور اس ذات پر دلالت کرے جس پر فعل واقع ہوا ہو فعل متعدی کی قید اس لئے لگائی کہ فعل لازمی سے مفعول نہیں آتا۔

قوله وَصِيْغَتُهٗ مِنْ ثُلَاثِيِّ الْمُجَرَّدِ الخ اور ثلاثی مجرد سے اسم مفعول مَفْعُوْلٌ'' کے وزن پر آتا ہے یا تو لفظا مفعول کے وزن پر آئے گا جیسے مَضْرُوْبٌ مَفْعُوْلٌ کے وزن پر ہے یا تقدیرا مفعول کے وزن پر ہوگا جیسے مَقُوْلٌ کہ اصل میں مَقْوُوْلٌ بروزن مفعول تھا اور مَرْمِیٌّ اصل میں مَرْمُوْيٌ بروزن مَفْعُوْلٌ تھا اور غیر ثلاثی مجرد سے چاہے ثلاثی مزید فیہ ہو یا رباعی مجرد یا رباعی مزید فیہ ہو اسی قاعدے کے مطابق آتا ہے جو اسم فاعل میں بیان ہو چکا ہے صرف اتنا فرق ہے اسم مفعول میں آخر سے ماقبل مفتوح ہوتا ہے یعنی فعل مضارع مجہول سے بنالیا جائے کہ علامت مضارع گرا کر میم مضموم لگادی جائے اور آخر سے ماقبل پہلے ہی مفتوح ہوگا جیسے يُدْخَلُ سے مُدْخَلٌ اور يُسْتَخْرَجُ سے مُسْتَخْرَجٌ

قوله وَيَعْمَلُ عَمَلَ فِعْلِهٖ الخ اسم مفعول فعل مجہول والا عمل کرتا ہے یعنی نائب فاعل کو رفع دیتا ہے جیسے زَيْدٌ مَضْرُوْبٌ غُلَامُهٗ اَلْاٰنَ اَوْ غَدًا اَوْ اَمْسِ اسم مفعول کے عمل کی وہی شرطیں ہیں جو اسم فاعل میں ہیں پہلی شرط: یہ ہے کہ اسم مفعول حال یا استقبال کے معنی میں ہو' دوسری شرط یہ ہے کہ چھ چیزوں میں سے کسی پر اعتماد کیا ہو یعنی اسم مفعول سے پہلے مبتدا ہو' یا ذوالحال' یا موصول یا موصوف' یا همزہ استفہام' یا حرف نفی ہو' اور مفعول نے ان چھ چیزوں میں سے کسی ایک پر اعتماد کیا ہو اگر اسم مفعول حال یا استقبال کے معنی میں نہ ہو بلکہ فعل ماضی کے معنی میں ہو تو اس وقت اسکی اضافت مفعول بہ کی طرف اضافت معنویہ کے ساتھ واجب ہوگی جیسے زَيْدٌ مُعْطٰى دِرْهَمٍ اَمْسِ اگر اسم مفعول معرف باللام ہو تو اس وقت تمام زمانے برابر ہیں بمعنی ماضی ہو کر بھی عمل کرے گا جیسے زَيْدُنِ الْمُعْطٰى غُلَامُهٗ دِرْهَمًا اَلْاٰنَ اَوْ غَدًا اَوْ اَمْسِ۔

فصل: اَلصِّفَةُ الْمُشَبَّهَةُ اِسْمٌ مُشْتَقٌّ مِنْ فِعْلٍ لَازِمٍ لِيَدُلَّ عَلٰى مَنْ قَامَ بِهِ الْفِعْلُ بِمَعْنَى الثُّبُوْتِ وَصِيْغَتُهَا عَلٰى خِلَافِ صِيْغَةِ اِسْمِ الْفَاعِلِ وَ الْمَفْعُوْلِ دَائِمًا تُعْرَفُ بِالسَّمَاعِ كَحَسَنٍ وَصَعْبٍ وَظَرِيْفٍ وَهِيَ تَعْمَلُ عَمَلَ فِعْلِهَا مُطْلَقًا بِشَرْطِ الْاِعْتِمَادِ الْمَذْكُوْرِ وَمَسَائِلُهَا ثَمَانِيَةَ عَشَرَ لِاَنَّ الصِّفَةَ اِمَّا بِاللَّامِ اَوْ مُجَرَّدَةٌ عَنْهَا وَمَعْمُوْلُ كُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا اِمَّا مُضَافٌ اَوْ بِاللَّامِ اَوْ مُجَرَّدٌ عَنْهُمَا فَهٰذِهِ سِتَّةٌ وَمَعْمُوْلُ كُلِّ وَاحِدٍ مِنْهَا اِمَّا مَرْفُوْعٌ اَوْ مَنْصُوْبٌ اَوْ مَجْرُوْرٌ فَذٰلِكَ ثَمَانِيَةَ عَشَرَ وَ تَفْصِيْلُهَا نَحْوُ جَاءَنِيْ زَيْدُنِ الْحَسَنُ وَجْهُهُ ثَلٰثَةُ اَوْجُهٍ وَكَذٰلِكَ الْحَسَنُ الْوَجْهِ وَالْحَسَنُ وَجْهٌ وَحَسَنُ وَجْهُهُ وَحَسَنُ الْوَجْهِ وَحَسَنٌ وَجْهٌ وَهِيَ عَلٰى خَمْسَةِ اَقْسَامٍ مِنْهَا مُمْتَنِعٌ اَلْحَسَنُ وَجْهِهِ وَ الْحَسَنُ وَجْهِهِ وَمُخْتَلِفٌ فِيْهِ حَسَنُ وَجْهِهِ وَالْبَوَاقِيْ اَحْسَنُ اِنْ كَانَ فِيْهِ ضَمِيْرٌ وَاحِدٌ وَحَسَنٌ اِنْ كَانَ فِيْهِ ضَمِيْرَانِ وَقَبِيْحٌ اِنْ لَمْ يَكُنْ فِيْهِ ضَمِيْرٌ وَالضَّابِطَةُ اَنَّكَ مَتٰى رَفَعْتَ بِهَا مَعْمُوْلَهَا فَلَا ضَمِيْرَ فِي الصِّفَةِ وَمَتٰى نَصَبْتَ اَوْجَرَرْتَ فَفِيْهَا ضَمِيْرُ الْمَوْصُوْفِ نَحْوُ زَيْدٌ حَسَنُ وَجْهِهِ

ترجمہ: صفت مشبہ وہ اسم ہے جو فعل لازم سے مشتق ہو تا کہ اس ذات پر دلالت کرے جس کے ساتھ فعل قائم ہو ثبوت کے معنی میں اور اس کے صیغے اسم فاعل اسم مفعول کے صیغوں کے خلاف ہیں جو سماع سے پہچانے جاتے ہیں جیسے حسن اور صعب اور ظریف اور وہ اپنے فعل جیسا عمل کرتی ہے مطلقا مذکورہ اعتماد کی شرط کے ساتھ اور اس کے مسائل اٹھارہ ہیں اس لئے کہ صفت مشبہ یا معرف باللام ہو گی یا معرف باللام سے خالی ہو گی اور ان دونوں میں سے ہر ایک کا معمول یا مضاف ہو گا یا معرف باللام ہو گا یا ان دونوں سے خالی ہو گا پس یہ چھ صورتیں ہو گئیں اور مذکورہ چھ امور میں سے ہر ایک کا معمول یا مرفوع یا منصوب یا مجرور ہو گا پس یہ اٹھارہ صورتیں بن گئیں اور انکی تفصیل یہ ہے جاء زید ن الحسن وجهه میں تین صورتیں اسی طرح الحسن الوجه میں تین صورتیں

اور الحسن وجہ میں تین صورتیں اور حسن وجھہ میں تین صورتیں اور حسن الوجہہ میں تین صورتیں حسن وجہ میں تین صورتیں اور یہ پانچ قسموں پر ہے اور مذکورہ اٹھارہ صورتوں میں سے بعض ممتنع ہیں الحسن وجہ اور الحسن وجھہ اور بعض صورتیں مختلف فیہ ہیں جیسے حسن وجھہ میں اور باقی صورتیں احسن ہیں اگر ان میں ایک ضمیر ہو اور حسن ہیں اگر ان میں دو ضمیریں ہوں اور قبیح ہے اگر اس میں کوئی ضمیر نہ ہو اور ضابطہ اسکا یہ ہے کہ بیشک جب تو نے صفت مشبہ کے ذریعہ اسکے معمول کو رفع دیا تو صفت میں کوئی ضمیر نہ ہوگی اور جب تو نے صفت مشبہ کے ذریعہ اسکے معمول کو نصب یا جر دیا تو اس میں موصوف کی ضمیر ہوگی جیسے زید حسن وجھہ۔

تجزیہ عبارت : مذکورہ عبارت میں صاحب کتاب نے صفت مشبہ کی تعریف کے بعد اس کے اوزان اور اسکا عمل بتایا ہے اور صفت مشبہ کی صورتیں بیان کی ہیں۔

تشریح :

قوله اَلصِّفَةُ الْمُشَبَّهَةُ الخ یہاں سے مصنفؒ صفت مشبہ کی تعریف کرتے ہیں صفت مشبہ وہ اسم ہے جو فعل لازم سے مشتق ہو تاکہ اس ذات پر دلالت کرے کہ جس کے ساتھ فعل بطور ثبوت کے قائم ہو۔

قوله وَصِيغَتُهَا عَلٰى خِلَافِ صِيغَةِ اِسْمِ الْفَاعِلِ الخ صفت مشبہ کا صیغہ اسم فاعل اور اسم مفعول کے صیغوں کے خلاف ہوتا ہے جو سماع سے پہچانا جاتا ہے یعنی صفت مشبہ کا صیغہ اسم فاعل اور اسم مفعول کے وزن پر نہیں آتا صفت مشبہ کا اسم فاعل سے چار طرح کا فرق ہے (۱) صفت مشبہ فعل لازم سے مشتق ہوتی ہے اور اسم فاعل مطلقا فعل سے خواہ لازمی ہو یا متعدی (۲) صفت مشبہ کے اوزان سماعی ہیں اور اسم فاعل کے صیغے قیاسی ہیں اور اسم فاعل کے صیغے فَاعِلٌ کے وزن پر آتے ہیں جب کہ صفت مشبہ کے صیغے فاعل کے وزن پر نہیں آتے (۳) اسم فاعل اس وقت عمل کرتا ہے جب کہ حال یا استقبال کے معنی میں ہو صفت مشبہ میں خواہ ماضی کا معنی ہو یا حال یا استقبال کا ہر صورت میں عمل کرتی ہے (۴) صفت مشبہ میں دوام اور استمرار ہوتا ہے اور اسم فاعل حدوث پر دلالت کرتا ہے

قوله وَاِنَّمَا تُعْرَفُ بِالسَّمَاعِ الخ صفت مشبہ کے تین مشہور اوزان ہیں جو کہ سماعی ہیں (۱) فَعَلٌ جیسے حَسَنٌ (۲) فَعْلٌ جیسے صَعْبٌ (۳) فَعِيلٌ جیسے ظَرِيفٌ اور صفت مشبہ مطلقا اپنا فعل والا عمل کرتی ہے جس میں زمانہ

حال یا استقبال کی شرط نہ ہو بشرطیکہ اسم موصول کے علاوہ باقی مذکور پانچ امور میں سے کسی ایک پر اعتماد کیا ہوا ہو۔

قوله وَمَسَائِلُهَا ثَمَانِيَةَ عَشَرَ الخ صفت مشبہ کی اٹھارہ صورتیں بنتی ہیں ان کی وجہ حصر اس طرح ہے کہ صفت مشبہ یا تو معرف باللام ہوگی یا لام تعریف سے خالی ہوگی، پھر ان دونوں کا معمول مضاف ہوگا یا معرف باللام ہوگا یا دونوں سے خالی ہوگا لہذا یہ چھ صورتیں بن گئیں تین کو دو سے ضرب دینے سے پھر ان چھ صورتوں میں سے ہر ایک صورت میں تین احتمال ہیں اسکا معمول مرفوع ہوگا یا منصوب یا مجرور، تو چھ کو تین سے ضرب دینے سے اٹھارہ صورتیں بن گئیں۔

قوله وَتَفْصِيلُهَا الخ ان اٹھارہ صورتوں کی تفصیل اس طرح ہے (۱) صفت مشبہ معرف باللام ہو اور اسکا معمول مضاف ہو اس پر تین اعراب پڑھے جائیں جیسے جَاءَنِيْ زَيْدُنِ الْحَسَنُ وَجْهُهٗ تو یہ تین صورتیں بن گئیں (۲) صفت مشبہ معرف باللام ہو اور اس کا معمول بھی معرف باللام ہو اس تو اسپر بھی تین اعراب پڑھے جائیں جیسے اَلْحَسَنُ الْوَجْهِ (۳) صفت مشبہ معرف باللام ہو اور اس کا معمول لام تعریف یا اضافت دونوں سے خالی ہو اور اس پر تین اعراب پڑھے جائیں اَلْحَسَنُ وَجْهٌ (۴) صفت مشبہ لام تعریف سے خالی ہو اور اسکا معمول مضاف ہو اور اس پر تین اعراب پڑھے جائیں حَسَنُ وَجْهِهٖ (۵) صفت مشبہ لام تعریف سے خالی ہو اور اس کا معمول معرف باللام ہو تو اس پر تین اعراب پڑھ جائیں جیسے حَسَنَ الْوَجْهِ (۶) صفت مشبہ لام تعریف سے خالی ہو اور اس کا معمول بھی لام تعریف اور اضافت سے خالی ہو اور اس پر تین اعراب پڑھے جائیں حَسَنَ وَجْهٍ۔

قوله وَهِيَ عَلٰى خَمْسَةِ اَقْسَامٍ الخ صفت مشبہ کے مسائل باعتبار احسن اور حسن اور قبیح اور مختلف فیہ اور باعتبار ممتنع کے پانچ قسم پر ہیں ان اٹھارہ صورتوں میں سے دو صورتیں ممتنع ہیں پہلی صورت صفت مشبہ معرف باللام ہو اور اس کا معمول لام تعریف یا اضافت دونوں سے خالی ہو جیسے اَلْحَسَنُ وَجْهٍ یہ صورت ممتنع اس لئے ہے کیونکہ اس میں معرفہ کی نکرہ کی طرف اضافت ہو رہی ہے حالانکہ نکرہ کی معرفہ کی طرف اضافت ہوتی ہے نہ کہ اس کے برعکس اس لئے یہ ممتنع ہے (۲) دوسری صورت صفت مشبہ باللام ہو اور اس کا معمول مضاف ہو تو یہ صورت ممتنع ہے جیسے اَلْحَسَنُ وَجْهِهٖ ممتنع ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اضافت کی وجہ سے تخفیف حاصل نہیں ہوتی الحسن میں تنوین حذف ہوئی ہے وہ اضافت کیوجہ سے نہیں بلکہ الف لام کی وجہ سے ہوئی ہے۔

قوله وَمُخْتَلِفٌ فِيهِ الخ صفت مشبہ **لام تعریف** سے خالی ہو اور اس کا معمول مضاف ہو جیسے حَسَنَ وَجْهِهِ اس ترکیب کی صحت میں نحویوں کا اختلاف ہے بعض کے نزدیک یہ صحیح ہے اور بعض کے نزدیک یہ غیر صحیح ہے اور صحیح نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اس صورت میں اضافة الشي الى نفسه کی خرابی لازم آتی ہے اسلئے کہ حَسَنٌ اور وَجْهٌ دونوں ایک ہیں کیونکہ جو حَسَنٌ ہے وہ وَجْهٌ ہی ہے' دوسری وجہ یہ ہے کہ یہ اضافت لفظی ہے اور اضافت لفظی کا فائدہ تخفیف لفظ ہے جو یہاں حاصل نہیں ہو رہا کیونکہ مضاف الیہ سے ضمیر حذف نہیں ہوئی اور جو صحیح کہتے ہیں انکی دلیل یہ ہے کہ کیونکہ یہاں پر اضافة الشي الى نفسه کی خرابی لازم نہیں آتی کیونکہ حَسَنٌ بمقابلہ وَجْهٌ عام ہے اور دوسری وجہ یہ ہے کہ یہاں اضافت سے فی الجملہ تخفیف حاصل ہو رہی ہے کہ اضافت کی وجہ سے مضاف سے تنوین حذف ہو گئی ہے۔

قوله وَالْبَوَاقِي اَحْسَنُ الخ اور باقی پندرہ صورتوں میں سے بعض احسن ہیں اور بعض حسن اور بعض قبیح ہیں جس صورت میں ایک ضمیر ہے وہ احسن ہے اسلئے کہ اس میں ضمیر بقدر ضرورت ہے اور خیر الکلام ما قل ودل کا مصداق ہے اور جن صورتوں میں دو ضمیریں ہیں وہ حسن ہیں یعنی ایک ضمیر صفت مشبہ میں اور دوسری ضمیر اسکے معمول میں' تو یہ حسن ہے احسن نہیں' حسن اس لئے کہ بقدر حاجت ضمیر موجود ہے اور احسن اسلئے نہیں کہ احتیاج سے زائد امر پر مشتمل ہے کیونکہ رابطہ کیلئے تو ایک ہی ضمیر کافی تھی اور اسمیں دو ضمیروں کا موجود ہونا ضرورت سے زائد ہے اور جن صورتوں میں کوئی ضمیر نہیں وہ قبیح ہیں اسلئے کہ صفت کو موصوف کے ساتھ تو ربط دینے کیلئے ضمیر کی ضرورت ہوتی ہے اور یہ موجود نہیں۔

قوله وَالضَّابِطَةُ الخ یہاں سے مصنفؒ ضمیر کے متعلق ایک قاعدہ بیان کر رہے ہیں کہ صفت مشبہ جب اپنے معمول کو رفع دے رہی ہو تو اس وقت صفت مشبہ کے اندر ضمیر نہیں ہو گی کیونکہ اس کا معمول اسم فاعل ظاہر موجود ہے کیونکہ فاعل جب لفظا موجود ہو تو پھر ضمیر نہیں مان سکتے اگر ضمیر مانیں گے تو تعدد فاعل لازم آئے گا اور جب صفت مشبہ اپنے معمول کو نصب یا جر دے رہی ہو تو اسوقت صفت مشبہ میں ایک ضمیر ہو گی جو موصوف کی طرف لوٹ رہی ہو گی اور صفت مشبہ تذکیر اور تانیث اور تثنیہ وجمع میں اپنے موصوف کے مطابق ہو گی جیسے زَيْدٌ حَسَنٌ وَجْهِهِ

فصل اِسْمُ التَّفْضِيْلِ اِسْمٌ مُشْتَقٌّ مِنْ فِعْلٍ لِيَدُلَّ عَلَى الْمَوْصُوْفِ بِزِيَادَةٍ عَلٰى غَيْرِهٖ وَصِيْغَتُهٗ اَفْعَلُ فَلَا يُبْنٰى اِلَّا مِنَ الثُّلَاثِيِّ الْمُجَرَّدِ الَّذِىْ لَيْسَ بِلَوْنٍ وَلَا عَيْبٍ نَحْوُ زَيْدٌ اَفْضَلُ النَّاسِ فَاِنْ كَانَ زَائِدًا عَلَى الثُّلَاثِى اَوْ كَانَ لَوْنًا اَوْ عَيْبًا يَجِبُ اَنْ يُّبْنٰى اَفْعَلُ مِنَ ثُلَاثِى مُجَرَّدٍ لِيَدُلَّ عَلٰى مُبَالِغَةٍ وَشِدَّةٍ وَكَثْرَةٍ ثُمَّ يُذْكَرُ بَعْدَهٗ مَصْدَرُ ذٰلِكَ الْفِعْلِ مَنْصُوْبًا عَلَى التَّمِيْزِ كَمَا تَقُوْلُ هُوَ اَشَدُّ اِسْتِخْرَاجًا وَاَقْوٰى حُمْرَةً وَاَقْبَحُ عَرَجًا وقِيَاسُهٗ اَنْ يَكُوْنَ لِلْفَاعِلِ كَمَا مَرَّ وَقَدْ جَاءَ لِلْمَفْعُوْلِ قَلِيْلًا نَحْوُ اَعْذَرُ وَ اَشْغَلُ وَاَشْهَرُ وَاِسْتِعْمَالُهٗ عَلٰى ثَلٰثَةِ اَوْجُهٍ اِمَّا مُضَافٌ كَزَيْدٌ اَفْضَلُ الْقَوْمِ اَوْ مُعَرَّفٌ بِاللَّامِ نَحْوُ زَيْدُنِ الْاَفْضَلُ اَوْ بِمِنْ نَحْوُ زَيْدٌ اَفْضَلُ مِنْ عَمْرٍو وَيَجُوْزُ فِى الْاَوَّلِ الْاِفْرَادُ وَمُطَابَقَةُ اِسْمِ التَّفْضِيْلِ لِلْمَوْصُوْفِ نَحْوُ زَيْدٌ اَفْضَلُ الْقَوْمِ وَ الزَّيْدَانِ اَفْضَلُ الْقَوْمِ وَاَفْضَلَا الْقَوْمِ وَالزَّيْدُوْنَ اَفْضَلُ الْقَوْمِ وَ اَفْضَلُوْا الْقَوْمِ وَفِى الثَّانِىْ يَجِبُ الْمُطَابَقَةُ نَحْوُ زَيْدُ نِ الْاَفْضَلُ وَالزَّيْدَانِ الْاَفْضَلَانِ وَ الزَّيْدُوْنَ الْاَفْضَلُوْنَ وَفِى الثَّالِثِ يَجِبُ كَوْنُهٗ مُفْرَدًا مُذَكَّرًا اَبَدًا نَحْوُ زَيْدٌ وَهِنْدٌ وَ الزَّيْدَانِ وَالْهِنْدَانِ وَالزَّيْدُوْنَ وَ الْهِنْدَاتِ اَفْضَلُ مِنْ عَمْرٍو وَعَلَى الْاَوْجُهِ الثَّلٰثَةِ يُضْمَرُ فِيْهِ الْفَاعِلُ وَهُوَ يَعْمَلُ فِىْ ذٰلِكَ الْمُضْمَرِ وَلَا يَعْمَلُ فِى الْمُظْهَرِ اَصْلًا اِلَّا فِىْ مِثْلِ قَوْلِهِمْ مَارَاَيْتُ رَجُلًا اَحْسَنَ فِىْ عَيْنِهِ الْكُحْلُ مِنْهُ فِىْ عَيْنِ زَيْدٍ فَاِنَّ الْكُحْلَ فَاعِلٌ لِاَحْسَنَ وَهٰهُنَا بَحْثٌ۔

ترجمہ: اسم تفضیل وہ اسم ہے جو فعل سے مشتق ہو تاکہ موصوف پر دلالت کرے اس زیادتی پر جو اپنے غیر کے مقابلہ میں ہے اور اس کا صیغہ افعل کے وزن پر آتا ہے پس نہیں بنایا جاتا اسم تفضیل مگر ثلاثی مجرد سے جو کہ لون اور عیب کے معنی میں نہ ہو جیسے زید افضل الناس، پس اگر صیغہ ثلاثی سے زائد ہو یا لون یا عیب کے معنی میں ہو تو واجب ہے کہ اَفعَلُ کا وزن بنایا جائے ثلاثی مجرد سے تاکہ مبالغہ اور شدت اور کثرت پر دلالت کرے، پھر اس کے بعد اس فعل کا مصدر ذکر کیا جائے جو منصوب ہو تمیز ہونے کی بنا پر جیسے تو کہے ھو اشد استخراجا اور اقوی حمرۃ اور اقبح عرجا اور قیاس یہ ہے کہ فاعل کیلئے ہو جیسے مثالوں میں گذر چکا ہے اور کبھی مفعول کیلئے بھی آتا ہے قلت کے ساتھ جیسے اعذر واشغل اور اشہر اور اس کا استعمال تین طریقوں پر ہے یا مضاف کے ساتھ جیسے زید افضل القوم، معرف باللام کے ساتھ جیسے زید ن الافضل یا من کے ساتھ جیسے زید افضل من عمرو اور جائز ہے اول میں مفرد لانا اور اسم تفضیل کو موصوف کے مطابق لانا جیسے زید افضل القوم اور الزیدان افضلَ القوم، اور افضلا القوم، اور الزیدون افضل القوم اور افضلو االقوم، اور دوسری میں واجب ہے اسم تفضیل کو موصوف کے مطابق لانا جیسے زید ن الافضل اور الزیدان الافضلا ن اور الزیدون الافضلون اور تیسری صورت میں واجب ہے کہ اسم تفضیل ہمیشہ مفرد مذکر ہو جیسے زید وھند اور الزیدان الھندان اور الزیدون والھندات افضل من عمرو اور تینوں صورتوں میں اسم فاعل کی ضمیر لائی جائیگی اور وہ اس ضمیر میں عمل کرے گا اور اسم ظاہر میں بالکل عمل نہیں کرے گا مگر اس جیسے قول میں ما رایت رجلا احسن فی عینه الکحل منه فی عین زید پس بیشک کحل یہ فاعل ہے احسن کا اور یہاں بحث ہے۔

تجزیہ عبارت: مذکورہ عبارت میں صاحب کتاب نے اسم تفضیل کی تعریف کے بعد اسم تفضیل کا وزن اور اس کی شرائط بیان کی ہیں، اور اسم تفضیل کے استعمال کا طریقہ اور اس کا عمل بیان کیا ہے۔

تشریح:

قوله اِسْمُ التَفْضِیْلِ اِسْمٌ مُشْتَقٌّ الخ: اسم تفضیل وہ اسم ہے جو فعل سے مشتق ہو تاکہ موصوف پر زیادتی کے ساتھ دلالت کر سکے اپنے غیر کے مقابلہ میں اور اس کا وزن اَفعَلُ ہے لیکن شرط یہ ہے کہ ثلاثی مجرد سے بنایا

جائے جس میں لون اور عیب کا معنی نہ پایا جائے جیسے زید افضلُ النّاس اور جس میں لون اور عیب کا معنی ہو اس سے اسم تفصیل اَفعَل کا وزن اسلئے نہیں آتا کیونکہ افعل کا وزن غیر اسم تفصیل کیلئے آتا ہے جس میں زیادتی کا معنی معتبر نہیں ہوتا ہے جیسے احمر اصفر اگر لون و عیب والے معنی میں بھی افعل کا صیغہ بنایا جائے تو التباس پیدا ہو جائے گا۔

قوله فَإِنْ كَانَ زَائِدًا عَلَى الثُّلَاثِي الخ اگر اسم زائد علی الثلاثی ہو چاہے ثلاثی مزید فیہ ہو یا رباعی ہو یا جس میں لون اور عیب کا معنی ہو تو اس سے اسم تفصیل بنانے کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے تو ثلاثی مجرد سے افعل کا وزن بنالو لفظ شدت یا کثرت یا قوت یا قباحت سے جو مقصود کے موافق ہو تاکہ مبالغہ اور شدت اور کثرت پر دلالت کرنے مثلا اشدُّ اکثرُ اقبحُ اس کے بعد اس فعل کا مصدر منصوب بطور تمیز کے ذکر کریں جیسے ھو اشدّ اِستِخرَاجًا اور اَقْوٰی حُمْرَةً اور اَقبح عرجًا۔

قوله وَقِيَاسُهُ اَنْ يَكُوْنَ لِلْفَاعِلِ الخ چونکہ اسم تفصیل اس چیز کو کہتے ہیں جو فعل پر اثر کرنے میں زیادتی یا نقصان [illegible] اور یہ بات واضح ہے کہ یہ وصف صرف فاعل ہی میں پایا جاتا ہے اسلئے قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ اسم تفصیل فاعل کے معنی میں زیادتی کیلئے آتا ہے جیسے افضلُ زیادہ فضیلت والا کبھی اسم

تفضیل مفعول کے معنی میں زیادتی کے لئے بھی آتا ہے لیکن قلت کے ساتھ جیسے اَعذَرُ بمعنی زیادہ معذور ہوا اشغَلُ زیادہ کام میں لگا ہوا اشہر بمعنی زیادہ مشہور ہوا۔

قوله وَاِسْتِعْمَالُهُ عَلٰى ثَلٰثَةِ اَوْجُهٍ الخ اسم تفصیل کا استعمال تین طریقوں میں سے ایک طریقے کیساتھ ضرور ہوگا (۱) یا اضافت کے ساتھ جیسے زیدٌ افضلُ القوم کہ زید قوم میں سب سے زیادہ افضل ہے۔

(۲) یا اسم تفصیل کا استعمال الف لام کے ساتھ ہوگا یعنی اسم تفصیل معرف باللام ہوگا جیسے زیدن الافضل۔

(۳) یا اسم تفصیل کا استعمال مِنْ کے ساتھ ہوگا جیسے زیدٌ افضلُ من عمرٍو

قوله وَيَجُوْزُ فِي الْاَوَّلِ الْاِفْرَادُ الخ اسم تفصیل کے استعمال کی پہلی قسم اضافت کا حکم یہ ہے کہ یہاں اسم تفصیل کو مفرد لانا بھی جائز ہے خواہ موصوف مفرد ہو یا تثنیہ یا جمع اور اسم تفصیل کو موصوف کے

مطابق لانا بھی جائز ہے جیسے زیدٌ افضلُ القومِ اور الزیدانِ افضلُ القومِ اور الزیدانِ افضلاَ القومِ بھی جائز ہے اور الزیدونَ افضلُ القومِ اور الزیدونَ افضلُو االقومِ بھی جائز ہے۔

قوله وَفِي الثَّانِي يَجِبُ الْمُطَابَقَةُ الخ اسم تفضیل کے استعمال کی دوسری قسم معرف باللام ہے اس کا حکم یہ ہے کہ اسم تفضیل کو موصوف کے مطابق لانا ضروری ہے موصوف واحد کیلئے اسم تفضیل واحد، تثنیہ کیلئے تثنیہ، جمع کے لئے اسم تفضیل جمع لانا ضروری ہے، جیسے زیدُ نِ الافضلُ اور الزیدانِ الافضلانِ اور الزیدونَ الافضلونَ

قوله وَفِي الثَّالِثِ يَجِبُ كَوْنُهُ مُفْرَدًا الخ اسم تفضیل کے استعمال کی تیسری قسم جو مِنْ کے ساتھ استعمال ہو، اسکا حکم یہ ہے کہ اسم تفضیل کو ہمیشہ مفرد مذکر لایا جائے گا خواہ اسکا موصوف مذکر ہو یا مؤنث، تثنیہ ہو یا جمع، جیسے زیدٌ و هندٌ افضلُ مِن عمروٍ اور الزیدانِ والهندانِ افضلُ مِن عمروٍ اور الزیدونَ والهنداتُ افضلُ مِن عمروٍ۔

قوله وَعَلَى الْاَوْجُهِ الثَّلٰثَةِ يُضْمَرُ الخ اسم تفضیل اپنے استعمال کے تینوں طریقوں میں ہمیشہ فاعل ضمیر مستتر میں عمل کرتا ہے اسم ظاہر میں بالکل عمل نہیں کرتا، خواہ اسم ظاہر فاعل ہو خواہ ضمیر بارز، خواہ مفعول بہ ظاہر ہو، خواہ مفعول بہ مستتر ہو، اسم تفضیل کی اسم ظاہر میں عمل نہ کرنے کی وجہ یہ ہے کہ اسم ظاہر قوی ہے اور اسم تفضیل عامل ضعیف ہے لہذا ضعیف قوی میں عمل نہیں کر سکتا، لیکن اسم تفضیل ضمیر میں اسلئے عمل کرتا ہے کیونکہ ضمیر ضعیف ہے اور ضعیف ضعیف میں عمل کر سکتا ہے۔

قو له اِلاَّ فِیْ مِثْلِ قَوْلِهِمْ الخ اسم تفضیل اسم ظاہر میں عمل نہیں کرتا البتہ ایک صورت میں اسم تفضیل اسم ظاہر میں عمل کرتا ہے جب تین شرطیں پائی جائیں

(۱) پہلی شرط: اسم تفضیل لفظوں میں کسی کی صفت ہو (۲) دوسری شرط: اسم تفضیل کا متعلق ایک اعتبار سے مفضل اور دوسرے اعتبار سے مفضل علیہ بن رہا ہو

(۳) تیسری شرط: اسم تفضیل حرف نفی کے بعد واقع ہو اگر یہ تین شرطیں پائی جائیں تو اسم تفضیل اسم ظاہر میں عمل کر سکتا ہے جیسے مارایتُ رجلاً احسنَ فی عینهِ الکحلُ منهُ فی عینِ زیدٍ اس مثال میں اسم تفضیل اسم

ظاہر میں عمل کر رہا ہے اور مذکورہ بالا تینوں شرطیں پائی جاتی ہیں وہ اس طرح کہ احسن اسم تفضیل ہے اور رجلا کی صفت ہے اور حقیقت میں احسن الکحل کی صفت ہے جو رجلاً کا متعلق ہے الکحل اسم تفضیل کا متعلق ہے ایک اعتبار سے مفضل ہے اور ایک اعتبار سے مفضل علیہ ہے

یعنی کحل اس اعتبار سے کہ رجل کی آنکھ میں حاصل ہے مفضل ہے اور اس اعتبار سے کہ کحل زید کی آنکھ میں حاصل ہے مفضل علیہ ہے اور اسم تفضیل حرف نفی کے بعد واقع ہے 'تینوں شرطوں کے پائے جانے کی وجہ سے اسم تفضیل اسم ظاہر میں عمل کر رہا ہے اسلئے ان شرائط کی وجہ سے اسم تفضیل فعل کے معنی میں ہو جائیگا اور الکحل کو احسن کا فاعل بنائیں گے۔

قوله وَهٰهُنَا بَحْثٌ مسئلہ مذکورہ میں بحث ہے اور وہ بحث یہ ہے کہ اس عبارت کو اختصار کیلئے احسنَ فیِ عینهِ الکحلُ من عینِ زیدٍ کہنا بھی جائز ہے لہذا من عین زید کو قائم مقام منه فی عین زید کے کر سکتے ہیں اور زیادہ اختصار کیلئے عین کو مقدم کر کے ما را یتُ کعینِ زیدٍ احسنُ فیها الکحلُ بھی کہہ سکتے ہیں

جس میں لفظ عین کو اسم تفضیل پر مقدم کیا گیا ہے اور من کا ذکر نہیں اس وقت معنی میں کوئی فرق نہیں آئے گا بلکہ معنی وہی رہیں گے کہ میں نے زید کی آنکھ کی طرح کوئی سرمگیں خوبصورت آنکھ نہیں دیکھی اور اختصار والی بحث کافیہ وغیرہ دوسری کتابوں میں مذکور ہے۔

تمت بحث المبنی بحمدالله تعالیٰ

محمد اصغر علی فاضل دارالعلوم فیصل آباد 'فاضل عربی
استاذ الحدیث جامعہ اسلامیہ عربیہ
مدنی ٹاؤن غلام محمد آباد۔ پاکستان

اَلْفِعْلُ

اَلْقِسْمُ الثَّانِیْ فِي الْفِعْلِ وَقَدْ سَبَقَ تَعْرِيْفُهُ وَ اَقْسَامُهُ ثَلٰثَةٌ مَاضٍ وَمُضَارِعٌ وَاَمْرٌ اَلْاَوَّلُ اَلْمَاضِي وَهُوَ فِعْلٌ دَلَّ عَلٰى زَمَانٍ قَبْلَ زَمَانِكَ وَهُوَ مَبْنِيٌّ عَلَى الْفَتْحِ اِنْ لَمْ يَكُنْ مَعَهُ ضَمِيْرٌ مَرْفُوْعٌ مُتَحَرِّكٌ وَلَا وَاوٌ كَضَرَبَ وَ مَعَ الضَّمِيْرِ الْمَرْفُوْعِ الْمُتَحَرِّكِ عَلَى السُّكُوْنِ كَضَرَبْتَ وَعَلَى الضَّمِّ مَعَ وَاوٍ كَضَرَبُوْا وَالثَّانِیْ اَلْمُضَارِعُ وَهُوَ فِعْلٌ يُشْبِهُ الْاِسْمَ بِاِحْدٰى حُرُوْفِ اَتَيْنَ فِیْ اَوَّلِهٖ لَفْظًا فِیْ اِتِّفَاقِ الْحَرَكَاتِ وَالسَّكَنَاتِ نَحْوُ يَضْرِبُ وَيَسْتَخْرِجُ كَضَارِبٍ وَمُسْتَخْرِجٍ وَفِیْ دُخُوْلِ لَامِ التَّاكِيْدِ فِیْ اَوَّلِهَا تَقُوْلُ اِنَّ زَيْدًا لَيَقُوْمُ كَمَا تَقُوْلُ اِنَّ زَيْدًا لَقَائِمٌ وَ فِیْ تَسَاوِيْهِمَا فِیْ عَدَدِ الْحُرُوْفِ وَمَعْنًى فِیْ اَنَّهٗ مُشْتَرَكٌ بَيْنَ الْحَالِ وَالْاِسْتِقْبَالِ كَاسْمِ الْفَاعِلِ وَلِذٰلِكَ سَمَّوْهُ مُضَارِعًا وَالسِّيْنُ وَسَوْفَ تُخَصِّصُهٗ بِالْاِسْتِقْبَالِ نَحْوُ سَيَضْرِبُ وَسَوْفَ يَضْرِبُ وَاللَّامُ الْمَفْتُوْحَةُ بِالْحَالِ نَحْوُ لَيَضْرِبُ وَحُرُوْفُ الْمُضَارِعَةِ مَضْمُوْمَةٌ فِی الرُّبَاعِیْ نَحْوُ يُدَحْرِجُ وَيُخْرِجُ لِاَنَّ اَصْلَهٗ يُاَخْرِجُ وَمَفْتُوْحَةٌ فِیْ مَاعَدَاهُ كَيَضْرِبُ وَيَسْتَخْرِجُ وَاِنَّمَا اَعْرَبُوْهُ مَعَ اَنَّ اَصْلَ الْفِعْلِ اَلْبِنَاءُ لِمُضَارَعَتِهٖ اَیْ لِمُشَابَهَتِهِ الْاِسْمَ فِیْ مَا عَرَفْتَ وَاَصْلُ الْاِسْمِ اَلْاِعْرَابُ وَذٰلِكَ اِذَا لَمْ يَتَّصِلْ بِهٖ نُوْنُ تَاكِيْدٍ وَلَا نُوْنُ جَمْعِ الْمُؤَنَّثِ وَاِعْرَابُهٗ ثَلٰثَةُ اَنْوَاعٍ رَفْعٌ وَنَصْبٌ وَجَزْمٌ نَحْوُ هُوَيَضْرِبُ وَلَنْ يَضْرِبَ وَلَمْ يَضْرِبْ۔

ترجمہ: کلمہ کی دوسری قسم فعل ہے اور تحقیق اسکی پہلے تعریف گزر چکی ہے اور اس کی اقسام تین ہیں ماضی

مضارع اور امر' پہلی قسم ماضی ہے اور وہ فعل ہے جو دلالت کرے ایسے زمانے پر جو تمہارے زمانے سے پہلے ہو' اور وہ مبنی بر فتح ہوتی ہے اگر نہ ہو اسکے ساتھ ضمیر مرفوع متحرک اور نہ واو آخر میں جیسے ضرب اور فعل ماضی کا صیغہ ضمیر مرفوع متحرک کے ساتھ مبنی بر سکون ہے جیسے ضربت 'اور ضمہ بر مبنی ہے واو کے ساتھ جیسے ضربوا اور دوسری قسم مضارع ہے اور وہ فعل ہے جو اسم کے مشابہ ہو حروف اتین میں سے کسی ایک کیساتھ جو اسکے شروع میں ہو لفظا (اور مضارع اسم فاعل کے ساتھ مشابہ ہے) حرکات و سکنات میں اتفاق کے ساتھ جیسے یضرب' یستخرج جیسے ضارب مستخرج (اور مشابہ ہے اسم کے ساتھ) لام تاکید کے ان دونوں کے شروع میں داخل ہونے میں جیسے تو کہے ان زیدا لیقوم جیسے تو کہتا ہے ان زیدا لقائم اور دونوں مشابہ ہیں حروف کی تعداد کے مساوی ہونے میں' اور معنا دونوں مساوی ہیں کہ حال اور استقبال میں مشترک ہونے میں اسم فاعل کی طرح اور اسی لئے اسکا نام مضارع رکھا گیا ہے اور حرف سین اور سوف کا داخل ہونا اس کو استقبال کے ساتھ خاص کرتا ہے جیسے سیضرب اور سوف یضرب 'اور لام مفتوحہ کا داخل ہونا حال کیساتھ خاص کر دیتا ہے جیسے لیضرب البتہ وہ مارتا ہے اور علامت مضارع رباعی میں مضموم ہوتی ہے جیسے یدحرج یخرج کیونکہ اسکی اصل یاخرج تھی' اور اس کے علاوہ میں علامت مضارع مفتوح ہوتی ہے جیسے یضرب یستحرج اور بے شک صرفیوں نے مضارع کو اعراب دیا ہے باوجودیکہ فعل کی اصل بناء ہے بوجہ اس کے مشابہ ہونے کے اسم کے ساتھ جیسا کہ آپ پہچان چکے ہیں کہ اسم کی اصل اعراب ہے اور یہ اس وقت ہے کہ فعل مضارع کے ساتھ نون تاکید اور نون جمع متصل نہ ہو' اور فعل مضارع کے اعراب تین قسم پر ہیں رفع' نصب اور جزم جیسے ہو یضرب لن یضرب اور لم یضرب۔

تجزیہ عبارت: مذکورہ بالا عبارت میں مصنفؒ نے فعل کی اقسام ثلثہ میں سے فعل ماضی، فعل مضارع کو بیان کیا ہے اور انکے متعلق تفصیل بیان کی ہے۔

تشریح:

قولہ اَلْقِسْمُ الثَّانِي فِي الْفِعْلِ الخ مصنفؒ کلمہ کی قسم اول اسم سے فارغ ہونے کے بعد اب یہاں سے کلمہ

کی قسم ثانی فعل کو بیان کرتے ہیں فعل کی پہلے تعریف گزر چکی ہے کہ فعل وہ کلمہ ہے جو مستقل معنی پر دلالت کرے اور تینوں زمانوں میں سے کسی ایک کیساتھ مقترن ہو جیسے ضرب یضرب نصر ینصر وغیرہ فعل کی تین قسمیں ہیں (۱) فعل ماضی (۲) فعل مضارع (۳) فعل امر۔

قوله اَلْاَوَّلُ الْمَاضِی وَهُوَ فِعْلٌ الخ | فعل کی قسم اول ماضی ہے جو اس زمانے پر دلالت کرے جو تمہارے زمانے سے قبل ہو یعنی جس زمانہ میں مخاطب موجود ہے اس زمانے سے پہلے زمانہ پر دلالت کرے آسان لفظوں میں یوں کہہ لیجئے فعل ماضی وہ فعل ہے جو گزرے ہوئے زمانے پر دلالت کرے جیسے ضرب نصر اور یہ ماضی مبنی علی الفتح ہوتی ہے بشرطیکہ اس کے آخر میں ضمیر مرفوع متحرک نہ ہو جیسے ضرب اگر اس کے آخر میں ضمیر مرفوع متحرک ہو جیسے ضربتَ ضربتِ ضربتُ تو اس صورت میں ماضی کا آخر ساکن ہوگا اگر ساکن نہ کیا جائے تو ایک کلمہ میں پے در پے چار حرکات کا جمع ہونا لازم آئے گا اور یہ ناجائز ہے دوسری شرط یہ ہے کہ فعل ماضی کے آخر میں واو بھی نہ ہو کیونکہ جب فعل ماضی کے آخر میں واو ہوگی تو واو کی مناسبت سے وہ مبنی علی الضم ہوگی جیسے ضربُوا۔

قوله وَالثَّانِی اَلْمُضَارِعُ وَهُوَ فِعْلٌ الخ | یہاں سے مصنف" فعل کی قسم ثانی مضارع کو بیان کرتے ہیں کہ مضارع وہ فعل ہے جو اسم کے مشابہ ہو کیونکہ مضارع اسم فاعل کا صیغہ ہے جس کا معنی ہے مشابہ اور یہ اسم کے ساتھ حال اور استقبال کے معنی میں مشابہ ہوتا ہے اور اس کے شروع میں حروف اتین میں سے کوئی ایک حرف ہو اور فعل مضارع اسم کے ساتھ لفظاً تین طرح مشابہ ہوتا ہے (۱) پہلی مشابہت: یہ ہے حرکات وسکنات میں دونوں برابر ہوتے ہیں جیسے یضرب حرکات وسکنات میں ضارب کے مشابہ ہے اور یستخرج مستخرج کے مشابہ ہے۔

قوله وَفِی دُخُوْلِ لَامِ التَّاكِیْدِ الخ | (۲) دوسری مشابہت: فعل مضارع کی اسم فاعل کے ساتھ لام تاکید کے داخل ہونے میں ہے جس طرح اسم فاعل پر لام تاکید داخل ہوتا ہے جیسے اِنَّ زیداً لَقائِمٌ اسی طرح فعل مضارع کے شروع میں بھی لام تاکید آتا ہے جیسے اِنَّ زیداً لَیَقُوْمُ

(۳) تیسری مشابهت: حروف کی تعداد میں ہے جتنے اسم فاعل میں حروف ہوتے ہیں اتنے ہی فعل مضارع میں ہوتے ہیں جیسے یجتنب اور مجتنب۔

قوله وَمَعْنىً فِيْ اَنَّهٗ مُشْتَرَكٌ الخ فعل مضارع کی اسم کیساتھ معناً مشابہت یہ ہے کہ جسطرح اسم فاعل حال اوراستقبال کے معنی میں مشترک ہے اسی طرح فعل مضارع بھی حال اوراستقبال کے معنی میں مشترک ہے اسی لئے اسکا نام مضارع رکھا جاتاہے کیونکہ مضارع اسم فاعل کا صیغہ ہے بمعنی مشابہت رکھنے والا مضارع کو مضارع اسلئے کہتے ہیں کہ وہ اسم کے ساتھ حال اوراستقبال کے معنی میں مشترک ہونےاور سین اور سوف کے ساتھ خاص ہونے میں مشابہت رکھتاہے۔

قوله وَالسِّيْنُ وَسَوْفَ تَخُصُّصُهٗ الخ فعل مضارع میں حال اوراستقبال دونوں معنی آتے ہیں جیسے ینصر وہ مدد کرتاہے یا کرے گا لیکن مضارع کے شروع میں سین اور سوف آجائیں تو یہ مستقبل کے معنی کے ساتھ خاص ہوجاتاہے جیسے سیضرب عنقریب مارے گا وہ ایک مرد اور جیسے سوف یضرب مستقبل میں مارے گا وہ ایک مرد اور فعل مضارع پر جب لام مفتوح داخل ہو تو یہ حال کے معنی کیساتھ خاص ہوجاتاہے جیسے لیضرب البتہ مارتاہے وہ ایک مرد۔

قوله وَحُرُوْفُ الْمُضَارِعَةِ الخ علامت مضارع رباعی میں مضموم ہوگی جیسے یُدَحْرِجُ اوریُخْرِجُ کیونکہ اسکی اصل یُاَخْرِجُ تھی اور رباعی کے علاوہ علامت مضارع مفتوح ہوگی' رباعی کے علاوہ چاہے ثلاثی مجرد ہو جیسے یَضرِبُ' چاہے ثلاثی مزید فیہ ہو جیسے یَستَخرِجُ۔

قوله وَاِنَّمَا اَعْرَبُوْهُ مَعَ ان الخ فعل مضارع کواعراب دیا گیا ہے حالانکہ فعل کی اصل بناء ہے' فعل مضارع کے معرب ہونے کی وجہ یہ ہے کہ فعل مضارع کواسم کیساتھ مشابہت تامہ حاصل ہے اور اسم میں اصل معرب ہوناہے اس بنا پر جو مشابہ اسم ہوگا وہ بھی معرب ہوگا لیکن فعل مضارع کے معرب ہونے کیلئے شرط یہ ہے کہ نون تاکید یعنی ثقیلہ اور خفیفہ اور نون جمع مؤنث سے خالی ہو لیکن مذکورہ نون کے اتصال کے وقت فعل مضارع کے معرب ومبنی ہونے میں اختلاف ہے' جمہور کے نزدیک مبنی ہوتاہے اسلئے کہ

نون تاکید بوجہ شدت اتصال کے بمنزلہ جزءکلمہ کے ہے پس اگر نون تاکید کے قبل اعراب جاری کریں گے تو اعراب کا دخول وسط کلمہ میں لازم آئے گا اور اگر نون تاکید پر اعراب جاری کریں گے تو چونکہ وہ دوسرا کلمہ ہے لہذا دوسرے کلمہ پر اعراب کا داخل ہونا لازم آئے گا اور یہ دونوں امر ناجائز ہیں اور بعینہ یہی حال نون جمع مؤنث کا ہے۔

قوله وَاِعْرَابُهٗ ثَلٰثَةُ اَنْوَاعٍ الخ یہاں سے مصنف "فعل مضارع کا اعراب بیان کرتے ہیں کہ اس کے تین اعراب ہیں (۱) رفع جیسے ھو یضرب (۲) نصب جیسے لن یضرب (۳) جزم جیسے لم یضرب، رفع، نصب یہ اعراب اسم میں بھی آتے ہیں اور فعل میں بھی، لیکن جزم فعل کے ساتھ خاص ہے اسم میں نہیں پایا جاتا جیسے جر اسم کے ساتھ خاص ہے اور فعل میں نہیں پایا جاتا۔

فصل فِیْ اَصْنَافِ اِعْرَابِ الْفِعْلِ وَهِیَ اَرْبَعَةٌ اَلْاَوَّلُ اَنْ یَکُوْنَ الرَّفْعُ بِالضَّمَّةِ وَالنَّصْبُ بِالْفَتْحَةِ وَالْجَزْمُ بِالسُّکُوْنِ وَیُخْتَصُّ بِالْمُفْرَدِ الصَّحِیْحِ غَیْرِ الْمُخَاطَبَةِ تَقُوْلُ هُوَ یَضْرِبُ وَلَنْ یَّضْرِبَ وَلَمْ یَضْرِبْ وَالثَّانِیْ اَنْ یَکُوْنَ الرَّفْعُ بِثُبُوْتِ النُّوْنِ وَالنَّصْبُ وَالْجَزْمُ بِحَذْفِهَا وَیُخْتَصُّ بِالتَّثْنِیَةِ وَجَمْعِ الْمُذَکَّرِ وَالْمُفْرَدَةِ الْمُخَاطَبَةِ صَحِیْحًا کَانَ اَوْ غَیْرَهٗ تَقُوْلُ هُمَا یَفْعَلَانِ وَهُمْ یَفْعَلُوْنَ وَاَنْتِ تَفْعَلِیْنَ وَلَنْ یَّفْعَلَا وَلَنْ یَّفْعَلُوْا وَلَنْ تَفْعَلِیْ وَلَمْ تَفْعَلَا وَلَمْ تَفْعَلُوْا وَلَمْ تَفْعَلِیْ وَالثَّالِثُ اَنْ یَکُوْنَ الرَّفْعُ بِتَقْدِیْرِ الضَّمَّةِ وَالنَّصْبُ بِالْفَتْحَةِ لَفْظًا وَالْجَزْمُ بِحَذْفِ اللَّامِ وَیُخْتَصُّ بِالنَّاقِصِ الْیَائِیِّ وَالْوَاوِیِّ غَیْرَ تَثْنِیَةٍ وَجَمْعٍ وَمُخَاطِبَةٍ تَقُوْلُ هُوَ یَرْمِیْ وَیَغْزُوْ وَلَنْ یَّرْمِیَ وَیَغْزُوَ وَلَمْ یَرْمِ وَیَغْزُ وَالرَّابِعُ اَنْ یَّکُوْنَ الرَّفْعُ بِتَقْدِیْرِ الضَّمَّةِ وَالنَّصْبُ بِتَقْدِیْرِ الْفَتْحَةِ وَالْجَزْمُ بِحَذْفِ اللَّامِ وَیُخْتَصُّ بِالنَّاقِصِ الْاَلِفِیِّ غَیْرَ تَثْنِیَةٍ وَجَمْعٍ وَمُخَاطِبَةٍ نَحْوُ هُوَ یَسْعٰی وَلَنْ یَّسْعٰی وَلَمْ یَسْعَ فصل اَلْمَرْفُوْعُ عَامِلُهٗ مَعْنَوِیٌّ وَهُوَ تَجَرُّدُهٗ عَنِ النَّاصِبِ وَالْجَازِمِ نَحْوُ هُوَ یَضْرِبُ وَیَغْزُوْ وَیَرْمِیْ وَیَسْعٰی

ترجمه : فصل فعل کے انواع کے اعراب کے بیان میں اور یہ چار قسم پر ہیں پہلے یہ ہے کہ رفع ضمہ کیساتھ اور نصب فتحہ کے ساتھ اور جزم سکون کے ساتھ اور یہ اعراب خاص کیا جاتا ہے مفرد صحیح کیساتھ جب کہ مؤنث حاضر کا صیغہ نہ ہو جیسے ھو یضرب ولن یضرب ولم یضرب اور دوسری قسم یہ ہے کہ حالت رفع نون کو باقی رکھنے کیساتھ اور حالت نصب و جزم نون کو حذف کرنے کیساتھ اور یہ اعراب خاص کیا جاتا ہے تثنیہ اور جمع مذکر کے ساتھ اور مفرد واحد مؤنث حاضر کیساتھ خواہ وہ صیغہ صحیح ہو یا غیر صحیح ہو جیسے تو کہے هما یفعلان هم یفعلون انت تفعلین لن یفعلا لن یفعلوا لن تفعلی لم تفعلا لم تفعلوا اور لم تفعلی اور تیسری قسم رفع کی حالت تقدیر ضمہ کے ساتھ اور نصب فتحہ لفظی کیساتھ اور جزم کی حالت لام کلمہ کو حذف کیساتھ اور خاص کیا جاتا ہے یہ اعراب ناقص یائی اور واوی کے ساتھ جب کہ تثنیہ اور جمع اور واحد مؤنث حاضر نہ ہو جیسے تو کہے ھو یرمی ویغزو ولن یرمی ویغزو ولم یرم ویغز اور چوتھی قسم یہ ہے کہ رفعی حالت تقدیر ضمہ کے ساتھ اور نصب تقدیر فتحہ کے ساتھ اور جزم لام کلمہ کو حذف کر دینے کیساتھ اور خاص کیا جاتا ہے اعراب ناقص الفی کیساتھ جو کہ تثنیہ و جمع اور واحد مؤنث حاضر نہ ہو جیسے ھو یسعی ولن یسعی ولم یسع

فصل : وہ فعل جسکو رفع دیا گیا ہو اور اس کا عامل معنوی ہو اور عامل معنوی فعل کا خالی ہونا ہے ناصب اور جازم سے جیسے ھو یضرب و یغزو ویرمی ویسعی۔

تجزیہ عبارت : مصنفؒ نے مذکورہ عبارت میں فعل کے اعراب کی چار قسمیں مع مثال بیان کیں اور اس کے بعد فعل کے عامل معنوی کو بیان کیا ہے۔

تشریح:

قوله فِيْ اَصْنَافِ اِعْرَابِ الْفِعْلِ الخ | جس طرح اسم کے اعراب کی تین قسمیں ہیں رفع، نصب اور جر، اسی طرح فعل مضارع پر بھی اعراب آتا ہے فعل مضارع کا اعراب چار قسموں پر ہے پہلی قسم حالت رفع ضمہ کے ساتھ حالت نصب فتحہ کے ساتھ حالت جزم سکون کیساتھ اور یہ اعراب خاص ہے مفرد صحیح غیر مخاطبہ کے ساتھ جیسے ھو یضرب ولن یضرب ولم یضرب

قوله وَالثَّانِی اَنْ یَکُوْنَ الرَّفْعُ الخ دوسری قسم یہ ہے کہ حالت رفع نون کو باقی رکھنے کیساتھ اور حالت نصب وجزم حذف نون کے ساتھ اور یہ اعراب خاص ہے تثنیہ اور جمع مذکر کیساتھ خواہ تثنیہ مذکر ہو یا مؤنث اور اسی طرح جمع خواہ مذکر غائب ہو خواہ مذکر حاضر اور یہ اعراب خاص ہے واحد مؤنث کے ساتھ خواہ وہ صحیح ہو یا غیر صحیح جیسے هما یفعلان هم یفعلون و انت تفعلین لن یفعلا لن یفعلوا و لن تفعلی۔

قوله وَ الثَّالِثُ اَنْ یَکُوْنَ الرَّفْعُ الخ فعل مضارع کے اعراب کی تیسری قسم یہ ہے کہ حالت رفع ضمہ تقدیری کے ساتھ، اور حالت نصب فتحہ لفظی کے ساتھ اور حالت جزم لام کلمہ کے حذف کردینے کے ساتھ اور یہ اعراب فعل مضارع ناقص یائی اور واوی کیساتھ خاص ہے جب کہ فعل مضارع صیغہ تثنیہ وجمع اور واحد مؤنث حاضر کے علاوہ ہو جیسے ھو یرمِیْ ویغزُو ولن یَرمِیَ ویَغزُوَ اور لم یَرمِ ویَغزُ

قوله وَالرَّابِعُ اَنْ یَکُوْنَ الرَّفْعُ بِتَقْدِیْرِ الضَّمَّةِ الخ فعل مضارع کے اعراب کی چوتھی قسم یہ ہے کہ حالت رفع تقدیر ضمہ کیساتھ اور حالت نصب تقدیر فتحہ کے ساتھ اور حالت جزم لام کلمہ کے حذف کردینے کیساتھ اور یہ اعراب خاص ہے ناقص الفی کے ساتھ جب کہ فعل مضارع تثنیہ اور جمع اور واحد مؤنث حاضر کے علاوہ ہو جیسے ھو یسعٰی ولن یسعٰی ولم یسعَ

قوله اَلْمَرْفُوْعُ عَامِلُهٗ الخ فعل مضارع کے عامل رافع میں نحویوں کا اختلاف ہے کوفی نحوی یہ کہتے ہیں کہ فعل مضارع اسوقت مرفوع ہوگا جب کہ اس کے اندر عامل معنوی ہو اور عامل معنوی فعل مضارع کا عامل ناصب وجازم سے خالی ہونا ہے اور یہی مذہب مصنفؒ کا ہے جیسے ھو یضرب ویغزو ویرمی ویسعی بعض نحوی کہتے ہیں کہ فعل مضارع کا اسم کی جگہ میں ہونا فعل مضارع کے مرفوع ہونیکا سبب ہے جیسے زید یضرب چونکہ زید ضارب کی جگہ واقع ہے لہذا اسے اسم کا وہ اعراب دیا گیا ہے جو اقوی ہے۔

فصل : اَلْمَنْصُوْبُ عَامِلُهٗ خَمْسَةُ اَحْرُفٍ اَنْ وَلَنْ وَکَیْ وَاِذَنْ وَاَنِ الْمُقَدَّرَةُ نَحْوُ اُرِیْدُ اَنْ تُحْسِنَ اِلَیَّ وَاَنَا لَنْ اَضْرِبَكَ وَاَسْلَمْتُ کَیْ اَدْخُلَ الْجَنَّةَ وَاِذًا یَّغْفِرَ اللّٰهُ لَكَ. وَتُقَدَّرُ اَنْ فِیْ

سَبْعَةِ مَوَاضِعَ بَعْدَ حَتّٰى نَحْوُ اَسْلَمْتُ حَتّٰى اَدْخُلَ الْجَنَّةَ وَلَامِ كَيْ نَحْوُ قَامَ زَيْدٌ لِيَذْهَبَ وَلَامِ الْجَحْدِ نَحْوُ مَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَالْفَاءِ الْوَاقِعَةِ فِيْ جَوَابِ الْاَمْرِ وَالنَّهْيِ وَالْاِسْتِفْهَامِ وَ النَّفْيِ وَالتَّمَنِّيْ وَالْعَرْضِ نَحْوُ اَسْلِمْ فَتَسْلَمَ وَلَا تَعْصِ فَتُعَذَّبَ وَهَلْ تَعَلَّمَ فَتَنْجُوَا وَمَا تَزُوْرُنَا فَنُكْرِمَكَ. وَلَيْتَ لِيْ مَالًا فَاُنْفِقَهٗ وَاَلَا تَنْزِلُ بِنَا فَتُصِيْبَ خَيْرًا وَبَعْدَ الْوَاوِ الْوَاقِعَةِ فِيْ جَوَابِ هٰذِهِ الْمَوَاضِعِ كَذٰلِكَ نَحْوُ اَسْلِمْ وَتَسْلَمَ اِلٰى آخِرِهٖ وَبَعْدَ اَوْ بِمَعْنٰى اِلٰى اَنْ اَوْ اِلَّا اَنْ نَحْوُ لَاَ حْبِسَنَّكَ اَوْ تُعْطِيَنِيْ حَقِّيْ وَاوِ الْعَطْفِ اِذَا كَانَ الْمَعْطُوْفُ عَلَيْهِ اِسْمًا صَرِيْحًا نَحْوُ اَعْجَبَنِيْ قِيَامُكَ وَتَخْرُجَ وَيَجُوْزُ اِظْهَارُ اَنْ مَعَ لَامِ كَيْ نَحْوُ اَسْلَمْتُ لِاَنْ اَدْخُلَ الْجَنَّةَ وَمَعَ وَاوِ الْعَطْفِ نَحْوُ اَعْجَبَنِيْ قِيَامُكَ وَ اَنْ تَخْرُجَ وَيَجِبُ اِظْهَارُ اَنْ فِيْ لَامِ كَيْ اِذَا اتَّصَلَتْ بِلَامِ النَّافِيَةِ نَحْوُ لِئَلَّا يَعْلَمَ وَاعْلَمْ اَنَّ اَنِ الْوَاقِعَةَ بَعْدَ الْعِلْمِ لَيْسَتْ هِيَ النَّاصِبَةُ لِلْفِعْلِ الْمُضَارِعِ وَاِنَّمَا هِيَ الْمُخَفَّفَةُ مِنَ الْمُثَقَّلَةِ نَحْوُ عَلِمْتُ اَنْ سَيَكُوْنُ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَلِمَ اَنْ سَيَكُوْنُ مِنْكُمْ مَرْضٰى وَاَنِ الْوَاقِعَةُ بَعْدَ الظَّنِّ جَازَ فِيْهِ الْوَجْهَانِ اَلنَّصْبُ بِهَا وَاَنْ تَجْعَلَهَا كَالْوَاقِعَةِ بَعْدَ الْعِلْمِ نَحْوُ ظَنَنْتُ اَنْ سَيَقُوْمُ۔

ترجمہ: فعل مضارع منصوب کے عوامل پانچ حروف ہیں اَنْ ولَنْ کَیْ واِذَنْ و اَنْ مقدرہ جیسے ارید ان تحسن الیّ اور انالن اضربك اوراسلمت کی ادخل الجنة اوراذن یغفر اللہ لك اوراَن سات جگہوں میں مقدر ہوتا ہے حتی کے بعد جیسے اسلمت حتی ادخل الجنة اورلام کی کے بعد جیسے قام زید لیذھب اور لام جحد کے بعد جیسے ما کان اللہ لیعذبھم اور فا کے بعد جو امر، نہی، استفہام، نفی، تمنی اور عرض کے جواب

میں واقع ہو اسلم فتسلم اور لاتعص فتعذب اورھل تعلم فتنجو اور ما تزورنا فنکرمك اورلیت لی مالا فانفقه اورالا تنزل بنا فتصیب خیرا اورواو کے بعد مقدر ہوتا ہے جوواوان مذکورہ جگہوں کے جواب میں واقع ہو جیسے اسلم وتسلم الی اخرہ اوراس او کے بعد ان مقدر ہوتا ہے جوالی ان یاالاان کے معنی میں ہو جیسے لاحبسنك او تعطینی حقی اور واو عطف کے بعد مقدر ہوتا ہے جب کہ معطوف علیہ اسم صریح ہو جیسے اعجبنی قیامك وتخرج اوراَنْ کا ظاہر کرنا واجب لام کیساتھ جیسے اسلمت لان ادخل الجنة اورواو عطف کیساتھ اَنْ کو ظاہر کرنا جائز ہے جیسے اعجبنی قیامك و ان تخرج اوراَنْ کو ظاہر کرنا واجب لام کَیْ میں' جب وہ لائے نفی کے ساتھ متصل ہو جیسے لئلا یعلم اور تو جان بیشک وہ اَنْ جو علم کے بعد واقع ہو وہ فعل مضارع کو نصب نہیں دیتا اوروہ مخففة من المثقلة ہوتا ہے جیسے علمت ان سیکون اور جیسے اللہ تعالی کا قول علم ان سیکون منکم مرضی اوراَن جو ظن کے بعد واقع ہو اسمیں دوصورتیں جائز ہیں ان میں سے ایک یہ ہے اَن کیوجہ سے فعل مضارع کو نصب دینا اوردوسری اس اَن کی طرح بنادینا جو علم کے بعد واقع ہوتا ہے جیسے ظننت ان سیقوم۔

تجزیہ عبارت : مذکورہ بالا عبارت میں مصنفؒ نے فعل مضارع کو نصب دینے والے عوامل ذکر کئے ہیں اوراَنْ جن جگہوں میں مقدر ہوتا ہے اس کو مثالوں کے ساتھ بیان کیا ہے۔

تشریح :

قوله اَلْمَنْصُوْبُ عَامِلُهٗ الخ یہاں سے مصنفؒ وہ جگہیں بیان کرتے ہیں جہاں فعل مضارع منصوب ہوتا ہے فعل مضارع اسوقت منصوب ہوتا ہے جب اس پر حروف ناصبہ داخل ہوں اور حروف ناصبہ پانچ ہیں (۱) اَنْ (۲) لن (۳) کی (۴) اذن (۵) اَنْ مقدرہ 'اَن کی مثال ارید اَنْ تُحسِنَ اِلَیَّ اَن مضارع کو مصدر کے معنی میں کردیتا ہے اسلئے اس کو اَنْ مصدریہ بھی کہتے ہیں اور حرف لن کی مثال جیسے انا لن اضرِبَكَ اورکَیْ کی مثال جیسے اسلمت کی ادخلَ الجنةَ اوراذن کی مثال جیسے اذن یغفرَاللّٰهُ لَكَ۔

قوله وَتُقَدَّرُ اَنْ فِیْ سَبْعَةِ مَوَاضِعَ الخ سات جگہوں میں اَن مقدر ہوتا ہے اور فعل مضارع کو نصب

دیتا ہے (۱) حتیٰ کے بعد اَن مقدر ہوتا ہے جیسے اسلمتُ حتی ادخلَ الجنۃَ (۲) لام کی کے بعد اَن مقدر ہوتا ہے جیسے قام زیدٌ لِیذھبَ (۳) لام جحد کے بعد جیسے ما کان اللّٰہُ لِیَعَذِّبَھُمْ (۴) فا کے بعد ان مقدر ہوتا ہے جو فاء امر، نہی، استفہام، نفی، تمنی اور عرض کے جواب میں واقع ہو امر کی مثال جیسے اسلِمْ فَتَسلِمَ نہی کی مثال جیسے لاتعصِ فَتُعَذِّبَ استفہام کی مثال جیسے ھل تَعلَمُ فَتَنجُوَ اور نفی کی مثال جیسے ما تزورنا فنکرِمَكَ اور لیت کی مثال جیسے لیت لی مالاً فَاُنفِقَہ، عرض کی مثال جیسے الاتنزِلُ بنا فتصیبَ خیرًا (۵)
اور اس واو کے بعد اَن مقدر ہوتا ہے جو واو مذکورہ بالا مقامات کی جگہ میں واقع ہو جیسے اسلم فتسلم الی اٰخرہ
(۶) اور اَن مقدر ہوتا ہے او کے بعد جو اِلٰی اَن یا اِلاَّ اَنْ کے معنی میں ہو جیسے لاحبسنك او تُعْطِیَنِی حَقِّی
(۷) اور واو کے بعد ان مقدر ہوتا ہے جب کہ معطوف علیہ اسم صریح ہو جیسے اعجبنی قیامك وتخرجَ۔

قوله وَیَجُوْزُ اِظْهَارُ اَنْ مَعَ اللَّامِ الخ یہاں سے مصنفؒ اُن جگہوں کو بیان کرتے ہیں جہاں ان کا اظہار جائز ہے تو اَن مصدریہ کا اظہار لام کیساتھ جائز ہے جیسے اسلمتُ لاَنْ ادخلَ الجنۃَ اور ان حروف عاطفہ کے ساتھ اَن کا اظہار جائز ہے جو مضارع کے اسم صریح پر عطف کرتا ہے جیسے اعجبنی قیامك و ان تخرج اور اَن کا اظہار واجب ہے جب لام کے ساتھ لائے نفی بھی ہو، تاکہ دو لاموں کا اجتماع لازم نہ آئے۔ جیسے لئلا یعلمَ۔

قوله وَاعْلَمْ اَنَّ اَنِ الْوَاقِعَةَ الخ یہاں سے مصنفؒ ایک فائدہ بیان کرتے ہیں کہ اَن جب علم کے بعد واقع ہو تو اس وقت مخففۃ من المثقلۃ ہوتا ہے یعنی اصل میں اَنَّ تھا یہ حروف مشبہ بالفعل میں سے ہے تو اس کو ساکن کر کے مخففہ بنایا تو اَنْ ہو گیا اور اس وقت یہ فعل مضارع کو نصب نہیں دے گا بلکہ فعل مضارع کو رفع دیگا جیسے علمت اَنْ سیکونُ اور جیسے اللہ تعالیٰ کا قول عَلِمَ اَنْ سَیَکُوْنُ مِنْکُمْ مَرْضٰی

قوله وَ اَنِ الْوَاقِعَةَ بَعْدَ الظَّنِّ الخ اور جو اَنْ ظن کے بعد واقع ہو اسمیں دو وجہیں جائز ہیں پہلی وجہ یہ ہے کہ مخففہ من المثقلۃ ہو، اسوقت یہ فعل مضارع کو نصب نہیں دیگا بلکہ یہ رفع دے گا اس وقت ظن بمعنی جانب راجح ہوگا، دوسری وجہ یہ ہے کہ یہاں اَن مصدریہ ہو اور اس وقت ظن بمعنی عدم یقین اور خیال ہوگا جیسے ظننت ان سیقومَ۔

فصل اَلْمَجْزُوْمُ عَامِلُهٗ لَمْ وَلَمَّا وَلَامِ الْاَمْرِ وَلَا فِی النَّهْیِ وَ کَلِمِ الْمُجَازَاتِ وَهِیَ اِنْ وَمَهْمَا وَاِذْ مَا وَحَیْثُمَا وَاَیْنَ وَمَتٰی وَمَا وَمَنْ وَ اَیٌّ وَاَنّٰی وَاِنِ الْمُقَدَّرَةُ نَحْوُ لَمْ یَضْرِبْ وَلَمَّا یَضْرِبْ وَلِیَضْرِبْ وَلَاتَضْرِبْ وَاِنْ تَضْرِبْ اَضْرِبْ وَاعْلَمْ اَنَّ لَمْ تَقْلِبُ الْمُضَارِعَ مَاضِیًا مَنْفِیًّا وَلَمَّا کَذٰلِكَ اِلَّا اَنَّ فِیْهَا تَوَقُّعًا بَعْدَهٗ وَدَوَامًا قَبْلَهٗ نَحْوُ قَامَ الْاَمِیْرُ لَمَّا یَرْکَبْ وَاَیْضًا یَجُوْزُ حَذْفُ الْفِعْلِ بَعْدَ لَمَّا خَاصَّةً تَقُوْلُ نَدِمَ زَیْدٌ وَلَمَّا اَیْ وَلَمَّا یَنْفَعْهُ النَّدَمُ وَلَاتَقُوْلُ نَدِمَ زَیْدٌ وَلَمْ وَاَمَّا کَلِمُ الْمُجَازَاتِ حَرْفًا کَانَتْ اَوْ اِسْمًا فَهِیَ تَدْخُلُ عَلَی الْجُمْلَتَیْنِ لِتَدُلَّ عَلٰی اَنَّ الْاُوْلٰی سَبَبٌ لِلثَّانِیَةِ وَتُسَمَّی الْاُوْلٰی شَرْطًا وَالثَّانِیَةُ جَزَاءً ثُمَّ اِنْ کَانَ الشَّرْطُ وَ الْجَزَاءُ مُضَارِعَیْنِ یَجِبُ الْجَزْمُ فِیْهِمَا لَفْظًا نَحْوُ اِنْ تُکْرِمْنِیْ اُکْرِمْكَ وَ اِنْ کَانَا مَاضِیَیْنِ لَمْ تَعْمَلْ فِیْهِمَا لَفْظًا نَحْوُ اِنْ ضَرَبْتَ ضَرَبْتُ وَ اِنْ کَانَ الْجَزَاءُ وَحْدَهٗ مَاضِیًا یَجِبُ الْجَزْمُ فِی الشَّرْطِ نَحْوُ اِنْ تَضْرِبْنِیْ ضَرَبْتُكَ وَ اِنْ کَانَ الشَّرْطُ وَحْدَهٗ مَاضِیًا جَازَ فِی الْجَزَاءِ وَجْهَانِ نَحْوُ اِنْ جِئْتَنِیْ اُکْرِمُكَ وَاعْلَمْ اَنَّهٗ اِذَا کَانَ الْجَزَاءُ مَاضِیًا بِغَیْرِ قَدْ لَمْ یَجُزِ الْفَاءُ فِیْهِ نَحْوُ اِنْ اَکْرَمْتَنِیْ اَکْرَمْتُكَ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی وَمَنْ دَخَلَهٗ کَانَ آمِنًا وَ اِنْ کَانَ مُضَارِعًا مُثْبَتًا اَوْ مَنْفِیًّا بِلَا جَازَ فِیْهِ الْوَجْهَانِ نَحْوُ اِنْ تَضْرِبْنِیْ اَضْرِبْكَ اَوْ فَاَضْرِبُكَ اِنْ تَشْتِمْنِیْ لَااَضْرِبْكَ اَوْ فَلَا اَضْرِبُكَ وَاِنْ لَمْ یَکُنِ الْجَزَاءُ اَحَدَ الْقِسْمَیْنِ الْمَذْکُوْرَیْنِ فَیَجِبُ الْفَاءُ فِیْهِ ـ

ترجمہ : فصل مجزوم کے بیان میں ، فعل مجزوم کے عامل لم لما لام امر اور لائے نہی اور کلمات شرط و جزاء ہیں اور کلمات مجازات یہ ہیں ان مھما اذما حیثما این متی ما ای اورانی ہیں اور اِن مقدرہ جیسے لم یضرب لما یضرب لیضرب لاتضرب ان تضرب اضرب الی اخرہ اور تو جان بے شک لم فعل مضارع کو فعل ماضی منفی کے معنی میں بدل دیتا ہے اور لما بھی اسی طرح ہے مگر لما میں اسکے بعد توقع ہوتی ہے اوراس کے ماقبل میں دوام ہوتا ہے جیسے قام الامیر لما یرکب اور نیز جائز ہے لما کے بعد فعل کو حذف کرنا خاص طور پر جیسے تو کہے ندم زید ولما ای ولما ینفعه الندم اور تو نہیں کہہ سکتا ہے ندم زید ولم اور بہر حال کلمات مجازات حرف ہوں یا اسم یہ دو جملوں پر داخل ہوتے ہیں تاکہ اس بات پر دلالت کرے کہ جملہ اولی ثانیہ کیلئے سبب ہے اور اول کا نام رکھا جاتا ہے شرط اور دوسرے کا نام جزا پھر شرط اور جزا اگر دونوں فعل مضارع ہوں تو ان دونوں میں لفظا جزم واجب ہے جیسے ان تکرمنی اکرمك اور اگر دونوں فعل ماضی ہوں تو ان دونوں میں لفظا کوئی عمل نہیں کرتا جیسے ان ضربت ضربت اور اگر اکیلی جزاء فعل ماضی ہو تو شرط میں جزم واجب ہے جیسے ان تضربنی ضربت اگر شرط اکیلی فعل ماضی ہو تو جزاء میں دو وجہیں جائز ہیں جیسے ان جئتنی اکرمك اور تو جان لے کہ اگر جزا فعل ماضی بغیر قد کے ہو تو جزاء میں فا کا لانا جائز نہیں ہے جیسے ان اکرمتنی اکرمتك اور اللہ تعالی کا قول ومن دخله کان امنا اور اگر جزاء فعل مضارع مثبت ہو یا منفی ہو تو اس میں دو وجہیں جائز ہیں جیسے ان تضربنی اضربك یا فاضربك اور ان تشتمنی لااضربك یا فلا اضربك اور اگر جزاء مذکورہ دو قسموں میں سے کوئی قسم نہ ہو تو اسمیں فا کا لانا واجب ہے۔

تجزیہ عبارت : صاحب کتاب نے مذکورہ عبارت میں عوامل جازمہ ذکر کرنے کے بعد ان کی تفصیل ذکر کی ہے۔

تشریح :

قوله اَلْمَجْزُوْمُ عَامِلُهٗ الخ | یہ مصنف نے مضارع کے عوامل ناصبہ کو بیان کیا ہے اب یہاں سے عوامل جازمہ کو بیان فرمارہے ہیں فعل مضارع کو جزم دینے والے عوامل یہ ہیں لم لما لام امر اور لائے نہی اور وہ

کلمات جو فعل مضارع کو جزم دیتے ہیں انکو کلمات مجازات کہتے ہیں اور وہ یہ ہیں اِن مَہما اِذما حیثما این متی مَن ما ای انی اِنْ مقدرہ لم کی وجہ سے فعل مضارع مجزوم ہو جیسے لم یَضْرِبْ اور لما کیوجہ سے جیسے لمایضربْ اور لام امر کی وجہ سے جیسے لِیضرب اور لائے نہی کیوجہ سے جیسے لاتضرِبْ اور ان شرطیہ کیوجہ سے جیسے اِنْ تضرب اَضرِبْ اسی طرح باقی کی مثالیں بھی سمجھ لیں۔

قولہ وَ اعْلَمْ اَنَّ لَمْ الخ یہاں سے مصنفؒ حروف جازمہ کی تفصیل بیان کرتے ہیں کہ کلمہ لم فعل مضارع مثبت کو ماضی منفی کے معنی میں تبدیل کر دیتا ہے اور اس طرح لما بھی فعل مضارع کو ماضی منفی کے معنی میں کر دیتا ہے لیکن ان دونوں میں فرق یہ ہے کہ لما میں ماضی منفی کے بعد توقع باقی رہتی ہے اور تکلم سے پہلے نفی کا دوام ہوتا ہے جیسے قام الامیر لما یرکب خلاف لم کے وہ صرف زمانہ ماضی میں نفی کیلئے آتا ہے اور دوسرا فرق یہ ہے کہ لما کے بعد فعل کا حذف کرنا جائز ہے خاص طور پر جیسے ندم زید لمّا ای و لما ینفعه الندم لیکن لم کے بعد فعل کا حذف کرنا جائز نہیں یوں نہیں کہہ سکتے ندم زید ولم۔

قولہ وَاَمَّا کَلِمُ الْمَجَازَاتِ الخ کلمات شرط وجزاء خواہ وہ حرف ہوں یا اسم یہ دو جملوں پر داخل ہوتے ہیں اور پہلا فعل سبب ہوتا ہے دوسرے کیلئے اور پہلے فعل کو شرط کہتے ہیں اور دوسرے کو جزاء جیسے اِنْ تُکْرِمْنِیْ اُکْرِمْکَ اس مثال میں پہلا فعل شرط اور دوسرا جزاء ہے جب شرط اور جزاء دونوں فعل مضارع ہوں تو دونوں پر لفظ جزم واجب ہے جیسے ان تکرِمْنی اُکْرِمْکَ اور اگر دونوں فعل ماضی ہوں تو حرف شرط دونوں پر لفظا کوئی عمل نہیں کرتا صرف معنی مستقبل کے ہو جاتے ہیں جیسے اِنْ ضربتَ ضربتُ۔

قولہ وَاِنْ کَانَ الْجَزَاءُ وَحْدَہٗ الخ اگر صرف جزاء فعل ماضی ہو اور شرط فعل مضارع ہو تو اس صورت میں شرط میں جزم واجب ہے جیسے اِنْ تَضْرِبْنِیْ ضربتُكَ اگر اکیلی شرط فعل ماضی ہو اور جزاء فعل مضارع ہو تو جزاء میں دو صورتیں جائز ہیں (۱) جزم (۲) رفع جیسے اِنْ جئتَنی اُکْرِمْكَ یا اُکْرِمُكَ جزاء پر جزم اس لئے جائز ہے کہ حرف جازم اسپر واقع ہے اور فعل مضارع محل جزم ہونیکی صلاحیت رکھتا ہے اور رفع اس لئے جائز ہے کہ ماضی کے درمیان آنے کیوجہ سے اس کا حرف جزم کے ساتھ تعلق ضعیف ہو گیا ہے۔

قوله وَاعلَم اَنَّہ اِذا کانَ الجزاءُ ماضِیًا الخ جب جزاء ماضی ہو بغیر قد کے تو اس صورت میں جزاء پر فا لانا جائز نہیں ہے جیسے اِنْ اَکْرَمْتَنِیْ اکرمتُكَ اور جیسے اللہ تعالیٰ کا قول ہے وَمَنْ دَخَلَہٗ کَانَ اٰمِنًا اور اگر جزاء فعل مضارع ہو چاہے مثبت ہو یا منفی لا کے ساتھ تو اس وقت جزاء میں دو صورتیں جائز ہیں کہ فا کو لائیں یا نہ لائیں جیسے اِنْ تَضرِبْنِی اَضْرِبْكَ یا ان تضربنی فَاَضْرِبُكَ اور اِنْ تَشْتِمْنِی لا اَضْرِبْكَ یا ان تشتمنی فلا اَضْرِبُكَ اگر جزاء مذکورہ دونوں قسموں میں سے کوئی بھی نہ ہو یعنی ماضی بغیر قد کے اور مضارع مثبت یا منفی لا کے ساتھ یا ان میں سے کوئی نہ ہو تو اس صورت میں جزاء پر فا کا لانا واجب ہے تو اس صورت میں جزاء کی چار صورتیں بنتی ہیں۔

وَ ذَالِكَ فِیْ اَرْبَعِ صُوَرٍ اَلْاُوْلٰی اَنْ یَّکُوْنَ الْجزَاءُ مَاضِیًا مَعَ قَدْ کَقَوْلِہٖ تَعَالٰی اِنْ یَّسْرِقْ فَقَدْ سَرَقَ اَخٌ لَّہٗ مِنْ قَبْلُ وَالثَّانِیَۃُ اَنْ یَّکُوْنَ مُضَارِعًا مَنْفِیًّا بِغَیْرِ لَا کَقَوْلِہٖ تَعَالٰی وَ مَنْ یَّبْتَغِ غَیْرَ الْاِسْلَامِ دِیْنًا فَلَنْ یُّقْبَلَ مِنْہُ وَالثَّالِثَۃُ اَنْ یَّکُوْنَ جُمْلَۃً اِسْمِیَّۃً کَقَوْلِہٖ تَعَالٰی مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَۃِ فَلَہٗ عَشْرُ اَمْثَالِھَا وَ الرَّابِعَۃُ اَنْ یَّکُوْنَ جُمْلَۃً اِنْشَائِیَّۃً اِمَّا اَمْرًا کَقَوْلِہٖ تَعَالٰی قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوْنِیْ وَاِمَّا نَھْیًا کَقَوْلِہٖ تَعَالٰی فَاِنْ عَلِمْتُمُوْھُنَّ مُؤْمِنَاتٍ فَلَا تَرْجِعُوْھُنَّ اِلَی الْکُفَّارِ وَ قَدْ یَقَعُ اِذَا مَعَ الْجُمْلَۃِ الْاِسْمِیَّۃِ مَوْضِعَ الْفَاءِ کَقَوْلِہٖ تَعَالٰی وَاِنْ تُصِبْھُمْ سَیِّئَۃٌ بِمَا قَدَّمَتْ اَیْدِیْھِمْ اِذَاھُمْ یَقْنَطُوْنَ وَ اِنَّمَا تُقَدَّرُ اِنْ بَعْدَ الْاَفْعَالِ الْخَمْسَۃِ الَّتِیْ ھِیَ الْاَمْرُ نَحْوُ تَعَلَّمْ تَنْجُ وَالنَّھْیُ نَحْوُ لَا تَکْذِبْ یَکُنْ خَیْرًا لَّكَ وَالْاِسْتِفْھَامُ نَحْوُ ھَلْ تَزُوْرُنَا نُکْرِمْكَ وَ التَّمَنِّیْ نَحْوُ لَیْتَكَ عِنْدِیْ اَخْدِمْكَ وَ الْعَرْضُ نَحْوُ اَلَا تَنْزِلُ بِنَا تُصِبْ خَیْرًا وَ بَعْدَ النَّفْیِ فِیْ بَعْضِ الْمَوَاضِعِ نَحْوُ لَا تَفْعَلْ شَرًّا یَکُنْ خَیْرًا لَّكَ وَذٰلِكَ اِذَا قَصَدَ اَنَّ الْاَوَّلَ سَبَبٌ لِّلثَّانِیْ کَمَا رَاَیْتَ فِی الْاَمْثِلَۃِ

فَاِنَّ مَعْنٰی قَوْلِنَا تَعَلَّمْ تَنْجُ هُوَ اِنْ تَتَعَلَّمْ تَنْجُ وَ كَذَالِكَ الْبَوَاقِيْ فَلِذَالِكَ اِمْتَنَعَ قَوْلُكَ لَا تَكْفُرْ تَدْخُلِ النَّارَ لِاِمْتِنَاعِ السَّبَبِيَّةِ اِذْ لَا يَصِحُّ اَنْ يُّقَالَ اَنْ لَا تَكْفُرْ تَدْخُلِ النَّارَ وَ الثَّالِثُ اَلْاَمْرُ وَ هُوَ صِيْغَةٌ يُّطْلَبُ بِهَا الْفِعْلُ مِنَ الْفَاعِلِ الْمُخَاطَبِ بِاَنْ تَحْذِفَ مِنَ الْمُضَارِعِ حَرْفَ الْمُضَارِعَةِ ثُمَّ تَنْظُرَ فَاِنْ كَانَ مَا بَعْدَ حَرْفِ الْمُضَارِعَةِ سَاكِنًا زِدْتَّ بِهَمْزَةِ الْوَصْلِ مَضْمُوْمَةً اِنِ انْضَمَّ ثَالِثُهٗ نَحْوُ اُنْصُرْ وَ مَكْسُوْرَةً اِنِ انْفَتَحَ اَوِ انْكَسَرَ كَاِعْلَمْ وَاِضْرِبْ وَ اِسْتَخْرِجْ وَاِنْ كَانَ مُتَحَرِّكًا فَلَا حَاجَةَ اِلَى الْهَمْزَةِ نَحْوُ عِدْ وَحَاسِبْ وَالْاَمْرُ مِنْ بَابِ الْاِفْعَالِ مِنَ الْقِسْمِ الثَّانِيْ وَهُوَ مَبْنِيٌّ عَلٰی عَلَامَةِ الْجَزْمِ كَاِضْرِبْ وَ اُغْزُ وَ اِرْمِ وَاِسْعَ وَاِضْرِبَا وَاِضْرِبُوْا وَاِضْرِبِيْ۔

ترجمه: اور یہ چار صورتوں میں واجب ہے پہلی صورت یہ ہے کہ جزاء ماضی ہو قد کے ساتھ جیسے اللہ تعالی کا قول ان یسرق فقد سرق اخ له من قبل، اور دوسری صورت یہ ہے کہ جزاء مضارع منفی ہو بغیر لا کے جیسے اللہ تعالی کا قول و من یتغ غیر الاسلام دینا فلن یقبل منه اور تیسری صورت یہ ہے کہ جزاء جملہ اسمیہ واقع ہو جیسے اللہ تعالی کا قول من جاء بالحسنة فله عشر امثالها اور چوتھی صورت یہ ہے کہ جزا جملہ انشائیہ ہو یا امر ہو جیسے اللہ تعالی کا قول قل ان کنتم تحبون الله فاتبعونی اور یا نہی ہو جیسے اللہ تعالی کا قول ہے فان علمتموهن مومنات فلا ترجعوهن الی الکفار اور کبھی اذا جملہ اسمیہ کے ساتھ واقع ہوتا ہے فاء کی جگہ جیسے اللہ تعالی کا قول و ان تصبهم سیئة بما قدمت ایدهم اذا هم یقنطون۔ اور بیشک پانچ افعال کے بعد إن مقدر مانا جاتا ہے اور وہ امر ہے جیسے تعلم تنج اور نہی ہے جیسے لا تکذب یکن خیر الك اور استفہام ہے جیسے هل تزورنا نکرمك اور تمنی ہے جیسے لیتك عندی اخدمك اور عرض ہے جیسے الا تنزل بنا تصب خیرا اور نفی کے بعد بعض مقامات میں جیسے لا تفعل شرا یکن خیرا لك اور یہ اسوقت کہ جب متکلم ارادہ کرے کہ پہلا سبب ہے دوسرے کے لیے جیسا کہ تم ذکر کردہ مثالوں میں دیکھ لیا ہے پس بیشک ہمارا قول تعلم تنج وہ ان تتعلم تنج کے معنی میں ہے اسی طرح باقی مثالوں کو قیاس کر لیجئے اسلئے تمہارا قول لا تکفر تدخل النار ممنوع ہے سببیت کے

ممتنع ہونے کی وجہ سے 'اس لئے صحیح نہیں کہ یوں کہا جائے ان لا تکفر تد خل النا ر ، کہ کفر مت کر تو جہنم میں داخل ہو گا، اور تیسرا امر ہے اور امر وہ صیغہ ہے جسکے ذریعے فاعل حاضر سے فعل طلب کیا جاتا ہے اسطرح کہ فعل مضارع سے علامت مضارع کو تو حذف کر دے پھر دیکھ اگر علامت مضارع کے بعد والا حرف ساکن ہے تو ہمزہ وصلی مضموم اسکے شروع میں زیادہ کر دے اگر اسکا تیسرا حرف مضموم ہو جیسے انصر ،اور ہمزہ وصلی مکسور زیادہ کر دے اگر عین کلمہ مفتوح یا مکسور ہو جیسے اعلم، اضرب ، استخرج ،اوراگر فاؔ کلمہ متحرک ہو تو ہمزہ وصلی لگانے کی کوئی ضرورت نہیں جیسے عد اور حا سب اور امر کا صیغہ باب افعال سے قسم ثانی سے آتا ہے اور وہ علامت جزم پر مبنی ہو تا ہے جیسے اضرب ،اغز ، ارم ، اسع ، اضربا ، اضربوا ، اضربی ـ

تجزیہ عبارت: صاحب ھدایۃ النحو نے مذکورہ بالا عبارت میں جزاء کی چار صورتیں مع مثال بیان کرنے کے بعد اسکو واضح کیا ہے کہ اِن پانچ افعال کے بعد مقدر ہو تا ہے اور اسکے بعد امر کی تعریف اور اسکا قاعدہ اور اسکا اعراب بیان کیا ہے۔

تشریح :

قو له وَ ذٰلِكَ فِیْ اَرْبَعِ صُوَرٍ الخ اگر جزاء مذکورہ دو قسموں میں کوئی بھی نہ ہو یعنی اگر ماضی بغیر قد کے اور مضارع مثبت یا منفی بلا میں سے کوئی بھی نہ ہو تو پھر اس صورت میں جزاء کی چار صورتیں بنتی ہیں۔

پہلی صورت : جزا ماضی ہو قد کے ساتھ ہو تو اسوقت فاء کا لانا واجب ہو تا ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا قول اِنْ یَسرِ قْ فَقَدْسَرَقَ اَخٌ لَهٗ مِنْ قَبْلُ اس مثال میں فقد سرق یہ جزاء ہے فعل ماضی کے ساتھ اسلئے فقد لایا گیا ہے۔

قو له وَ الثَّانِیَۃُ اَنْ یَکُوْنَ مُضَارِعًا الخ دوسری صورت : جزاء مضارع منفی ہو بغیر لا کے ، یعنی مضارع منفی ہو بَلَنْ تو اس صورت میں بھی جزاء پر فاء کا لانا واجب ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا قول وَ مَنْ یَبْتَغِ غَیْرَ الْاِ سلا مِ دِینًا فَلَنْ یُقْبَلَ مِنْه ،اس مثال میں فلن یقبل مضارع منفی جزاء ہے حرف لِن کے ساتھ اسلیے جزاء پر فاء کو لایا گیا ہے۔

قو له وَ الثَّالِثَۃُ اَنْ یَکُوْ نَ جُمْلَۃً اِسْمِیَّۃً الخ تیسری صورت : کہ جزاء جملہ اسمیہ ہو تو جزا پر فا کو داخل کیا جائے گا جیسے اللہ تعالیٰ کا قول مَنْ جاءَ بِا لْحَسَنَۃِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَا لِھَا ،اس مثال میں فله عشر امثا لها جزا

جملہ اسمیہ واقع ہے اس لئے جزاء پر فاء داخل ہے۔

قولہ وَ الرَّابِعَةُ اَنْ یَکُوْنَ جُمْلَةً اِنْشَائِیَّةً الخ چوتھی صورت: جزاء جملہ انشائیہ ہو خواہ امر واقع ہو جیسے اللہ تعالی کا قول قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ ، اس مثال میں فاتبعونی ، جزاء امر واقع ہے اسلئے فاء کو لانا واجب ہے، خواہ جملہ انشائیہ نہی ہو جیسے اللہ تعالی کا قول فَاِنْ عَلِمْتُمُوْهُنَّ مُؤْمِنٰتٍ فَلَا تَرْجِعُوْهُنَّ اِلَی الْکُفَّارِ، اس مثال میں فلا ترجعوهن جزا نہی ہے اسلئے جزاء پر فاء کو لانا واجب ہے۔

قولہ وَ قَدْ یَقَعُ اِذَا مَعَ الْجُمْلَةِ الْاِسْمِیَّةِ الخ کبھی جزاء میں فاء کی جائے اذا جملہ اسمیہ کے ساتھ واقع ہوتا ہے جیسے اللہ تعالی کا قول وَاِنْ تُصِبْهُمْ سَیِّئَةٌ بِمَا قَدَّمَتْ اَیْدِیْهِمْ اِذَا هُمْ یَقْنَطُوْنَ، اس مثال میں اذا هم یقنطون جملہ اسمیہ ہے فاء کی جگہ اذا داخل کیا گیا۔

قولہ وَاِنَّمَا تُقَدَّرُ اِنْ بَعْدَ الْاَفْعَالِ الخ یہاں سے صاحب ہدایۃ النحو اِن شرطیہ کے مقدر ہونے کی پانچ صورتیں بیان کرتے ہیں (۱) امر میں اِنْ مقدر ہوتا ہے اور یہ شرط کا معنی دیتا ہے جیسے تعلم تنج اصل میں تھا ان تتعلم تنج کہ اگر تونے علم سیکھ لیا تو نجات پا جائیگا۔

(۲) نہی میں اِنْ مقدر ہوتا ہے لا تکذِبْ یَکُنْ خیراً لك اصل میں تھا ان لا تکذب یکن خیر الك اگر تو جھوٹ نہیں بولے گا تو تیرے لئے بہتر ہوگا۔

(۳) استفہام کے بعد اِنْ مقدر ہوتا ہے جیسے هل تزورنا نُکرِمْكَ اصل میں تھا هل ان تزرنا نکرمك کیا اگر تو ہماری زیارت کرے گا تو ہم تیرا اکرام کریں گے۔

(۴) تمنی کے بعد اِنْ مقدر ہوتا ہے جیسے لیتك عندی اَخدِمْكَ اصل میں تھا لیت ان تکن عندی اخدمك کاش کہ اگر تو میرے پاس ہوتا تو میں تیری خدمت کرتا۔

(۵) عرض کے بعد اِنْ مقدر ہوتا ہے جبکہ مقصود سببیت کا معنی ہو جیسے اَلَا تَنْزِلُ بِنَا تُصِبْ خَیراً ، اصل میں یوں تھا الا ان تنزل بنا تصب خیرا اگر تو ہمارے پاس اترے گا تو بھلائی کو پائے گا۔

قولہ وَ بَعْدَ النَّفْیِ فِیْ بَعْضِ الْمَوَاضِعِ الخ یہاں سے مصنفؒ فرمارہے ہیں کہ بعض مقامات پر نفی کے بعد

بھی اِنْ مقدر ہوتا ہے جیسے لا تفعلْ شرا یکنْ خیرا لک، لیکن یہ مصنفؒ سے سہو ہو گیا ہے نفی کے بعد ان کو مقدر ماننا مطلقاً صحیح نہیں ہے اور شارح وافیؒ نے تصریح کی ہے کہ نفی کے بعد ان مقدر نہیں ہوتا۔

قو له وَ ذٰلِكَ اِذَا قَصَدَا اَنَّ الْاَوَّلَ الخ یہاں سے صاحب ہدایۃ النحو فرماتے ہیں کہ مذکورہ پانچ جگہوں پر"اِنْ" کا مقدر ہونا اسوقت ہوتا ہے کہ جب پہلا دوسرے کیلئے سبب ہو اور اگر پہلا دوسرے کیلئے سبب نہ ہو تو وہاں"اِنْ"مقدر نہ ہوگا' جیساکہ مذکورہ مثالوں میں تعلم تنج. یہ ان تتعلم تنج کے معنی میں ہے اسی طرح باقی مثالوں کو بھی قیاس کر لیا جائے 'اگر پہلا دوسرے کیلئے سبب نہ ہو تو وہ مثال ممتنع ہوگی جیسے لاَ تَکْفُرْ تَدْ خُلِ النَّارَ کہ کفر مت کر کہ تو جہنم میں داخل ہوگا اس میں سببیت کا معنی ممتنع ہے کیونکہ یہ کہنا صحیح نہیں کہ ان لا تکفر تد خل النار کہ اگر تو کفر نہیں کریگا تو جہنم میں داخل ہوگا کیونکہ عدم کفر دخول نار کا سبب نہیں بلکہ دخول جنت کا سبب ہے۔

قو له وَالثَّالِثُ الْاَمْرُ وَ هُوَ صِیْغَةٌ الخ یہاں سے مصنفؒ فعل کی تیسری قسم امر کو بیان فرمارہے ہیں۔ کہ امر اس صیغہ کو کہتے ہیں کہ جس میں فاعل مخاطب سے فعل کی طلب مقصود ہو جیسے اِضْرِبْ تو مار اُنصُرْ تو مدد کر ان دونوں مثالوں میں مخاطب سے فعل کی طلب مقصود ہے۔ امر حاضر بنانے کا طریقہ یہ ہے کہ علامت مضارع کو حذف کرنے کے بعد اگر پہلا حرف ساکن ہے تو عین کلمہ کو دیکھا جائیگا اگر عین کلمہ مضموم ہو تو همزہ وصلی مضموم شروع میں لگادیا جائے گا جیسے تَنْصُرْ سے اُنصُرْ اور تَقْتُلْ سے اُقْتُلْ اور اگر علامت مضارع حذف کرنے کے بعد عین کلمہ مفتوح یا مکسور ہو تو همزہ وصلی مکسور شروع میں لگایا جائیگا جیسے تَعْلَمْ سے اِعْلَمْ اور تَضْرِبْ سے اِضْرِبْ اور تَسْتَخْرِجُ سے اِسْتَخْرِجْ اگر علامت مضارع کو دور کرنے کے بعد پہلا حرف متحرک ہو تو پھر همزہ وصلی کی ضرورت نہیں جیسے تَعِدُ سے عِدْ اور تُحَاسِبُ سے حَاسِبْ ان مذکورہ صورتوں میں اگر آخری حرف 'اگر حرف علت نہ ہو تو اسکو ساکن کردیا جائیگا ورنہ حرف علت کو گرادیا جائیگا اور اگر نون اعرابی ہو تو اسکو بھی گرادیں گے۔

قو له وَالْاَمْرُ مِنْ بَابِ الْاِفْعَالِ الخ یہاں سے مصنفؒ یہ بیان فرمارہے ہیں کہ باب افعال سے امر کا صیغہ قسم ثانی سے آتا ہے قسم ثانی سے مصنفؒ کی مراد یہ ہے کہ علامت مضارع کو دور کرنے کے بعد پہلا حرف متحرک ہو جیسے تکْرِمُ سے اَکْرِمْ 'تکرم اصل میں تُاکْرِمُ تھا جسکو واحد متکلم کے صیغہ اُاَکْرِمُ میں همزتین کے اجتماع کی خرابی

کی وجہ سے حذف کر دیا کیونکہ واحد متکلم کے صیغہ میں ثقل پیدا ہوتا تھا جسکی وجہ سے باب کی موافقت کا اعتبار کرتے ہوئے تمام صیغوں سے ہمزہ کو حذف کر دیا جب امر بنایا تو علامت مضارع کے دور کرنے کے بعد مذکورہ خرابی لازم نہ آتی تھی جسکی وجہ سے محذوف واپس آگیا اور پہلا حرف متحرک ہی رہا اور ہمزہ وصلی لگانے کی ضرورت نہ رہی اسی وجہ سے مصنفؒ نے اسکو قسم ثانی میں شمار کیا ہے اَکْرِمْ میں ہمزہ قطعی ہے نہ کہ وصلی کیونکہ ھمزہ وصلی ہمیشہ مکسور ہوا کرتا ہے اور یہاں پر ہمزہ مفتوح ہے۔

قوله وَهُوَ مَبْنِيٌّ عَلٰى عَلَامَةِ الْجَزْمِ الخ اور امر حاضر علامت جزم پر مبنی ہوتا ہے جیسے اِضْرِبْ اُغْزُ اِرْمِ اِسْعَ اور امر کے صیغوں سے حرف علت اور نون اعرابی گر جاتا ہے حرف علت کی مثال جیسے تَرْمِی سے اِرْمِ اور نون اعرابی کی مثال تضربان سے اضربا اور تضربون سے اِضْرِبُو اور تضربین سے اضربی وغیرہ

فصل : فِعْلُ مَا لَمْ يُسَمَّ فَاعِلُهٗ هُوَ فِعْلٌ حُذِفَ فَاعِلُهٗ وَ اُقِيْمَ الْمَفْعُوْلُ مَقَامَهٗ وَ يُخْتَصُّ بِالْمُتَعَدِّيْ وَ عَلَامَتُهٗ فِي الْمَاضِيْ اَنْ يَكُوْنَ اَوَّلُهٗ مَضْمُوْمًا فَقَطْ وَمَا قَبْلَ اٰخِرِهٖ مَكْسُوْرًا فِي الْاَبْوَابِ الَّتِيْ لَيْسَتْ فِيْ اَوَائِلِهَا هَمْزَةُ وَصْلٍ وَلَا تَاءٌ زَائِدَةٌ نَحْوُ ضُرِبَ وَ دُحْرِجَ وَاُكْرِمَ وَاَنْ يَكُوْنَ اَوَّلُهٗ وَ ثَانِيْهِ مَضْمُوْمًا وَ مَا قَبْلَ اٰخِرِهٖ كَذٰلِكَ فِيْمَا فِيْ اَوَّلِهٖ تَاءٌ زَائِدَةٌ نَحْوُ تُفُضِّلَ وَ تُضُوْرِبَ وَاَنْ يَكُوْنَ اَوَّلُهٗ وَ ثَالِثُهٗ مَضْمُوْمًا وَمَا قَبْلَ اٰخِرِهٖ كَذٰلِكَ فِيْ مَا فِيْ اَوَّلِهٖ هَمْزَةُ وَصْلٍ نَحْوُ اُسْتُخْرِجَ وَ اُقْتُدِرَ وَالْهَمْزَةُ تَتْبَعُ الْمَضْمُوْمَ اِنْ لَمْ تُدْرَجْ وَفِي الْمُضَارِعِ اَنْ يَكُوْنَ حَرْفُ الْمُضَارِعَةِ مَضْمُوْمًا وَمَا قَبْلَ اٰخِرِهٖ مَفْتُوْحًا نَحْوُ يُضْرَبُ وَ يُسْتَخْرَجُ اِلَّا فِيْ بَابِ الْمُفَاعَلَةِ وَالْاِفْعَالِ وَالتَّفْعِيْلِ وَالْفَعْلَلَةِ وَ مُلْحَقَاتِهَا الثَّمَانِيَةِ فَاِنَّ الْعَلَامَةَ فِيْهَا فَتْحُ مَا قَبْلَ الْاٰخِرِ نَحْوُ يُحَاسَبُ وَ يُدَحْرَجُ وَ فِي الْاَجْوَفِ مَاضِيْهِ قِيْلَ وَ بِيْعَ وَ بِالْاِشْمَامِ قِيْلَ وَبِيْعَ وَ بِالْوَاوِ وَ قُوْلَ وَ بُوْعَ وَ كَذٰلِكَ بَابُ اُخْتِيْرَ وَ اُنْقِيْدَ دُوْنَ

اُسْتُخِیْرَ وَ اُقِیْمَ لِفَقْدِ فُعِلَ فِیْهِمَا وَفِیْ مُضَارِعِهِ تُقْلَبُ الْعَیْنُ اَلِفًا نَحْوُ یُقَالُ وَ یُبَاعُ کَمَا عَرَفْتَ فِی التَّصْرِیْفِ مُسْتَقْصًی۔

ترجمہ: فصل فعل مالم یسم فاعلہ کے بیان میں' وہ فعل ہے کہ جسکے فاعل کو حذف کر دیا گیا ہو اور مفعول کو اسکے قائم مقام بنا دیا گیا ہو اور خاص کیا جاتا ہے یہ فعل متعدی کے ساتھ اور اسکی علامت ماضی میں یہ ہے کہ اسکے اول حرف مضموم ہوتا ہے فقط اور آخر سے ماقبل مکسور ہوتا ہے ان ابواب میں جنکے شروع میں ھمزہ وصلی اور تاء زائدہ نہ ہو جیسے ضرب ، دحرج اور اکرم اور یہ کہ اسکا اول اور ثانی مضموم ہو اور آخر سے ماقبل بھی اسی طرح ہو ان ابواب میں جنکے پہلے حرف میں تاء زائدہ ہو جیسے تفضّل اور تضورب اور یہ کہ اسکا اول اور ثالث مضموم ہو اور آخر سے ماقبل بھی ایسا ہی ہو ان ابواب میں جنکے شروع میں ھمزہ وصلی ہو جیسے استخرج اور اقتدر اور ھمزہ تابع ہوتا ہے حرف مضموم کے اگر مندرج نہ ہو (ساقط نہ ہو) اور فعل مضارع میں فعل مالم یسم فاعلہ کی علامت یہ ہے کہ علامت مضارع مضموم ہو اور آخر سے ماقبل والا حرف مفتوح ہو جیسے یضرب اور یستخرج مگر باب مفاعلہ اور افعال اور تفعیل اور فعللۃ اور انکے آٹھوں ملحق ابواب میں۔ پس بے شک علامت ان میں آخر سے ما قبل کا مفتوح ہونا ہے جیسے یحاسب اور یدحرج اور اجوف میں اس کی ماضی قیل اور بیع ہے اور اشمام کے ساتھ قیل اور بیع اور واؤ کے ساتھ قول اور بوع اور اسی طرح باب اختیر اور انقید ہے نہ کر استخیر اور اقیم فعل کے مفقود ہونیکی وجہ سے ان دونوں ابواب میں اور اسکے مضارع کے صیغہ میں عین کلمہ الف سے بدل دیا جائیگا جیسے یقال اور یباع جیساکہ صرف کی کتابوں میں آپ تفصیل سے ان قواعد کو جان چکے ہیں۔

تجزیہ عبارت: مذکورہ عبارت میں صاحب ہدایۃ النحو فعل مالم یسم فاعلہ کی تعریف کرنے کے بعد اسکی علامتیں بیان کرتے ہیں۔

تشریح:

قولہ فِعْلُ مَا لَمْ یُسَمَّ فَاعِلُهٗ الخ | فعل مالم یسم فاعلہ وہ فعل ہے جسکے فاعل کو حذف کر کے مفعول کو فاعل کے

قائم مقام بنادیا گیا ہو دوسرے لفظوں میں اسے فعل مجہول کہتے ہیں اور اسکی علامت یہ ہے کہ اسکا پہلا حرف مضموم ہوتا ہے اور آخر سے ماقبل مکسور ہوتا ہے لیکن یہ حکم ان ابواب کا ہے جنکے شروع میں ھمزہ وصلی اور تاء زائدہ نہ ہو جیسے ضَرَبَ سے ضُرِبَ اور دَحرَجَ سے دُحرِجَ اور اَکرَمَ سے اُکرِمَ 'جس ماضی کے شروع میں تاء ہو تو اسکی علامت یہ ہے کہ تاء اور دوسرا حرف مضموم ہوتا ہے آخر سے ماقبل مکسور ہوتا ہے جیسے تَفَضَّلَ سے تُفُضِّلَ اور تَضَارَبَ سے تُضُورِبَ تاکہ یہ باب تفعل کے مضارع کے ساتھ ملتبس نہ ہو۔

قوله وَاَنْ یَکُوْنَ اَوَّلُهٗ وَ ثَالِثُهٗ الخ اور جن ابواب کے شروع میں ھمزہ وصلی آتا ہے تو اسکی علامت یہ ہے کہ اسمیں ھمزہ وصلی اور ماضی کا تیسرا حرف مضموم ہوتا ہے اور آخر سے ماقبل مکسور ہوتا ہے جیسے اِستَخرَجَ سے اُستُخرِجَ اور اِقتَدَرَ سے اُقتُدِرَ اور فعل ماضی میں ھمزہ حرف مضموم کے تابع ہوتا ہے بشرطیکہ ھمزہ کلمہ سے ساقط نہ ہو جیسا کہ مذکورہ مثالوں میں ہے۔

قوله وَفِی الْمُضَارِعِ الخ یہاں سے مصنفؒ مضارع سے فعل مالم یسم فاعلہ بنانے کا طریقہ بیان کر رہے ہیں مضارع میں علامت مضارع مضموم ہوگی اور آخر سے پہلے والا حرف مفتوح ہوگا جیسے یَضرِبُ سے یُضرَبُ اور یستخرِجُ سے یُستخرَجُ لیکن یہ علامت باب مفاعلہ 'افعال 'تفعیل اور فعللۃ اور اسکے ملحق آٹھ ابواب میں نہیں پائی جائے گی۔ مصنفؒ کو لفظ ثمانیہ کی بجائے سبعۃ کہنا چاہیئے تھا کیونکہ فعللۃ کے ملحقات سبعہ ہیں ثمانیہ نہیں ہیں 'ان مذکورہ ابواب میں علامت مضارع مضموم اور آخر سے ماقبل مفتوح ہوتا ہے علامت مضارع انکے معروف میں بھی مضموم ہوتی ہے اسلئے ان ابواب میں علامت مضارع مضموم کرنے کی ضرورت نہیں ہوتی جیسے یُحَاسِبُ سے یُحَاسَبُ اور یُدَحرِجُ سے یُدَحرَجُ۔

قوله وَفِی الْاَجْوَفِ مَاضِیَةٍ الخ اگر ماضی کا عین کلمہ اجوف واوی یا اجوف یائی ہو تو فصیح لغت پر قیل اور بیع پڑھا جائیگا اور اسے اشمام کے ساتھ بھی پڑھ سکتے ہیں (اشمام سے مراد قیل کے قاف کے کسرہ کو ضمہ کی طرف مائل کر کے پڑھنا اور عین کلمہ میں جو یاء ہے اسکو تھوڑا سا واؤ کی طرف مائل کر کے پڑھنا) تاکہ اشمام سے یہ بات واضح ہو جائے کہ اصل میں فاء کلمہ مضموم تھا اور اسمیں یاء کی بجائے واؤ کے ساتھ بھی استعمال ہوتا ہے جیسے قُوِلَ اور بُوِعَ

قو له وَكَذٰلِكَ بَابُ اُخْتِيْرَ الخ اسی طرح باب افتعال اور باب انفعال کی ماضی مجہول کو بھی جبکہ معتل عین ہو تو تین طریقوں سے پڑھا گیا ہے جیسے اُخْتِيْرَ اور اُنْقِيْدَ یعنی قیل اور بیع کی طرح یاء کے ساتھ اور اشمام کے ساتھ اور واو کے ساتھ لیکن باب استفعال اور افعال کی ماضی میں جیسے اُسْتُخِيْرَ اور اُقِيْمَ جبکہ معتل عین ہو مذکورہ تین طریقے جاری نہ ہونگے کیونکہ اصل کے اعتبار سے ان میں حرف علت کا ما قبل ساکن ہے اسلئے قیل اور بیع کی طرح نہیں ہے۔

قو له وَفِيْ مُضَارِعِهٖ تُقْلَبُ الْعَيْنُ الخ اگر مضارع معتل عین ہو تو اس سے فعل مالم یسم فاعلہ بنانے کا طریقہ یہ ہے کہ عین کلمہ کو صرفی قاعدہ سے الف سے بدل دیا جائے جیسے یقول سے یقال اور یبیع سے یباع جیسا کہ صرف کی کتابوں میں تفصیل سے مذکور ہے۔

فصل: اَلْفِعْلُ اِمَّا مُتَعَدٍّ وَ هُوَ مَا يُتَوَقَّفُ فَهْمُ مَعْنَاهُ عَلٰى مُتَعَلِّقٍ غَيْرِ الْفَاعِلِ كَضَرَبَ وَاِمَّا لَا زِمٌ وَ هُوَ مَا بِخِلَافِهٖ كَقَعَدَ وَ قَامَ اَلْمُتَعَدِّيْ قَدْ يَكُوْنُ اِلٰى مَفْعُوْلٍ وَاحِدٍ كَضَرَبَ زَيْدٌ عَمْرًوا اَوْاِلٰى مَفْعُوْلَيْنِ كَاَعْطٰى زَيْدٌ عَمْرًوا دِرْهَمًا وَ يَجُوْزُ فِيْهِ الْاِقْتِصَارُ عَلٰى اَحَدِ مَفْعُوْلَيْهِ كَاَعْطَيْتُ زَيْدًا اَوْ اَعْطَيْتُ دِرْهَمًا بِخِلَافِ بَابِ عَلِمْتُ وَاِلٰى ثَلَاثَةِ مَفَاعِيْلَ نَحْوُ اَعْلَمَ اللّٰهُ زَيْدًا عَمْرًوا فَاضِلًا وَمِنْهُ اَرٰى وَ اَنْبَاَ وَ نَبَّاَ وَ اَخْبَرَ وَ خَبَّرَ وَ حَدَّثَ وَ هٰذِهِ السَّبْعَةُ مَفْعُوْلُهَا الْاَوَّلُ مَعَ الْاٰخِيْرَيْنِ كَمَفْعُوْلَيْ اَعْطَيْتُ فِيْ جَوَازِ الْاِقْتِصَارِ عَلٰى اَحَدِهِمَا تَقُوْلُ اَعْلَمَ اللّٰهُ زَيْدًا وَ الثَّانِيْ مَعَ الثَّالِثِ كَمَفْعُوْلَيْ عَلِمْتُ فِيْ عَدَمِ جَوَازِ الْاِقْتِصَارِ عَلٰى اَحَدِهِمَا فَلَا تَقُوْلُ اَعْلَمْتُ زَيْدًا خَيْرَ النَّاسِ بَلْ تَقُوْلُ اَعْلَمْتُ زَيْدًا عَمْرًوا خَيْرَ النَّاسِ۔

فصل: اَفْعَالُ الْقُلُوْبِ عَلِمْتُ وَ ظَنَنْتُ وَ حَسِبْتُ وَ خِلْتُ وَرَاَيْتُ وَ وَجَدْتُّ وَ زَعَمْتُ وَ هِيَ اَفْعَالٌ تَدْخُلُ عَلَى الْمُبْتَدَا وَ الْخَبَرِ فَتَنْصِبُهُمَا عَلَى الْمَفْعُوْلِيَّةِ نَحْوُ عَلِمْتُ زَيْدًا عَالِمًا وَاعْلَمْ اَنَّ لِهٰذِهِ الْاَفْعَالِ خَوَاصَّ مِنْهَا اَنْ لَّا تَقْتَصِرَ عَلٰى اَحَدِ مَفْعُوْلَيْهَا بِخِلَافِ

بَابِ اَعْطَيْتُ فَلَا تَقُوْلُ عَلِمْتُ زَيْدًا اَوْ مِنْهَا جَوَازُ الْاِلْغَاءِ اِذَا تَوَسَّطَتْ نَحْوُ زَيْدٌ ظَنَنْتُ قَائِمٌ اَوْ تَاَخَّرَتْ نَحْوُ زَيْدٌ قَائِمٌ ظَنَنْتُ وَ مِنْهَا اَنَّهَا تُعَلَّقُ اِذَا وَقَعَتْ قَبْلَ الْاِسْتِفْهَامِ نَحْوُ عَلِمْتُ اَزَيْدٌ عِنْدَكَ اَمْ عَمْرٌو وَقَبْلَ النَّفْيِ نَحْوُ عَلِمْتُ مَا زَيْدٌ فِى الدَّارِ وَ قَبْلَ لَامِ الْاِبْتِدَاءِ نَحْوُ عَلِمْتُ لَزَيْدٌ مُنْطَلِقٌ وَ مِنْهَا اَنَّهَا يَجُوْزُ اَنْ يَكُوْنَ فَاعِلُهَا وَ مَفْعُوْلُهَا ضَمِيْرَيْنِ لِشَيْءٍ وَاحِدٍ نَحْوُ عَلِمْتُنِىْ مُنْطَلِقًا وَ ظَنَنْتُكَ فَاضِلًا وَاعْلَمْ اَنَّهُ قَدْ يَكُوْنُ ظَنَنْتُ بِمَعْنٰى اِتَّهَمْتُ وَعَلِمْتُ بِمَعْنٰى عَرَفْتُ وَرَأَيْتُ بِمَعْنٰى اَبْصَرْتُ وَوَجَدْتُ بِمَعْنٰى اَصَبْتُ الضَّالَّةَ فَتَنْصِبُ مَفْعُوْلًا وَاحِدًا فَقَطْ فَلَا تَكُوْنُ حِيْنَئِذٍ مِنْ اَفْعَالِ الْقُلُوْبِ۔

ترجمہ: فعل یا متعدی ہوگا اور متعدی وہ فعل ہے جسکے معنی کا سمجھنا موقوف ہو ایسے متعلق پر جو فاعل کے علاوہ ہو جیسے ضرب اوریا لازم ہوگا اور لازم وہ فعل ہے جو اسکے برعکس ہو جیسے قعد اور قام اور فعل متعدی ،کبھی ایک مفعول کی طرف متعدی ہوتا ہے جیسے ضرب زید عمروا اور کبھی دو مفعولوں کی طرف جیسے اعطی زید عمرو ادر ھما اور اسمیں دو مفعولوں میں سے ایک پر اکتفا کرنا بھی جائز ہے جیسے اعطیت زیدا یا اعطیت درھما بخلاف باب علمت کے اور تین مفعولوں کی طرف کبھی متعدی ہوتا ہے جیسے اعلم اللہ زید ا عمرو ا فا ضلا اور اسی قبیل سے ہے اری انبا نبا اخبر خبر اور حدث ان ساتوں کا مفعول اول آخر کے دونوں مفعولوں کے ساتھ ایسا ہے جیسے اعطیت کے دونوں مفعول دونوں میں سے کسی ایک پر اکتفاء کے جائز ہونے میں ہیں جیسے تو کہے اعلم اللہ زیدا اور مفعول ثانی مفعول ثالث کے ساتھ ایسا ہی ہے جیسے علمت کے دونوں مفعول دونوں میں سے کسی ایک کے اقتصار کے جائز نہ ہونے میں ہیں پس تو نہیں کہہ سکتا اعلمت زیدا خیر الناس بلکہ تو کہہ سکتا ہے اعلمت زیدا عمروا خیر الناس

فصل :افعال قلوب کے بیان میں ' افعال قلوب وہ یہ ہیں عَلِمْتُ،ظَنَنْتُ حسبتُ،خلتَ رایتُ وجدت زعمت یہ افعال مبتدا اور خبر پر داخل ہوتے ہیں پس دونوں کو مفعول ہونے کی بنا پر نصب دیتے ہیں اور تو جان لے بیشک ان افعال کے کچھ خاصے ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ دونوں مفعولوں میں سے کسی ایک پر اکتفاء نہ کیا جائے

بخلاف باب اعطیت کے پس تو نہیں کہہ سکتا علمت زیدا اور ان میں سے ایک یہ ہے کہ انکے عمل کا لغو ہو جانا جائز ہے جبکہ یہ درمیان میں آئیں زید ظننت قائم یا مؤخر ہوں جیسے زید قائم ظننت اور انہیں سے ایک یہ ہے کہ سب کے سب معلق ہو جائیں عمل سے جب یہ استفہام سے پہلے واقع ہوں علمت از ید عندك ام عمرو اور حرف نفی سے پہلے ہو جیسے علمت ما زید فی الدار اور لام ابتدا سے پہلے ہو جیسے علمت لز ید منطلق ان میں سے ایک یہ ہے کہ انکا فاعل اور مفعول دونوں ضمیریں ہوں ایک شے کی جیسے علمتنی منطلقا اور ظننتك فا ضلا اور تو جان لے کہ ظننت کبھی اتهمت کے معنی میں ہو تا ہے اور علمت عرفت کے معنی میں اور رایت ابصرت کے معنی میں اور وجدت اصبت الضالة کے معنی میں آتا ہے اس وقت یہ صرف ایک مفعول کو نصب دیتا ہے اسوقت یہ افعال قلوب سے نہ ہونگے۔

تجزیہ عبارت: مذکورہ عبارت میں صاحب کتابؒ نے فعل کی دو قسمیں متعدی اور لازمی کی تعریف کے بعد فعل متعدی کی مختلف صورتیں بیان کی ہیں اور افعال قلوب بیان کرنے کے بعد انکے خاصے بیان کیے ہیں۔

تشریح:

قوله اَلفِعلُ اِمَّا مُتَعَدٍّ الخ فعل متعدی وہ فعل ہے جسکا سمجھنا متعلق یعنی مفعول پر موقوف ہو جو فاعل کے علاوہ ہو' دوسرے لفظوں میں متعدی وہ فعل ہے جو فاعل کے بعد مفعول کا بھی تقاضا کرے جیسے ضرب زیدٌ عمرواً اور فعل لازم وہ ہے جو فعل متعدی کے خلاف ہو یعنی جو صرف فاعل پر پورا ہو جائے مفعول کا تقاضا نہ کرے جیسے قَعَدَ زیدٌ ، قام عمروٌ —

قوله اَلْمُتَعَدِّی قَدْ یَکُوْنُ اِلٰی مَفْعُوْلٍ وَاحِدٍ الخ فعل کبھی متعدی بیک مفعول ہو تا ہے جیسے ضرب زیدٌ عمرواً اور کبھی متعدی بدو مفعول ہو تا ہے جیسے اعطی زید درهما ، اسمیں دو مفعولوں میں سے ایک پر اکتفاء کرنا بھی جائز ہے جیسے اعطیتُ زیداً کہیں یا اعطیتُ درهماً کہیں دونوں طرح جائز ہے بخلاف باب علمت کے اسمیں ایک مفعول پر اکتفا کرنا اور دوسرے کو حذف کرنا جائز نہیں لہذا جب باب علمت کے دو مفعولوں میں سے ایک کا ذکر کیا جائے تو دوسرے مفعول کا ذکر کرنا بھی ضروری ہو تا ہے۔

قو له وَاِلٰی ثَلٰثَۃِ مَفَاعِیْلَ الخ اور کبھی متعدی بسہ مفعول ہو تا ہے جیسے اعلم اللّٰہُ زیداً عمرواً فاضلاً اور اسی قبیل سے اَرٰی ، اَنْبَأَ ، اَخْبَرَ ، خَبَّرَ ، حَدَّثَ ہیں کیونکہ یہ سب اعلم کے معنی پر مشتمل ہونے کیوجہ سے اعلم کا حکم انکو بھی دیدیا گیا ہے اور یہ بھی متعدی بسہ مفعول ہوتے ہیں۔

قو له وَھٰذِہِ السَّبْعَۃُ الخ یہ سات افعال جو متعدی بسہ مفعول ہوتے ہیں انکا پہلا مفعول بعد کے دونوں مفعولوں کے مقابلہ میں اعطیت کے دو مفعولوں کی طرح ہے ان میں سے ایک پر اکتفاء کے جائز ہونے میں، جسطرح اعطیت کے دو مفعولوں میں سے ایک پر اکتفاء کرنا بھی جائز ہے اسی طرح ان افعال میں بھی جائز ہے کہ صرف مفعول اول کر ذکر کریں جیسے اَعْلَمَ اللّٰہُ زَیْداً اور یہ بھی جائز ہے کہ اول کو حذف کر کے دوسرے اور تیسرے مفعول کو ذکر کریں، بخلاف انکے مفعول ثانی اور ثالث کے یہ دونوں باب علمت کے دو مفعولوں کی طرح ہیں جسطرح علمت کے ایک مفعول پر اکتفاء کرنا اور دوسرے کو حذف کرنا جائز نہیں اسطرح ان میں بھی مفعول ثانی اور ثالث میں سے کسی ایک پر اکتفاء کرنا جائز نہیں اب اعلمتُ زیداً خیرَ النّاسِ کہنا جائز نہیں بلکہ دوسرے اور تیسرے مفعول دونوں کا ذکر کرنا ضروری ہے یوں کہیں گے اعلمتُ زیداً عمرواً خَیْرَ النّاسِ تاکہ جملے کا معنی پورا ہو جائے۔

قو له اَفْعَالُ الْقُلُوْبِ الخ یہاں سے مصنفؒ افعال قلوب کو بیان کرتے ہیں افعال قلوب یہ ہیں علمت ظننت حسبت خلت رایت وجدت زعمت یہ مبتداء اور خبر یعنی جملہ اسمیہ پر داخل ہوتے ہیں اور دونوں کو مفعولیت کی بناء پر نصب دیتے ہیں جیسے علمتُ زیداً عالماً۔

وجه تسمیه : انکو افعال قلوب اسلئے کہتے ہیں کہ یہ اپنے صدور میں اعضاء ظاہری کی طرف محتاج نہیں ہوتے بلکہ انکے لیے قوائے باطنی کافی ہوتے ہیں کیونکہ بعض شک کے لیے آتے ہیں اور بعض یقین کے لیے اور شک اور یقین دونوں دل سے تعلق رکھتے ہیں اسلئے انکو افعال قلوب کہتے ہیں اور انکو افعال شک اور یقین بھی کہتے ہیں، اب ان میں فرق یہ ہے علمت رایت، وجدت یہ یقین کے لیے آتے ہیں اور ظننت حسبت خلت یہ تینوں ظن کے لیے آتے ہیں اور زعمت یہ شک اور یقین دونوں کے لیے آتا ہے۔

قو له وَ اعْلَمْ اَنَّ لِهٰذِهِ الْاَفْعَالِ خَوَاصُّ الخ یہاں سے مصنفؒ افعال قلوب کے چند خاصے بیان کرتے ہیں۔

خاصہ (۱) جب افعال قلوب کے دو مفعولوں میں سے ایک کاذکر ہوگا تو دوسرے کو بھی ذکر کرنا ضروری ہوگا کیونکہ دونوں بمنزلہ ایک مفعول بہ کے ہیں اگر ایک کو ذکر کریں گے اور دوسرے کو حذف کریں تو کلمہ کے بعض اجزاء کا حذف لازم آئے گا، بخلاف باب اعطیت کہ اسمیں دو مفعولوں میں سے ایک پر اکتفاء جائز ہے۔

خاصہ (۲) جب افعال قلوب دو مفعولوں کے درمیان میں ہوں جیسے زید ظننت قائم یا دو اسموں کے بعد ہوں جیسے زید قائم ظننت تو انکے عمل کو باطل کرنا جائز ہے کیونکہ دونوں اسموں میں مبتداء اور خبر بننے کی صلاحیت موجود ہے اس لحاظ سے یہ مستقل کلام ہے اور افعال قلوب عمل میں ضعیف ہیں جب یہ دو مفعولوں کے درمیان میں ہوں یا دو مفعولوں سے مؤخر ہوں تو اپنے ضعف کیوجہ سے عمل نہیں کریں گے۔

خاصہ (۳) جب افعال قلوب استفہام سے پہلے واقع ہوں جیسے علمت ازید عندك ام عمرو، یا حرف نفی سے پہلے واقع ہوں جیسے علمت ما زید فی الدار ، یا لام ابتداء سے پہلے واقع ہوں جیسے علمت لذ ید منطلق ان مذکورہ صورتوں میں انکا عمل لفظاً باطل ہو جاتا ہے لیکن معناً باطل نہیں ہوتا۔

خاصہ (۴) فاعل اور مفعول دونوں کی ضمیر متصل ایک شئی کے لیے ہونا جائز ہے یعنی صرف متکلم کے لیے یا صرف مخاطب یا صرف غائب کے لیے جیسے عَلِمْتُنِیْ مُنْطَلِقًا اس مثال میں فاعل اور مفعول دونوں متکلم کی ضمیریں ہیں اور ایک ہی ذات یعنی متکلم کی طرف لوٹتی ہیں اور ظننتَكَ فا ضلاً اس میں فاعل اور مفعول دونوں حاضر کی ضمیریں ہیں جو ایک ہی ذات کی طرف راجع ہیں۔

قو له وَاعْلَمْ اَنَّهٗ قَدْ یَکُوْنُ ظَنَنْتُ الخ یہاں سے صاحب ھدایۃ النحو بیان کر رہے ہیں کہ افعال قلوب میں سے بعض کے کبھی دوسرے معنی بھی ہوتے ہیں جیسے ظننت اتھمت کے معنی میں ہوتا ہے اور علمت عرفت کے معنی میں ہوتا ہے اور رایت ابصرت کے معنی میں ہوتا ہے اور وجدت اصبت الضالة کے معنی میں ہوتا ہے اسوقت یہ ایک مفعول کی طرف متعدی ہونگے اور ایک مفعول کو نصب دیں گے اور اسوقت یہ افعال قلوب میں سے نہ ہونگے جیسے انکی مثالیں ظننت زیدا بمعنی اتھمت کے معنی میں ہوتا ہے اور علمت عرفت کے معنی میں ہوتا

ہے اور رایت ابصرت کے معنی میں ہوتا ہے اور وجدتُ اصبتُ الضالۃَ کے معنی میں ہوتا ہے اسوقت یہ ایک مفعول کی طرف متعدی ہونگے اور ایک مفعول کو نصب دیں گے اور اسوقت یہ افعال قلوب میں سے نہ ہونگے جیسے انکی مثالیں ظننتُ زیداً بمعنی اتہمتہ، اور علمتُ زیداً بمعنی عرفتہ اور رایتُ زیداً بمعنی ابصرتہ اور وجدتُ زیداً بمعنی اصبتہ۔

فصل: اَلْاَفْعَالُ النَّاقِصَةُ هِيَ اَفْعَالٌ وُضِعَتْ لِتَقْرِيرِ الْفَاعِلِ عَلٰى صِفَةٍ غَيْرِ صِفَةِ مَصْدَرِهَا وَهِيَ كَانَ وَصَارَ وَظَلَّ وَبَاتَ اِلٰى اٰخِرِهَا تَدْخُلُ عَلَى الْجُمْلَةِ الْاِسْمِيَّةِ لِاِفَادَةِ نِسْبَتِهَا حُكْمَ مَعْنَاهَا فَتَرْفَعُ الْاَوَّلَ وَتَنْصِبُ الثَّانِيَ فَتَقُوْلُ كَانَ زَيْدٌ قَائِمًا وَكَانَ عَلٰى ثَلٰثَةِ اَقْسَامٍ نَاقِصَةٍ وَهِيَ تَدُلُّ عَلٰى ثُبُوْتِ خَبَرِهَا لِفَاعِلِهَا فِي الْمَاضِيْ اِمَّا دَائِمًا نَحْوُ كَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَلِيْمًا اَوْ مُنْقَطِعًا نَحْوُ كَانَ زَيْدٌ شَابًّا وَتَامَّةٍ بِمَعْنٰى ثَبَتَ وَحَصَلَ نَحْوُ كَانَ الْقِتَالُ اَيْ حَصَلَ الْقِتَالُ وَزَائِدَةٍ لَا يَتَغَيَّرُ بِاِسْقَاطِهَا مَعْنَى الْجُمْلَةِ كَقَوْلِ الشَّاعِرِ، شعر، جِيَادُ اِبْنَيْ اَبِيْ بَكْرٍ تَسَامٰى۔ عَلٰى كَانَ الْمُسَوَّمَةِ الْعِرَابِ اَيْ عَلَى الْمُسَوَّمَةِ وَصَارَ لِلْاِنْتِقَالِ نَحْوُ صَارَ زَيْدٌ غَنِيًّا وَاَصْبَحَ وَاَمْسٰى وَاَضْحٰى تَدُلُّ عَلٰى اِقْتِرَانِ مَضْمُوْنِ الْجُمْلَةِ بِتِلْكَ الْاَوْقَاتِ نحو اَصْبَحَ زَيْدٌ ذَاكِرًا اَيْ كَانَ ذَاكِرًا فِيْ وَقْتِ الصُّبْحِ

وَبِمَعْنٰى صَارَ نَحْوُ اَصْبَحَ زَيْدٌ غَنِيًّا وَتَامَّةً بِمَعْنٰى دَخَلَ فِي الصَّبَاحِ وَالضُّحٰى وَالْمَسَاءِ وَظَلَّ وَبَاتَ يَدُلَّانِ عَلٰى اِقْتِرَانِ مَضْمُوْنِ الْجُمْلَةِ بِوَقْتَيْهِمَا نَحْوُ ظَلَّ زَيْدٌ كَاتِبًا وَبِمَعْنٰى صَارَ وَمَا زَالَ وَمَا فَتِئَ وَمَا بَرِحَ وَمَا انْفَكَّ تَدُلُّ عَلٰى اِسْتِمْرَارِ ثُبُوْتِ خَبَرِهَا

لِفَاعِلِهَا مُذْ قَبِلَهٗ نَحْوُ مَا زَالَ زَيْدٌ اَمِيْرًا وَ يَلْزِ مُهَا حَرْفُ النَّفْيِ وَمَا دَامَ يَدُلُّ عَلٰى تَوْقِيْتِ اَمْرٍ بِمُدَّةِ ثُبُوْتِ خَبَرِهَا لِفَاعِلِهَا نَحْوُ اَقُوْمُ مَا دَامَ الْاَمِيْرُ جَالِسًا وَ لَيْسَ يَدُلُّ عَلٰى نَفْيِ مَعْنَى الْجُمْلَةِ حَالًا وَقِيْلَ مُطْلَقًا وَقَدْ عَرَفْتَ بَقِيَّةَ اَحْكَامِهَا فِي الْقِسْمِ الْاَوَّلِ فَلَا نُعِيْدُ هَا۔

ترجمہ: افعال ناقصہ وہ افعال ہیں جو وضع کیے گئے ہیں فاعل کو ثابت کرنے کے لیے ایسی صفت پر جو انکے مصدر کی صفت کے علاوہ ہو اور وہ یہ ہیں کان، صار، ظل بات الخ یہ افعال جملہ اسمیہ پر داخل ہوتے ہیں ان کے معنی کا حکم یہ ہے اسکی نسبت کا فائدہ پہنچانے کے لیے ہوتے ہیں یعنی اپنے معنی کا حکم خبر کو دینے کے لیے آتے ہیں، پس پہلے کو رفع اور دوسرے کو نصب دیتے ہیں پس تو کہے کان زید قائما اور کان تین قسم پر ہے پہلا ناقصہ اور یہ دلالت کرتا ہے کہ اسکی خبر کے ثبوت پر اسکے فاعل کے لیے زمانہ ماضی میں، یا دائی طور پر جیسے کان الله علیما حکیما یا منقطع ہو جیسے کان زید شابا، اور کان تامہ ہوتا ہے جو بمعنی ثبت اور حصل کے ہوتا ہے جیسے کان القتال ای حصل القتال، اور کان زائدہ بھی ہوتا ہے اسکو ساقط کرنے کے ساتھ جملہ کا معنی بدلتا نہیں جیسے شاعر کا قول ہے شعر تیز رفتار گھوڑے میرے بیٹے ابو بکر کے فوقیت رکھتے ہیں۔ان عربی گھوڑوں پر جن پر تیز رفتاری کے نشان لگائے ہوئے ہیں۔اور صار ہے جو انتقال کے لیے آتا ہے جیسے صار زید غنیا، اور اصبح، امسی، اضحی دلالت کرتے ہیں مضمون جملہ کے ملانے پر ان اوقات میں جیسے اصبح زید ذاکرا یعنی زید ذکر کرنے والا تھا صبح کے وقت میں اور صار کے معنی میں بھی آتا ہے جیسے اصبح زید غنیا، کہ زید غنی ہو گیا، اور تامہ بھی ہوتا ہے یعنی زید صبح کیوقت اور چاشت کے وقت اور شام کے وقت داخل ہوا۔ ظل اور بات یہ دونوں دلالت کرتے ہیں مضمون جملہ کے ملانے پر اپنے اوقات کے ساتھ جیسے ظل زید کاتبا اور صار کے معنی میں بھی آتے ہیں اور مازال، مافتی، مابرح اور ماانفک دلالت کرتے ہیں اپنی خبر کے ثبوت کے استمرار پر اپنے فاعل کے لیے جب سے اس نے اسکو قبول کیا ہے جیسے ما زال زید امیرا کہ زید ہمیشہ سے امیر رہا اور انکو حرف نفی لازم ہے اور مادام دلالت کرتا ہے کسی امر کی توقیت پر اس مدت کے ساتھ کہ اسکی خبر اسکے فاعل کے لیے ثابت ہے جیسے اقوم ما دام الامیر جالسا اور لیس دلالت کرتا ہے معنی جملہ کی نفی پر حال میں اور کہا گیا ہے کہ مطلقا اور انکے بقیہ احکام تم قسم اول میں پہنچان چکے ہو اب

ہم انکا اعادہ نہیں کرتے۔

تجزیہ عبارت: مذکورہ عبارت میں مصنفؒ نے افعال ناقصہ کی تعریف اور حکم اور انکے معانی مثالوں کے ساتھ بیان کیے ہیں۔

تشریح -قوله اَفعَالُ النَّاقِصَةُ هِيَ اَفْعَالٌ الخ افعال ناقصہ وہ افعال ہیں جو فاعل کو ایسی صفت پر ثابت کرنے کے لیے وضع کیے گئے ہیں جو انکے مصدر کی صفت کے علاوہ ہے انکو افعال ناقصہ اسلیے کہتے ہیں کہ یہ افعال صرف فاعل پر تام نہیں ہوتے بلکہ خبر کے بھی محتاج ہوتے ہیں، افعال ناقصہ یہ ہیں کان، صار اصبح امسیٰ اضحیٰ ظلّ بات راح اض عاد غدا ما زال ما برح ما فتیٔ ما انفک ما دام اور لیس۔

تَدْخُلُ عَلَى الْجُمْلَةِ الْاِسْمِيَّةِ الخ یہ افعال ناقصہ اپنے معنی کا حکم اور اثر خبر کو عطا کرنے کیلئے جملہ اسمیہ پر داخل ہوتے ہیں اور اسم کو رفع اور خبر کو نصب دیتے ہیں جیسے کان زیدٌ قائماً اس مثال میں کان فعل ناقص ہے جو زید قائما جملہ اسمیہ پر داخل ہے اور یہ ثبوت کا حکم اور اثر اپنی خبر یعنی قیام کو دینے کیلئے وضع کیا گیا ہے۔

قوله وَكَانَ عَلٰى ثَلٰثَةِ اَقْسَامٍ الخ یہاں سے مصنفؒ افعال ناقصہ میں سے ہر ایک کی تفصیل بیان کرتے ہیں کہ کان کی تین قسمیں ہیں (۱) ناقصہ (۲) تامہ (۳) زائدۃ، کان ناقصہ اسے کہتے ہیں کہ صرف فاعل پر کلام تام نہیں ہوتا بلکہ خبر کا بھی محتاج ہوتا ہے پھر کان ناقصہ کی دو قسمیں ہیں (۱) ایک وہ جو اپنی خبر کو اپنے اسم کیلئے زمانہ ماضی میں ثابت کرنے کیلئے آتا ہے اور وہ ثبوت معنی میں دائمی ہوتا ہے جیسے كَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا (۲) دوسرا وہ جو منقطع ہو یعنی اپنی خبر کو اپنے اسم کیلئے زمانہ ماضی میں دائمی طور پر ثابت نہ کر رہا ہو جیسے کان زیدٌ شابًا

قوله وَتَامَّةً بِمَعْنٰى ثَبَتَ الخ کان کی دوسری قسم کان تامہ ہے اور یہ ثبت اور حصل کے معنی میں ہوتا ہے اور اسے کان تامہ اسلئے کہتے ہیں کہ یہ اپنے اسم پر پورا ہو جاتا ہے خبر کا محتاج نہیں ہوتا ہے جیسے کان القتال ای حصل القتال۔

قوله وَزَائِدَةً الخ کان کی تیسری قسم کان زائدۃ ہے اور اسے زائدۃ اسلئے کہتے ہیں کہ اگر اسے عبارت سے حذف کر دیا جائے تو معنی مقصود کے سمجھنے میں کوئی خرابی لازم نہیں آتی جیسے شاعر کے اس قول

علی کا ن المسو مۃ العراب میں کا ن زا ئدۃ ہے جو علی المسو مۃ کے معنی میں ہے۔

شعر جِیادُ اِبْنِیْ اَبِیْ بَکْرٍ تَسَامیٰ عَلٰی کَانَ الْمُسَوَّمَةِ الْعِرَابِ

شعر کی تشریح: جیاد یہ جید کی جمع ہے بمعنی عمدہ تیز رفتار گھوڑے، تسا می اصل میں تتسامی تھا ایک تا کو تخفیف کی غرض سے حذف کر دیا صیغہ واحد مونث غائب فعل مضارع معروف از باب تفاعل بمعنی فوقیت رکھنا المسو مۃ یہ تسویم سے مشتق ہے بمعنی علامت اور یہ باب تفعیل سے واحد مؤنث اسم مفعول کا صیغہ ہے، العراب بکسر العین یہ عَرَبِیٌّ کی جمع ہے بمعنی عربی گھوڑے۔

شعر کا ترجمہ: میرے بیٹے ابو بکر کے تیز رفتار گھوڑے فوقیت رکھتے ہیں ان نشان زدہ گھوڑوں پر جو عربی النسل ہیں

ترکیب: جیاد مضاف، ابن مضاف، ی ضمیر متکلم مضاف الیہ، مضاف مضاف الیہ مل کر مبدل منہ، ابی مضاف، بکر مضاف الیہ، مضاف مضاف الیہ ملکر بدل، مبدل منہ بدل ملکر مضاف الیہ جیاد کا، مضاف الیہ مضاف ملکر مبتداء' تسامی فعل اسمیں ضمیر مستتر فاعل، علی حرف جار کان زائدہ، المسومۃ موصوف العراب صفت' موصوف صفت ملکر مجرور علی حرف جار کے لیے' جار مجرور ملکر متعلق ہوئے تسامی فعل کے، تسامی فعل اپنے فاعل اور متعلق سے ملکر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر خبر ہوئی مبتداء کی 'مبتداء اپنی خبر سے ملکر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

قو لہ وَ صَارَ لِلْاِ نْتِقَالِ الخ افعال ناقصہ میں سے ایک صار ہے اور یہ انتقال کیلئے آتا ہے' خواہ ایک صفت سے دوسری صفت کی طرف انتقال ہو جیسے صار زیدٌ غنیاً کہ زید فقیری کی صفت سے مالداری کی صفت کی طرف منتقل ہو گیا، یا ایک حقیقت سے دوسری حقیقت کی طرف منتقل ہو جیسے صار الطینُ خذفاً کہ کیچڑ ٹھیکرا ہو گیا یہاں پر مٹی ایک حقیقت سے دوسری حقیقت کی طرف منتقل ہو گئی۔

قو لہ اَصْبَحَ، اَمْسٰی وَاَضْحٰی الخ یہاں سے صاحب ھدایۃ النحو تینوں کی تفصیل بیان کرتے ہیں کہ اصبح' امسی' اضحی یہ تینوں جملہ کے مضمون کو اپنے اوقات کیساتھ ملانے پر دلالت کرتے ہیں جیسے اصبح زیدٌ ذاکراً کہ زید صبح کے وقت ذکر کرنے والا تھا اور کبھی یہ تینوں افعال صار کے معنی میں ہوتے ہیں اسوقت معنی میں وقات کا لحاظ نہیں ہوتا جیسے اصبح زیدٌ غنیاً کہ زید غنی ہو گیا اور کبھی یہ تینوں تامۃ ہوتے ہیں اسوقت خبر کے

محتاج نہیں ہوتے جیسے اصبح خالدٌ داخلاً کہ خالد صبح کے وقت داخل ہوا اور اصبح عمروٌ فی الضحی او المسی کہ عمرو چاشت کے وقت یا شام کے وقت داخل ہوا۔

قوله ظَلَّ وَ بَاتَ الخ یہ دونوں جملے کے مضمون کو اپنے وقت کے ساتھ ملانے کیلئے آتے ہیں ظل زیدٌ کاتباً کہ زید تمام دن لکھنے والا رہا اور یہ دونوں فعل کبھی صار کے معنی میں ہوتے ہیں جیسے ظَلَّ خَالِدٌ بصیرًا ای صار خالد بصیرا کہ خالد دیکھنے والا ہو گیا اور بَاتَ طَاهِرٌ مُجَاهِدًا ای صار طاهر مجاهدا کہ طاہر مجاہد ہو گیا۔

قوله وَمَازَالَ وَمَافَتِئَ وَمَا بَرِحَ وَمَا انْفَكَّ الخ یہاں سے صاحب کتاب ان چاروں کی تفصیل بیان کرتے ہیں کہ مازال، مافتی ومابرح اور ماانفک یہ چاروں اپنی خبروں کو اپنے فاعل کیلئے استمرار ثابت کرنے کیلئے آتے ہیں جب سے انکے فاعلوں نے خبر کو قبول کیا ہے جیسے مازال زیدٌ امیراً کہ جب سے زید نے امارت کو قبول کیا ہے اس وقت سے زید میں امارت کی صفت مستمر اور دائمی ہے، ان افعال مذکورہ سے جب دوام اور استمرار کا معنی مقصود ہو تو ان کو حرف نفی لازم ہے، چاہے نفی لفظا ہو جیسے مازال زبیرٌ عاقلاً یا نفی تقدیرا ہو جیسے قرآن پاک میں آتا ہے تاالله تفتؤ تذکر یوسف اصل میں لاتفتؤ تذکر یوسف تھا

قوله وَمَا دَامَ الخ یہاں سے مصنفؒ افعال ناقصہ میں سے مادام کی تفصیل بیان کرتے ہیں مادام کسی امر کی توقیت کو اس مدت کے ساتھ ثابت کرنے کیلئے آتا ہے جس میں اس کی خبر اس کے فاعل کے لئے ثابت ہو جیسے اَقُوْمُ مَادَامَ الْاَمِیْرُ جَالِسًا کہ میں اس وقت تک کھڑا رہوں گا جب تک امیر بیٹھا ہے اس میں متکلم کے قیام کی تعیین اس مدت کیساتھ ہے جو امیر کے بیٹھنے کی ہے۔

قوله وَلَيْسَ يَدُلُّ الخ یہاں سے افعال ناقصہ میں سے لیس کی تفصیل کرتے ہیں کہ لیس زمانہ حال میں جملے کے مضمون کی نفی کرنے کیلئے آتا ہے جیسے لَیْسَ طَاهِرٌ نَائِماً کہ طاہر زمانہ حال میں سونے والا نہیں، بعض نحوی کہتے ہیں کہ لیس مطلقا مضمون جملہ کی نفی کے لئے آتا ہے چاہے وہ نفی زمانہ حال میں ہو یا مستقبل میں ہو یا زمانہ ماضی میں ہو اور ان کے بقیہ احکام قسم اول میں تم معلوم کر چکے ہو اسلئے ہم یہاں ان کا اعادہ نہیں کرتے۔

فصل: اَفْعَالُ الْمُقَارَبَةِ هِیَ اَفْعَالٌ وُضِعَتْ لِلدَّلَالَةِ عَلٰی دُنُوِّ الْخَبَرِ لِفَاعِلِهَا وَ هِیَ ثَلٰثَةُ اَقْسَامٍ اَلْاَوَّلُ لِلرَّجَاءِ وَهُوَ عَسٰی وَهُوَ فِعْلٌ جَامِدٌ لَایُسْتَعْمَلُ مِنْهُ غَیْرُ الْمَاضِی وَهُوَ فِی الْعَمَلِ مِثْلُ کَادَ اِلَّا اَنَّ خَبَرَهٗ فِعْلٌ مُضَارِعٌ مَعَ اَنْ نَحْوُ عَسٰی زَیْدٌ اَنْ یَّقُوْمَ وَیَجُوْزُ تَقْدِیْمُ الْخَبَرِ عَلٰی اِسْمِهٖ نَحْوُ عَسٰی اَنْ یَّقُوْمَ زَیْدٌ وَقَدْ یُحْذَفُ اَنْ نَحْوُ عَسٰی زَیْدٌ یَقُوْمُ وَالثَّانِیْ لِلْحُصُوْلِ وَهُوَ کَادَ وَخَبَرُهٗ مُضَارِعٌ دُوْنَ اَنْ نَحْوُ کَادَ زَیْدٌ یَقُوْمُ وَقَدْ تَدْخُلُ اَنْ نَحْوُ کَادَ زَیْدٌ اَنْ یَّقُوْمَ وَ الثَّالِثُ لِلْاَخْذِ وَ الشُّرُوْعِ فِی الْفِعْلِ وَهُوَ طَفِقَ وَجَعَلَ وَ کَرَبَ وَاَخَذَ وَاِسْتِعْمَالُهَا مِثْلُ کَادَ نَحْوُ طَفِقَ زَیْدٌ یَکْتُبُ وَاَوْشَکَ وَاِسْتِعْمَالُهَا مِثْلُ عَسٰی وَ کَادَ۔

فصل فِعْلَا التَّعَجُّبِ مَا وُضِعَ لِاِنْشَاءِ التَّعَجُّبِ وَلَهٗ صِیْغَتَانِ مَا اَفْعَلَهٗ نَحْوُ مَا اَحْسَنَ زَیْدًا اَیْ اَیُّ شَیْءٍ اَحْسَنَ زَیْدًا وَ فِیْ اَحْسَنَ ضَمِیْرٌ وَهُوَ فَاعِلُهٗ وَ اَفْعِلْ بِهٖ نَحْوُ اَحْسِنْ بِزَیْدٍ وَلَا یُبْنَیَانِ اِلَّا مِمَّا یُبْنٰی مِنْهُ اَفْعَلُ التَّفْضِیْلِ وَیُتَوَصَّلُ فِی الْمُمْتَنِعِ بِمِثْلِ مَا اَشَدَّ اِسْتِخْرَاجًا فِی الْاَوَّلِ وَاَشْدِدْ بِاِسْتِخْرَاجِهٖ فِی الثَّانِیْ کَمَا عَرَفْتَ فِیْ اِسْمِ التَّفْضِیْلِ وَلَایَجُوْزُ التَّصَرُّفُ فِیْهِمَا بِتَقْدِیْمٍ وَلَاتَاخِیْرٍ وَلَافَصْلٍ وَالْمَازِنِیُّ اَجَازَ الْفَصْلَ بِالظَّرْفِ نَحْوُ مَا اَحْسَنَ الْیَوْمَ زَیْدًا

ترجمہ: افعال مقاربہ یہ وہ افعال ہیں جو وضع کئے گئے ہیں دلالت کرنے کیلئے خبر کے قریب ہونے پر ان کے فاعل کیلئے اور یہ تین اقسام پر ہیں پہلی قسم امید کے لئے ہے اور وہ عسی ہے اور وہ فعل جامد ہے جس سے ماضی کےعلاوہ فعل استعمال نہیں کیا جاتا اور یہ عمل میں کاد کی طرح ہے لیکن اس میں خبر فعل مضارع اَنْ کیساتھ آتی ہے جیسے عسی زید ان یقوم ، اور جائز ہے اس کے اسم پر خبر کو مقدم کرنا جیسے عسی ان یقوم زید اور کبھی اَنْ کو حذف بھی کر دیا جاتا ہے جیسے عسی زید یقوم اور دوسری قسم حصول کیلئے آتی ہے اور وہ کاد ہے اور اس کی خبر فعل مضارع ہوتی ہے بغیر اَنْ کے جیسے کاد زید یقوم اور کبھی اَنْ بھی داخل ہو جاتا ہے جیسے کاد زید ان یقوم ' اور تیسری قسم اخذ اور شروع کرنے کے معنی میں آتے ہیں اور وہ طفق جعل کرب اور اخذ ہے اور ان

کااستعمال کاد کی طرح ہے طفق زید یکتب ہے اسکا استعمال عسی اور کاد کی طرح ہے-

فصل : تعجب کے دونوں فعل وہ ہیں جو تعجب پیدا کرنے کیلئے وضع کئے گئے ہیں اس کے دو صیغے ہیں پہلا ماافعلہ جیسے ما احسن زیدًا یعنی زید کو کس چیز نے حسین بنادیا اور احسن میں ایک ضمیر ہے جو اس کا فاعل ہے' اور دوسرا وزن افعل بہ جیسے احسن بزید کہ زید کس قدر حسین ہے اور یہ نہیں بنائے جاتے مگر اس سے جس سے افعل التفضیل بنایا جاتا ہے اور پہنچا جاتا ہے ممتنع میں ما اشد استخراجا پہلے میں اور اشد باستخراجه کی مثل کیساتھ دوسرے میں جیسے کہ آپ اسم تفضیل میں پہچان چکے ہیں اور ان دونوں میں تصرف کرنا جائز نہیں تقدیم کے ساتھ اور نہ تاخیر کیساتھ اور عامل اور معمول کے درمیان کوئی فصل نہیں اور مازنیؒ نے فصل کو جائز رکھا ہے ظرف میں جیسے ما اَحۡسَنَ الۡیَوۡمَ زَیۡدً-'

تجزیة عبارت : مذکورہ عبارت میں صاحب کتاب نے افعال مقاربہ اور ان کی تفصیل بیان کی ہے اور فعل تعجب اور ان کے متعلق تفصیل بیان کی ہے-

تشریح - قوله اَفۡعَالُ الۡمُقَارَبَةِ الخ | افعال مقاربہ وہ افعال ہیں جو خبر کو اپنے فاعل کے قریب کرنے کے لئے وضع کئے گئے ہیں خبر کو قریب کرنا چاہے باعتبار امید کے ہو یا باعتبار حصول کے اور ان کی وجہ تسمیہ یہ ہے چونکہ بعض افعال مقاربہ قریب کرنے کے لئے آتے ہیں اسلئے تسمیة الکل باسم الجزء کی قبیل سے تمام افعال کا نام مقاربہ رکھ دیا گیا ہے-

قوله اَلۡاَوَّلُ لِلرَّجَاءِ الخ | مصنفؒ افعال مقاربہ میں سے پہلے فعل عسیٰ کی تفصیل بیان کرتے ہیں کہ عسیٰ باعتبار امید کے خبر کو فاعل کے نزدیک کرنے کیلئے آتا ہے اور عسیٰ فعل جامد ہے اور اس سے ماضی کے علاوہ کوئی اور صیغہ نہیں آتا ہے اور یہ عمل میں کاد کی طرح ہے لیکن اس کی خبر فعل مضارع اَن کے ساتھ آتی ہے جیسے عَسیٰ زَیۡدٌ اَنۡ یَقُوۡمَ اور اسکی خبر کو اسم پر مقدم کرنا بھی جائز ہے جیسے عَسیٰ اَنۡ یَقُوۡمَ زَیۡدٌ اس مثال میں زید عسیٰ کا اسم ہے جو مؤخر ہے اور ان یقوم عسیٰ کی خبر ہے جو مقدم ہے اور کبھی ان کی خبر سے اَن کو حذف بھی کر دیا جاتا ہے جیسے عسیٰ زَیۡدٌ یَقُوۡمُ اس مثال میں زید عسیٰ کا اسم ہے اور یقوم عسیٰ کی خبر ہے

اور کبھی ان کی خبر سے اَن کو حذف بھی کردیا جاتا ہے جیسے عسٰی زید یقوم۔

قوله وَ الثَّانِیْ الخ | افعال مقاربہ میں سے دوسرا فعل کاد ہے اور یہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ خبر کا حصول فاعل کیلئے یقینی ہے جیسے کاد طاہرٌ یجیئ کہ طاہر کی مجیئت یقیناً ہونیوالی ہے اور اس کی خبر فعل مضارع ہوتی ہے بغیر اَن کے جیسے کاد زیدٌ یقوم اور کبھی اس کی خبر پر اَن مصدریہ بھی داخل ہوتا ہے جیسے کاد زید ان یقوم، کاد کی خبر پر اَن مصدریہ اس لئے داخل کرتے ہیں کہ کاد کی عسٰی کیساتھ مشابہت ہے جیسے عسٰی کی خبر پر اَن مصدریہ داخل ہوتا ہے ایسے ہی کاد کی خبر پر اَن مصدریہ داخل ہوتا ہے۔

قوله وَالثَّالِثُ لِلْاَخْذِ وَ الشُّرُوْعِ الخ | یہاں سے مصنفؒ افعال مقاربہ کی تیسری قسم بیان کرتے ہیں اور یہ اخذ و شروع کرنے کے معنی دینے کیلئے ہوتے ہیں یعنی فاعل کیلئے خبر کے نزدیک ہونے کو باعتبار اخذ شروع کے بتاتے ہیں اور وہ طفق، جعل، کرب اور اخذ ہیں اور ان کا استعمال کاد کی طرح ہے جیسے کاد کی خبر فعل مضارع اَن کے ساتھ یا بغیر اَن کے ہوتی ہے اسی طرح ان کی خبر بھی اَن کے ساتھ اور بغیر اَنّ کے ہوتی ہے جیسے طفق زید یکتب یہ ان کی خبر بغیر اَن کے ہے یا ان کی خبر اَن کے ساتھ آئے جیسے طفق زیدٌ ان یکتب۔

قوله وَاَوْشَكَ الخ | افعال مقاربہ میں سے ایک اوشک ہے اور یہ اسرع کے معنی میں آتا ہے یعنی اس نے جلدی کی اور اس کا استعمال عسی اور کاد کی طرح ہے کبھی یہ عسی کی طرح استعمال ہوتا ہے اس کی خبر اَن کے ساتھ یا بغیر اَن کے اور کبھی اس کی خبر عسی کی طرح اسم پر مقدم ہوتی ہے جیسے اَوْشَكَ اَنْ یَخْرُجَ زید اور کبھی اس کا استعمال کاد کی طرح بغیر اَن کے ہوتا ہے جیسے اَوْشَكَ زَیْدٌ یَخْرُجُ۔

قوله فِعْلَا التَّعَجُّبِ الخ | یہاں سے مصنفؒ افعال تعجب کو بیان کرتے ہیں کہ فعلا التعجب تثنیہ اسلئے لائے ہیں کہ فعل تعجب کے دو صیغے ہیں اور بعض نسخوں میں فعل التعجب واحد کے صیغے کے ساتھ آیا ہے کیونکہ تعریف جنس کیلئے ہوتی ہے اس لئے فعل التعجب واحد کا صیغہ لانا درست ہے، بعض نسخوں میں افعال التعجب جمع کے صیغے کے ساتھ ہے کیونکہ اسکے افراد کثرت کے ساتھ ہیں تو جمع کا صیغہ لانا بھی مناسب ہے، تعجب کہتے

ہیں کسی چیز کے معلوم کے وقت نفس کا متاثر ہونا جس کا سبب مخفی ہو، نحو کی اصطلاح میں فعل تعجب وہ ہے جو تعجب پیدا کرنے کے لئے وضع کیا گیا ہو اور اس کے دو صیغے ہیں (۱) مَا اَفْعَلَهٗ جیسے مَا اَحْسَنَ زَیْدًا اس کی تقدیر یوں ہے اَیُّ شَیْءٍ اَحْسَنَ زَیْدًا کہ زید کو کس چیز نے حسین بنادیا اس میں ایک ضمیر ہے جو اس کا فاعل ہے (۲) دوسرا صیغہ اَفْعِلْ بِہٖ ہے جیسے اَحْسِنْ بِزَیْدٍ کہ زید کس قدر حسین ہے اور یہ دونوں صیغے غیر منصرف ہیں کہ ان کا نہ مضارع آتا ہے نہ مجہول۔ مااحسن زیداً میں اخفش کے نزدیک ماموصولہ ہے ترکیب اسکی یوں ہوگی ماموصولہ بمعنی الذی اور

قوله وَ لَا يُبْنَيَانِ الخ فعل تعجب کے دونوں صیغے اسی سے بنائے جاتے ہیں جس سے اسم تفضیل بنتا ہے جیسے اسم تفضیل اس ثلاثی مجرد سے بنتا ہے جو لون اور عیب سے خالی ہو اسی طرح فعل تعجب بھی اس ثلاثی سے بنتا ہے جو لون اور عیب سے خالی ہو، جس سے فعل تعجب بنانا ممتنع ہے یعنی غیر ثلاثی مجرد سے، اس سے فعل تعجب بنانے کا طریقہ یہ ہے کہ اگر استخراج غیر ثلاثی مجرد سے فعل تعجب بنانا ہو تو اسکے شروع میں اَشَدُّ لگادو جیسے مَا اَشَدَّ اِسْتِخْرَاجًا پہلے صیغے میں اور اَشْدِدْ بِاسْتِخْرَاجِہٖ دوسرے صیغے میں جیسا کہ اسم تفضیل میں گزر گیا

وَلَا يَجُوْزُ التَّصَرُّفُ فِيْهِمَا الخ فعل تعجب کے دونوں صیغوں میں تقدیم اور تاخیر کا تصرف نہ ہوگا یہاں تک کہ جار مجرور اور مفعول بہ کو ان پر مقدم نہیں کیا جائے گا مَا اَحْسَنَ زَیْدًا کو مَا زَیْدًا اَحْسَنَ کہنا جائز نہ ہوگا اسی طرح اَحْسِنْ بِزَیْدٍ کو بِزَیْدٍ اَحْسِنْ کہنا درست نہیں ہے، لیکن امام مازنیؒ کے نزدیک فعل تعجب اور اس کے معمول کے درمیان ظرف کے ساتھ فصل لانا جائز ہے، دلیل یہ دیتے ہیں کہ ظرف میں جو وسعت ہوتی ہے غیر ظرف میں نہیں ہوتی اس لئے ما احسنَ الیومَ زیداً کہنا درست ہے، اسی طرح احسن الیومَ بزیدٍ بھی جائز ہے لیکن جمہور کے نزدیک فصل لانا جائز نہیں کیونکہ تعجب کے دو صیغے انشاء تعجب کی وجہ سے امثال کے قائم مقام بن گئے ہیں لہذا امثال کی طرح ان میں بھی تصرف جائز نہیں ہوگا۔

فصل: اَفْعَالُ الْمَدْحِ وَ الذَّمِّ مَا وُضِعَ لِاِنْشَاءِ مَدْحٍ اَوْ ذَمٍّ اَمَّا الْمَدْحُ فَلَهٗ فِعْلَانِ نِعْمَ وَفَاعِلُهٗ اِسْمٌ مُعَرَّفٌ بِاللَّامِ نَحْوُ نِعْمَ الرَّجُلُ زَیْدٌ اَوْ مُضَافٌ اِلَی الْمُعَرَّفِ بِاللَّامِ نَحْوُ نِعْمَ غُلَامُ الرَّجُلِ زَیْدٌ

احسن زیداً فعل فاعل مفعول ... [illegible]

وَقَدْ يَكُوْنُ فَاعِلُهٗ مُضْمَرًا وَيَجِبُ تَمْيِيْزُهٗ بِنَكِرَةٍ مَنْصُوْبَةٍ نَحْوُ نِعْمَ رَجُلًا زَيْدٌ اَوْ بِمَا نَحْوُ قَوْلِهٖ تَعَالٰى فَنِعِمَّا هِیَ اَیْ نِعْمَ شَيْئًا هِیَ وَزَيْدٌ يُسَمّٰى الْمَخْصُوْصَ بِالْمَدْحِ وَحَبَّذَا زَيْدٌ حَبَّ فِعْلُ الْمَدْحِ وَفَاعِلُهٗ ذَا وَ الْمَخْصُوْصُ بِالْمَدْحِ زَيْدٌ وَ يَجُوْزُ اَنْ يَّقَعَ قَبْلَ مَخْصُوْصٍ اَوْ بَعْدَهٗ تَمْيِيْزٌ نَحْوُ حَبَّذَا رَجُلًا زَيْدٌ وَحَبَّذَا زَيْدٌ رَجُلًا اَوْ حَالٌ نَحْوُ حَبَّذَا رَاكِبًا زَيْدٌ وَحَبَّذَا زَيْدٌ رَاكِبًا وَ اَمَّا الذَّمُّ فَلَهٗ فِعْلَانِ اَيْضًا بِئْسَ نَحْوُ بِئْسَ الرَّجُلُ عَمْرٌو وَبِئْسَ غُلَامُ الرَّجُلِ عَمْرٌو وَ بِئْسَ رَجُلًا عَمْرٌو وَسَاءَ نَحْوُ سَاءَ الرَّجُلُ زَيْدٌ وَسَاءَ غُلَامُ الرَّجُلِ زَيْدٌ وَسَاءَ رَجُلًا زَيْدٌ وَسَاءَ مِثْلُ بِئْسَ فِی سَائِرِ الْاَقْسَامِ۔

ترجمہ : افعال مدح وذم' وہ افعال ہیں جو مدح یا مذمت بیان کرنے کے لئے وضع کئے گئے ہیں' بہر حال افعال مدح اسکے لئے دو فعل ہیں اول نعم ہے اور اسکا فاعل وہ اسم ہوتا ہے جو معرف باللام ہوتا ہے جیسے نِعْمَ الرَّجُلُ زَيْدٌ' یا اس کا فاعل وہ معرف باللام کی طرف مضاف ہوتا ہے جیسے نِعْمَ غُلَامُ الرَّجُلِ زَيْدٌ" اور کبھی فاعل مضمر ہوتا ہے اور واجب ہوتا ہے اس کی تمیز لانا ایسے نکرہ کے ساتھ جو منصوب ہو جیسے نِعْمَ رَجُلًا زَيْدٌ" اور کبھی اسکی تمیز نکرہ کے بجائے ما کے ساتھ ہوتی ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا قول فَنِعِمَّا هِیَ یعنی نعم شيئا هی اور نِعْمَ الرجل زیدا میں زید کا نام مخصوص بالمدح رکھا جاتا ہے اور حبذا زيدٌ' میں حبّ فعل مدح ہے اور ذا اس کا فاعل ہے اور زید مخصوص بالمدح ہے اور جائز ہے کہ مخصوص بالمدح سے پہلے یا اس کے بعد کوئی تمیز ہو جیسے حَبَّذَا رَجُلًا زَيْدٌ" حبذا زيدٌ رجلاً یا نکرہ حال واقع ہو جیسے حَبَّذَا رَاكِبًا زَيْدٌ" اور حبذا زيدٌ راكبا بہر حال فعل ذم اسکے لئے بھی دو فعل ہیں جیسے بِئْسَ غلام الرَّجُلِ عَمْرٌو" اور بئس الرجل عمرو اور بِئْسَ رَجُلاً عَمْرٌو اور ساء جیسے ساء الرجلُ زید اور ساءَ غلام الرَّجُلُ زَيْدٌ' ور ساءَ رَجُلاً زَيْدٌ اور ساء بئس کی طرح ہے تمام اقسام میں۔

تجزیہ عبارت : مذکورہ عبارت میں صاحب ہدایۃ النحو نے افعال مدح وذم اور ان کے متعلق تفصیل بیان کی ہے

تشریح: قولہ اَفعَالُ الْمَدْحِ وَ الذَّمِّ الخ افعال مدح وذم وہ افعال ہیں جو مدح اور مذمت کے اظہار کے لئے وضع کئے گئے ہیں اور افعال مدح اور ذم چار ہیں (۱) نِعْمَ (۲) حَبَّذَا (۳) بِئْسَ (۴) سَاءَ۔

قولہ اَمَّا الْمَدْحُ فَلَهُ فِعْلاَنِ الخ افعال مدح کیلئے دو فعل ہیں پہلا نعم ہے اس کے فاعل کی شرط یہ ہے کہ اس کا فاعل یا تو معرف باللام ہو جیسے نعم الرجلُ زیدٌ یا معرف باللام کی طرف مضاف ہو جیسے نعم غلامُ الرجلِ زیدٌ اور کبھی اسکا فاعل ضمیر مستتر ہوتی ہے جس کی تمیز نکرہ منصوب لانی واجب ہوتی ہے تا کہ ضمیر سے ابہام دور کیا جاسکے جیسے نعم رجلاً زیدٌ نعم میں ھو ضمیر مستتر اس کا فاعل ہے 'رجلا' اس کی تمیز نکرہ منصوبہ ہے' اور زید مخصوص بالمدح ہے اور کبھی تمیز اسم نکرہ کے بجائے کلمہ ما کے ساتھ لانی ضروری ہوتی ہے جیسے قرآن پاک میں ہے فَنِعِمَّا هِيَ اَیْ نِعْمَ شَیْئًا هِيَ۔

وقولہ حَبَّذَا الخ افعال مدح میں سے دوسرا فعل حبذا ہے جیسے حبذا زید کیا ہی اچھا ہے زید' اس مثال میں حبّ فعل مدح ہے اور ذا اس کا فاعل اور زید مخصوص بالمدح ہے اور فعل حبذا کے استعمال کے چند طریقے ہیں

(۱) مخصوص بالمدح سے پہلے تمیز واقع ہو جیسے حَبَّذَا رَجُلاً زَیْدٌ اس میں رجلا تمیز ہے زید مخصوص بالمدح سے مقدم ہے (۲) دوسری صورت یہ ہے کہ مخصوص بالمدح کے بعد تمیز واقع ہو جیسے حَبذا زیدٌ رجلاً اس مثال میں رجلا تمیز ہے جو زید مخصوص بالمدح کے بعد واقع ہو رہی ہے۔

(۳) یا حال مخصوص بالمدح سے پہلے واقع ہو جیسے حبذا راکباً زیدٌ اس مثال میں راکبا حال مقدم ہے اور ذا ذوالحال ہے اور زید مخصوص بالمدح ہے۔

(۴) یا حال مخصوص بالمدح سے مؤخر ہو جیسے حبذا زیدٌ راکبا اس مثال میں راکبا حال ہے جو مخصوص بالمدح سے مؤخر ہے جب مخصوص بالمدح سے پہلے یا بعد تمیز یا حال واقع ہو تو اس کا تذکیر و تانیث افراد' تثنیہ اور جمع میں مخصوص بالمدح کے مطابق ہونا جائز ہے۔

قوله وَ اَمَّا الذَّمُّ الخ | افعالِ ذم کیلئے دو فعل ہیں ایک بئس اور دوسرا ساء ان دونوں کا استعمال نعم کی طرح ہے (۱) فاعل معرف باللام ہو جیسے بئس الرجلُ عمرواً (۲) معرف باللام کی طرف مضاف ہو جیسے بئس غُلامُ الرجلِ عمروٌ (۳) فاعل ضمیر مستتر اور اس کی تمیز نکرہ منصوبہ ہو جیسے بئس رجلاً عمروٌ —

قوله وَسَاءَ الخ | ساء کا استعمال بھی نعم کی طرح ہے (۱) فاعل معرف باللام ہو جیسے ساء الرجلُ زیدٌ (۲) معرف باللام کی طرف مضاف ہو جیسے ساء غلامُ الرجلِ زیدٌ (۳) فاعل کی ضمیر مستتر ہو جس کی تمیز نکرہ منصوبہ ہو جیسے سَاءَ رَجُلاً زَیدٌ —

تمّ بحث الفعل بحمد الله تعالی

محمد اصغر علی عفی عنہ
فاضل دار العلوم فیصل آباد، فاضل عربی
استاذ جامعہ اسلامیہ عربیہ مدنی ٹاؤن غلام محمد آباد فیصل آباد
و جامعہ اسلامیہ للبنات رحمانیہ چوک غلام محمد آباد فیصل آباد

الحُرُوف

اَلْقِسْمُ الثَّالِثُ فِی الْحُرُوْفِ وَقَدْ مَضٰی تَعْرِیْفُهٗ وَاَقْسَامُهٗ سَبعَةَ عَشَر حُرُوْفُ الْجَرِّ وَ الْحُرُوْفُ الْمُشَبَّهَةُ بِالْفِعْلِ وَحُرُوْفُ الْعَطْفِ وَحُرُوْفُ التَنْبِیْهِ وَحُرُوْفُ النِّدَاءِ وَحُرُوْفُ الْاِیْجَابِ وَحُرُوْفُ الزِّیَادَةِ وَحَرْفَا التَّفْسِیْرِوَحُرُوْف الْمَصْدَرِوَحُرُوْفُ التَّحْضِیْضِ وَحُرُوْف التَّوَقُّعِ وَحَرْفَا الْاِسْتِفْهَامِ وَحُرُوْفُ الشَّرْطِ وَحَرْفُ الرَّدْعِ وَتَاءُ التَّانِیْثِ السَّاکِنَةِ وَالتَّنْوِیْنِ وَنُوْنَا التَّاکِیْدِ

فصل :حُرُوْفُ الْجَرِّ حُرُوْفٌ وُضِعَتْ لِاِفْضَاءِ الْفِعْلِ اَوْشِبْهِهٖ اَوْمَعْنَی الْفِعْلِ اِلٰی مَاتَلِیْهِ نَحْوُ مَرَرْتُ بِزَیْدٍ وَ اَنَا مَارٌّ بِزَیْدٍ وَھٰذَا فِی الدَّارِ اَبُوْکَ اَیْ اُشِیْرُ اِلَیْهِ فِیْهَا وَھِیَ تِسْعَةَعَشَرَ حَرْفًا مِنْ وَھِیَ لِاِبْتِدَاءِ الْغَایَةِ وَعَلَامَتُهٗ اَنْ یَّصِحَّ فِیْ مُقَابِلَتِهٖ الْاِنْتِهَا ءُ کَمَا تَقُوْلُ سِرْتُ مِنَ الْبَصْرَةِ اِلَی الْکُوْفَةِ وَلِلتَّبِیِیْنِ وَعَلَامَتُهٗ اَنْ یَّصِحَّ وَضْعُ لَفْظِ الَّذِیْ مَکَانَهٗ کَقَوْلِهٖ تَعَالٰی فَاجْتَنِبُوْا الرِّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانِ وَلِلتَّبْعِیْضِ وَعَلَامَتُهٗ اَنْ یَّصِحَّ لَفْظُ بَعْضٍ مَکَانَهٗ نَحْوُ اَخَذْتُ مِنَ الدَّرَاهِمِ وَزَائِدَةٌ وَعَلَامَتُهٗ اَنْ لَّا یَخْتَلَّ الْمَعْنٰی بِاِسْقَاطِهَا نَحْوُ مَا جَاءَنِیْ مِنْ اَحَدٍ وَلَا تُزَادُ مِنْ فِیْ کَلَامِ الْمُوْجَبِ خِلَافًا لِّلْکُوْفِیِّیْنَ وَ اَمَّا قَوْلُهُمْ قَدْ کَانَ مِنْ مَطَرٍ وَشِبْهُهٗ فَمُتَاَوَّلٌ وَاِلٰی وَھِیَ لِاِنْتِهَاءِ الْغَایَةِ کَمَا مَرَّ وَ بِمَعْنٰی مَعَ قَلِیْلًا کَقَوْلِهٖ تَعَالٰی فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَکُمْ وَاَیْدِیَکُمْ اِلَی الْمَرَافِقِ وَحَتّٰی وَھِیَ مِثْلُ اِلٰی نَحْوُ نِمْتُ الْبَارِحَةَ حَتَّی الصَّبَاحِ وَ بِمَعْنٰی مَعَ کَثِیْرًا نَحْوُ قَدِمَ الْحَاجُّ حَتَّی الْمُشَاةِ وَلَا تَدْخُلُ اِلَّا عَلَی الظَّاهِرِ فَلَا یُقَالُ حَتَّاهُ خِلَافًا لِّلْمُبَرِّدِ وَقَوْلِ الشَّاعِرِ

شعر فَلَاوَ اللّٰهِ لَا یَبْقٰی اُنَاسٌ فَتًی حَتَّاکَ یَا ابْنَ اَبِیْ زِیَادٍ شاذ

ترجمه : تیسری قسم حروف کے بیان میں، اور تحقیق اس کی تعریف گزر چکی ہے اور اس کی سترہ قسمیں ہیں

حروف جر اور حروف مشبہ بالفعل اور حروف عطف اور حروف تنبیہ اور حروف نداء اور حروف ایجاب اور حروف زیادت اور تفسیر کے دو حرف اور حروف مصدر اور حروف تحضیض اور حروف توقع اور استفہام کے دو حروف اور حروف شرط اور حرف ردع اور تاء تانیث ساکنہ اور تنوین اور تاکید کے دونوں نون

فصل: حروف جر وہ حروف ہیں جو وضع کیے گئے ہیں فعل یا شبہ فعل یا معنی فعل کو اس اسم تک پہچانے کیلئے جو ان کے ساتھ ملا ہوا ہے جیسے مررت بزید اور انا مار بزید اور ھذا فی الدار ابوک ای اشیر الیه فیھا یعنی میں اس کی طرف گھر میں اشارہ کرتا ہوں اور وہ انیس حروف ہیں' اول ان میں سے من ہے جو مسافت کی ابتدا بیان کرنے کے لئے آتا ہے اور اس کی علامت یہ ہے کہ اسکے مقابلہ میں انتہاء کا لانا صحیح ہو جیسے سرت من البصرۃ لی الکوفۃ اور من بیان کیلئے بھی آتا ہے اور اس کی علامت یہ ہے کہ اس کی جگہ پر لفظ الذی کا لانا صحیح ہو جیسے اللہ تعالی کا ارشاد ہے فاجتنبوا الرجس من الاثان اور من تبعیض کیلئے بھی آتا ہے اور اسکی علامت یہ ہے کہ اسکو ساقط کر دینے سے معنی خراب نہ ہوں جیسے ما جاء نی من احد اور منْ کلام موجب میں زائد نہیں ہوتا یہ بات خلاف ہے کوفیوں کے 'اور بہر حال ان کا قول قد کان مَن مطر اور اسکی مشابہ مثالوں میں تاویل کی گئی ہے اور الی یہ مسافت کی انتہاء بیان کرنے کیلئے آتا ہے جیسا کہ گزر چکا ہے اور بمعنی مع کے آتا ہے لیکن قلت کے ساتھ جیسے اللہ تعالی کا قول فاغسلوا وجوھکم و ایدیکم الی المرافق اور حتی یہ بھی الی کی طرح آتا ہے جیسے نمت البارحۃ حتی الصباح اور بمعنی مع کے آتا ہے کثرت کے ساتھ جیسے قدم الحاجُ حتی المشاۃ اور وہ نہیں داخل ہوتا مگر اسم ظاہر پر پس حتاہ نہیں کہا جائے گا' خلاف ہے مبرد کے 'اور شاعر کا قول "اللہ کی قسم لوگ باقی نہ رہیں گے اور کوئی جوان یہاں تک کہ تو بھی اے ابو زیاد کے بیٹے" شاذ ہے۔

تجزیہ عبارت : مذکورہ عبارت میں مصنفؒ نے حروف کی اقسام بیان کرنے کے بعد حروف جارہ میں سے من اور الی اور حتی کے متعلق تفصیل بیان کی ہے۔

تشریح: قوله اَلقِسمُ الثَّالِثُ فِی الحُرُوفِ الخ | صاحب کتاب کلمے کی تین اقسام میں سے اسم اور فعل کی تفصیل بیان کرنے کے بعد اب تیسری قسم حرف کے متعلق تفصیل بیان کر رہے ہیں کہ قسم ثالث حروف کے بیان میں ہے کہ حرف وہ کلمہ ہے جو معنی مستقل پر دلالت نہ کرے بلکہ اپنا معنی بتانے میں اسم اور فعل کا محتاج

ہو جیسے مِنْ، فی، الی وغیرہ

قوله وَاَقْسَامُهٗ سَبْعَةَ عَشَرَ اِلٰی آخِرِہٖ الخ یہاں سے مصنف " حروف کی سترہ قسمیں بیان کرتے ہیں (۱) حروف جر (۲) حروف مشبہ بالفعل (۳) حروف عطف (۴) حروف تنبیہ (۵) حروف نداء (٦) حروف ایجاب (۷) حروف زیادۃ (۸) تفسیر کے دو حرف (۹) حروف مصدر (۱۰) حروف تحضیض (۱۱) حروف توقع (۱۲) استفہام کے دو حروف (۱۳) حروف شرط (۱۴) حرف ردع (۱۵) تائے تانیث ساکنہ (۱٦) تنوین (۱۷) تاکید کے دونون۔

قوله حُرُوْفُ الْجَرِّ الخ یہاں سے مصنفؒ حروف جر کی تعریف کرتے ہیں

حروف جر وہ ہیں جو فعل یا شبہ فعل یا معنی فعل کو اس اسم تک پہچانے کے لئے وضع کئے گئے ہوں جو ان کیساتھ ملا ہوا ہو، حروف جر کو حروف جر اسلئے کہتے ہیں کیونکہ جر کا معنی ہے کھینچنا کیوں کہ یہ حروف بھی فعل یا شبہ فعل کو اپنے مدخول کی طرف کھینچتے ہیں اور ان کا دوسرا نام حروف اضافت بھی ہے کیونکہ اضافت کے معنی ہیں ملانا اور یہ حروف بھی فعل یا شبہ فعل یا معنی فعل کو اپنے معمول سے ملا دیتے ہیں جیسے مررتُ بزیدٍ میں با حرف جر ہے اور یہ فعل کے معنی کو اسم تک پہنچانے کیلئے وضع کیا گیا ہے وانا مارٌ بزیدٍ اس مثال میں با حرف جار ہے اور شبہ فعل کے معنی کو اسم تک پہنچانے کیلئے وضع کیا گیا ہے اور هذا فی الدار أبوكَ اس مثال میں فی حرف جار معنی فعل کو اس اسم تک پہنچانے کیلئے وضع کیا گیا ہے جسکے ساتھ یہ حرف متصل ہے، حروف جر سترہ ہیں جن کو کسی نے یوں بیان کیا ہے۔

باؤ تاؤ کاف ولام وواؤ منذ ومذ خلا ☆ ربَّ حاشا منْ عدا فی عنْ علیٰ حتیٰ الی

قوله مِنْ وَهِيَ لِاِبْتِدَاءِ الْغَايَةِ الخ یہاں سے صاحب ہدایۃ النحو حروف جارہ کو شمار کرنے کے بعد ہر ایک کی الگ الگ تفصیل بیان کرتے ہیں کہ حروف جارہ میں سے ایک من ہے جو کئی معنی کیلئے آتا ہے (۱) من ابتدائے غایت کیلئے آتا ہے اور اسکی علامت یہ ہے کہ اس کے مقابلے میں انتہاء کا لانا صحیح ہو، یعنی اس حرف کا لانا درست ہو جو انتہاء پر دلالت کرے اب غایت کی ابتداء میں عموم ہے خواہ ابتدائے مکانی ہو جیسے سرتُ من البصرةِ الی الکوفةِ، خواہ ابتدائے زمانی ہو جیسے صمتُ من یومِ الجمعةِ

قوله وَلِلتَّبْیِیْنِ الخ یہاں سے مصنفؒ من کا دوسرا معنی بیان کرتے ہیں کہ من تبیین کیلئے آتا ہے یعنی امر مبہم سے مراد کو ظاہر کرنے کیلئے آتا ہے لیکن اس کی علامت وپہچان یہ ہے کہ اس مِن کی جگہ میں الذی کو رکھنا درست ہو جیسے اللہ تعالی کا قول فاجتنبوا الرجسَ مِنَ الاوثانِ کہ تم بچو ناپاکی سے آگے اسکی وضاحت کر دی کہ ناپاکی جو بتوں کی ہے ای الرجسُ الذی ھو الوثنُ -

قوله وَلِلتَّبْعِیْضِ الخ یہاں سے صاحب ھدایۃ النحو مِنْ کا تیسرا معنی بیان کرتے ہیں کہ کبھی مِنْ تبعیض اور بعضیت کیلئے آتا ہے لیکن اس کی علامت یہ ہے کہ مِنْ کی جگہ لفظ بعض کو رکھنا صحیح ہو جیسے اخذت من الدراھمِ ای بعضُ الدراھمِ کہ میں نے دراھم میں سے لئے یعنی میں نے بعض دارھم لئے۔

قوله وَزَائِدَةٌ الخ یہاں سے صاحب کتاب مِنْ کا چوتھا معنی بیان کرتے ہیں کہ مِنْ کبھی کلام میں زائد ہوتا ہے اور اس کا اپنا کوئی معنی نہیں ہوتا بلکہ کلام میں محض خوبصورتی پیدا کرنے کے لئے اسکو لایا جاتا ہے اور اس کی علامت یہ ہے کہ اگر اس کو کلام سے گرادیا جائے تو کلام کے معنی میں کوئی خرابی پیدا نہ ہو جیسے ما جاء نی من احدٍ اس مثال میں من زائدہ ہے اس کو حذف کر دینے سے معنی میں کوئی خرابی لازم نہیں آتی

قوله وَلَاتَزَادُ مِن الخ یہاں سے مصنفؒ نحویوں کا اختلاف بیان کرتے ہیں بصری کہتے ہیں کہ مِنْ صرف کلام غیر موجب میں زائد ہوتا ہے اور کلام موجب میں مِنْ زائد نہیں لیکن نحاۃ کوفہ اور اخفش یہ فرماتے ہیں کہ مِنْ زائدہ کلام غیر موجب میں خاص نہیں بلکہ کلام موجب میں بھی مِنْ زائدہ ہوتا ہے اور اپنے دعوے پر ایک قول پیش کرتے ہیں جیسے قدْ کَانَ مِنْ مَطَرٍ یہاں کلام موجب میں مِنْ زائدہ ہے اصل میں قد کان مطرٌ تھا جمہور علماء اس کا جواب دیتے ہیں کہ یہ اور اس جیسی مثالیں متأول ہیں وہ اس طرح کہ قد کان مِن مطر میں من زائدہ نہیں بلکہ مِن تبعیضیه ہے

ای قد کا ن بعضُ مَطَرٍ -

قوله وَالِیٰ وَھِیَ لِاِنْتِھَاءِ الْغَایَةِ الخ یہاں سے مصنفؒ الیٰ کے معنی بیان کرتے ہیں. الی غایت کی انتہاء کے لئے آتا ہے چاہے غایت زمانی ہو جیسے اتموا الصیامَ اِلَی اللیلِ چاہے مکانی ہو جیسے سرتُ من الدارِ الی

المدرسة چاہے ان دونوں کے علاوہ ہو جیسے قلبی الیکم (۲) الی کبھی مع کے معنی میں بھی آتا ہے لیکن یہ قلیل الاستعمال ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا قول فاغسلوا وجوھکم وایدیکم الی المرافق اس آیت میں الی المرافق مع المرافق کے معنی میں ہے۔

قوله حَتّٰى وَهِيَ مِثْلُ اِلٰى الخ یہاں سے حروف جارہ میں سے تیسرے حتّٰی کو بیان کرتے ہیں کہ حتی بھی الی کی طرح انتہائے غایت کے لئے آتا ہے جیسے نمتُ البارحةَ حتی الصباحِ اور حتّٰی بمعنی مع کے کثرت کے ساتھ استعمال ہوتا ہے جیسے قدم الحاجُ حتی المشاةِ ای مَعَ المشاةِ کہ حاجی واپس آگئے مع پیدل چلنے والوں کے۔

قوله وَلَا تدخُلُ اِلَّا عَلَى الظَّاهِرِ الخ حتّٰی یہ اسم ظاہر کے ساتھ خاص ہے اسم ضمیر پر داخل نہیں ہوتا۔ اس لئے حتاہ اور حتاك نہیں کہا جائے گا بخلاف الی کے کہ وہ اسم ظاہر اور ضمیر دونوں پر داخل ہو جاتا ہے لیکن امام مبرد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حتی اسم ظاہر کے ساتھ خاص نہیں بلکہ الی کی طرح ضمیر پر بھی داخل ہو جاتا ہے دلیل یہ دیتے ہیں شاعر کا قول کہ حتاك یا ابن ابی زیاد میں حتّٰی ضمیر پر داخل ہے'
مصنفؒ نے جمہور کی طرف سے جواب دیا ہے کہ شاعر کا اپنے قول حتاك میں حتّٰی کو ضمیر پر داخل کرنا شاذ ہے اور خلاف قیاس ہے اس پر غیر کو قیاس نہیں کیا جا سکتا۔

شعر فَلَا وَاللهِ لَا يَبْقٰى اُنَاسٌ فَتًى ❁ حَتَّاكَ يَا ابْنَ اَبِيْ زِيَاد

شعر کی تشریح: فلا و الله میں لفظ لا زائدہ ہے جس طرح لا اقسم میں لا زائدہ ہے' لا یبقی نفی فعل مضارع معروف از باب سمع بمعنی باقی نہیں رہے گا ' اناس یہ انس کی جمع ہے جس کا معنی لوگ' فتی یہ فتیة کی جمع ہے بمعنی جوان اور فتی یا تو لایبقی کا فاعل ہے بواسطہ حرف عطف کے' جو کہ محذوف ہے' یا یہ اناس سے بدل ہے:

شعر کا ترجمہ: اللہ کی قسم لوگ روئے زمین پر باقی نہ رہیں گے اور نہ کوئی جوان' یہاں تک کہ تو بھی اے ابوزیاد کے بیٹے

مطلب: اس شعر میں شاعر ابن ابی زیاد کو یہ بتانا چاہتے ہیں کہ دنیا میں کوئی انسان اور کوئی جوان باقی نہیں رہے گا اور جو جوان اپنی جوانی پر فخر کرتے ہیں وہ بھی موت کے پنجہ سے بچ نہیں سکتے' اور تو بھی اے ابن ابی زیاد دنیا کی زندگی پر اور جوانی

پر غور اور تکبر مت کر کیونکہ یہ دنیا فانی ہے اس میں کوئی ہمیشہ باقی نہیں رہے گا۔

ترکیب :فاء تفصیلیہ لازائدہ واؤ قسمیہ جارہ 'لفظ اللہ مجرور' جار مجرور مل کر متعلق ہوئے اقسم فعل محذوف کے 'فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر قسم' لا یبقی فعل منفی 'اناس معطوف علیہ واؤ عاطفہ محذوف 'فتی معطوف' معطوف علیہ معطوف مل کر لایبقی کا فاعل یا اناس مبدل منہ فتی بدل 'مبدل منہ بدل مل کر لا یبقی کا فاعل) حتی حرف جر 'کاف ضمیر مجرور 'جار مجرور مل کر لا یبقی کے متعلق 'لا یبقی فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر جواب نداء مقدم 'یا حرف نداء 'ابن مضاف' الی مضاف الیہ مضاف 'زیاد مضاف الیہ 'مضاف مضاف الیہ مل کر مضاف الیہ ہوا ابن مضاف کا 'ابن مضاف اپنے مضاف الیہ سے مل کر منادی ہوا حرف ندا کیلئے 'حرف نداء اور منادی مل کر ندا مؤخر 'ندا اور جواب ندا مل کر جواب قسم 'قسم جواب قسم مل کر جملہ قسمیہ انشائیہ ہوا۔

وَفِیْ وَهِیَ لِلظَّرْفِیَةِ نَحْوُ زَیْدٌ فِی الدَّارِ وَ الْمَاءُ فِی الْكُوْزِ وَبِمَعْنٰی عَلٰی قَلِیْلًا نَحْوُ قَوْلِهٖ تَعَالٰی وَلَاُ صَلِّبَنَّكُمْ فِیْ جُذُوْعِ النَّخْلِ وَ الْبَاءُ وَهِیَ لِلْاِلْصَاقِ نَحْوُ مَرَرْتُ بِزَیْدٍ اَیْ اِلْتَصَقَ مُرُوْرِیْ بِمَوْضِعٍ یَقْرُبُ مِنْهُ زَیْدٌ وَلِلْاِ سْتِعَانَةِ نَحْوُ كَتَبْتُ بِالْقَلَمِ وَقَدْ یَكُوْنُ لِلتَّعْلِیْلِ كَقَوْلِهٖ تَعَالٰی اِنَّكُمْ ظَلَمْتُمْ اَنْفُسَكُمْ بِاتِّخَاذِ كُمُ الْعِجْلَ وَلِلْمُصَاحَبَةِ كَخَرَجَ زَیْدٌ بِعَشِیْرَتِهٖ وَ لِلْمُقَابَلَةِ كَبِعْتُ هٰذَا بِذَاكَ وَلِلتَّعْدِیَةِ كَذَهَبْتُ بِزَیْدٍ وَلِلظَّرْفِیَةِ كَجَلَسْتُ بِالْمَسْجِدِ وَزَائِدَةٌ قِیَاسًا فِیْ خَبَرِ النَّفْیِ نَحْوُ مَا زَیْدٌ بِقَائِمٍ وَفِی الْاِسْتِفْهَامِ نَحْوُ هَلْ زَیْدٌ بِقَائِمٍ وَسِمَاعًا فِی الْمَرْفُوْعِ نَحْوُ بِحَسْبِكَ زَیْدٌ اَیْ حَسْبُكَ زَیْدٌ وَكَفٰی بِاللّٰهِ شَهِیْدًا اَیْ كَفَی اللّٰهُ وَفِی الْمَنْصُوْبِ نَحْوُ اَلْقٰی بِیَدِهٖ اَیْ اَلْقٰی یَدَهٗ وَ اللَّامُ وَهِیَ لِلْاِخْتِصَاصِ نَحْوُ اَلْجُلُّ لِلْفَرَسِ وَالْمَالُ لِزَیْدٍ وَلِلتَّعْلِیْلِ كَضَرَبْتُهٗ لِلتَّادِیْبِ وَزَائِدَةٌ كَقَوْلِهٖ تَعَالٰی رَدِفَ لَكُمْ اَیْ رَدِفَ كُمْ وَبِمَعْنٰی عَنْ اِذَا اسْتُعْمِلَ مَعَ الْقَوْلِ كَقَوْلِهٖ تَعَالٰی قَالَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَوْ كَانَ خَیْرًا مَا سَبَقُوْنَا اِلَیْهِ وَفِیْهِ نَظَرٌ وَبِمَعْنَی الْوَاوِ فِی الْقَسَمِ لِلتَّعَجُّبِ كَقَوْلِ الْهُذَلِیْ شعر

لِلّٰهِ یَبْقٰی عَلَی الْاَیَّامِ ذُوْ حَیَدٍ ☆ بِمُشْمَخِرٍّ بِهِ الظَّیَّانُ وَ الْاٰسُ

ترجمہ: حروف جارہ میں سے فی ہے اور وہ ظرفیت کیلئے آتا ہے جیسے زید فی الدار اور الماء فی الکوز اور بمعنی علی کے آتا ہے قلت کے ساتھ جیسے اللہ تعالیٰ کا قول ہے ولاصلبنکم فی جذوع النخل 'اور حروف جارہ میں سے باء ہے اور وہ الصاق کیلئے آتا ہے جیسے مررت بزید بمعنی میرا گزرنا اس جگہ سے ہوا ہے جس سے زید قریب ہے اور استعانت کے لئے آتی ہے جیسے کتبت بالقلم اور کبھی تعلیل کیلئے آتی ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا قول انکم ظلمتم انفسکم باتخاذکم العجل اور کبھی مصاحبت کیلئے آتی ہے جیسے خرج زید بعشیرته اور کبھی مقابلہ کے لئے آتی ہے جیسے بعت هذا بذا ك اور کبھی متعدی بنانے کیلئے ہوتی ہے جیسے ذهبت بزید اور کبھی ظرفیہ کے لئے آتا ہے جلست بالمسجد اور کبھی زائدہ ہوتا ہے اسکو قیاس کرتے ہوئے نفی کی خبر پر جیسے مازید بقائم اور استفہام میں زائد ہوتا ہے جیسے هل زید بقائم اور سماعا زائد ہوتا ہے مرفوع میں جیسے بحسبك زید ای حسبك زید 'اور کفی با لله شهیدا ای کفی الله اور اسم منصوب میں زائد ہوتا ہے جیسے القی بیده ای القی یده اور لام اختصاص کیلئے آتا ہے جیسے الجل للفرس اور المال لزید اور کبھی علت بیان کرنے آتا ہے جیسے ضربت للتادیب اور کبھی زائد ہوتا ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا قول ردف لکم ای ردفکم اور کبھی بمعنی عن کے آتا ہے کہ جب قول کے ساتھ استعمال کیا گیا ہو' جیسے اللہ تعالیٰ کا قول قال الذین کفروا للذین امنوا لو کان خیرا ما سبقونا الیه اور اس استدلال میں نظر ہے اور کبھی بمعنی واؤ کے آتا ہے قسم میں جب وہ تعجب کیلئے ہو جیسے ھذلی کا قول شعر

اللہ کی قسم باقی نہیں رہے گا زمانے کے گزرنے پر سینگ والا پہاڑی بکرا ایسے اونچے پہاڑ میں جس میں ظیان اور اس ہیں

تجزیہ عبارت : مذکورہ عبارت میں صاحب ھدایۃ النحو نے حروف جارہ میں سے فی 'با' اور لام کے متعلق تفصیل بیان کی ہے۔

تشریح: فِی وَھِیَ لِلظَّرْفِیَّۃِ الخ حروف جارہ میں سے چوتھائی ہے اور یہ کبھی ظرفیت کے لئے آتا ہے یعنی فی جس کلمے پر داخل ہوتا ہے اس شیٔ کو ظرف بنا لیتا ہے یا حقیقة ہو جیسے زید فی الدار اور الماء فی الکوز' پہلی مثال میں دار زید کے لئے ظرف ہے اور دوسری مثال میں الکوز ماء کیلئے ظرف ہے یا حکما جیسے اَلنَّجَاۃُ فِی الصِّدْقِ

اس مثال میں الصدق النجاۃ کا ظرف ہے اور فی کبھی بمعنیٰ علیٰ کے بھی آتا ہے لیکن یہ قلیل الاستعمال ہے جیسے اللہ کا قول ولاصلبنکم فی جذوع النخل اس آیت میں فی علی کے معنی میں ہے ای علی جذوع النخل

قوله اَلْبَاءُ وَهِيَ لِلْاِلْصَاقِ الخ یہاں سے مصنف'' حروف جارہ میں پانچویں حرف جار باء کو بیان کرتے ہیں باء کے کئی معنی آتے ہیں (۱) باء الصاق کیلئے آتا ہے الصاق کا معنی ہے کسی شیٔ کا کسی شیٔ کے ساتھ متصل ہونا خواہ اتصال حقیقۃ ہو جیسے به داء یا مجازا ہو جیسے مررت بزیدٍ یعنی میرا گزرنا اس جگہ سے ملا ہوا ہے جو زید کے قریب ہے (۲) باء استعانت کیلئے آتا ہے جیسے کتبتُ بالقلمِ یعنی میں نے قلم سے مدد لیتے ہوئے لکھا (۳) اور کبھی علت بیان کرنے کیلئے آتا ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا قول ہے انکم ظلمتُم انفسَکُم باتخَاذِکُم العِجْلَ یعنی بیشک تم نے اپنے نفسوں پر ظلم کیا بچھڑے کو اپنا معبود بنا لینے کی وجہ سے (۴) اور باء کبھی مصاحبت کیلئے آتا ہے جیسے خرج زیدٌ بعشیرَته ای مع عشیرتِهٖ (۵) اور باء کبھی مقابلے کے لئے آتا ہے جیسے بعتُ هذا بذاك کہ میں نے اس کو بیچا اسکے مقابلے میں (۶) کبھی باء لازمی کو متعدی بنانے کیلئے آتا ہے جیسے ذهبتُ بزیدٍ ای اذهبتُه (۷) کبھی باء ظرفیت کیلئے آتا ہے جیسے جلستُ بِالمسجدِ ای فی المسجدِ (۸) اور باء کبھی زائد ہوتا ہے قیاسا نفی کے خبر پر جیسے ما زیدٌ بقائم اور باء کبھی اس خبر میں زائد ہوتا ہے جو استفہام میں ہو جیسے هل زید بقائم اور باء کبھی سماعا زائد ہوتا ہے مرفوع میں خواہ وہ مرفوع مبتدا ہو جیسے بحسبك زید اس مثال میں حسبک مبتدا ہے اور باء اس پر زائد ہے اصل میں تھا حسبك زید خواہ مرفوع فاعل ہو جیسے کفی با للّٰہِ شهیداً اسمیں لفظ اللہ فاعل ہے اور اس میں باء زائدہ ہے اصل میں تھا کفی الله شهیدا اور کبھی باء زائد ہوتا ہے اسم منصوب پر جیسے القی بیده اس مثال میں بیده مفعول بہ ہے اور اس میں باء زائدہ ہے اصل میں القی یده تھا۔

قوله وَاللَّامُ وَهِيَ لِلْاِخْتِصَاصِ الخ یہاں سے صاحب کتاب حروف جارہ میں سے چھٹے حرف جار لام کو بیان کرتے ہیں کہ لام کے کئی معنی آتے ہیں (۱) لام اختصاص کیلئے آتا ہے جیسے الجُل للفرسِ کہ جل گھوڑے کے لئے خاص ہے اور یہ اختصاص باعتبار استحقاق کے ہے کہ جل کا مستحق گھوڑا ہے اور المالُ لِزیدٍ کہ مال زید کیلئے خاص ہے یہ اختصاص باعتبار ملک کے ہے (۲) کبھی لام علت بیان کرنے کیلئے آتا ہے جیسے ضربته للتادیب میں نے اسے مار ادب سکھانے کی غرض سے (۳) کبھی لام زائد ہوتا ہے جیسے اللہ کا قول ردفَ لَکُمْ ای ردف کم

میں لام زائد ہے اصل میں یہ ردفکم ہے (۴) کبھی لام بمعنی عن کے ہوتا ہے جب کہ قول کے ساتھ استعمال ہو جیسے اللہ تعالیٰ کا قول قال الذین کفروا للذین امنوا لو کان خیرا ما سبقونا اس مثال میں للذین امنوا پر جو لام داخل ہے یہ عن کے معنی میں ہے اور قول کے ساتھ استعمال کیا گیا ہے، اصل میں عبارت یوں تھی قال الذین کفروا عن الذین امنوا لیکن مصنف فرماتے ہیں کہ اس میں نظر ہے کہ اس آیت کے اندر لام کو عن کے معنی میں لینا درست نہیں کیونکہ لام اگر عن کے معنی میں ہو تو ماسبقونا کی جگہ سبقتمونا ہونا چاہیے تھا کیونکہ جب قول کا صلہ عن کے ساتھ ہو تو مخاطب کے معنی میں ہوتا ہے (۵) اور لام کبھی بمعنی واؤ کے بھی ہوتا ہے اس قسم میں جو تعجب کے لئے ہو جیسے کہ شاعر کا قول للہ یبقی علی الایام میں لام قسم کے معنی میں ہے

شعر　　لِلّٰهِ يَبْقَى عَلَى الْاَيَّامِ ذُوْ حَيَدٍ ☆ بِمُشْمَخِرٍّ بِهِ الظَّيَّانُ وَ الْاٰسُ

شعر کی تشریح: للہ میں لام قسم کے معنی میں ہے یبقیٰ فعل مضارع معروف از باب سمع یسمع اس سے پہلے حرف نفی محذوف ہے اصل میں لایبقی تھا بمعنی باقی نہیں رہے گا' علی الایام' اس سے پہلے مرور مضاف محذوف ہے اصل میں علی مرور الایام تھا ایام یوم کی جمع ہے بمعنی دن' ذو حید اس کی جمع حیود حِیَدٍ اور احیاد آتی ہے بمعنی پہاڑی بکرے کے سینگ کی گرہ' حید پہاڑ کا نکلا ہوا کنارہ' مراد اس سے پہاڑی بکری کا سینگ ہے بمشمخر اس میں باء فی کے معنی میں ہے مشمخر بروزن مطمئن بمعنی اونچا پہاڑ' ظیان' بمعنی جنگلی چنبیلی' اس یہ درخت کا نام ہے جس کو فارسی میں مورد کہتے ہیں اسکے پتے بہت سرسبز ہوتے ہیں جس کے پتوں کی تازگی اور سرسبزی کیوجہ سے زلف معشوق کو تشبیہ دی جاتی ہے بعض نے کہا ہے اس شہد کا ایک قطرہ ہے جو شہد کی مکھی سے پہاڑ پر گرتا ہے تو شہد اتارنے والے سمجھ جاتے ہیں کہ یہاں شہد کی مکھیوں کا چھتہ ہے

محل استشهاد: للہ میں لام قسم کا ہے جو کہ واو قسمیہ کے معنی میں ہے

ترجمہ: اللہ کی قسم باقی نہیں رہیگا زمانے کے گزرنے پر سینگ والا پہاڑی بکرا یعنی ایسے اونچے پہاڑ میں جس میں ظیان اور اس ہیں مطلب یعنی ایسی محفوظ جگہ میں وہ پہاڑی بکرا جب یہ باقی نہ رہے گا تو دنیا میں کوئی کسی جگہ ہو وہ کیسے سکتا ہے کل نفس ذائقة الموت۔

ترکیب : لام حرف جار' لفظ اللہ مجرور' جار مجرور مل کر متعلق اقسم فعل محذوف کا' فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر قسم' یبقی فعل بتقدیر حرف نفی لا' علی حرف جر' مرور مضاف محذوف 'الایام مضاف الیہ' مضاف مضاف الیہ مل کر مجرور ہوئے جار مجرور مل کر یبقی کا متعلق اول' ذو مضاف' حید مضاف الیہ' مضاف ومضاف الیہ مل کر یبقی کا فاعل 'باء حرف جر بمعنی فی' مشمخر موصوف' باء حرف جرہ ضمیر مجرور' جار مجرور مل کر موجودان کے متعلق' موجودان اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر شبہ جملہ ہو کر خبر مقدم' الظیان معطوف علیہ واو حرف عطف' الاس معطوف' معطوف علیہ معطوف مل کر مبتدا موخر' خبر مقدم' اور مبتدا مل کر صفت ہوئے مشمخر کے' موصوف صفت مل کر مجرور باء حرف جار کیلئے' جار مجرور مل کر یبقی کا متعلق ثانی یبقی فعل اپنے فاعل اور دونوں متعلقات سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر جواب قسم' قسم جواب قسم مل کر جملہ قسمیہ انشائیہ ہوا۔

وَرُبَّ وَهِيَ لِلتَّقْلِيلِ كَمَا اَنَّ كَمِ الْخَبَرِيَّةَ لِلتَّكْثِيرِ وَتَسْتَحِقُّ صَدْرَ الْكَلَامِ وَلَا تَدْخُلُ اِلَّا عَلَى نَكِرَةٍ مَوْصُوْفَةٍ نَحْوُ رُبَّ رَجُلٍ كَرِيْمٍ لَقِيْتُهٗ اَوْ مُضْمَرٍ مُبْهَمٍ مُفْرَدٍ مُذَكَّرٍ اَبَدًا مُمَيَّزٍ بِنَكِرَةٍ مَنْصُوْبَةٍ نَحْوُ رُبَّهٗ رَجُلًا وَرُبَّهٗ رَجُلَيْنِ وَرُبَّهٗ رِجَالًا وَرُبَّهٗ اِمْرَأَةً كَذَالِكَ وَعِنْدَ الْكُوْفِيِّيْنَ يَجِبُ الْمُطَابِقَةُ نَحْوُ رُبَّهُمَا رَجُلَيْنِ وَرُبَّهُمْ رِجَالًا وَرُبَّهَا اِمْرَاَةً وَقَدْ تَلْحَقُهَا مَا الْكَافَةُ فَتَدْخُلُ عَلَى الْجُمْلَتَيْنِ نَحْوُ رُبَمَا قَامَ زَيْدٌ وَرُبَمَا زَيْدٌ قَائِمٌ وَلَا بُدَّ لَهَا مِنْ فِعْلٍ مَاضٍ لِاَنَّ رُبَّ لِلتَّقْلِيْلِ الْمُحَقَّقِ وَهُوَ لَا يَتَحَقَّقُ اِلَّا بِهٖ وَيُحْذَفُ ذٰلِكَ الْفِعْلُ غَالِبًا كَقَوْلِكَ رُبَّ رَجُلٍ اَكْرَمَنِيْ فِيْ جَوَابِ مَنْ قَالَ هَلْ لَقِيْتَ مَنْ اَكْرَمَكَ اَيْ رُبَّ رَجُلٍ اَكْرَمَنِيْ لَقِيْتُهٗ فَاَكْرَمَنِيْ صِفَةُ الرَّجُلِ وَلَقِيْتُهٗ فِعْلُهَا وَهُوَ مَحْذُوْفٌ وَوَاوُ رُبَّ وَهِيَ الْوَاوُ الَّتِيْ تُبْتَدَاُ بِهَا فِيْ اَوَّلِ الْكَلَامِ كَقَوْلِ الشَّاعِرِ

شعر وَبَلْدَةٍ لَيْسَ بِهَا اَنِيْسٌ اِلَّا الْيَعَافِيْرُ وَاِلَّا الْعِيْسُ

وَ وَاوُ الْقَسَمِ وَهِيَ تَخْتَصُّ بِالظَّاهِرِ نَحْوُ وَ اللّٰهِ وَ الرَّحْمٰنِ لَأَضْرِبَنَّ فَلَا يُقَالُ وَكَ وَ تَاءُ الْقَسَمِ وَهِيَ تُخْتَصُّ بِاللّٰهِ وَحْدَهُ فَلَا يُقَالُ تَا لرَّحْمٰنِ وَقَوْلُهُمْ تَرَبِّ الْكَعْبَةِ شَاذٌّ وَبَاءُ الْقَسَمِ وَهِيَ تَدْخُلُ عَلَى الظَّاهِرِ وَ الْمُضْمَرِ نَحْوُ بِاللّٰهِ وَبِالرَّحْمٰنِ وَبِكَ وَلَا بُدَّ لِلْقَسَمِ مِنَ الْجَوَابِ وَهِيَ جُمْلَةٌ تُسَمّٰى الْمُقْسَمَ عَلَيْهَا فَإِنْ كَانَتْ مُوْجَبَةً يَجِبُ دُخُوْلُ اللَّامِ فِي الْاِسْمِيَّةِ وَالْفِعْلِيَّةِ نَحْوُ وَاللّٰهِ لَزَيْدٌ قَائِمٌ وَ وَاللّٰهِ لَأَفْعَلَنَّ كَذَا وَاِنَّ فِي الْاِسْمِيَّةِ نَحْوُ وَاللّٰهِ اِنَّ زَيْدًا لَقَائِمٌ وَ اِنْ كَانَتْ مَنْفِيَّةً وَجَبَ دُخُوْلُ مَا وَلَا نَحْوُ وَ اللّٰهِ مَا زَيْدٌ بِقَائِمٍ وَوَاللّٰهِ لَا يَقُوْمُ زَيْدٌ۔

ترجمہ: حروف جارہ میں سے ایک رُبّ ہے اور وہ تقلیل کیلئے آتا ہے جسطرح کم خبریہ تکثیر کیلئے آتا ہے اور صدر کلام کا مستحق ہوتا ہے اور یہ نہیں داخل ہوتا مگر نکرہ موصوفہ پر جیسے رب رجل کریم لقیتہ یا ضمیر مبہم مفرد مذکر پر ہمیشہ داخل ہوتا ہے جس کی تمیز نکرہ منصوبہ ہوتی ہے جیسے ربہ رجلا ربہ رجلین اور ربہ رجالا اسی طرح ربہ امراۃ بھی اور کوفیوں کے نزدیک دونوں میں مطابقت ضروری ہے جیسے ربہما رجلین ربهم رجالاً ربها امراۃ اور کبھی اس کو مانافہ لاحق ہو جاتا ہے پس رب اس وقت دو جملوں پر داخل ہوتا ہے جیسے ربما قام زید اور ربما زید قائم اور اس کے لئے فعل ماضی کا ہونا ضروری ہے اسلئے کہ رب واقعی تقلیل کیلئے آتا ہے اور قلت متحقق نہیں ہوتی مگر اسی کے ذریعے اور حذف کردیا جاتا ہے اس کے فعل کو اکثر جیسے تیرا قول رب رجل اکرمنی اس شخص کے جواب میں جو کہے هل لقیت من اکرمك یعنی رب رجل أکرمنی لقیتہ پس اس مثال میں اکرمنی رجل کی صفت ہے اور لقیتہ اسکا فعل ہے اور وہ محذوف ہے'

حروف جارہ میں سے ایک واؤ رب ہے اور یہ وہ واو ہے جس کے ذریعے ابتدا کی جاتی ہے اول کلام میں جیسے شاعر کا قول اور کتنے شہر ایسے ہیں جس میں سوائے ہرن اور اونٹوں کے کوئی مونس اور مددگار نہیں ہے حروف جارہ میں سے ایک واو قسم ہے اور وہ خاص ہے اسم ظاہر کے ساتھ جیسے و اللہ والرحمن لاضربن پس اس کو وَكَ نہیں کہا جائے گا اور تاء قسم[1] یہ قول ترب الکعبۃ شاذ ہے' حروف جارہ میں سے ایک باء قسم ہے اور وہ داخل ہوتی ہے اسم ظاہر اور ضمیر دونوں پر جیسے باللہ و بالرحمن اور بك اور قسم کیلئے جواب قسم کا ہونا ضروری ہے

[1] یہ صرف لفظ اللہ کے ساتھ خاص ہے تا کا دخول رحمٰن پر نہیں پایا جاتا (ازار)

اورجواب قسم وہ جملہ ہوتا ہے جس کا نام مقسم علیہ رکھا جاتا ہے پس اگر موجبہ ہو تو لام کا داخل ہونا ضروری ہے جملہ اسمیہ اور فعلیہ میں جیسے و اللہ لزید قائم اور و اللہ لافعلن کذا اور اِنَّ مکسورہ جملہ اسمیہ اور ... پر داخل ہوتا ہے جیسے و اللہ ان زیدا لقائم اور اگر جواب قسم منفی ہو تو جواب قسم پر ما اور لا کا داخل کرنا ضروری ہے جیسے و اللہ ما زید بقائم اور واللہ لایقوم زید۔

تجزیہ عبارت : مذکورہ عبارت میں صاحب کتاب نے حروف جارہ میں سے رب اور واو رب اور واؤ قسم اور باء قسم ان کے معانی اور ان کی تفصیل بیان کی ہے۔

تشریح: وَرُبَّ وَهِيَ لِلتَّقْلِيْلِ الخ یہاں سے حروف جارہ میں سے ساتویں رُبَّ کو بیان کرتے ہیں کہ رب یہ تقلیل کیلئے آتا ہے جیسے کم خبریہ تکثیر کیلئے آتا ہے اور یہ صدارت کلام کو چاہتا ہے اور نکرہ موصوفہ پر داخل ہوتا ہے جیسے رب رجلٍ کریمٍ لقیتہ بہت کم سخی لوگ ہیں جن سے میں نے ملاقات کی

فائدہ: رُبَّ میں کئی لغات ہیں (۱) رُبَّ را کے ضمہ اور باء کی تشدید کے ساتھ (۲) رُبْ: را کے ضمہ اور باء کی تخفیف کے ساتھ (۳) رَبَّ را کے فتحہ اور باء کی تشدید کے ساتھ (۴) رَبُ را کے فتحہ کے ساتھ اور باء کی تخفیف کے ساتھ۔

وقولہ اَوْمُضْمَرٍ مُبْهَمٍ الخ رُبَّ ضمیر مبہم واحد مذکر پر ہمیشہ داخل ہوتا ہے جسکی تمیز نکرہ منصوبہ لائی جاتی ہے جیسے ربہ رجلا اور ربہ رجُلَینِ اور ربہ رجالا اسمیں ضمیر ہمیشہ مفرد مذکر ہوگی خواہ تمیز تثنیہ ہو یا جمع اور اسی طرح ربہ امراۃً کی مثالوں کو سمجھ لیں لیکن کوفیوں کے نزدیک ربہ کی ضمیر اور تمیز تثنیہ اور جمع اور مؤنث ہونے میں مطابق ہوگی جیسے ربھما رجُلَینِ ربھم رجالاً اور ربھا امراۃً

قولہ قَدْ تَلْحَقُهَا مَا الْكَافَةُ الخ اور کبھی رب پر ما کافہ داخل ہو جاتا ہے جو رب کو عمل کرنے سے روک دیتا ہے اس صورت میں رُب جملے پر بھی داخل ہو جاتا ہے خواہ جملہ فعلیہ ہو جیسے ربما قام زید خواہ جملہ اسمیہ ہو جیسے ربما زید قائم اس وقت فعل ماضی کا ہونا ضروری ہے اسلئے کہ یہ رب تقلیل واقعی کیلئے آتا ہے اور قلت واقعی فقط ماضی کے ساتھ متحقق ہو سکتی ہے اسوجہ سے اسکا متعلق فعل ماضی ہونا ضروری ہے اور اگر کوئی اعتراض کرے

ربما یود الذین کفروا لو کانوا مسلمین میں رب فعل مضارع یَوَدُّ پر داخل ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ یود فعل مضارع بمعنی وُدَّ فعل ماضی کے ہے کیونکہ یہ خبر سچی اور یقینی ہے اور یہ بمنزلہ متحقق کے ہے گویا کہ وہ ہو ہی گیا۔

قوله یُحْذَفُ ذَالِکَ الْفِعْلُ غَالِبًا الخ یعنی وہ فعل جس سے رب متعلق ہوتا ہے اس فعل کو اکثر استعمالات میں قرینے کے پائے جانے کی وجہ سے حذف بھی کر دیا جاتا ہے جیسے رب رجل اکرمنی اس شخص کے جواب میں جو یہ کہے لقیتُ مَن اکرمَكَ؟ اسکے جواب میں کہا جائے گا رب رجلٍ اکرمنی لقیتُ اس مثال میں اکرمنی رجل کی صفت ہے اور اس کا فعل لقیت محذوف ہے۔

قوله وَاوُ رُبَّ الخ حروف جارہ میں سے آٹھواں واو رب ہے، اور یہ واو رب کلام کے شروع میں لایا جاتا ہے اور یہ واو رب نکرہ موصوفہ پر داخل ہوتا ہے کیونکہ یہ معنی میں رب کے ہونے کی وجہ سے رب کے حکم میں ہو جاتا ہے لہٰذا رب کی طرح یہ بھی نکرہ موصوفہ پر داخل ہوگا اور اس کا متعلق فعل ماضی ہوگا جو اکثر محذوف ہوتا ہے جیسے شاعر کے قول میں وبلدة لیس بھا انیس، وبلدة میں واو بمعنی رب ہے۔

شعر وَبَلْدَةٍ لَیْسَ بِھَااَنِیْسٌ اِلاَّ الْیَعَافِیْرُ وَ اِلاَّ الْعِیْسُ

<u>شعر کی تشریح</u>: یہ شعر عامر بن حارث کا ہے وہ اس شعر میں اپنی بہادری کو بیان کرتا ہے، وبلدة [illegible] واو بمعنی رب ہے اور جو وطیت کے متعلق ہے جو پہلے شعر میں مذکور ہے، انیس [illegible] فاعل فعیل کے وزن پر ہے بمعنی غمخوار اور مددگار، یعافیر یعفور کی جمع ہے بمعنی مٹیالے رنگ کا ہرن یا بمعنی ہرن کا بچہ جو پہلی مرتبہ چلا ہو العیس کی جمع اعیس آتی ہے بمعنی سفید اور زرد بالوں والا اونٹ۔

شعر کا ترجمہ :اور بہت سے شہر ایسے بھی میں نے طے کئے ہیں کہ اس میں سوائے ٹمیالے رنگ کے ہرن اور سفید بالوں والے اونٹوں کے سوا کوئی غمخوار اور مددگار نہیں تھ

مطلب : یہ شعر عامر بن حارث کا ہے اس شعر میں وہ اپنی بہادری بیان کر رہا ہے کہ میں جس طرف رخ کرتا ہوں انسان بھاگ جاتے ہیں میرا سامنا کوئی نہیں کرتا میں اس قدر بہادر ہوں اور انسانوں میں سے مجھے کوئی غمخوار اور مددگار نہیں ملا۔

محل استشهاد :شعر مذکور کے ابتدا میں واو بمعنی رب حرف جار ہے۔

ترکیب :واو جارہ 'بلدة موصوف' لیس فعل ناقص 'با جار 'ھا ضمیر مجرور' جار مجرور مل کر متعلق ہوئے موجود شبہ فعل مقدر کے 'شبہ فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر خبر مقدم لیس کیلئے 'انیس مستثنی منہ' الا حرف استثنا ' الیعافیر معطوف علیہ واو حرف عطف 'الا' زائد برائے تاکید' العیس معطوف 'معطوف علیہ معطوف مل کر مستثنی' مستثنی منه اپنے مستثنی سے مل کر اسم مؤخر لیس کیلئے' لیس اپنی خبر مقدم اور اسم مؤخر سے مل کر صفت بلدة کیلئے' بلدة موصوف اپنی صفت سے مل کر مجرور واو حرف جر کے لئے 'جر مجرور مل کر متعلق ہوا وطیت کے (جو کہ سابق شعر میں موجود ہے) وطیت فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ ہوا۔

قوله وَاوُ الْقَسَمِ الخ | حروف جارہ میں سے نواں واو قسم ہے اور یہ اسم ظاہر کے ساتھ خاص ہے جیسے واللّٰہ والرحمٰن لاضربن اور واو قسم ضمیر پر داخل نہیں ہوتا اب یوں نہیں کہہ سکتے وَکَ کیونکہ واو کاف ضمیر پر داخل ہے اور ضمیر پر داخل ہونا اس کا جائز نہیں۔

قوله تَاءُ الْقَسَمِ الخ | حروف جارہ میں سے دسواں تائے قسم ہے اور یہ صرف لفظ اللہ کے ساتھ خاص ہے اور لفظ اللہ کے علاوہ کسی اور اسم ظاہر پر داخل نہیں ہوگا جیسے تا اللہِ کہنا تو صحیح ہے لیکن تا الرحمن کہنا درست نہیں ۔

اعتراض :اس پر اعتراض ہوتا ہے کہ عربوں کے ہاں ترب الکعبة کا استعمال موجود ہے اور تاء لفظ رب پر داخل ہے۔

جواب : مصنفؒ اس کا جواب دیتے ہیں کہ لفظ اللہ کے علاوہ کسی اور اسم پر داخل کرنا شاذ ہے اس شاذ قول پر قیاس

نہیں کیا جاسکتا۔

قوله بَاءُ الْقَسَمِ الخ حروف جارہ میں سے گیارہواں بائے قسم ہے اور اسکے اندر عموم ہے کہ یہ اسم ظاہر پر بھی داخل ہوتی ہے جیسے باالله وبالرحمن اور اسم ضمیر پر بھی جیسے بِکَ۔

قوله وَلَابُدَّ لِلْقَسَمِ مِنَ الْجَوَابِ الخ یہاں سے مصنف ؒ ایک ضابطہ بیان کرتے ہیں کہ قسم کیلئے جواب قسم کا ہونا ضروری ہے اور جواب قسم وہ جملہ ہوتا ہے جس پر قسم کھائی جاتی ہے جیسے وَاللهِ لَاَ ضْرِبَنَّ زیداً اس مثال میں والله قسم ہے اور لاضربن جواب قسم ہے اور اگر جواب قسم موجبہ ہو یعنی وہ جملہ ہو کہ جس میں نفی نہی استفہام نہ ہو تو جملہ اسمیہ اور فعلیہ دونوں پر لام تاکید داخل کرنا ضروری ہے 'جملہ اسمیہ کی مثال جیسے و الله لزید قائم اور فعلیہ کی مثال والله لافعلن کذا 'اور اِنَّ مکسورہ کا جملہ اسمیہ پر داخل کرنا ضروری ہے جب جملہ اسمیہ جواب قسم واقع ہو جیسے و الله اِنَّ زیداً لقائمٌ اگر جواب قسم جملہ فعلیہ ہو تو اس پر اِنَّ مکسورہ داخل نہیں ہوگا حاصل یہ کہ لام تاکید جملہ اسمیہ اور فعلیہ دونوں پر آتا ہے لیکن اِن مکسورہ صرف جملہ اسمیہ پر آتا ہے۔

قوله اِنْ کَانَتْ مَنْفِیَّةً الخ اگر جواب قسم جملہ منفیہ ہو تو جواب قسم پر ما اور لا میں سے کسی ایک کا داخل کرنا ضروری ہے 'ما نافیہ کی مثال جیسے و اللهِ مازیدٌ بقائمٍ اور لا کی مثال و اللهِ لا یقومُ زیدٌ

وَاعْلَمْ اَنَّهٗ قَدْ یُحْذَفُ حَرْفُ النَّفْیِ لِزَوَالِ اللَّبْسِ کَقَوْلِهٖ تَعَالٰی تَا اللّٰهِ تَفْتَؤُ تَذْکُرُ یُوْسُفَ اَیْ لَا تَفْتَؤُ وَیُحْذَفُ جَوَابُ الْقَسَمِ اِنْ تَقَدَّمَ مَا یَدُلُّ عَلَیْهِ نَحْوُ زَیْدٌ قَائِمٌ وَ اللّٰهِ اَوْ تَوَسَّطَ الْقَسَمُ نَحْوُ زَیْدٌ وَ اللّٰهِ قَائِمٌ وَعَنْ لِلْمُجَاوَزَةِ نَحْوُ رَمَیْتُ السَّهْمَ عَنِ الْقَوْسِ اِلَی الصَّیْدِ وَعَلٰی لِلْاِسْتِعْلَاءِ نَحْوُ زَیْدٌ عَلَی السَّطْحِ وَقَدْ یَکُوْنُ عَنْ وَعَلٰی اِسْمَیْنِ اِذَا دَخَلَ عَلَیْهِمَا مِنْ کَمَا تَقُوْلُ جَلَسْتُ مِنْ عَنْ یَمِیْنِهٖ وَنَزَلْتُ مِنْ عَلَی الْفَرَسِ وَالْکَافُ لِلتَّشْبِیْهِ نَحْوُ زَیْدٌ کَعَمْرٍو وَزَائِدَةٌ کَقَوْلِهٖ تَعَالٰی لَیْسَ کَمِثْلِهٖ شَیْءٌ وَقَدْ یَکُوْنُ اِسْمًا کَقَوْلِ الشَّاعِرِ یَضْحَکْنَ عَنْ کَالْبَرَدِ الْمُنْهَمِّ وَمُذْ وَمُنْذُ

لِلزَّمَانِ اِمَّا لِلْاِبْتِدَاءِ فِی الْمَاضِیْ کَمَا تَقُوْلُ فِیْ شَعْبَانَ مَا رَاَیْتُهٗ مُذْ رَجَبَ اَوْ لِلظَّرْفِیَّةِ فِی الْحَاضِرِ نَحْوُ مَا رَاَیْتُهٗ مُذْ شَهْرِنَا وَمُنْذُ یَوْمِنَا اَیْ فِیْ شَهْرِنَا وَ فِیْ یَوْمِنَا وَخَلَا وَعَدَا وَحَاشَا لِلْاِسْتِثْنَاءِ نَحْوُ جَاءَنِی الْقَوْمُ خَلَا زَیْدٍ وَحَاشَا عَمْرٍو وَعَدَا بَکْرٍ۔

ترجمہ: اور تو جان کبھی جواب قسم سے حرف نفی کو حذف کر دیا جاتا ہے التباس کے زائل ہونے کی وجہ سے جیسے اللہ تعالیٰ کا قول تا للّٰہ تفتؤ تذکر یوسف ای لا تفتؤ اور کبھی جواب قسم حذف کر دیا جاتا ہے اگر اس سے پہلے ایسی چیز مذکور ہو جو جواب قسم پر دلالت کرے جیسے زید قائم و اللہ یا قسم کلام کے وسط میں واقع ہو جیسے زید و اللہ قائم اور عن یہ مجاوزۃ کیلئے آتا ہے جیسے رمیت السھم عن القوس الی الصید اور علی یہ استعلاء کے لئے آتا ہے جیسے زید علی السطح اور کبھی عن اور علی دونوں اسم بن جاتے ہیں جب ان دونوں پر من داخل ہو جیسے جلست من عن یمینه اور نزلت من علی الفرس اور کاف تشبیہ کیلئے آتا ہے جیسے زید کعمرو اور زائد ہوتا ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا قول لیس کمثله شیٔ اور کبھی اسم ہوتا ہے جیسے شاعر کا قول یضحکن عن کالبرد المنھم کہ وہ ہنستی ہیں ایسے دانتوں کے ساتھ کہ وہ اولے کی طرح صاف ستھرے ہیں اور منذ اور مذ زمانہ کیلئے آتے ہیں یا تو فعل ماضی میں فعل کی ابتدا کو بیان کرنے کے لئے آتے ہیں جیسے تو شعبان میں کہے ما رایت مذ رجب یا ظرفیت کے لئے آتے ہیں زمانہ حاضر میں جیسے تو کہے ما رایت مذ شهر نا ومنذ یومنا ای فی شهر نا وفی یومنا اور خلا اور حاشا یہ استثناء کیلئے آتے ہیں جیسے جاء نی القوم خلا زید وحاشا عمرو وعدا بکر

تجزیہ عبارت: مذکورہ بالا عبارت میں مصنفؒ نے حروف جارہ میں سے عن، علی، کاف، مذ اور منذ، خلا، عدا، اور حاشا کو بیان کیا ہے اور ان کے متعلق تفصیل بیان کی ہے۔

تشریح: قوله وَاعْلَمْ اَنَّهٗ قَدْ یُحْذَفُ الخ یہاں سے مصنفؒ ایک فائدہ بیان کرتے ہیں کہ جواب قسم سے حرف نفی کو حذف کرنا بھی جائز ہے جب التباس کا خطرہ نہ ہو جیسے اللہ تعالیٰ کا قول تَا للّٰہِ تَفْتَؤُ تَذْکُرُ یُوْسُفَ اصل میں لا تفتؤ تھا حرف نفی کے حذف ہونے پر قرینہ یہ ہے کہ اگر تفتؤ کو مضارع مثبت قرار دیا جائے تو مضارع مثبت جب جواب قسم واقع ہو تو اس پر لام کا داخل کرنا ضروری ہے اور یہاں پر لام داخل نہیں ہے تو اس

معلوم ہوا کہ تفتو مضارع منفی ہے اور اس سے قبل حرف نفی لا محذوف ہے۔

قو له وَ یُحْذَفُ جَوَابُ الْقَسَمِ الخ کبھی جواب قسم کو حذف بھی کر دیا جاتا ہے لیکن اس صورت میں جبکہ قسم ایسے جملہ کے بعد واقع ہو جو جواب قسم پر دلالت کرتا ہو جیسے زیدٌ قائمٌ واللّٰہِ یا قسم جو جملہ کے درمیان واقع ہو جواب قسم پر دلالت کرتا ہو تو اسوقت بھی جواب قسم کو حذف کر دیا جاتا ہے جیسے زیدٌ واللہ قائم۔

قو له وَعَنْ لِلْمُجَاوَزَۃِ الخ حروف جارہ میں سے بارہواں عن ہے اور یہ عن مجاوزت کیلئے آتا ہے یعنی یہ بتانے کیلئے کہ اس کا ما قبل اسکے مابعد سے تجاوز کر چکا ہے جیسے رمیت السھمَ عن القوسِ الی الصیدِ۔

قو له عَلٰی لِلْاِسْتِعْلَاءِ الخ حروف جارہ میں سے تیرھواں علی ہے اور یہ علی استعلاء یعنی بلندی کیلئے آتا ہے خواہ وہ استعلاء حقیقتا ہو جیسے زیدٌ علی السطحِ یا وہ استعلاء حکما جیسے علیه دینٌ اور کبھی حرف عن اور علی یہ دونوں اسم ہوتے ہیں جسوقت ان دونوں پر من داخل ہو عن کی مثال جیسے جلستُ مِنْ عَنْ یمینه ای جانب یمینه اور علی کی مثال جیسے نزلتُ من علی الفرس، ای من فوقِ الفرسِ۔

قو له اَلْکَافُ لِلتَّشْبِیْهِ الخ حروف جارہ میں سے چودھواں کاف ہے اور یہ کاف تشبیہ کیلئے آتا ہے جیسے زیدٌ کعمروٍ، اور کبھی کاف زائدہ ہوتا ہے جیسے لیس کمثله شئی، اور کبھی یہ کاف اسم ہوتا ہے اور مثل کے معنی دیتا ہے جیسے یضحکن عن کا لبردِ المُنهَمِّ اس مصرعے کے اندر کالبرد میں کاف اسم ہے اور مثل کے معنی میں ہے اور اس کا موصوف محذوف ہے اور ھن اسنان مثل البرد۔

قو له مُذْوَ مُنْذُ لِلزَّمَانِ الخ حروف جارہ میں سے سولھواں مذ اور منذ ہے اور یہ زمان کیلئے آتے ہیں زمانہ ماضی میں ابتدائے مدت کیلئے آتے ہیں جیسے تو شعبان میں کہے ما رایتُ مذ رجب، اور زمانہ حاضر میں ظرفیۃ کیلئے آتے ہیں جیسے ما رایت مذشهرِ نا ومند یو مِنا ای فی شهرِنا وفی یو مِنا--

قو له حلاَ وَ عَدَا وَ حَاشَا الخ یہاں سے حروف جارہ میں سترھواں خلا اور اٹھارھواں عدا اور انیسواں حاشا کو بیان فرمارہے ہیں اور یہ تینوں استثناء کیلئے آتے ہیں جیسے جاءنی القوم خلا زیدٍ و حاشا عمروٍ و عدا بکرٍ۔

فصل اَلْحُرُوْفُ الْمُشَبَّهَةُ بِالْفِعْلِ سِتَّةٌ اِنَّ وَاَنَّ وَ كَاَنَّ وَ لٰكِنَّ وَ لَيْتَ وَ لَعَلَّ هٰذِهِ الْحُرُوْفُ تَدْخُلُ عَلَى الْجُمْلَةِ الْاِسْمِيَّةِ تَنْصِبُ الْاِسْمَ وَ تَرْفَعُ الْخَبَرَ كَمَا عَرَفْتَ نَحْوُ اِنَّ زَيْدًا قَائِمٌ وَقَدْ يَلْحَقُهَا مَا الْكَافَةُ فَتَكُفُّهَا عَنِ الْعَمَلِ وَ حِيْنَئِذٍ تَدْخُلُ عَلَى الْاَفْعَالِ تَقُوْلُ اِنَّمَا قَامَ زَيْدٌ وَ اعْلَمْ اَنَّ اِنَّ الْمَكْسُوْرَةَ الْهَمْزَةِ لَا تُغَيِّرُ مَعْنَى الْجُمْلَةِ بَلْ تُؤَكِّدُهَا وَ اَنَّ الْمَفْتُوْحَةَ الْهَمْزَةِ مَعَ مَا بَعْدَهَا مِنَ الْاِسْمِ وَ الْخَبَرِ فِيْ حُكْمِ الْمُفْرَدِ وَلِذٰلِكَ يَجِبُ الْكَسْرُ اِذَا كَانَ فِيْ اِبْتِدَاءِ الْكَلَامِ نَحْوُ اِنَّ زَيْدًا قَائِمٌ وَ بَعْدَ الْقَوْلِ كَقَوْلِهٖ تَعَالٰى يَقُوْلُ اِنَّهَا بَقَرَةٌ وَبَعْدَ الْمَوْصُوْلِ نَحْوُ مَا رَاَيْتُ الَّذِيْ اِنَّهٗ فِي الْمَسَاجِدِ وَاِذَا كَانَ فِيْ خَبَرِهَا اللَّامُ نَحْوُ اِنَّ زَيْدً لَقَائِمٌ وَ يَجِبُ الْفَتْحُ حَيْثُ يَقَعُ فَاعِلًا نَحْوُ بَلَغَنِيْ اَنَّ زَيْدًا قَائِمٌ وَ حَيْثُ يَقَعُ مَفْعُوْلًا نَحْوُ كَرِهْتُ اَنَّكَ قَائِمٌ وَ حَيْثُ يَقَعُ مُبْتَدَأً نَحْوُ عِنْدِيْ اَنَّكَ قَائِمٌ وَ حَيْثُ يَقَعُ مُضَافًا اِلَيْهِ نَحْوُ عَجِبْتُ مِنْ طُوْلِ اَنَّ بَكْرًا قَائِمٌ وَ حَيْثُ يَقَعُ مَجْرُوْرًا نَحْوُ عَجِبْتُ مِنْ اَنَّ بَكْرًا قَائِمٌ وَ بَعْدَ لَوْ نَحْوُ لَوْ اَنَّكَ عِنْدَنَا لَاَكْرَمْتُكَ وَ بَعْدَ لَوْلَا نَحْوُ لَوْلَا اَنَّهٗ حَاضِرٌ لَغَابَ زَيْدٌ وَ يَجُوْزُ الْعَطْفُ عَلٰى اِسْمِ اِنَّ الْمَكْسُوْرَةِ بِالرَّفْعِ وَ النَّصْبِ بِاِعْتِبَارِ الْمَحَلِّ وَ اللَّفْظِ مِثْلُ اِنَّ زَيْدًا قَائِمٌ وَ عَمْرٌو وَ عَمْرًوا

[اِعْ]لَمْ اَنَّ اِنَّ الْمَكْسُوْرَةَ يَجُوْزُ دُخُوْلُ اللَّامِ عَلٰى خَبَرِهَا وَ قَدْ تُخَفَّفُ فَيَلْزَمُهَا اللَّامُ كَقَوْلِهٖ تَعَالٰى وَاِنْ كُلًّا لَمَّا لَيُوَفِّيَنَّهُمْ وَ حِيْنَئِذٍ يَجُوْزُ اِلْغَاؤُهَا كَقَوْلِهٖ تَعَالٰى وَاِنْ كُلٌّ لَمَّا جَمِيْعٌ لَدَيْنَا مُحْضَرُوْنَ وَ يَجُوْزُ دُخُوْلُهَا عَلَى الْاَفْعَالِ عَلَى الْمُبْتَدَاءِ وَ الْخَبَرِ نَحْوُ قَوْلِهٖ تَعَالٰى وَاِنْ كُنْتَ مِنْ قَبْلِهٖ لَمِنَ الْغٰفِلِيْنَ وَاِنْ نَظُنُّكَ لَمِنَ الْكٰذِبِيْنَ وَ كَذٰلِكَ اَنَّ الْمَفْتُوْحَةَ قَدْ تُخَفَّفُ فَحِيْنَئِذٍ يَجِبُ اَعْمَالُهَا فِيْ ضَمِيْرِ شَانٍ مُقَدَّرٍ

فَتَدْخُلُ عَلَى الْجُمْلَةِ اِسْمِيَّةً كَانَتْ نَحْوُ بَلَغَنِيْ اَنْ زَيْدٌ قَائِمٌ اَوْ فِعْلِيَّةً نَحْوُ بَلَغَنِيْ اَنْ قَدْ قَامَ زَيْدٌ وَيَجِبُ دُخُوْلُ السِّيْنِ اَوْ سَوْفَ اَوْ قَدْ اَوْ حَرْفُ النَّفْيِ عَلَى الْفِعْلِ كَقَوْلِهٖ تَعَالٰى عَلِمَ اَنْ سَيَكُوْنُ مِنْكُمْ مَرْضٰى وَالضَّمِيْرُ الْمُسْتَتِرُ اِسْمُ اَنَّ وَالْجُمْلَةُ خَبَرُهَا۔

ترجمہ: فصل: حروف مشبہ بالفعل کے بیان میں، حروف مشبہ بالفعل چھ ہیں ان ان کا ن لکن لیت اور لعل یہ حروف جملہ اسمیہ پر داخل ہوتے ہیں اسم کو نصب اور خبر کو رفع دیتے ہیں جیسے کہ تو نے پہلے پہچان لیا جیسے ان زید ا قا ئم اور کبھی انکو ما کافہ بھی لاحق ہو جاتا ہے پس ان کو وہ عمل سے روک دیتا ہے اسوقت یہ افعال پر داخل ہوتے ہیں جیسے تو کہے انما قام زید اور تو جان بیشک اِنَّ ہمزہ مکسورہ جملے کے معنی کو نہیں بدلتا بلکہ معنی کو مؤکد کر دیتا ہے اور اَنَّ ہمزہ مفتوحہ اپنے مابعد اسم اور خبر کیساتھ مفرد کے حکم میں ہوتا ہے اسلئے اِنَّ مکسورہ پڑھنا واجب ہے جبکہ ابتدائے کلام میں واقع ہو جیسے اِن زید اقا ئم اور قول کے بعد جیسے اللہ تعالی کا قول ہے یقول انها بقرة اور موصول کے بعد جیسے ما رایت الذی انه فی المسا جد اور جب اسکی خبر میں لام داخل ہو جیسے ان زیدا لقا ئم اور اَنَّ مفتوحہ پڑھنا واجب ہے جس جگہ وہ فاعل واقع ہو جیسے بلغنی ان زید ا قا ئم اور جب وہ مفعول واقع ہو جیسے کر ہت انك قا ئم اور جس جگہ مبتدا واقع ہو جیسے عندی انك قا ئم اور جس جگہ مضاف الیہ واقع ہو جیسے عجبت من طول ان بکرا قا ئم اور جس جگہ مجرور واقع ہو جیسے عجبت من ان بکرا قا ئم اور لو کے بعد جیسے لو انك عند نا لا کر متك اور لولا کے بعد جیسے لو لا انه حا ضر لغاب زید، اور جائز ہے عطف کرنا اِنَّ مکسورہ کے اسم پر رفع اور نصب کے ساتھ محل اور لفظ کا اعتبار کرتے ہوئے جیسے ان زیدًا قا ئم و عمرو و عمر وا، اور تو جان بے شک اِنَّ مکسورہ کی خبر پر لام کا داخل کرنا جائز ہے کبھی ان مکسورہ کو مخففہ کر دیا جاتا ہے پس اسوقت اسکو لام لازم ہے جیسے اللہ تعالی کا قول ہے وان کلا لما لیو فینهم اور اسوقت اسکو عمل سے لغو کر دینا جائز ہوتا ہے جیسے اللہ تعالی کا قول و ان کل لما جمیع لد ینا محضرون اور جائز ہے اسکا داخل ہونا ان افعال پر جو مبتداء اور خبر پر داخل ہوں جیسے اللہ تعالی کا قول وان کنت من قبله لمن الغافلین ، ان نظنك لمن الکذبین اسی طرح اَنَّ مفتوحہ بھی مخففہ کر دیا جاتا ہے اسوقت واجب ہوتا ہے اسکا عمل دینا ایک ضمیر شان میں جو مقدر ہوگی پس اسوقت جملہ پر داخل ہوگا خواہ جملہ

اسمیہ ہو جیسے بلغنی أن زید قائم خواہ وہ جملہ فعلیہ ہو جیسے بلغنی ان قد قام زید (اور اگر اس جملے میں فعل ہو) تو سین یا سوف یا قد یا حرف نفی کا فعل پر داخل ہونا واجب ہوتا ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا قول علم ان سیکو ن منکم مرضی، اور وہ ضمیر جو مستتر ہو وہ أن کا اسم ہوگی اور جملہ اسکی خبر ہوگا۔

تجزیہ عبارت : مذکورہ عبارت میں صاحب ہدایۃ النحو نے حروف مشبہ بالفعل کو بیان کرنے کے بعد اِنَّ اور أنَّ کے متعلق تفصیل بیان کی ہے کہ اِنَّ اور أنَّ کے مواقع کونسے کونسے ہیں اور ان کے متعلق کچھ ضوابط بتائے ہیں۔

تشریح: قوله اَلْحُرُوْفُ مُشَبَّهَةٌ بِالْفِعْلِ الخ یہاں سے مصنفؒ حروف مشبہ بالفعل کو بیان کرتے ہیں اور چھ ہیں اِنَّ ' أنَّ ' كَاَنَّ ' لٰكِنَّ ' لَيْتَ ' لَعَلَّ ' ان حروف کو مشبہ بالفعل اسلئے کہتے ہیں کہ ان کی فعل کیساتھ مشابہت لفظا بھی اور معنا بھی'

لفظی مشابہت : لفظی مشابہت تین طرح سے ہے (۱) جیسے ماضی مبنی بر فتحہ ہوتی ہے اسطرح یہ حروف بھی مبنی بر فتحہ ہوتے ہیں (۲) جس طرح فعل ثلاثی اور رباعی اور خماسی ہوتا ہے اس طرح یہ حروف بھی بعض ثلاثی ہوتے ہیں جیسے ان ' ان اور لیت اور بعض رباعی ہوتے ہیں جیسے کان اور لعل اور بعض خماسی ہوتے ہیں جیسے لکن (۳) جسطرح فعل متعدی کو دو اسم لازم ہیں ایک فاعل اور دوسرا مفعول اس طرح ان حروف کیلئے بھی دو اسم لازم ہیں ایک اسم اور دوسرا خبر'

معنوی مشابہت : ان میں معنوی مشابہت یہ ہے کہ ان میں فعل کا معنی پایا جاتا ہے کہ ان اور ان حققتُ کے معنی میں ہیں اور کانّ شبہتُ کے معنی میں ہیں اور لکن استدرکتُ کے معنی میں ہے اور لیت تمنیتُ کے معنی میں ہے اور لعل ترجیتُ کے معنی میں ہے۔

قوله هٰذِهِ الْحُرُوْفُ تَدْخُلُ عَلَى الْجُمْلَةِ الْاِسْمِيَّةِ الخ یہ حروف جملہ اسمیہ پر داخل ہوتے ہیں اسم کو نصب اور خبر کو رفع دیتے ہیں جیسے اِنَّ زیدا قائم اور جب حروف مشبہ بالفعل کے بعد ماکافہ آجاتا ہے تو ان کا عمل باطل ہوتا ہے جیسے اِنَّما اَنا بشرٌ اور ماکافہ کے داخل ہونے کے بعد یہ حروف افعال پر بھی داخل ہو سکتے ہیں جیسے اِنَّما قام زیدٌ۔

قوله وَاعْلَمْ اَنَّ اِنَّ الْمَكْسُوْرَةَ الْهَمْزَةِ الخ یہاں سے مصنفؒ اِنَّ اور اَنَّ کے متعلق تفصیل بیان کرتے ہیں کہ اِنَّ مکسورہ جملہ کے معنی میں کوئی تغیر پیدا نہیں کرتا بلکہ تاکید اور تحقیق کے معنی کو زیادہ کرتا ہے لیکن اَنَّ مفتوحہ جملہ کے معنی میں تغیر پیدا کرتا ہے کہ جملے کو مفرد کے حکم میں کر دیتا ہے اسی وجہ سے جملہ کی جگہوں میں اِنَّ مکسورہ پڑھنا واجب ہے اور مفرد کی جگہ میں اَنَّ مفتوحہ پڑھنا واجب ہے۔

قوله وَلِذٰلِكَ يَجِبُ الْكَسْرُ الخ یہاں سے مصنفؒ وہ جگہیں بیان کرتے ہیں جہاں پر اِنَّ مکسورہ پڑھا جائے گا (۱) ابتدائے کلام میں اِنَّ مکسورہ پڑھا جائے گا کیونکہ یہ جملہ کا تقاضا کرتا ہے جیسے ان زیداً قائمٌ

(۲) اور قول کے بعد اِنَّ مکسورہ پڑھا جائے گا کیونکہ قول کا مقولہ ہمیشہ جملہ ہوتا ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا قول يَقُولُ اِنَّهَا بَقَرَةٌ

(۳) اسم موصول کے بعد بھی اِنَّ مکسورہ پڑھا جائے گا کیونکہ موصول کے بعد اس کا صلہ ہوتا ہے اور وہ جملہ ہوتا ہے جیسے مارایتُ الذی اِنَّه فی المساجدِ۔

(۴) اس طرح اِنَّ مکسورہ پڑھنا واجب ہے جب اِنَّ کی خبر پر لام داخل ہو جیسے اِنَّ زیداً لقائمٌ کیونکہ لام جملے کے معنی کی تاکید کرتا ہے۔

قوله يَجِبُ الْفَتْحُ حَيْثُ يَقَعُ الخ یہاں سے مصنفؒ وہ مقامات بیان کرتے ہیں جہاں اَنَّ مفتوحہ پڑھنا واجب ہے۔

(۱) جب اَنَّ مفتوحہ اپنے جملے سے مل کر فاعل بن رہا ہو تو وہاں اَنَّ مفتوحہ پڑھا جائے گا جیسے بلغنی اَنَّ زیداً قائم

(۲) جس جگہ اَنَّ مفتوحہ مفعول بن رہا ہو تو وہاں اَنَّ کو مفتوح پڑھا جائے گا جیسے کرِھتُ اَنَّكَ قائمٌ

(۳) جس جگہ اَنَّ مبتدا بن رہا ہو تو وہاں اَنَّ مفتوحہ پڑھا جائیگا جیسے عندی اَنَّكَ قائمٌ" اس مثال میں عندی خبر مقدم اور انك قائم بتاویل مفرد ہو کر مبتدا مؤخر ہوا۔

(۴) مضاف الیہ ہونیکی صورت میں بھی اَنَّ مفتوحہ پڑھا جائے گا جیسے عجبتُ من طولِ اَنَّ بکراً قائمٌ میں نے تعجب کیا قیام بکر کے طول سے" اس مثال میں طول مضاف ہے اور ان بکراً قائمٌ مضاف الیہ ہے

(۵) جس جگہ اَنَّ مجرور واقع ہو وہاں بھی اَنَّ مفتوحہ پڑھا جائے گا جیسے عجبتُ من اَنَّ بکرًا قائمٌ کہ میں نے تعجب کیا بکر کے کھڑے ہونے سے اس مثال میں ان بکرا قائم مجرور بن رہا ہے۔

(۶) لو کے بعد بھی اَنَّ مفتوحہ پڑھا جائے گا جیسے لو أنّك عندنا لاکرمتُكَ 'اگر تو ہمارے پاس ہوتا تو البتہ تیرا اکرام کرتا

(۷) اور لولا کے بعد اَنَّ مفتوحہ پڑھا جائے گا کیونکہ لولا کے بعد مبتدا ہوتا ہے اور مبتدا کا مفرد ہونا ضروری ہے جیسے لولا اَنَّه حَاضِرٌ لغَابَ زیدٌ اگر بے شک وہ موجود نہ ہوتا تو البتہ زید غائب ہوتا' ان مذکورہ جگہوں میں اَنَّ مفتوح اس لئے پڑھا جائے گا کہ یہ سارے مواضع مفرد ہیں۔

قوله يَجُوْزُ الْعَطْفُ عَلٰى اِسْمِ اِنَّ الْمَكْسُوْرَةَ الخ جب یہ بات متعین ہو چکی کہ اِنَّ مکسورہ جملے کے معنی میں کچھ تغیر پیدا نہیں کرتا بلکہ جملے کے معنی کی تاکید بیان کرتا ہے لہٰذا جب کسی اسم کا ان مکسورہ کے اسم پر عطف کریں تو اسکو مرفوع اور منصوب دونوں طرح پڑھنا جائز ہے 'مرفوع اسلئے کہ اِنَّ کے اسم کے محل پر عطف کیا جائے کیونکہ اِنَّ کا اسم مبتدا ہونیکی وجہ سے محلا مرفوع ہوتا ہے جیسے اِنَّ زیداً قائمٌ و عمرو اور نصب اسلئے کہ اِنَّ کے اسم کے لفظ پر عطف کیا جائے کیونکہ اِنَّ کا اسم لفظا منصوب ہے جیسے یوں پڑھا جائے اِنَّ زیداً قائمٌ و عمرواً۔

قوله اَنَّ اِنَّ الْمَكْسُوْرَةَ الخ جب یہ بات ثابت ہو چکی کہ اِنّ جملہ کے معنی میں تغیر پیدا نہیں کرتا تو اسوجہ سے اسکی خبر پر لام تاکید کا داخل کرنا جائز ہوتا ہے لیکن اَنَّ مفتوحہ کی خبر پر لام تاکید داخل نہیں ہوگا کیونکہ لام تاکید جملہ کے معنی کی تاکید کے واسطے آتا ہے اور اَنَّ مفتوحہ جملے کو مفرد کی تاویل میں کر دیتا ہے لہٰذا اَنَّ مفتوحہ کی خبر پر لام تاکید داخل نہیں ہوگا 'کبھی اِنَّ مکسورہ کو مخففہ کر لیا جاتا ہے کثرت استعمال کیوجہ سے پھر اسکی صورت اِن نافیہ جیسی بن جاتی ہے لہٰذا اسکی خبر پر لام تاکید کا داخل کرنا لازم ہو جاتا ہے تاکہ اِنْ مخففہ اور اِنْ نافیہ میں فرق ہو سکے جیسے وَاِنْ كُلاًّ لَّمَّا لَيُوَفِّيَنَّهُمْ اور اِنْ مکسورہ مخففہ ہو تو اسکے عمل کو باطل کرنا بھی جائز ہے کیونکہ اسکی مشابہت فعل کے ساتھ تو ضعیف ہو [illegible] ہے کیونکہ اسکے آخر کا فتحہ اور سہ حرفی ہونا جب ختم ہوا تو فعل کیساتھ پوری مشابہت نہ رہی لہٰذا اس صورت میں [illegible] کو باطل کرنا جائز ہو جاتا ہے جیسے وَاِنْ كُلٌّ لَّمَّا جَمِيْعٌ لَّدَيْنَا مُحْضَرُوْنَ۔

قوله وَ يَجُوْزُ دُخُوْلُهَا عَلَى الْاَفْعَالِ الخ جب اِنَّ مکسورہ مخففہ ہو جائے تو اسوقت اسکو ان افعال پر داخل کرنا جائز ہوتا ہے جو مبتدا اور خبر پر داخل ہوتے ہیں جیسے افعال ناقصہ اور افعال قلوب ان افعال پر اِنْ مخففہ جائز ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا قول ہے وَاِنْ كُنْتَ مِنْ قَبْلِهٖ لَمِنَ الْغٰفِلِيْنَ اس مثال میں کنت افعال ناقصہ

پر اِنْ مخففہ داخل ہے اور جیسے اللہ تعالی کا قول ہے وَاِنْ نَظُنُّكَ لَمِنَ الْكٰذِبِيْنَ اس مثال میں افعال قلوب پر اِنْ مخففہ داخل ہے۔

قولہ وَ كَذٰلِكَ اَنَّ الْمَفْتُوحَةَ قَدْ تُخَفَّفُ الخ ان مفتوحہ میں بھی تخفیف کر سکتے ہیں تخفیف کے بعد اَنَّ مفتوحہ وجوبی طور پر ضمیر شان میں عمل کریگا لہذا اَنَّ مفتوحہ کے بعد ضمیر شان مقدر مانیں گے اور اَنَّ مفتوحہ مخففہ تمام جملوں پر داخل ہوگا خواہ وہ جملہ اسمیہ ہو جیسے بلغنی اَنْ زیدٌ قائمٌ خواہ وہ جملہ فعلیہ ہو جیسے بلغنی اَنْ قد قام زیدٌ۔

قولہ يَجِبُ دُخُوْلُ السِّيْنِ الخ اَنَّ مفتوحہ تخفیف کے بعد جب فعل پر داخل ہوگا تو اسوقت فعل پر سین یا سوف یا قد یا حرف نفی داخل کرنا واجب ہوگا جیسے اللہ تعالی کا قول علم اَن سیکونُ منکم مرضی سوف کی مثال جیسے شاعر کا قول ہے وَاعْلَمْ فَعِلْمُ الْمَرْءِ يَنْفَعُهٗ ☆ اَنْ سَوْفَ يَأْتِيْ كُلُّ مَا قُدِرَ
قد کی مثال جیسے اللہ تعالی کا قول ہے لِیعلمَ اَنْ قد ابلغوا رِسٰلٰتِ ربِّهِم اور حرف نفی کی مثال جیسے اللہ تعالی کا قول ہے افلا یَرَوْنَ اَنْ لَّا يَرْجِعَ اِلَيْهِم۔

قولہ ضَمِيْرُ الْمُسْتَتِر الخ یہاں سے صاحب ہدایۃ النحو اَنْ مفتوحہ مخففہ کی ترکیب بیان کر رہے ہیں کہ ضمیر شان مستتر اَنْ مفتوحہ مخففہ کا اسم ہوگا اور جو جملہ اسکے بعد ہوگا وہ اَنْ مفتوحہ مخففہ کی خبر ہوگا اور اَنَّ مفتوحہ کا عمل تخفیف کے بعد ضمیر شان مقدر کے علاوہ میں شاذ ہے۔

وَ كَاَنَّ لِلتَّشْبِيْهِ نَحْوُ كَاَنَّ زَيْدًا نِ الْاَسَدُ وَ هُوَ مُرَكَّبٌ مِنْ كَافِ التَّشْبِيْهِ وَ اِنَّ الْمَكْسُوْرَةَ وَ اِنَّمَا فُتِحَتْ لِتَقَدُّمِ الْكَافِ عَلَيْهَا تَقْدِيْرُهٗ اِنَّ زَيْدًا كَالْاَسَدِ وَقَدْ تُخَفَّفُ فَتُلْغٰى نَحْوُ كَاَنْ زَيْدٌ اَسَدٌ وَ لٰكِنَّ لِلْاِسْتِدْرَاكِ وَ يَتَوَسَّطُ بَيْنَ كَلَامَيْنِ مُتَغَايِرَيْنِ فِي الْمَعْنٰى نَحْوُ مَا جَاءَنِي الْقَوْمُ لٰكِنَّ عَمْرًوا جَاءَ وَ غَابَ زَيْدٌ لٰكِنَّ بَكْرًا حَاضِرٌ وَ يَجُوْزُ مَعَهَا الْوَاوُ نَحْوُ قَامَ زَيْدٌ وَلٰكِنَّ عَمْرًوا قَاعِدٌ وَ قَدْ تُخَفَّفُ فَتُلْغٰى نَحْوُ مَشٰى زَيْدٌ لٰكِنْ بَكْرٌ عِنْدَنَا وَ لَيْتَ لِلتَّمَنِّيْ نَحْوُ لَيْتَ

ھِنْدًا عِنْدَنَا وَاَجَازَ الْفَرَّاءُ لَیْتَ زَیْدًا قَائِمًا بِمَعْنٰی اَتَمَنّٰی وَ لَعَلَّ لِلتَّرَجِّیْ کَقَوْلِ الشَّاعِرِ

شعر: اُحِبُّ الصَّالِحِیْنَ وَلَسْتُ مِنْھُمْ ☆ لَعَلَّ اللّٰہَ یَرْزُقُنِیْ صَلَاحًا

وَشَذَّ الْجَرُّ بِھَا نَحْوُ لَعَلَّ زَیْدٍ قَائِمٌ وَفِیْ لَعَلَّ لُغَاتٌ عَلَّ وَ عَنَّ وَ اَنَّ لَاَنَّ وَ لَعَنَّ وَ عِنْدَ الْمُبَرَّدِ اَصْلُہٗ عَلَّ زِیْدَ فِیْہِ اللَّامُ وَالْبَوَاقِیْ فُرُوْعٌ۔

ترجمہ: اور کَاَنَّ تشبیہ کیلئے آتا ہے جیسے کَاَنَّ زیدًا الاسد اور وہ مرکب ہے کاف تشبیہ اور اِنَّ مکسورہ سے اور بے شک اس کو فتح دیا گیا ہے کاف کے اس پر مقدم ہونے کی وجہ سے' اسکی تقدیر ان زیدا کالاسد ہے[له] اور لَکِنَّ استدراک کیلئے آتا ہے اور ایسے دو کلاموں میں آتا ہے جو معنی میں ایک دوسرے کے مغایر ہوں جیسے ما جاءنی القوم لکن عمروا جاء۔ اور غاب زید لکن بکرا حاضر اور جائز ہے اسکے ساتھ واؤ کا لانا جیسے قام زید و لکن عمروا قاعد اور کبھی مخففہ کردیا جاتا ہے پس اسکا عمل لغو ہو جاتا ہے جیسے مشی زید لکن بکر عند نا اور لیت تمنی کیلئے آتا ہے جیسے لیت ھندا عند نا۔ اور فراء نے جائز قرار دیا لیت زیدا قائما کو جو اتمنی کے معنی میں ہے اور لعل ترجی کیلئے آتا ہے جیسے شاعر کا قول شعر میں نیک لوگوں سے محبت کرتا ہوں اور میں ان میں سے نہیں ہوں شاید کہ اللہ تعالیٰ مجھے بھی نیک بننے کی توفیق مرحمت فرمادیں اور شاذ ہے اسکے ساتھ جر دینا جیسے لعل زید قائم اور لعلّ میں کئی لغات ہیں عل عن ان لان اور لعن اور مبردؒ کے نزدیک اسکی اصل عل ہے اس پر لام کو زیادہ کیا گیا ہے اور باقی لغات اسکی فرع ہیں۔

تجزیہ عبارت: مذکورہ عبارت میں صاحب کتاب نے حروف مشبہ بالفعل میں سے کان اور لکن لیت اور لعل کو بیان کرنے کے بعد ہر ایک کی الگ الگ تفصیل بیان کی ہے۔

تشریح: قولہ کَاَنَّ لِلتَّشْبِیْہِ الخ حروف مشبہ بالفعل میں سے ایک کَاَنَّ ہے اور یہ ایک شئی کو دوسری شئی کیساتھ تشبیہ دینے کیلئے آتا ہے جیسے کَاَنَّ زیدَ نِ الاسدُ اور یہ کان کاف تشبیہ اور اِنَّ مکسورۃ سے مرکب ہے۔

اعتراض: یہاں پر اعتراض ہوتا ہے کہ جب کَاَنَّ کاف تشبیہ اور اِنَّ مکسورہ سے مرکب ہے تو اسمیں

[له] اور کبھی مختصر کیا جاتا ہے پس ملحق عوض الفعل ہو جاتا ہے یعنی مثلاً کاَنَّ زیدًا اسدٌ۔

اِنَّ مکسورہ ہونا چاہیے تھا اور یوں پڑھا جانا چاہیے تھا کاِ نَّ اور همزہ مفتوح نہیں کرنا چاہئے تھا حالانکہ کَاَ نَّ میں ھمزہ مفتوح ہے۔

جواب : انما فتحت سے صاحب کتاب نے جواب دیا ہے کہ اَ نَّ میں ہمزہ کو فتحہ اسلیے دیا گیا ہے کہ کاف تشبیہ جو مؤخر تھا اسکو جب مقدم کیا گیا تو حرف جر کے بعد جو آتا ہے وہ اَ نَّ مفتوحہ ہوتا ہے کیونکہ حرف جر مفرد پر داخل ہوتا ہے لہذا صورت کی رعایت رکھتے ہوئے اسکے ہمزہ کو فتحہ دیا گیا ہے اگرچہ معنوی اعتبار سے وہ مکسور ہی ہے اور اصل اسکی اِنَّ زیدا کا لاسد تھی اور کاف تشبیہ کو مقدم کیا گیا تاکہ انشائے تشبیہ شروع ہی سے معلوم ہو جائے اور یہ مذہب خلیل نحوی کا ہے اور مصنف علیہ الرحمۃ نے اسی کو اختیار کیا ہے لیکن جمہور نحاۃ کے نزدیک کَاَ نَّ مرکب نہیں بلکہ دوسرے حروف کی طرح یہ مستقل حرف ہے اور حروف میں اصل عدم ترکیب ہے لہذا کاَ نَّ کا مستقل حرف ہونا زیادہ راجح ہے اور کبھی کَاَ نَّ میں تخفیف کردی جاتی ہے اور تخفیف کے بعد یہ ملغی عن العمل ہو جاتا ہے جیسے کَاَ نْ زیدٌ اسدٌ۔

قو له لٰكِنَّ لِلِا سْتِدْرَاكِ الخ لٰکِنَّ استدراک کیلئے آتا ہے استدراک کا مطلب ہے کلام سابق سے وہم کو دور کرنا اور لکن ایسے دو کلاموں کے درمیان میں آتا ہے جو معنی کے اعتبار سے نفی اور اثبات میں متغائر ہوں چاہے لفظ کے اعتبار متغائر ہوں یا نہ ہوں جیسے ما جاء نی القومُ لکن عمرواً جاء کہ میرے پاس قوم نہیں آئی لیکن عمرو آیا ہے اس میں تغایر لفظی اور معنوی دونوں ہیں اور غاب زیدٌ لکن بکراً حاضرٌ زید غائب ہے لیکن بکر حاضر ہے اس مثال میں لفظوں کے اعتبار سے تغائر نہیں اسمیں صرف تغائر معنوی ہے۔

قو له يَجُوْ زُ مَعَهَا الْوَ اوُ الخ لکن کے ساتھ واؤ کا ذکر کرنا بھی جائز ہے جیسے قام زیدٌ ولکنَّ عمروًا قاعدٌ اور لکن میں کبھی تخفیف بھی ہو جاتی ہے اسوقت اسکا عمل باطل ہو جاتا ہے کیونکہ تخفیف کی صورت میں فعل کیساتھ اسکی مشابہت ضعیف ہو جاتی ہے جیسے مَشی زیدٌ ولکن بکرٌ عند نا کہ زید چلا گیا مگر بکر ہمارے پاس ہے اس مثال میں لکن میں تخفیف کی وجہ سے اسکا عمل باطل ہو گیا ہے یہ مذہب جمہور نحاۃ کا ہے لیکن اخفش اور یونس نحوی کے نزدیک لکن تخفیف کی صورت میں بھی عمل کرتا ہے۔

قولہ وَلَیْتَ لِلتَّمَنِّیْ الخ یہاں سے مصنف "حروف مشبہ بالفعل میں سے لیت کوذکر کرتے ہیں کہ لیت تمنی کیلئے آتا ہے جیسے لیت هنداً عندنا کہ کاش ہندہ ہمارے پاس ہوتی اور لیت الشباب یَعُوْدُ کاش کہ جوانی لوٹ آتی لیکن امام فراء کے نزدیک لیت کے بعد دونوں اسموں کو نصب دینا بھی جائز ہے کیونکہ لیت اتمنی کے معنی میں ہے جیسے لیت زیدا قائما ای اتمنی زیداً قائماً اب یہ دونوں اسم مفعولیت کی بناپر منصوب ہیں۔

قولہ لَعَلَّ لِلتَّرَجِّیْ الخ یہاں سے صاحب ہدایۃ النحو حروف مشبہ بالفعل میں سے لعل کوبیان فرماتے ہیں کہ لعل ترجی کے لیے آتا ہے جیسے لعل زیداً حاضرٌ۔

تمنی اور ترجی میں فرق: کہ تمنی ہر شئ کی ہوسکتی ہے چاہے ممکن ہو یامحال اور ترجی اس شئ کی ہوسکتی ہے جسکا ہونا ممکن ہو لہذا لعل الشبابَ یَعُوْدُ نہیں کہہ سکتے کیونکہ جوانی کالوٹنا ممکن نہیں لیکن لیت الشبابَ یعود کہہ سکتے ہیں کیونکہ تمنی ناممکن چیز کی بھی ہوسکتی ہے۔

شعر۔ اُحِبُّ الصَّالِحِیْنَ وَلَسْتُ مِنْهُمْ لَعَلَّ اللّٰهَ یَرْزُقُنِیْ صَلاَحًا۔

شعر کی تشریح: بعض حضرات کا قول ہے کہ یہ شعر حضرت امام ابو حنیفہؒ کا ہے لیکن یہ بات مصنفؒ کی نظر سے نہیں گزری اسلیے قول الشاعر کہا' احب صیغہ واحد متکلم مضارع معروف ازباب افعال کہ میں محبت کرتا ہوں' صالحین جمع ہے صالح کی یہ جمع مذکر سالم ہے حالت نصبی میں احب کا مفعول بہ ہے بمعنی نیک لوگ 'یرزقنی صیغہ واحد مذکر غائب مضارع معروف باب نصر بمعنی رزق دینا ضمیر متکلم کی مفعول بہ۔

شعر کا ترجمہ: میں نیک لوگوں سے محبت کرتا ہوں حال یہ ہے کہ میں ان میں سے نہیں ہوں شاید کہ اللہ تعالی مجھے بھی نیک بننے کی توفیق مرحمت فرمادیں۔

محل استشھاد: اسمیں محل استشہاد لعل اللہ یرزقنی صلاحا ہے اس میں لعل ترجی کیلئے ہے کہ توقع اور امید ہے کہ اللہ تعالی مجھ کو بھی صلاح وفلاح کی توفیق عطا فرمادیں۔

ترکیب: احب فعل انا ضمیر مستتر ذوالحال' الصالحین مفعول بہ' واؤ حالیہ لست فعل ناقص ت ضمیر بارز واحد متکلم

کی اسکا اسم 'من حرف جار'ھم ضمیر مجرور' جار مجرور ملکر کائن کے متعلق ہو کر لیس کی خبر' لیس اپنے اسم اور خبر سے ملکر حال 'ذوالحال اپنے حال سے ملکر احب کا فاعل' فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے ملکر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا' لعل حروف مشبہ بالفعل لفظ اللہ اسکا اسم یرزقنی فعل ہو ضمیر مستتر اسکا فاعل 'نون وقایہ 'ی ضمیر متکلم مفعول بہ اول' صلاحا مفعول بہ ثانی' فعل اپنے فاعل اور دونوں مفعولوں سے ملکر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر لعل کی خبر' لعل اپنے اسم اور خبر سے ملکر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

قوله وَ شَذَّ الْجَرُّ بِهَا الخ یہاں سے مصنفؒ فرماتے ہیں کہ لعل کو حروف جر میں سے بنانا اور لعل کی وجہ سے جر دینا شاذ ہے جیسے لعل زیدٍ قائمٌ کہنا شاذ ہے اور لعل میں کئی لغات ہیں (۱) عَلَّ لام کو حذف کر دیا جائے اور عل باقی رکھا جائے (۲) عَنَّ لام اول کو حذف کر کے لام ثانی کو نون سے بدل دیا جائے (۳) اَنّ لام اول کو حذف کر دیا جائے اور عین کو ہمزہ سے اور لام ثانی کو نون سے بدل دیا جائے (۴) لَاَنَّ پہلے لام کو باقی رکھا جائے اور عین کو ہمزہ سے بدل دیا جائے اور لام ثانی کو نون سے (۵) لَعَنَّ صرف لام ثانی کو نون سے بدل دیا جائے اور امام مبرد رحمۃ اللہ کے نزدیک لعل کی اصل عل تھی اسکے شروع میں لام زیادہ کر دیا گیا تو لعل بن گیا اور مذکورہ لغات سب اسکی فروع ہیں لیکن جمہور کے نزدیک لعل سب سے زیادہ فصیح اور مشہور ہے۔

فصل : حُرُوْفُ الْعَطْفِ عَشَرَةٌ اَلْوَاوُ وَ الْفَاءُ وَ ثُمَّ وَحَتّٰى وَاَوْ وَاِمَّا وَ اَمْ وَ لَا وَ بَلْ وَ لٰكِنْ فَالْاَرْبَعَةُ الْاَوَّلُ لِلْجَمْعِ فَالْوَاوُ لِلْجَمْعِ مُطْلَقًا نَحْوُ جَاءَنِیْ زَیْدٌ وَ عَمْرٌو سَوَاءٌ كَانَ زَیْدٌ مُقَدَّمًا فِی الْمَجِیْئِ اَوْ عَمْرٌو وَ الْفَاءُ لِلتَّرْتِیْبِ بِلَا مُهْلَةٍ نَحْوُ قَامَ زَیْدٌ فَعَمْرٌو وَاِذَا كَانَ زَیْدٌ مُتَقَدِّمًا وَ عَمْرٌو مُتَاَخِّرًا بِلَا مُهْلَةٍ وَثُمَّ لِلتَّرْتِیْبِ بِمُهْلَةٍ نَحْوُ دَخَلَ زَیْدٌ ثُمَّ عَمْرٌو اِذَا كَانَ زَیْدٌ مُتَقَدِّمًا وَ بَیْنَهُمَا مُهْلَةٌ وَحَتّٰى كَثُمَّ فِی التَّرْتِیْبِ وَ الْمُهْلَةِ اِلَّا اَنَّ مُهْلَتَهَا اَقَلُّ مِنْ مُهْلَةِ ثُمَّ وَ

يَشْتَرِطُ اَنْ يَكُوْنَ مَعْطُوْفُهَا دَاخِلاً فِي الْمَعْطُوْفِ عَلَيْهِ وَهِيَ تُفِيْدُ قُوَّةً فِي الْمَعْطُوْفِ نَحْوُ مَاتَ النَّاسُ حَتَّى الْاَنْبِيَاءُ اَوْ ضُعْفًا نَحْوُ قَدِمَ الْحَاجُّ حَتَّى الْمُشَاةُ وَ اَوْ وَاِمَّا وَ اَمْ ثَلٰثَتُهَا لِثُبُوْتِ الْحُكْمِ لِاَحَدِ الْاَمْرَيْنِ مُبْهَمًا لَا بِعَيْنِهٖ نَحْوُ مَرَرْتُ بِرَجُلٍ اَوْ اِمْرَاَةٍ وَاِمَّا اِنَّمَا تَكُوْنُ حَرْفُ الْعَطْفِ اِذَا تَقَدَّمَتْهَا اِمَّا اُخْرٰى نَحْوُ الْعَدَدُ اِمَّا زَوْجٌ وَاِمَّا فَرْدٌ وَيَجُوْزُ اَنْ يَتَقَدَّمَ اِمَّا عَلٰى اَوْ نَحْوُ زَيْدٌ اِمَّا كَاتِبٌ اَوْ اُمِّيٌّ وَ اَمْ عَلٰى قِسْمَيْنِ مُتَّصِلَةٌ وَهِيَ مَا يُسْئَلُ بِهَا عَنْ تَعْيِيْنِ اَحَدِ الْاَمْرَيْنِ وَالسَّائِلُ بِهَا يَعْلَمُ ثُبُوْتَ اَحَدِهِمَا مُبْهَمًا بِخِلَافِ اَوْ وَاِمَّا فَاِنَّ السَّائِلَ بِهِمَا لَا يَعْلَمُ ثُبُوْتَ اَحَدِهِمَا اَصْلاً وَتُسْتَعْمَلُ بِثَلٰثَةِ شَرَائِطَ اَلْاَوَّلُ اَنْ يَقَعَ قَبْلَهَا هَمْزَةٌ نَحْوُ اَزَيْدٌ عِنْدَكَ اَمْ عَمْرٌو وَالثَّانِيْ اَنْ يَلِيَهَا لَفْظٌ مِثْلُ مَا يَلِي الْهَمْزَةَ اَعْنِيْ اِنْ كَانَ بَعْدَ الْهَمْزَةِ اِسْمٌ فَكَذٰلِكَ بَعْدَ اَمْ كَمَا مَرَّ وَاِنْ كَانَ بَعْدَ الْهَمْزَةِ فِعْلٌ فَكَذٰلِكَ بَعْدَهَا نَحْوُ اَقَامَ زَيْدٌ اَمْ قَعَدَ فَلَا يُقَالُ اَرَاَيْتَ زَيْدًا اَمْ عَمْرًوا وَالثَّالِثُ اَنْ يَكُوْنَ اَحَدُ الْاَمْرَيْنِ الْمُسْتَوِيَيْنِ مُحَقَّقًا وَاِنَّمَا يَكُوْنُ الْاِسْتِفْهَامُ عَنِ التَّعْيِيْنِ فَلِذٰلِكَ يَجِبُ اَنْ يَكُوْنَ جَوَابُ اَمْ بِالتَّعْيِيْنِ دُوْنَ نَعَمْ اَوْ لَا فَاِذَا قِيْلَ اَزَيْدٌ عِنْدَكَ اَمْ عَمْرٌو فَجَوَابُهٗ بِتَعْيِيْنِ اَحَدِهِمَا اَمَّا اِذَا سُئِلَ بِاَوْ وَاِمَّا فَجَوَابُهٗ نَعَمْ اَوْ لَا وَ مُنْقَطِعَةٌ وَهِيَ مَا تَكُوْنُ بِمَعْنٰى بَلْ مَعَ الْهَمْزَةِ كَمَا رَاَيْتَ شَبَحًا مِنْ بَعِيْدٍ قُلْتَ اِنَّهَا لَاِبِلٌ عَلٰى سَبِيْلِ الْقَطْعِ ثُمَّ حَصَلَ لَكَ شَكٌّ اِنَّهَا شَاةٌ فَقُلْتَ اَمْ هِيَ شَاةٌ تَقْصُدُ الْاِعْرَاضَ عَنِ الْاَخْبَارِ الْاَوَّلِ وَ اِلَا سْتِيْنَافِ بِسُؤَالٍ اٰخَرَ مَعْنَاهُ بَلْ هِيَ شَاةٌ۔

ترجمه: حروف عطف دس ہیں واو، فا، ثم، حتی، او، اما، ام، لا، بل اور لکن پس پہلے چار جمع کیلئے آتے ہیں پس واؤ مطلقا جمع کیلئے آتی ہیں جیسے جاءنی زید و عمرو برابر ہے کہ زید مقدم ہو آنے میں یا عمرو اور فاء ترتیب کیلئے آتی ہیں بغیر مہلت کے جیسے قام زید فعمرو جب کہ زید آنے میں مقدم ہو اور عمرو مؤخر ہو بغیر مہلت کے اور ثم ترتیب کیلئے آتا ہے مہلت کیساتھ جیسے دخل زید ثم عمرو جبکہ زید آنے میں مقدم ہو اور ان دونوں کے آنے میں مہلت ہو اور حتی ثم کی طرح ہے ترتیب اور مہلت کے معنی دینے میں، لیکن حتی کی مہلت ثم کے مقابلہ میں قلیل ہے اور شرط ہے کہ اسکا معطوف داخل ہو معطوف علیہ میں اور وہ حتی قوت کا فائدہ دیتا ہے معطوف میں جیسے مات الناس حتی الانبیاء یا ضعف کا فائدہ دیتا ہے جیسے قدم الحاج حتی المشاۃ اور او اور اما اور ام تینوں حروف دو امروں میں سے ایک کیلئے حکم کو ثابت کرنے کیلئے آتے ہیں اس حال میں کہ وہ مبہم ہوں متعین نہ ہوں جیسے مررت برجل او امراۃ اور اما بے شک یہ حرف عطف ہوتا ہے جبکہ اس سے پہلے دوسرا اما مقدم مذکور ہو جیسے العدد اما زوج واما فرد اور جائز ہے اما مقدم ہو او پر جیسے زید اما کاتب او امی اور حرف ام دو قسم پر ہے اول متصلہ اور ام متصلہ وہ حرف ہے جس سے دو امروں میں سے ایک کی تعیین کا سوال کیا جائے اور سوال کرنے والا دو مبہم امروں میں سے ایک کے ثبوت کو جانتا ہو بخلاف او اور اما کے پس بے شک ان دونوں کے ذریعے سوال کرنے والا دونوں میں سے ایک کے ثبوت کو بالکل نہیں جانتا ام متصلہ استعمال کیا جاتا ہے تین شرطوں کیساتھ پہلی شرط یہ ہے کہ اس سے پہلے ہمزہ واقع ہو جیسے ازید عندك ام عمرو دوسری شرط یہ ہے کہ اس سے ملا ہوا ہو ایسا لفظ جو ہمزہ سے ملا ہوا یعنی اگر ہمزہ کے بعد اسم واقع ہو تو ام کے بعد بھی اسی طرح اسم واقع ہو جیسا کہ پہلے گزر چکا اور اگر ہمزہ کے بعد فعل ہو تو اسی طرح ام کے بعد بھی فعل ہو جیسے اقام زید ام قعد پس نہیں کہا جائیگا ارایت زیدا ام عمروا اور تیسری شرط یہ ہے کہ دونوں امروں میں سے ہر ایک تحقیقی طور پر مساوی ہو اور استفہام صرف تعیین کے بارے میں ہو اس لئے واجب ہے کہ ام کا جواب تعیین کیساتھ دیا جائے نہ کہ نعم یا لا سے پس جب کہا جائے ازید عندك ام عمرو تو اس کا جواب دونوں میں سے ایک کی تعیین کیساتھ دیا جائے گا بہر حال جب سوال کیا جائے او اور اما کے ذریعے تو اسکا جواب نعم یا لا کے ساتھ ہوگا دوسرا ام منقطعہ ہے ام منقطعہ وہ ہے جو بل کے معنی میں ہمزہ کیساتھ ہو جیسے کہ آپ نے دور سے کوئی صورت دیکھی تو آپ نے کہا انها لابل بے شک وہ اونٹ

ہے قطعیت کیساتھ آپ نے یہ حکم لگایا پھر آپکو یہ شک واقع ہو گیا اس بارے میں کہ وہ بکری نہ ہے تو آپ نے کہا اَمْ هِيَ شَاةٌ یہ کہتے وقت آپ نے پہلی خبر سے اعراض کرنیکا ارادہ کیا اور دوسرے سوال کیساتھ ابتدا کی' تو اسکا معنی ہو گا بل ہی شاۃ کہ بلکہ وہ بکری ہے۔

تجزیہ عبارت: مذکور عبارت میں مصنفؒ نے حروف عاطفہ بیان کرنے کے بعد ہر ایک کی الگ الگ تفصیل بیان کی ہے۔

تشریح: قولہ حُرُوفُ الْعَطْفِ عَشَرَةٌ الخ حروف عاطف دس ہیں (١) واو (٢) فاء (٣) ثم (٤) حتی (٥) او (٦) اما (٧) ام (٨) لا (٩) بل (١٠) لکن 'عطف کا لغوی معنی مائل کرنا ان حروف کو بھی عاطفہ اسلیے کہتے ہیں کیونکہ یہ حروف بھی معطوف کو حکم اور اعراب میں معطوف علیہ کی طرف مائل کرتے ہیں' ان دس میں سے پہلے چار واو ، فاء، ثم اور حتی معطوف اور معطوف علیہ کو ایک حکم میں جمع کرنے کے لیے آتے ہیں جو حکم معطوف علیہ کا ہوتا ہے وہی حکم معطوف کا ہوتا ہے۔

قولہ فَالْوَاوُ لِلْجَمْعِ مُطْلَقًا الخ یہاں سے مصنفؒ حروف عاطفہ میں سے واو کی تفصیل بیان کرتے ہیں کہ واو مطلقا جمع کے لیے آتا ہے جیسے جاءنی زیدٌ و عمروٌ اس مثال میں واوٗ نے معطوف اور معطوف علیہ کے درمیان مطلقا جمع کا فائدہ دیا ہے اور یہ نہیں بتایا کہ دونوں اکٹھے آئے یا یکے بعد دیگرے مہلت کے ساتھ آئے یا بغیر مہلت کے 'واو' ترتیب کو بیان نہیں کرتی۔

قولہ وَالْفَاءُ لِلتَّرْتِيْبِ الخ حروف عاطفہ میں سے فاء یہ ترتیب بتانے کے لیے ہوتی ہے بغیر مہلت کے جیسے جاءنی زیدٌ فعمروٌ اس مثال میں فاء نے اس بات کا فائدہ دیا ہے کہ پہلے زید آیا اور اس کے بعد فورا عمرو بغیر مہلت کے آیا' ثم بھی فاء کی طرح ترتیب کیلئے آتا ہے لیکن مہلت کے ساتھ جیسے دخل زیدٌ ثُم عمروٌ 'ثم نے ترتیب کا فائدہ دیا ہے لیکن مہلت کے ساتھ کہ پہلے زید داخل ہوا پھر کچھ دیر کے بعد عمرو داخل ہوا۔

قولہ وَحَتّٰی كَثُمَّ فِي التَّرْتِيْبِ الخ یہاں صاحب کتاب حروف عاطفہ میں سے حتی کی تفسیر بیان کرتے

ہیں کہ حتی بھی ثم کی طرح ترتیب اور مہلت کیلئے آتا ہے لیکن تھوڑا سا فرق ہے کہ حتی میں مہلت کم اور ثم میں زیادہ ہوتی ہے، دوسرا فرق حتی میں یہ شرط ہے کہ معطوف معطوف علیہ میں داخل ہو یعنی حتی میں یہ بات ضروری ہے کہ معطوف اپنے متبوع کا جزء ہوتا ہے اگر وہ جزء قوی ہو تو قوت کا فائدہ دے گا جیسے مَاتَ النَّاسُ حَتَّی الْاَنْبِیَاءُ کہ سب لوگ فوت ہوگئے حتی کہ انبیاء علیہم السلام بھی دنیا سے تشریف لے گئے اگر وہ جزء ضعیف ہو تو ضعف کا فائدہ دے گا جیسے قَدِمَ الْحَاجُّ حَتَّی الْمُشَاۃُ کہ حاجی آگئے حتی کہ پیدل لوگ بھی۔

قوله وَاَوْ وَاِمَّا وَ اَمْ الخ یہاں سے مصنفؒ ان حروف عاطفہ کو ذکر کرتے ہیں جو دو امروں میں سے کسی ایک امر مبہم کیلئے آتے ہیں اور وہ او، اما، ام ہیں یہ دو مبہم امروں میں سے ایک کے لئے آتے ہیں جو متکلم کے نزدیک متعین نہیں ہوتا جیسے مَرَرْتُ بِرَجُلٍ اَوْ امْرَاۃٍ ۔

قوله وَاِمَّا اِنَّمَا تَكُوْنُ حَرْفُ الْعَطْفِ الخ اما اس وقت حرف عطف ہوگا جب اس سے پہلے ایک اما اور مذکور ہو یعنی معطوف علیہ کے شروع میں اما کا لانا ضروری ہوتا ہے جیسے اَلْعَدَدُ اِمَّا زَوْجٌ وَاِمَّا فَرْدٌ بخلاف او کے کہ اس کے ذریعے سے جب کسی چیز کا کسی چیز پر عطف ہو تو اس جگہ معطوف علیہ سے پہلے اما کا لانا جائز ہے ضروری نہیں، یوں بھی کہہ سکتے ہیں زید اما کاتب اوامی، اور بغیر اما کے لانا بھی جائز ہے جیسے یوں کہیں زید کاتبٌ او اُمیٌّ ۔

قوله وَاَمْ عَلٰی قِسْمَیْنِ مُتَّصِلَةٌ الخ ام کی دو قسمیں ہیں (۱) متصلہ (۲) منقطعہ، متصلہ وہ ہے جسکے ذریعے دو امروں میں سے ایک کی تعیین کے بارے میں سوال کیا جائے اور سوال کرنے والا دونوں میں سے ایک کیلئے مبہم طور پر ثبوت کو جانتا ہو جیسے ازید عندك ام عمرو بخلاف او اور اما کے، ان کے ذریعے سوال کرنے والا دونوں امروں میں سے کسی ایک کو بالکل نہیں جانتا جیسے ازید عندك او عمرو اسی طرح اما زید عندك و اما عمرو کہ زید یا عمرو میں کوئی تیرے پاس ہے یا نہیں، سائل دو امروں میں سے کسی ایک کو نہیں جانتا۔

قوله وَتُسْتَعْمَلُ بِثَلٰثَةِ شَرَائِطَ الخ یہاں سے صاحب ھدایۃ النحو فرماتے ہیں کہ ام متصلہ کا استعمال تین شرطوں کے ساتھ ہوتا ہے جب تین شرطیں پائی جائیں گی تو ام متصلہ کا استعمال صحیح ہوگا ورنہ نہیں

(۱) پہلی شرط: یہ ہے کہ ام متصلہ سے پہلے ہمزہ استفہام ہو خواہ ہمزہ استفہام لفظا ہو جیسے ازیدٌ عندك اَمْ عمروٌ' خواہ تقدیراً ہو جیسے صدری بها افضی ام البیداء کیا میرا سینہ اسکے مقابلے میں زیادہ چوڑا ہے یا جنگل اس مثال میں ہمزہ استفہام مقدر ہے اصل میں تھا اصدری

(۲) دوسری شرط: یہ ہے کہ ام متصلہ کے بعد ایسا لفظ واقع ہو جیسا لفظ ہمزہ استفہام کے بعد واقع ہے یعنی اگر ہمزہ کے بعد اسم واقع ہو تو ام متصلہ کے بعد بھی اسم واقع ہو جیسے ازید عندك ام عمرو 'اور اگر ہمزہ کے بعد فعل واقع ہو تو ام کے بعد بھی فعل واقع ہو جیسے اقام زیدٌ ام قعَدَ' اور یہ مثال دینا جائز نہیں اَرَاَیتَ زَیدًا اَمْ عَمروًا اس لئے کہ ہمزہ کے بعد فعل ہے اور ام کے بعد اسم ہے اس مثال میں شرط ثانی نہیں پائی جاتی اسلئے یہ مثال جائز نہیں

(۳) تیسری شرط: یہ ہے کہ دو امروں میں سے کوئی ایک متکلم کے نزدیک یقینی طور پر ثابت ہو متکلم ام کے ذریعہ دونوں امروں میں ایک کی تعیین کے بارے سوال کر رہا ہو اسی لئے ام کا جواب تعیین کے ساتھ دینا ضروری ہے نعم یالا کے ساتھ جواب دینا کافی نہیں ہوگا لہذا اگر کوئی کہے ازیدٌ عندك ام عمروٌ تو اس کے جواب میں زیدٌ عندی یا عمروٌ عندی کہا جائے گا نعم یالا جواب میں نہیں کہا جائے گا' لیکن جب او یا اما کے ذریعہ سوال کیا جائے جیسے اجاءك زیدٌ او عمروٌ یا جاءك زید اما عمرو کہا جائے تو جواب میں نعم یالا کہہ دینا کافی ہو جائے گا کیونکہ ان کے ذریعہ تعیین کا سوال نہیں ہوتا -

قوله وَمُنقَطِعَةٌ وَهِيَ مَا تَكُونُ بِمَعْنَى بَلْ الخ یہاں سے مصنفؒ ام کی دوسری قسم ام منقطعہ کا بیان کرتے ہیں یہ ام بمعنی بل اور ہمزہ کے ہوتا ہے لہذا جس جگہ ام منقطعہ ہوگا تو وہاں پہلی کلام سے اعراض اور جو ام منقطعہ کے بعد کلام واقع ہو اس کے بارے میں استفہام ہوگا جیسے آپ نے ایک صورت دور سے دیکھ کر یقینی حکم لگایا اور کہہ دیا انها لابل کہ یقیناً اونٹ ہے 'پھر جب تم اس صورت کے قریب پہنچے پھر شک لاحق ہوا کہ وہ اونٹ نہیں ہے بلکہ وہ بکری ہے تو تم نے کہا اَمْ هِيَ شَاةٌ تو تم نے پہلی کلام سے اعراض کیا' اور ام سے بعد والے کلام سے استفہام کیا لہذا اَمْ هِيَ شَاةٌ بل هی شاة کے معنی میں ہے' بلکہ وہ بکری ہے-

وَاعْلَمْ اَنَّ اَمِ الْمُنْقَطِعَةَ لَا تُسْتَعْمَلُ اِلَّا فِی الْخَبَرِ كَمَا مَرَّ وَفِی الْاِسْتِفْهَامِ نَحْوُ اَعِنْدَكَ زَيْدٌ اَمْ عَمْرٌو وَسَاَلْتَ اَوَّلًا عَنْ حُصُوْلِ زَيْدٍ ثُمَّ اَضْرَبْتَ عَنِ السُّوَالِ الْاَوَّلِ وَاَخَذْتَ فِی السُّوَالِ عَنْ حُصُوْلِ عَمْرٍو وَلَا وَبَلْ وَلٰكِنْ جَمِيْعُهَا لِثُبُوْتِ الْحُكْمِ لِاَحَدِ الْاَمْرَيْنِ مُعَيَّنًا اَمَّا لَا فَلِنَفْيِ مَا وَجَبَ لِلْاَوَّلِ عَنِ الثَّانِیْ نَحْوُ جَاءَنِیْ زَيْدٌ لَا عَمْرٌو وَبَلْ لِلْاِضْرَابِ عَنِ الْاَوَّلِ وَالْاِثْبَاتِ لِلثَّانِیْ نَحْوُ جَاءَنِیْ زَيْدٌ بَلْ عَمْرٌو وَمَعْنَاهُ بَلْ جَاءَنِیْ عَمْرٌو وَمَا جَاءَ بَكْرٌ بَلْ خَالِدٌ مَعْنَاهُ بَلْ مَا جَاءَ خَالِدٌ وَلٰكِنْ لِلْاِسْتِدْرَاكِ وَيَلْزِمُهَا النَّفْیُ قَبْلَهَا نَحْوُ مَا جَاءَنِیْ زَيْدٌ لٰكِنْ عَمْرٌو جَاءَ اَوْ بَعْدَهَا نَحْوُ قَامَ بَكْرٌ لٰكِنْ خَالِدٌ لَمْ يَقُمْ

فصل: حُرُوْفُ التَّنْبِيْهِ ثَلٰثَةٌ اَلَا وَ اَمَا وَهَا وُضِعَتْ لِتَنْبِيْهِ الْمُخَاطَبِ لِئَلَّا يَفُوْتَهُ شَیْءٌ مِنَ الْكَلَامِ فَاَلَا وَاَمَا لَا يَدْخَلَانِ اِلَّا عَلَى الْجُمْلَةِ اِسْمِيَّةً كَانَتْ نَحْوُ قَوْلِهٖ تَعَالٰی اَلَا اِنَّهُمْ هُمُ الْمُفْسِدُوْنَ وَقَوْلُ الشَّاعِرِ شعر اَمَا وَالَّذِیْ اَبْكٰی وَاَضْحَكَ وَالَّذِیْ ☆ اَمَاتَ وَاَحْيٰی وَالَّذِیْ اَمْرُهُ الْاَمْرُ اَوْ فِعْلِيَّةً نَحْوُ اَمَا لَا تَفْعَلُ وَاَلَا تَضْرِبُ وَالثَّالِثُ هَا تَدْخُلُ عَلَى الْجُمْلَةِ الْاِسْمِيَّةِ نَحْوُ هَا زَيْدٌ قَائِمٌ وَالْمُفْرَدِ نَحْوُ هٰذَا وَهٰؤُلَاءِ

فصل: حُرُوْفُ النِّدَاءِ خَمْسَةٌ يَا وَاَيَا وَهَيَا وَ اَیْ وَ الْهَمْزَةُ الْمَفْتُوْحَةُ فَاَیْ وَالْهَمْزَةُ لِلْقَرِيْبِ وَاَيَا وَهَيَا لِلْبَعِيْدِ وَيَا لَهُمَا وَلِلْمُتَوَسِّطِ وَقَدْ مَرَّ اَحْكَامُ الْمُنَادٰی

فصل: حُرُوْفُ الْاِيْجَابِ سِتَّةٌ نَعَمْ وَبَلٰی وَاَجَلْ وَجَيْرِ وَ اِنَّ وَاِیْ اَمَّا نَعَمْ فَلِتَقْرِيْرِ كَلَامٍ سَابِقٍ مُثْبَتًا كَانَ اَوْ مَنْفِيًّا نَحْوُ اَجَاءَ زَيْدٌ قُلْتَ نَعَمْ وَ اَمَا جَاءَ زَيْدٌ قُلْتَ نَعَمْ وَبَلٰی تُخْتَصُّ بِاِيْجَابِ مَا نُفِیَ اِسْتِفْهَامًا كَقَوْلِهٖ تَعَالٰی اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُوْا بَلٰی اَوْ خَبَرًا كَمَا يُقَالُ لَمْ يَقُمْ

زَیۡدٌ قُلۡتَ بَلیٰ اَیۡ قَدۡ قَامَ وَاِیۡ لِلۡاِثۡبَاتِ بَعۡدَ الۡاِسۡتِفۡہَامِ وَیَلۡزِمُہَا الۡقَسَمُ کَمَا اِذَا قِیۡلَ ہَلۡ کَانَ کَذَا قُلۡتَ اِیۡ وَاللّٰہِ وَاَجَلۡ وَجَیۡرِ وَاِنَّ لِتَصۡدِیۡقِ الۡخَبَرِ کَمَا اِذَا قِیۡلَ جَاءَ زَیۡدٌ قُلۡتَ اَجَلۡ اَوۡ جَیۡرِ اَوۡ اِنَّ اَیۡ اُصَدِّقُکَ فِیۡ ہٰذَا الۡخَبَرِ۔

ترجمہ : توجان بیشک ام منقطعہ نہیں استعمال کیا جاتا مگر خبر میں جیسا کہ پیچھے گذر چکا' اور استفہام میں جیسے اَعِنۡدَکَ زَیۡدٌ اَمۡ عَمۡرٌو تونے پہلے زید کے حصول کا سوال کیا پھر تونے سوال اول سے اعراض کیا اور تو نے دوسرا سوال کیا عمرو کے موجود ہونے کے بارے میں' اور حرف لا اور بل اور لکن یہ تمام دوامروں میں سے ایک کیلئے حکم کے ثبوت کے لیے ہیں متعین طور پر متکلم کے نزدیک' بہر حال حرف لا دوسرے کی نفی کیلئے آتا ہے جو حکم ثابت ہوا ہے اول کیلئے جیسے جاء نی زید لا عمرو میرے پاس زید آیا نہ کہ عمرو اور بل اول کلام سے اعراض اور دوسری کلام کی اثبات کیلئے آتا ہے جیسے جاء نی زید بل عمرو اسکا معنی یہ ہے بل جاء نی عمرو اور ما جاء بکر بل خالد اسکا معنی یہ ہے کہ بل ما جاء خالد اور لکن استدراک کیلئے آتا ہے اور اسکے ماقبل کو نفی لازم ہے جیسے ما جاء نی زید لکن عمرو جاء یا نفی اسکے بعد ہو جیسے قام بکر لکن خالد لم یقم

فصل : حروف تنبیہ تین ہیں الا' اما' ہا یہ تینوں مخاطب کو بیدار کرنے کیلئے وضع کیے گئے ہیں تا کہ کلام کا کوئی حصہ اس سے فوت نہ ہو جائے پس الا اور اما یہ نہیں داخل ہوتا مگر جملہ پر خواہ وہ جملہ اسمیہ ہو جیسے اللہ تعالیٰ کا قول الا انہم ہم المفسدو ن اور شاعر کا قول شعر : بہر حال قسم ہے اس ذات کی جس نے رولایا اور جس نے ہنسایا اور جس نے مارا اور زندہ کیا اور اس ذات کی قسم جسکا حکم حقیقت میں حکم ہے 'یا جملہ فعلیہ ہو جیسے اما لا تفعل اور الا تضرب اور حروف تنبیہ میں سے تیسرا ھا ء ہے یہ جملہ اسمیہ پر داخل ہوتا ہے جیسے ھا زید قائم اور مفرد پر بھی داخل ہوتا ہے جیسے ھذا اور ھو لاء

فصل : حروف نداء پانچ ہیں یا' ایا' ھیا' ای' ھمزہ مفتوحہ' ای اور ہمزہ مفتوحہ قریب کیلئے ہیں اور ایا اور ھیا بعید کیلئے ہیں اور حرف یا دونوں کیلئے اور متوسط کیلئے آتا ہے اور تحقیق منادی کے احکام منصوبات میں گزر چکے ہیں۔

فصل : حروف ایجاب چھ ہیں نعم' بلیٰ' اجل' جیر' ای' ان' بہر حال نعم کلام سابق کی تقریر کیلئے

آیا ہے خواہ وہ مثبت ہو یا منفی جیسے اجاء زید تو نے اسکے جواب میں کہا نعم اسی طرح اما جاء زید تو نے جواب میں کہا نعم اور بلی ایجاب نفی کیساتھ خاص ہے جسکی نفی بطور استفہام کی گئی ہو جیسے اللہ تعالی کا قول الست بر بکم اسکے جواب میں کہا جائیگا قالوا بلی جب بصورت خبر نفی کی گئی ہو جیسے کہا جاتا ہے لم یقم زید تو کہے بلی ای قد قام اور ای یہ اثبات کیلئے آتا ہے استفہام کے بعد اور اسکو قسم لازم ہے جیسے جب کہا جائے هل کان کذا تو جواب میں کہا جائے ای واللہ اجل، جیر اور اِنَّ یہ خبر کی تصدیق کیلئے آتے ہیں جیسے جب کہا جائے جاء زید تو اسکے جواب میں کہے اجل یا جیر یا اِنَّ یعنی میں تیری اس خبر میں تصدیق کرتا ہوں۔

تجزیہ عبارت: مذکورہ عبارت میں صاحب ھدایۃ النحو نے حروف عاطفہ میں سے ام منقطعہ اور لا، بل، لکن کے متعلق تفصیل بیان کرنے کے بعد حروف تنبیہ حروف نداء حروف ایجاب کو مفصل بیان کیا ہے

تشریح: قوله واَعلَمْ اَنَّ اَمِ الْمُنْقَطِعَةَ الخ یہاں سے مصنفؒ ام منقطعہ کے استعمال کی دو صورتیں بیان کرتے ہیں (۱) ام منقطعہ کبھی خبر کے بعد واقع ہوتا ہے جیسے تو کہے اِنَّهَا لَاِبِلٌ اَمْ هِیَ شَاةٌ (۲) اور کبھی ام منقطعہ استفہام کے بعد واقع ہوتا ہے جیسے اَعِنْدَكَ زَیْدٌ اَمْ عَمْرٌو کیا تیرے پاس زید موجود ہے یا عمرو، اس مثال میں پہلے زید کے موجود ہونے کے متعلق سوال کیا پھر اس سے اعراض کر کے عمرو کے موجود ہونے کے متعلق سوال شروع کر دیا۔

قوله لَا وَ بَلْ وَلٰكِنْ الخ حروف عاطفہ میں سے لا اور بل اور لکن یہ تینوں حروف دو امروں میں سے کسی ایک کے لئے متعین طور پر حکم کو ثابت کرنے کیلئے آتے ہیں لیکن حرف لا اس حکم کی نفی کیلئے آتا ہے جو حکم معطوف علیہ کیلئے ثابت ہو چکا ہو جیسے جَاءَ نِیْ زَیْدٌ لَا عَمْرٌو کہ میرے پاس زید آیا نہ کہ عمرو اس مثال میں جو حکم اول یعنی معطوف علیہ کیلئے ثابت ہو چکا ہو اسکی ثانی یعنی معطوف سے نفی مقصود تھی۔

قوله بَلْ لِلْاِضْرَابِ الخ حروف عاطفہ میں سے بل معطوف علیہ سے اعراض اور معطوف کیلئے حکم ثابت کرنے کیلئے آتا ہے خواہ کلام مثبت ہو جیسے جَاءَ نِیْ زَیْدٌ بَلْ عَمْرٌو میرے پاس زید آیا بلکہ عمرو آیا، اس کا معنی

ہے بل جاء نی عمرو خواہ کلام منفی ہو جیسے مَا جَاءَ بَکْرٌ بَلْ خَالِدٌ بکر نہیں آیا بلکہ خالد نہیں آیا اب اس کا معنی یہ ہے کہ بَلْ مَا جَاءَ خَالِدٌ۔

قوله وَلٰكِنْ لِلْاِسْتِدْرَاكِ الخ حروف عاطفہ میں سے ایک لکن یہ استدراک کیلئے ہے یعنی کلام سابق سے وہم دور کرنے کیلئے آتا ہے اور لٰكِنْ کے ماقبل کو نفی لازم ہے اس میں عموم ہے چاہے نفی لکن سے پہلے ہو جیسے مَا جَاءَ نِیْ زَیْدٌ لٰكِنْ عَمْروٌ جَاءَ اس مثال میں نفی لکن سے قبل ہے اور یہ عطف مفرد علی المفرد کی قبیل سے ہے چاہے نفی لکن کے بعد ہو جیسے قَامَ بَکْرٌ لٰكِنْ خَالِدٌ لَمْ یَقُمْ اسم مثال میں نفی لکن کے بعد ہے اور یہ عطف الجملہ علی الجملہ کی قبیل سے ہے۔

قوله حُرُوْفُ التَّنْبِيْهِ الخ یہاں سے مصنف" حروف تنبیہ بیان کرتے ہیں تنبیہ کالغوی معنی کسی کو بیدار کرنا اور آگاہ کرنا ہے ان کو حروف تنبیہ اسلئے کہتے ہیں کہ یہ سامع کی غفلت کو دور کرنے کے لئے لائے جاتے ہیں تاکہ متکلم کی کلام سے مخاطب سے کوئی چیز نہ رہ جائے اور مخاطب کے ذھن میں کلام راسخ ہو جائے اور حروف تنبیہ تین ہیں (۱) الا (۲) اما (۳) ھاء الا کی مثال جیسے اَلَا طَاهِرٌ نَائِمٌ اور اما کی مثال اَمَا رَاهِدٌ اٰكِلٌ اور ھاء کی مثال هَا زَیْدٌ کَاتِبٌ۔

قوله فَاَلَا وَ اَمَا لَا یَدْخُلَانِ الخ حروف تنبیہ میں سے الا اور اما یہ صرف جملہ پر ہی داخل ہوتے ہیں خواہ وہ جملہ اسمیہ ہو جیسے اللہ تعالیٰ کا قول اَلَا اِنَّهُمْ هُمُ الْمُفْسِدُوْنَ اس مثال میں انھم یہ جملہ اسمیہ ہے اس پر حروف تنبیہ الا داخل ہے اور جیسے شاعر کے قول میں حروف تنبیہ جملہ اسمیہ پر داخل ہے

شعر اَمَا وَالَّذِیْ اَبْکٰی وَاَضْحَكَ وَ الَّذِیْ ☆ اَمَاتَ وَاَحْیٰی وَالَّذِیْ اَمْرُهُ الْاَمْرُ

شعر کی تشریح: یہ شعر ابوالفتح ہزلی کا ہے' ابکی صیغہ واحد مذکر غائب ماضی معروف از باب افعال بمعنی اس نے رولایا' اضحک صیغہ واحد مذکر غائب ماضی معلوم از باب افعال بمعنی اس نے ہنسایا' امات صیغہ واحد مذکر غائب ماضی معلوم از باب افعال بمعنی اس نے مارا' احیی صیغہ واحد مذکر غائب ماضی معلوم از باب افعال بمعنی اس نے زندہ کیا۔

شعر کا ترجمہ : سن لو قسم ہے اس ذات کی جس نے رولایا اور جس نے ہنسایا اور جس نے مارا اور زندہ کیا اس ذات کی قسم جس کا حکم حقیقت میں حکم ہے

محل استشهاد : اس شعر میں اما حرف تنبیہ ہے جو کہ جملہ اسمیہ پر داخل ہے۔

ترکیب: اما برائے تنبیہ 'واو قسمیہ جارہ' الذی اسم موصول ' ابکی فعل 'ھو ضمیر مستتر فاعل 'فعل اپنے فاعل سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر معطوف علیہ واو عاطفہ اضحک فعل ھو ضمیر مستتر فاعل 'فعل اور فاعل مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر معطوف اول 'واو عاطفہ ' الذی اسم موصول 'امات فعل 'ھو ضمیر مستتر فاعل 'فعل اور فاعل مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر معطوف علیہ 'واو عاطفہ احیی فعل 'ھو ضمیر مستتر فاعل 'فعل فاعل سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر معطوف 'معطوف علیہ معطوف سے مل کر جملہ معطوفہ ہو کر صلہ 'موصول صلہ سے مل کر معطوف ثانی 'واو عاطفہ ' الذی اسم موصول 'امر مضاف ہ ضمیر مضاف الیہ 'مضاف مضاف الیہ مل کر مبتدا 'الامر خبر' مبتدا خبر مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر صلہ 'موصول صلہ مل کر معطوف ثالث 'ابکی معطوف علیہ اپنے تینوں معطوفوں سے مل کر جملہ معطوفہ ہو کر صلہ ہوا الذی کا 'موصول اپنے صلہ سے مل کر مجرور ہوا واو حرف جار کیلئے 'مجرور اپنے جار سے ملکر متعلق ہوا اقسم فعل محذوف کے 'اقسم فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر جملہ قسمیہ انشائیہ ہوا۔

قوله اَوْ فِعْلِيَّةً الخ اما اور الا یا یہ جملہ فعلیہ پر داخل ہوتے ہیں اما کی مثال جیسے اما لا تفعل اور الا کی مثال الا تَضرِبُ۔

قوله وَالثَّالِثُ هَا الخ حروف تنبیہ میں سے تیسرا حرف ھا ہے اور یہ جملہ اسمیہ پر داخل ہوتا ہے جیسے ھازید قائم اس طرح حرف ھا مفرد پر بھی داخل ہوتا ہے لیکن اسکی شرط یہ ہے کہ مفرد اسم اشارہ ہو جیسے ذا سے ھذا اور اولاء سے ھولاء

قوله حُرُوْفُ النِّدَاءِ الخ حروف نداء پانچ ہیں (۱) یا (۲) ایا (۳) ھیا (۴) ای (۵) ہمزہ مفتوحہ '

ان میں فرق یہ ہے کہ ای اور ہمزہ مفتوحہ ندائے قریب کے لئے آتے ہیں اور ایا اور ھیا ندائے بعید کیلئے آتے ہیں اور یا ندائے قریب اور ندائے بعید اور ندائے متوسط کے لئے آتا ہے اور منادی کے احکام مفعول بہ میں تفصیل سے گزر چکے ہیں وہاں ملاحظہ فرمالیں۔

حُرُوْفُ الْاِیْجَابِ سِتَّةٌ الخ یہاں سے مصنفؒ حروف ایجاب کو بیان کرتے ہیں ایجاب کا معنی ہے کسی چیز کو ثابت کرنا، اور حروف ایجاب وہ ہیں جو کسی چیز کو ثابت کرنے کیلئے وضع کئے گئے ہیں اور یہ چھ ہیں (۱) نعم (۲) بلی (۳) اجل (٤) جیر (٥) اِنَّ (٦) اِیْ۔

قوله نَعَمْ فَلِتَقْرِیْرِ الخ حروف ایجاب میں سے نعم کلام سابق کے مضمون کی تقریر اور تحقیق کیلئے آتا ہے چاہے کلام سابق مثبت ہو جیسے اجاء زیدٌ تو اس کے جواب میں کہا جائے گا نعم تو یہ کلام سابق مثبت کی تقریر کررہا ہے تو مطلب یہ ہوگا نعم جاء زیدٌ اور چاہے کلام سابق منفی ہو تو یہ منفی کی تاکید اور تقریر کرے گا جیسے تو کہے اَمَا جاء زیدٌ کیا زید نہیں آیا تو اس کے جواب میں نعم کہا جائے گا ای نعم ما جاء زیدٌ۔

قوله بَلٰی الخ یہاں سے مصنفؒ حروف ایجاب میں سے بلی کو بیان فرمارہے ہیں بلی یہ ایجاب نفی کے ساتھ خاص ہے اور یہ کلام منفی کے جواب میں آتا ہے اور کلام منفی کی نفی کو توڑ کر مثبت بنادیتا ہے خواہ وہ نفی استفہام کے ساتھ ہو جیسے اللہ تعالی کا قول اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں قالوا بلی ای انت ربنا خواہ وہ نفی بغیر استفہام کے ہو جیسے کسی نے کہا لم یقم زیدٌ تو اسکے جواب میں کہا جائے گا بلی ای قدقام۔

قوله اِیْ لِلْاِثْبَاتِ بَعْدَ الْاِسْتِفْهَامِ الخ حروف ایجاب میں سے ایک اِیْ ہے اور یہ استفہام کے بعد اثبات کیلئے آتا ہے اور قسم اسکو لازم ہے جیسے کوئی کہے ھل کان کذا کیا ایسا تھا تو اسکے جواب میں ای واللہ کہا جائے گا۔

قوله اَجَلْ وَجَیْرِ وَاِنَّ الخ حروف ایجاب میں سے یہ تینوں خبر کی تصدیق کے لئے آتے ہیں جیسے کسی نے کہا جَاءَ زَیْدٌ تو اس کے جواب میں کہا جائے گا اجل یا جیر یا ان اسکے معنی یہ ہوں گے ای اصدقکَ فی هذا الخبر یعنی میں تیری اس خبر میں تصدیق کرتا ہوں۔

فصل: حُرُوْفُ الزِّيَادَةِ سَبْعَةٌ اِنْ وَاَنْ وَمَا وَلَا وَمِنْ وَ الْبَاءُ وَ اللَّامُ فَاِنْ تُزَادُ مَعَ مَا النَّافِيَةِ نَحْوُ مَا اِنْ زَيْدٌ قَائِمٌ وَمَعَ مَا الْمَصْدَرِيَّةِ نَحْوُ اِنْتَظِرْ مَا اِنْ يَّجْلِسُ الْاَمِيْرُ وَمَعَ لَمَّا نَحْوُ لَمَّا اِنْ جَلَسْتَ جَلَسْتُ وَ اَنْ تُزَادُ مَعَ لَمَّا كَقَوْلِهٖ تَعَالٰى فَلَمَّا اَنْ جَاءَ الْبَشِيْرُ وَبَيْنَ لَوْ وَالْقَسَمِ الْمُتَقَدَّمِ عَلَيْهَا نَحْوُ وَ اللّٰهِ اَنْ لَوْ قُمْتَ قُمْتُ وَمَا تُزَادُ مَعَ اِذَا وَمَتٰى وَ اَيِّ وَاَنّٰى وَاَيْنَ وَاِنْ شَرْطِيَّاتٍ كَمَا تَقُوْلُ اِذَا مَا صُمْتَ صُمْتُ وَكَذَا الْبَوَاقِيْ وَبَعْدَ بَعْضِ حُرُوْفِ الْجَرِّ نَحْوُ قَوْلِهٖ تَعَالٰى فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَ عَمَّا قَلِيْلٍ لَّيُصْبِحُنَّ نَادِمِيْنَ وَمِمَّا خَطِيْئٰتِهِمْ اُغْرِقُوْا فَاُدْخِلُوْا نَارًا وَزَيْدٌ صَدِيْقِيْ كَمَا اَنَّ عَمْرٌو اَخِيْ وَلَا تُزَادُ مَعَ الْوَاوِ بَعْدَ النَّفْيِ نَحْوُ مَا جَاءَ نِيْ زَيْدٌ وَلَا عَمْرٌو وَ بَعْدَ اَنِ الْمَصْدَرِيَّةِ نَحْوُ قَوْلِهٖ تَعَالٰى مَا مَنَعَكَ اَنْ لَّا تَسْجُدَ وَقَبْلَ الْقَسَمِ كَقَوْلِهٖ تَعَالٰى لَا اُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ بِمَعْنٰى اُقْسِمُ وَ اَمَّا مِنْ وَ الْبَاءُ وَاللَّامُ فَقَدْ مَرَّ ذِكْرُهَا فِيْ حُرُوْفِ الْجَرِّ فَلَا نُعِيْدُهَا

فصل: حَرْفَا التَّفْسِيْرِ اَيْ وَ اَنْ فَاَيْ كَقَوْلِهٖ تَعَالٰى وَاسْئَلِ الْقَرْيَةَ اَيْ اَهْلَ الْقَرْيَةِ كَاَنَّكَ تُفَسِّرُهٗ اَهْلَ الْقَرْيَةِ وَ اَنْ اِنَّمَا يُفَسِّرُبِهَا فِعْلٌ بِمَعْنَى الْقَوْلِ كَقَوْلِهٖ تَعَالٰى وَ نَادَيْنٰهُ اَنْ يَّااِبْرَاهِيْمُ فَلَا يُقَالُ قُلْتُ لَهٗ اَنِ اكْتُبْ اِذْ هُوَلَفْظُ الْقَوْلِ لَا مَعْنَاهُ

فصل: حُرُوْفُ الْمَصْدَرِ ثَلٰثَةٌ مَا وَ اَنْ وَ اَنَّ فَا لْاَوْلَيَانِ لِلْجُمْلَةِ الْفِعْلِيَّةِ كَقَوْلِهٖ تَعَالٰى وَضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ اَيْ بِرُحْبِهَا وَقَوْلِ الشَّاعِرِ شعر

يَسُرُّ الْمَرْءَ مَاذَهَبَ اللَّيَالِيْ ☆ وَكَانَ ذَهَا بُهُنَّ لَهٗ ذَهَابًا

وَ اَنْ نَحْوُ قَوْلِهٖ تَعَالٰى فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖ اِلَّا اَنْ قَالُوْا اَيْ قَوْلَهُمْ وَ اَنَّ لِلْجُمْلَةِ الْاِسْمِيَّةِ نَحْوُ

عَلِمْتُ اَنَّكَ قَائِمٌ اَیْ قِیَامُكَ-

ترجمه : فصل حروف زیادت سات ہیں اِنْ اور اَنْ اور ما اور لا اور مِنْ اور با اور لام پس اِنْ زیادہ کیا جاتا ہے مانافیہ کیساتھ جیسے ما ان زید قائم اور ما مصدریہ کیساتھ جیسے انتظر ما ان یجلس الامیر اور لما کیساتھ جیسے لما ان جلست جلست اور اَنْ زیادہ کیا جاتا ہے لما کیساتھ جیسے اللہ تعالیٰ کا قول فلما ان جاء البشیر اور لو اور اس قسم کے درمیان جو لو سے مقدم ہو جیسے و الله ان لو قمت قمت اور حرف ما زائد کیا جاتا ہے اذا متی ای انی این اور اِنْ شرطیات کے ساتھ جیسے تو کہے اذا ما صمت صمت اسی طرح باقی کا حکم ہے اور ما زائد کیا جاتا ہے بعض حروف جر کے بعد بھی جیسے فبما رحمة من الله اور عما قلیل لیصبحن نادمین اور زید صدیقی کما ان عمرا اخی اور لا زائد کیا جاتا ہے واو کے ساتھ نفی کے بعد جیسے ما جاء نی زید ولا عمرو اور اَنْ مصدریہ کے بعد بھی زائدہ کیا جاتا ہے جیسے ما منعك ان لا تسجد اور قسم سے پہلے بھی زائد کیا جاتا ہے جیسے لاَ اُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ بمعنی اقسم اور من اور باء اور لام ان کا ذکر حروف جارہ میں گذر چکا ہے ہم ان کا اعادہ نہیں کرتے-

فصل : حرف تفسیر دو حرف اَیْ اور اَنْ ہیں پس ای جیسے اللہ تعالیٰ کا قول وَاسْئَلِ الْقَرْیَةَ سوال کیجئے گاؤں سے یعنی اہل قریہ سے سوال کیجئے گویا کہ آپ اسکی تفسیر اہل قریہ سے کر رہے ہیں اور اَنْ بیشک اسکے ذریعے اس فعل کی تفسیر کی جاتی ہے جو قول کے معنی میں ہو جیسے اللہ تعالیٰ کا قول ونَادَیْنٰهُ اَنْ یَا اِبْرَاهِیْمُ پس نہیں کہا جائے گا قلت له اَنْ اکتب اسلئے کہ یہ صراحتا لفظ قول ہے نہ کہ قول کے معنی میں ہے-

فصل : حروف مصدر تین ہیں مَا اور اَنْ اور اَنَّ پس پہلے دونوں حروف جملہ فعلیہ کیلئے آتے ہیں جیسے اللہ تعالیٰ کا قول ہے وَضَاقَتْ عَلَیْهِمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ کہ تنگ ہوگئی ان پر زمین اپنی وسعت کے باوجود ای برحبها اور جیسے شاعر کا قول خوش کرتا ہے آدمی کو راتوں کا گزرنا حالانکہ راتوں کا گزرنا اس کے لئے گزرنا ہے اور اَنْ کی مثال جیسے اللہ تعالیٰ کا قول فَمَا کَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖ اِلاَّ اَنْ قَالُوْا ای قولهم پس نہیں تھا ان کی قوم کا جواب مگر انہوں نے کہا اور اَنَّ جملہ اسمیہ کیلئے آتا ہے جیسے علمت اَنَّك قائمٌ ای قیامك

تجزیہ عبارت: مذکورہ عبارت میں صاحب کتاب نے حروف زیادت 'حروف تفسیر اور حروف مصدر کو بیان کرنے کے بعد ہر ایک کی تفصیل بیان کی ہے۔

قوله حُرُوْفُ الزِّيَادَةِ سَبْعَةٌ الخ ان کو حروف زیادت اسلئے کہتے ہیں کہ ان کو گرانے کی وجہ سے کلام کے اصلی معنی میں کوئی خرابی واقع نہیں ہوتی اور زائد ہونے کا مطلب یہ نہیں کہ ان کا کوئی فائدہ نہیں ہے بلکہ ان کے لانے سے لفظی یا معنوی فائدے ہوتے ہیں تحسین کلام کا حاصل ہونا' اور وزن کا پایا جانا اور کلام میں سجع کا درست ہونا اور تاکید وغیرہ کا ہونا' ان کے زائدہ کا مطلب یہ ہے کہ کبھی یہ زائد ہو کر بھی استعال ہوتے ہیں اور یہ مطلب نہیں کہ وہ ہر جگہ زائدہ ہوتے ہیں حروف زیادت سات ہیں (۱) اِنْ (۲) اَنْ (۳) مَا (٤) لَا (٥) مِنْ (٦) بَا (٧) لَامْ۔

قوله فَاِنْ تُزَادُ الخ یہاں سے مصنف" حروف زیادت کی تفصیل بیان کرتے ہیں کہ حروف زیادت میں سے اِنْ اکثر زائد ہوتا ہے اور مانافیہ کی تاکید کرتا ہے جیسے ما اِنْ زیدٌ قائمٌ ' اور اِنْ مامصدریہ کیساتھ بھی زائد ہوتا ہے لیکن یہ قلیل الاستعال ہوتا ہے جیسے انتظر ما اِنْ یجلسُ الامیرُ اوراِن لَمَّا کے ساتھ بھی زائد[illegible]ال ہوتا ہے جیسے لمّا اِنْ جلستَ جلستُ —

قوله وَاَنْ تُزَادَ مَعَ لَمَّا الخ یہاں سے مصنف" حروف زیادہ میں سے ان مفتوحہ کی تفصیل بیان کرتے ہیں کہ اَنْ مفتوحہ لَمَّا کے ساتھ زائد ہوتا ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا قول ہے فَلَمَّا اَنْ جَاءَ الْبَشِيْرُ 'اور لو لا اس قسم کے درمیان بھی زائد ہوتا ہے جو لو سے قسم مقدم ہو جیسے واللہِ اَنْ لو قمتَ قمتُ —

قوله وَمَا تُزَادُ مَعَ اِذَا الخ یہاں سے حروف زیادت میں سے حرف ما کی تفصیل بیان کرتے ہیں کہ کلمہ ما اذا اور متی اور ای اور انّی اور این اور اِنْ کے بعد زائد ہوتا ہے جب کہ یہ مذکورہ کلمات شرطیہ ہوں اگر یہ کلمات ادوات شرط نہ ہوں تو پھر لفظ ما زائد نہیں ہوگا جیسے اذا ما صمتَ صمتُ' اسی طرح باقی کی مثالیں کہ متی کے ساتھ زائد ہو جیسے متیٰ مَا تذهَبْ اَذْهَبْ 'ای کے ساتھ زائد ہو جیسے اَیًّامَّا تَدْعُوا فَلَهُ الْاَسْمَاءُ الْحُسْنٰی 'اور حرف ما، این کے ساتھ زائد ہو جیسے اَینَ ما تَجلِسُ اَجْلِسُ اور اِنْ کے ساتھ زائد ہوتا ہے جیسے اِمَّا تَرَيِنَّ مِنَ الْبَشَرِ اَحَداً —

قوله وَبَعْضِ حُرُوْفِ الْجَرِّ الخ | اور بعض حروف جارہ کے ساتھ بھی ما زائد ہوتا ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا قول فبما رحمة من الله اس مثال میں باء حرف جار کے بعد ما زائد ہے اور جیسے عَمَّاقَلِيلٍ لَيُصْبِحُنَّ نَادِمِين اس مثال میں عَن حرف جار کے بعد ما زائدہ ہے اور جیسے اللہ تعالیٰ کا قول مِمَّا خَطِيئٰتِهِم اغرقوا فادخلوا نارا اس مثال میں من حرف جارہ کے بعد ما زائدہ ہے اور جیسے زید صدیقی کما انّ عدروا اخی اس مثال میں کاف حرف جار کے بعد ما زائدہ ہے۔

قوله وَلَا تُزَادُ مَعَ الْوَاو الخ | یہاں سے حروف زیادت میں سے لا کی تفصیل بیان کرتے ہیں کہ کلمہ لا واو کے ساتھ نفی کے بعد زائد ہوتا ہے جیسے ما جاءنی زیدٌ ولا عمروٌ اور لا ان مصدریہ کے بعد بھی زائد ہوتا ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا قول ہے مَا مَنَعَكَ اَنْ لَّا تَسْجُدَ اور کلمہ لا فعل قسم سے پہلے بھی زائد ہوتا ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا قول لَآ اُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ ای اُقسم کہ میں اس شہر کی قسم کھاتا ہوں۔

قوله وَاَمَّا مِنْ وَ الْبَاءُ وَ اللَّامُ الخ | حروف زیادت میں سے من اور باء اور لام ہیں ان کا ذکر حروف جارہ کی بحث میں گذر چکا ہے من زائدہ کی مثال جیسے مَا جَاءَنِي من احد اور باء زائدہ کی مثال جیسے لیس زید بقائمٍ اور لام زائدہ کی مثال جیسے رَدِفَ لَكُمْ۔

قوله حَرْفَا التَّفْسِيْر الخ | حروف تفسیر وہ ہیں جو کلام کے شروع میں آتے ہیں جو کسی ابہام کو دور کرنے یا کسی اجمال کی وضاحت کرنے کیلئے آتے ہیں اور حروف تفسیر دو ہیں (۱) اَیْ (۲) اَنْ ای ہر مبہم کی تفسیر کرتا ہے خواہ وہ مبہم مفرد ہو جیسے اللہ تعالیٰ کا قول وَاسْئَلِ الْقَرْيَةَ ای اهل القرية اس مثال میں کلمہ ای نے تفسیر کر دی کہ القریۃ سے مراد اھل القریۃ ہے کہ آپ اھل القریۃ سے سوال کریں خواہ وہ مبہم جملہ ہو جیسے قَطَعَ رِزْقُهُ اَیْ مَاتَ کہ اس کا رزق بند ہو گیا یعنی وہ مر گیا۔

قوله وَاَنْ اِنَّمَا يُفَسِّرُ الخ | کلمہ اَنْ ہمیشہ اس فعل کی تفسیر کرتا ہے جو قول کے معنی میں ہو جیسے اللہ تعالیٰ کا قول وَنَادَيْنٰهُ اَنْ يّٰاِبْرٰهِيْمُ اس مثال میں ندا بمعنی قول کے ہے اور یہ مثال جائز نہیں قلت له اَنْ اکتب اس مثال میں ان اکتب لفظ قول کے بعد واقع ہے اور اس فعل کے بعد نہیں واقع جو قول کے معنی میں ہو۔

قوله حُرُوْفُ الْمَصْدَرِ ثَلٰثَةٌ الخ یہاں سے صاحب کتاب حروف مصدر کو بیان کرتے ہیں حروف مصدر تین ہیں مَا اور اَنْ اور اَنَّ ' ان میں سے پہلے دو یعنی مَا اور اَنْ صرف جملہ فعلیہ پر داخل ہوتے ہیں اور اسکو مصدر کی تاویل میں کر دیتے ہیں جیسے اللہ تعالیٰ کا قول وضاقت علیھم الارض بما رحبت 'اس مثال میں رحبت فعل پر ما مصدریہ داخل ہے اسنے فعل کو مصدر کے معنی میں کر دیا ہے اَیْ برحبھا

قولہ وقول الشاعر يَسُرُّ الْمَرْءُ مَاذَهَبَ اللَّيَالِيْ ☆ وَكَانَ ذَهَابُهُنَّ لَهٗ ذَهَابَا

شعر کی تشریح: یسر فعل مضارع معروف صیغہ واحد مذکر غائب از باب نصر بمعنی خوش ہونا' ذھب صیغہ واحد مذکر غائب ماضی معروف از باب فتح بمعنی گزرنا' لیالی یہ جمع ہے لیل کی بمعنی رات

شعر کا ترجمہ: راتوں کا گزر جانا آدمی کو خوش کرتا ہے اور حال یہ ہے کہ ان کے گزر جانے سے خود اس کا گذر جانا ہے

مطلب: شاعر اس شعر میں مخاطب کو تنبیہ کر رہا ہے کہ راتوں کے گذرنے سے خوش نہ ہو اور راتوں کو عیش وسرور میں نہ گزار' حقیقت بات یہ ہے کہ راتوں کا گزرنا بعینہ تیری عمر کا گذرنا ہے اور ہر گذرنے والی رات تمہیں قبر کے قریب کر رہی ہے اس شعر کو فارسی شاعر نے ان الفاظ سے نقل کرتا ہے

شب وروز در عیش وعشرت گزاری ☆ تو غافل بخسپی و عمرت گزاری

محل استشہاد: اس شعر میں ما مصدریہ ہے جو کہ ذھب فعل ماضی پر داخل ہے اور اس ما مصدریہ نے فعل کو مصدر کے معنی میں کر دیا ہے یعنی راتوں کا گزرنا۔

ترکیب: یسر فعل مضارع معروف' المرء ذوالحال 'ما مصدریہ' ذھب فعل اللیالی فاعل' فعل فاعل سے مکمل بتاویل مصدر ہو کر یسر کا فاعل' واو حالیہ قد محذوف حرف تحقیق کان فعل ناقص ذھاب مصدر مضاف ھن مضاف الیہ 'لام جارہ ہ ضمیر مجرور جار مجرور مل کر متعلق ہوئے ذھاب مصدر مضاف کے' ذھاب مصدر اپنے مضاف الیہ اور متعلق سے مل کر کان کا اسم' ذھابا خبر 'کان اپنے اسم اور خبر سے مل کر حال' ذوالحال اپنے حال سے مل کر مفعول بہ ہوا یسر فعل کا 'فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

قوله وَ اَنْ نَحْوُ قَوْلِهٖ تَعَالٰی الخ یہاں سے مصنف "آن مصدریہ کو بیان کرتے ہیں کہ ان جملہ فعلیہ پر داخل ہوتا ہے اور فعل کو مصدر کے معنی میں کر دیتا ہے جیسے اللہ تعالی کا قول فَمَا کَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖ اِلاَّ اَنْ قَالُوْا اس مثال میں قالوا فعل پر آن مصدریہ داخل ہے اسنے فعل کو مصدر کے معنی میں کر دیا ہے ای قولھم اور اَنَّ جملہ اسمیہ پر داخل ہوتا ہے اور اسم کو مصدر کی تاویل میں کر دیتا ہے جیسے عَلِمْتُ اَنَّكَ قَائِمٌ ای قیامك اَن جملہ اسمیہ کے ساتھ اس وقت تک خاص ہے جب تک اس پر ما کافہ داخل نہ ہو اور مخففہ من المثقلہ بھی نہ ہو اگر اسپر ما کافہ لاحق ہو جائے یا مخففہ من المثقلہ ہو جائے تو پھر جملہ اسمیہ اور فعلیہ دونوں پر داخل ہوتا ہے

فصل: حُرُوْفُ التَّحْضِيْضِ اَرْبَعَةٌ هَلَّا وَاَلَّا وَلَوْلاَ وَلَوْمَا لَهَا صَدْرُ الْكَلَامِ وَمَعْنَاهَا حَضٌّ عَلَى الْفِعْلِ اِنْ دَخَلَتْ عَلَى الْمُضَارِعِ نَحْوُ هَلَّا تَاْكُلُ وَلَوْمٌ اِنْ دَخَلَتْ عَلَى الْمَاضِيْ نَحْوُ هَلَّا ضَرَبْتَ زَيْدًا وَحِيْنَئِذٍ لَا تَكُوْنُ تَحْضِيْضًا اِلَّا بِاعْتِبَارِ مَا فَاتَ وَلَا تَدْخُلُ اِلَّا عَلَى الْفِعْلِ كَمَا مَرَّ وَاِنْ وَقَعَ بَعْدَهَا اِسْمٌ فَبِاِضْمَارِ فِعْلٍ كَمَا تَقُوْلُ لِمَنْ ضَرَبَ قَوْمًا هَلَّا زَيْدًا اَیْ هَلَّا ضَرَبْتَ زَيْدًا وَجَمِيْعُهَا مُرَكَّبَةٌ جُزْؤُهَا الثَّانِیْ حَرْفُ النَّفْيِ وَ الْاَوَّلُ حَرْفُ الشَّرْطِ اَوِ الْاِسْتِفْهَامِ اَوْ حَرْفُ الْمَصْدَرِ وَلِلَوْلاَ مَعْنًى اٰخَرُ اِمْتِنَاعُ الْجُمْلَةِ الثَّانِيَةِ لِوُجُوْدِ الْجُمْلَةِ الْاُوْلٰى نَحْوُ لَوْلَا عَلِيٌّ لَهَلَكَ عُمَرُ وَحِيْنَئِذٍ تَحْتَاجُ اِلَى الْجُمْلَتَيْنِ اُوْلٰهُمَا اِسْمِيَّةٌ اَبَدًا۔

فصل: حَرْفُ التَّوَقُّعِ قَدْ وَهِيَ فِي الْمَاضِيْ لِتَقْرِيْبِ الْمَاضِيْ اِلَى الْحَالِ نَحْوُ قَدْ رَكِبَ الْاَمِيْرُ اَیْ قُبَيْلَ هٰذَا وَلِاَجْلِ ذٰلِكَ سُمِّيَتْ حَرْفَ التَّقْرِيْبِ اَيْضًا وَلِهٰذَا تَلْزَمُ الْمَاضِيَ لِيَصْلُحَ اَنْ يَّقَعَ حَالًا وَقَدْ تَجِيْئُ لِلتَّاكِيْدِ اِذَا كَانَ جَوَابًا لِمَنْ يَسْاَلُ هَلْ قَامَ زَيْدٌ تَقُوْلُ قَدْ قَامَ زَيْدٌ وَ فِي الْمُضَارِعِ لِلتَّقْلِيْلِ نَحْوُ اِنَّ الْكَذُوْبَ قَدْ يَصْدُقُ اَوْ اِنَّ

جَوَادَ قَدْ يَبْخَلُ وَقَدْ تَجِيْئُ لِلتَّحْقِيْقِ كَقَوْلِهٖ تَعَالٰى قَدْ يَعْلَمُ اللّٰهُ الْمُعَوِّقِيْنَ وَيَجُوْزُ الْفَصْلُ بَيْنَهَا وَبَيْنَ الْفِعْلِ بِالْقَسَمِ نَحْوُ قَدْ وَاللّٰهِ اَحْسَنْتَ وَقَدْ يُحْذَفُ الْفِعْلُ بَعْدَ قَدْ عِنْدَ الْقَرِيْنَةِ كَقَوْلِ الشَّاعِرِ شعر

اَفِدَ التَّرَحُّلُ غَيْرَ اَنَّ رِكَابَنَا ☆ لَمَّا تَزُلْ بِرِحَالِنَا وَكَاَنْ قَدِنْ

اَیْ وَكَاَنْ قَدْ زَالَتْ۔

ترجمہ: فصل حرف تحضیض کے بیان میں' **حرف تحضیض چار ہیں ھلا' الا' لولا' لوما'** ان کے لئے صدارت کلام ہے اور ان کا معنی فعل پر برانگیختہ کرنا ہے اگر یہ فعل مضارع پر داخل ہوں جیسے ھلا تاکل' تم کیوں نہیں کھاتے اور ان کا معنی مافات پر ملامت کرنا ہے اگر ماضی پر داخل ہوں جیسے ھلا ضربت زیدا' تو نے زید کو کیوں نہیں مارا' اور اس وقت نہیں ہوگا فعل پر ابھارنا مگر مافات کے اعتبار سے اور یہ نہیں داخل ہوتا مگر فعل پر جیسا کہ گزر چکا ہے اور اگر اس کے بعد اسم واقع ہو تو فعل کو مقدر ماننے کے ساتھ تحضیض کے معنی ہو جائیں گے جیسے تو اس آدمی سے کہے جس نے قوم کو مارا ہو **ھلا** زیدا ای ھلا ضربت زیدا اور حرف تحضیض سب کے سب مرکب ہیں جن کا جز ثانی حرف نفی ہے اور جز اول حرف شرط یا حرف استفہام یا حرف مصدر ہے اور لولا کے دوسرے معنی بھی آتے ہیں اور وہ جملہ ثانیہ کا ممتنع ہونا جملہ اولی کے پائے جانے کی وجہ سے جیسے **لَوْ لَا عَلِیٌّ لَهَلَكَ عُمَرُ** اس وقت محتاج ہوتا ہے دو جملوں کی طرف ان میں سے پہلا ہمیشہ جملہ اسمیہ ہوتا ہے۔

فصل: حرف توقع کے بیان میں' حرف توقع قد ہے اور یہ ماضی پر داخل ہوتا ہے اور ماضی کو حال کے قریب کرنے کیلئے آتا ہے جیسے قد رکب الامیر ای قبیل ھذا یعنی اب سے کچھ تھوڑی دیر پہلے امیر سوار ہوا' اسلئے اس کا نام حرف تقریب بھی رکھا گیا ہے اسلئے یہ فعل ماضی کو لازم ہوتا ہے تاکہ حال بننے کی صلاحیت رکھے اور کبھی تاکید کیلئے بھی آتا ہے جب کہ وہ جواب واقع ہو اس آدمی کیلئے جو سوال کرے ھل قام زید' تو تم جواب میں کہو قد

قام زید اور فعل مضارع میں تقلیل کیلئے آتا ہے جیسے اِنَّ الْکَذُوبَ قدیصدق کہ بے شک جھوٹا آدمی کبھی سچ بول دیتا ہے اور ان الجواد قدیبخل بے شک سخی آدمی کبھی کبھی بخل کرتا ہے اور قد کبھی تحقیق کیلئے آتا ہے جیسے اللہ تعالی کا قول قَدْیَعْلَمُ اللّٰہُ الْمُعَوِّقِیْنَ تحقیق اللہ تعالی روکنے والوں کو جانتا ہے اور جائز ہے فصل کرنا اس کے درمیان اور فعل کے درمیان قسم کے ذریعے جیسے قد واللہ احسنت اور کبھی فعل کو حذف کردیا جاتا ہے قد کے بعد قرینہ کے پائے جانے کے وقت جیسے شاعر کا قول: شعر

کوچ کا وقت قریب ہو گیا مگر ہماری سواری کے اونٹ ہمیشہ ہمارے کجاووں کے ساتھ رہے گویا شان یہ ہے کہ وہ عنقریب زائل ہو جائیں گے ای کان قدزالت

تجزیہ عبارت : مذکورہ بالا عبارت میں مصنفؒ نے حروف تحضیض بیان کرنے کے بعد حرف توقع کے متعلق تفصیل بیان کی ہے اور حرف توقع قد کے مختلف معانی اور اسکے کچھ ضابطے بیان کئے ہیں

تشریح :قوله حُرُوْفُ التَّحْضِیْضِ الخ حروف تحضیض چار ہیں (۱) ھلا (۲) الا (۳) لولا (٤) لوما ان کو حروف تحضیض اسلئے کہتے ہیں کہ مخاطب کو کسی چیز پر ترغیب اور شوق دلانے کے لئے لائے جاتے ہیں یا کسی چیز پر ملامت اور توبیخ کیلئے لائے جاتے ہیں یہ صدارت کلام کو چاہتے ہیں اور ہمیشہ فعل پر داخل ہوتے ہیں خواہ فعل لفظا ہو یا تقدیرا۔

قوله وَمَعْنَاهَا حَضٌّ عَلَی الْفِعْلِ الخ جب حروف تحضیض فعل مضارع پر داخل ہوں تو اسوقت فعل پر برانگیختہ کرنا اور ترغیب دینا مقصود ہوتا ہے جیسے ھلا تَاکُلُ تو کیوں نہیں کھاتا' اور اگر یہ فعل ماضی پر داخل ہوں تو اس وقت ترک فعل پر ملامت کرنا مقصود ہوتا ہے جیسے ھَلاَّ ضَرَبْتَ زَیْدًا تو نے زید کو کیوں نہیں مارا اور جب یہ فعل ماضی پر داخل ہوں تو اس وقت تحضیض کا معنی مافات کے اعتبار سے ہوگا۔

قوله وَلَا تَدْخُلُ اِلاَّ عَلَی الْفِعْلِ الخ اور یہ حروف صرف فعل پر داخل ہوتے ہیں کیونکہ ترغیب اور ملامت فعل پر ہوتی ہے اب اس میں تعمیم ہے چاہے فعل لفظا ہو جیسا کہ اس کی مثال گزر چکی' چاہے فعل تقدیرا ہو جیسا کہ مصنفؒ وان وقع بعدھا اسم سے بیان فرمارہے ہیں کہ اگر ان حروف کے بعد اسم واقع ہو تو وہ

اسم فعل مقدر کا معمول ہوگا جیسے تم اس آدمی سے کہو جس نے زید کے سوا تمام قوم کو مارا ہو' هلا زيدا ' تو یہاں هلا کے بعد فعل مقدر ہے اصل میں یوں ہے هلا ضربت زيدا۔

قوله وَجَمِيعُهَا مُرَكَّبَةٌ الخ تمام حروف تحضیض دو جزوں سے مرکب ہوتے ہیں۔ ان تمام میں دوسرا جزء حرف نفی ہے اور پہلا جزء بعض میں حرف شرط ہے جیسے لولا اور لوما میں' اور بعض میں پہلا جزء حرف استفہام ہے جیسے هلا میں اور بعض میں پہلا جزء حرف مصدر ہے جیسے الا میں۔

قوله وَلِلَوْلَا مَعْنًى آخَرَ الخ یہاں سے مصنف ؒ فرماتے ہیں کہ لولا کے تحضیض کے علاوہ دوسرے معنی بھی ہیں اور وہ یہ ہے کہ پہلے جملے کے پائے جانے کی وجہ سے دوسرے جملے کا انتفاء ہوتا ہے جیسے لَوْلَا عَلِيٌّ رضہ لَهَلَكَ عُمَرُ رضہ اگر حضرت علیؓ نہ ہوتے تو عمرؓ ہلاک ہو جاتے چونکہ علی موجود تھے اسلئے عمر ہلاک نہیں ہوئے اس میں دوسرے جملے کا انتفاء ہے پہلے کے وجود کی وجہ سے' جس وقت لولا کے دوسرے معنی مراد لیئے جائیں تو وہ دو جملوں کی طرف محتاج ہوتا ہے جس میں سے پہلا جملہ اسمیہ ہوتا ہے اور دوسرا جملہ خواہ اسمیہ ہو خواہ فعلیہ دونوں درست ہیں۔

قوله حَرْفُ التَّوَقُّعِ الخ یہاں سے مصنف ؒ حرف توقع قد کو بیان کرتے ہیں اور قد جب ماضی پر داخل ہوتا ہے تو ماضی کو حال کے قریب کر دیتا ہے جیسے قد ركب الامير اى قبيل هذا یعنی اب سے کچھ دیر پہلے امیر سوار ہوا' اسی وجہ سے اس کو حرف تقریب بھی کہتے ہیں اور قد ماضی کو لازم ہوتا ہے تاکہ ماضی میں حال واقع ہونے کی صلاحیت پیدا ہو جائے۔

قوله وَقَدْ تَجِئُ لِلتَّاكِيْدِ الخ قد کبھی محض تاکید کیلئے آتا ہے اسوقت تقریب کے معنی سے خالی ہوگا جب کہ جس ماضی پر قد داخل ہو وہ کسی سائل کے جواب میں واقع ہو رہی ہو جیسے کوئی سوال کرے هل قام زيد تو اس کے جواب میں کہا جائے گا قد قام زيد تحقیق زید کھڑا ہے اور قد جب فعل مضارع پر داخل ہو تو تقلیل کا فائدہ دیتا ہے جیسے اِنَّ الْكَذُوْبَ قَدْ يَصْدُقُ کہ بے شک جھوٹا آدمی بھی کبھی سچ بول دیتا ہے اور جیسے اِنَّ الْجَوَادَ قَدْ يَبْخَلُ بے شک سخی آدمی کبھی کبھی بخل کر دیتا ہے اور کبھی قد تحقیق کیلئے آتا ہے جیسے اللہ تعالی کا قول قد يعلم الله المعوقين تحقیق اللہ تعالی دین میں رکاوٹ ڈالنے والوں کو خوب جانتے ہیں۔

قوله ویجوز الفصلُ بینَھا وَ بَینَ الفعلِ الخ یہاں سے مصنفؒ فرماتے ہیں کہ قد اور اس کے فعل کے درمیان قسم کے ساتھ فصل کرنا جائز ہے جیسے قد واللہِ اَحسَنتَ اس مثال میں احسنت قد کا فعل ہے اس میں واللہ قسم کے ساتھ فاصلہ کیا ہے اور کبھی قد کے فعل کو قرینہ کے پائے جانے کی وجہ سے حذف بھی کردیا جاتا ہے جیسے

شاعر کا قول اَفِدَالتَّرَحُّلُ غَیرَ اَنَّ رِکَابَنَا ☆ لَمَّا تَزُلْ بِرِحَالِنَا وَکَاَنْ قَدِنْ

شعر کی تشریح: افد صیغہ واحد مذکر غائب ماضی معروف از باب سمع بمعنی قریب ہوا' الترحل مصدر بروزن تفعل بمعنی کوچ کرنا یہ افد کا فاعل ہے' غیر بمعنی الا کے ہے' رکابنا بمعنی ہمارے اونٹ جن پر ہم سفر کرتے ہیں اور رکاب یہ جمع ہے جس کا واحد نہیں بعض نے کہا ہے کہ اسکا واحد راحلۃ ہے من غیر لفظہ' لمّا یہ حرف نفی ہے اور حروف جازمہ میں سے ہے جو فعل مضارع کو جزم دیتے ہیں تَزُلْ اصل میں لَمّا تَزُوْلُ تھا لم یقل کی طرح تعلیل کرکے واو کو گرادیا صیغہ واحد مونث غائب از باب نصر بمعنی زائل ہونا' برحالنا رحال جمع ہے رحل کی بمعنی پالان' کَاَنْ اصل میں کَاَنَّ تھا اور اس کو مخففۃ من المثقلۃ بنالیا گیا قَدِنْ 'قدن اصل میں قد زالت تھا قد پر تنوین ترنم داخل ہوئی تو قدن ہوگیا

ترجمہ شعر: کوچ کا وقت قریب ہوگیا مگر ہماری سواری کے اونٹ ہمیشہ ہمارے کجاووں کے ساتھ رہے گویا شان یہ ہے کہ وہ سواریاں عنقریب زائل ہوجائیں گی (یعنی وہ ہماری سواریاں کوچ کریں گی چونکہ ہمارا سفر کا پختہ ارادہ ہے اور روانگی قریب ہے)

محل استشہاد: محل استشہاد کَاَنْ قَدِنْ ہے اس شعر میں قد کے بعد زالت فعل کو حذف کردیا گیا اور قد پر تنوین ترنم داخل کردی گئی تو کَاَنْ قَدِنْ بن گیا۔

ترکیب: افد فعل' الترحل مستثنی منہ' غیر بمعنی الا حرف استثناء' ان حرف مشبہ بالفعل' رکاب مضاف' نا ضمیر مضاف الیہ' مضاف مضاف الیہ سے مل کر اِنَّ کا اسم' لما حرف نفی جازم' تزل فعل' اس میں ھی ضمیر مستتر ذوالحال' باجارہ' رحال مضاف' نا ضمیر مضاف الیہ' مضاف مضاف الیہ مل کر مجرور' جار مجرور ملکر متعلق لما تزل کے' واو حالیہ' کَاَنْ مُخَفَّفَۃٌ مِنَ الْمُثَقَّلَۃِ' ھا ضمیر محذوف اس کا اسم' قدن قد حرف تحقیق' نون

برائے تنوین ترنم ' زالت فعل محذوف 'ھی ضمیر مستتر فاعل 'فعل اپنے فاعل سے مل کر جملہ فعلیہ خبر یہ ہو کر کَانَ کی خبر 'کَانَ اپنے اسم اور خبر سے مل کر حال 'ذوالحال حال سے مل کر لما تزل کا فاعل 'فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ خبر یہ ہو کر اَنَّ کی خبر اَنَّ پنے اسم اور خبر سے مل کر جملہ اسمیہ ہو کر مستثنی مستثنی منہ اپنے مستثنی سے مل کر افد کا فاعل 'فعل اپنے فاعل سے مل کر جملہ فعلیہ خبر یہ ہوا۔

فصل :حَرْفَا الْاِسْتِفْهَامِ الْهَمْزَةُ وَهَلْ لَهُمَا صَدْرُ الْكَلَامِ وَتَدْخُلَانِ عَلَى الْجُمْلَةِ اِسْمِيَّةً كَانَتْ نَحْوُ اَزَيْدٌ قَائِمٌ اَوْ فِعْلِيَّةً نَحْوُ هَا [illegible] زَيْدٌ وَدُخُولُهُمَا عَلَى الْفِعْلِيَّةِ اَكْثَرُ اِذِ الْاِسْتِفْهَامُ بِالْفِعْلِ اَوْلٰى وَقَدْ تَدْخُلُ الْهَمْزَةُ فِىْ مَوَاضِعَ لَا يَجُوْزُ دُخُوْلُ هَلْ فِيْهَا نَحْوُ اَزَيْدًا ضَرَبْتَ وَاَتَضْرِبُ زَيْدًا وَهُوَ اَخُوْكَ وَاَزَيْدٌ عِنْدَكَ اَمْ عَمْرٌو وَاَوَ مَنْ كَانَ وَاَفَمَنْ كَانَ وَاَثُمَّ اِذَا مَا وَقَعَ وَلَا [illegible] عملُ هَلْ فِىْ هٰذِهِ الْمَوَاضِعِ وَهٰهُنَا بَحْثٌ فصل : حُرُوْفُ الشَّرْطِ اِنْ وَلَوْ [illegible] صَدْرُ الْكَلَامِ وَيَدْخُلُ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهَا عَلَى الْجُمْلَتَيْنِ اِسْمِيَّتَيْنِ كَا[illegible] اَوْفِعْلِيَّ[illegible] مُخْتَلِفَتَيْنِ فَاِنْ لِلْاِسْتِقْبَالِ وَاِنْ دَخَلَتْ عَلَى الْمَاضِىْ نَحْوُ اِنْ زُرْتَنِىْ اَكْرَمْتُكَ [illegible]وْ لِلْمَاضِىْ وَاِنْ دَخَلَتْ عَلَى الْمُضَارِعِ نَحْوُ لَوْتَزُوْرُنِىْ اَكْرَمْتُكَ وَيَلْزَمُهَا [illegible]فِعْلُ [illegible]فْظًا كَمَامَرَّ اَوْ تَقْدِيْرًا نَحْوُ اِنْ اَنْتَ زَائِرِىْ فَاَنَا اُكْرِمُكَ وَاعْلَمْ اَنَّ اِنْ لَا [illegible]تَعْمَلُ اِلَّا فِى الْاُمُوْرِ الْمَشْكُوْكَةِ فَلَا يُقَالُ اٰتِيْكَ اِنْ طَلَعَتِ الشَّمْسُ بَلْ يُقَالُ اٰتِيْكَ اِذَا طَلَعَتِ الشَّمْسُ وَلَوْ تَدُلُّ عَلٰى نَفْىِ الْجُمْلَةِ الثَّانِيَةِ بِسَبَبِ الْجُمْلَةِ الْاُوْلٰى كَقَوْ[illegible]الٰى لَوْ كَانَ [illegible]مَا اٰلِهَةٌ اِلَّااللّٰهُ لَفَسَدَتَا وَاِذَا وَقَعَ الْقَسَمُ فِىْ اَوَّلِ الْكَلَامِ [illegible] يَجِبُ [illegible] تَكُوْنَ الْفِعْلُ الَّذِىْ تَدْخُلُ عَلَيْهِ حَرْفُ الشَّرْطِ مَاضِيًا [illegible]

اَتَيْتَنِى لَاَكْرَمْتُكَ اَوْمَعْنًا نَحْوُ وَ اللّٰهِ اِنْ لَمْ تَاْتِنِى لَاَهْجَرْتُكَ وَحِيْنَئِذٍ تَكُوْنُ الْجُمْلَةُ الثَّانِيَةُ فِى اللَّفْظِ جَوَابًا لِلْقَسَمِ لَاجَزَاءً لِلشَّرْطِ فَلِذَالِكَ وَجَبَ فِيْهَا مَا وَجَبَ فِىْ جَوَابِ الْقَسَمِ مِنَ اللَّامِ وَنَحْوِهَا كَمَا رَأَيْتَ فِى الْمِثَالَيْنِ اِمَّا اِنْ وَقَعَ الْقَسَمُ فِىْ وَسْطِ الْكَلَامِ جَازَ اَنْ يُعْتَبَرَ الْقَسَمُ بِاَنْ يَكُوْنَ الْجَوَابُ لَهٗ نَحْوُ اِنْ اَتَيْتَنِىْ وَ اللّٰهِ لَاٰتِيَنَّكَ وَجَازَ اَنْ يُّلْغٰى نَحْوُ اِنْ تَاْتِنِىْ وَ اللّٰهِ اٰتِكَ وَ اَمَّا لِتَفْصِيْلِ مَاذُكِرَ مُجْمَلًا نَحْوُ اَلنَّاسُ سَعِيْدٌ وَشَقِىٌّ اَمَّا الَّذِيْنَ سُعِدُوْا فَفِى الْجَنَّةِ وَاَمَّا الَّذِيْنَ شَقُوْا فَفِى النَّارِ وَيَجِبُ فِىْ جَوَابِهَا الْفَاءُ وَ اَنْ يَكُوْنَ الْاَوَّلُ سَبَبًا لِلثَّانِىْ وَ اَنْ يُحْذَفَ فِعْلُهَا مَعَ اَنَّ الشَّرْطَ لَابُدَّ لَهٗ مِنْ فِعْلٍ وَذٰلِكَ لِيَكُوْنَ تَنْبِيْهًا عَلٰى اَنَّ الْمَقْصُوْدَ بِهَا حُكْمُ الْاِسْمِ الْوَاقِعِ بَعْدَهَا نَحْوُ اَمَّا زَيْدٌ فَمُنْطَلِقٌ تَقْدِيْرُهٗ مَهْمَا يَكُنْ مِنْ شَىْءٍ فَزَيْدٌ مُنْطَلِقٌ فَحُذِفَ الْفِعْلُ وَالْجَارُ وَ الْمَجْرُوْرُ وَ اُقِيْمَ اَمَّا مَقَامَ مَهْمَا حَتّٰى بَقِىَ اَمَّا فَزَيْدٌ مُنْطَلِقٌ وَلَمَّا لَمْ يُنَاسِبْ دُخُوْلُ حَرْفِ الشَّرْطِ عَلٰى فَاءِ الْجَزَاءِ نَقَلُوا الْفَاءَ اِلَى الْجُزْءِ الثَّانِىْ وَوَضَعُوا الْجُزْءَ الْاَوَّلَ بَيْنَ اَمَّا وَ الْفَاءِ عِوَضًا عَنِ الْفِعْلِ الْمَحْذُوْفِ ثُمَّ ذٰلِكَ الْجُزْءُ الْاَوَّلُ اِنْ كَانَ صَالِحًا لِلْاِبْتِدَاءِ فَهُوَ مُبْتَدَاءٌ كَمَا مَرَّ وَ اِلَّا فَعَامِلُهٗ مَا يَكُوْنُ بَعْدَ الْفَاءِ كَاَمَّا يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَزَيْدٌ مُنْطَلِقٌ فَمُنْطَلِقٌ عَامِلٌ فِىْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ عَلَى الظَّرْفِيَّةِ۔

ترجمه : استفہام کے دو حرف همزہ اور هل ہیں ان دونوں کیلئے صدارت کلام ہے اور دونوں جملہ پر داخل ہوتے ہیں چاہے جملہ اسمیہ ہو جیسے ازید قائم یا جملہ فعلیہ ہو جیسے هل قام زید اور ان دونوں کا جملہ فعلیہ

پر داخل ہونا اکثر ہے' اس لئے کہ استفہام فعل کے ساتھ اولی ہے اور کبھی ہمزہ داخل ہوتا ہے ان جگہوں میں جہاں ھل کا داخل ہونا جائز نہیں ہوتا جیسے اَزیداً ضربتَ اوراتضرب زیداً وھو اخوك اورازید عندك ام عمرو اور اَوَمَنْ کَانَ' اور اَفَمَنْ کَانَ' اوراَثُمَّ اِذَا مَا وَقَعَ اور ھل ان جگہوں میں استعمال نہیں کیا جاتا اور یہاں بحث ہے' حرف شرط ان اور لو اور اما ہے اور ان کیلئے صدارت کلام ہے ان میں سے ہر ایک جملہ پر داخل ہوتا ہے خواہ وہ دونوں جملہ اسمیہ ہوں یا دونوں فعلیہ ہوں یا دونوں مختلف ہوں پس اِن استقبال کے معنی کے لئے آتا ہے اگرچہ ماضی پر داخل ہو جیسے اِنْ زُرْتَنِیْ اَکْرَمْتُكَ اور لو ماضی کیلئے آتا ہے اگرچہ مضارع پر داخل ہو جیسے لَوْ تَزُوْرَنِی اَکْرَمْتُك اور لازم ہے ان دونوں کو فعل چاہے لفظاً ہو جیسے گزرا' یا تقدیراً جیسے ان انت زائری فانا اکرمك اور تو جان بے شک اِنْ استعمال نہیں کیا جاتا مگر امور مشکوکہ میں' پس نہیں کہا جائے گا اتیك ان طلعت الشمس بلکہ کہا جائے گا اتیك اذا طلعت الشمس اور لو دلالت کرتا ہے جملہ ثانیہ کی نفی پر جملہ اولی کی نفی کے سبب سے جیسے قران پاک میں ہے لوکان فیھما الھة الا الله لفسدتا اور جب قسم کلام کے شروع میں واقع ہو اور قسم مقدم ہو شرط پر تو واجب ہے وہ فعل جس پر حرف شرط داخل ہو وہ ماضی ہو' چاہے لفظاً جیسے و الله ان اتیتنی لاکرمتك یا معناً فعل ماضی ہو جیسے و الله ان لم تاتینی لاھجرتك اس وقت جملہ ثانیہ لفظ میں قسم کا جواب ہوگا اور شرط کی جزاء نہ ہوگا اسی لئے اس میں واجب ہے وہ چیز جو واجب ہوتی ہے جواب قسم میں لام میں سے اور اس کی مثل جیسے تم نے دیکھ لیا مذکورہ دو مثالوں میں' بہر حال اگر قسم وسط کلام میں واقع ہو تو جائز ہے کہ قسم کا اعتبار کر لیا جائے اسطرح کہ جملہ ثانی اس کا جواب واقع ہو جیسے اتیتنی والله لاتینك اور جائز ہے قسم کو لغو قرار دیا جائے جیسے ان تاتینی والله اتیك اور حرف اما اسکی تفصیل کے لئے آتا ہے جس کو مجمل ذکر کیا ہو جیسے النّاس سعید وشقی اما الذین سعدوا ففی الجنة و اما الذین شَقوا ففی النار اور اس اما کے جواب میں فا کا لانا واجب ہے اور یہ بھی واجب ہے کہ پہلا جملہ دوسرے کے لئے سبب ہے' اور یہ کہ حذف کر دیا جاتا ہے اس کا فعل اس اَنَّ کے ساتھ جو شرط کے لئے ہو تو اس کے لئے ایک فعل کا ہونا ضروری ہے اور یہ وجوب حذف فعل اس لئے ہے تاکہ اس بات پر تنبیہ ہو جائے کہ مقصود اس اما

کے ساتھ اس اسم کا حکم ہے جو اس کے بعد واقع ہو جیسے اما زید فمنطلق اسکی اصل یہ ہے کہ مهما یکن من ا لشئ فزید منطلق پس فعل اور جار مجرور کو حذف کر دیا گیا، اور اما کو مهما کے قائم مقام بنادیا گیا یہاں تک کہ اما فزید منطلق باقی رہ گیا اور جب کہ مناسب نہیں حرف شرط کا داخل ہونا جزاء کی فاء پر تو نحویوں نے فاء کو جزء ثانی کی طرف منتقل کر دیا اور جزء اول یعنی زید کو اما اور فا کے درمیان رکھ دیا فعل محذوف کے عوض میں پھر یہی جزاول (یعنی وہ اسم جو اما کے بعد واقع ہے) اگر ابتداء میں آنے کی صلاحیت رکھتا ہو تو وہ مبتدا ہوگا جیسا کہ گذر چکا ورنہ اس کا عامل وہ ہوگا جو فا کے بعد مذکور ہو جیسے اما یوم الجمعة فزید منطلق پس منطلق عامل ہے یوم الجمعۃ میں ظرفیت کی بنا پر۔

تجزیہ عبارت : مذکورہ عبارت میں مصنفؒ نے حروف استفہام بیان کرنے کے بعد حروف شرط کو بیان کیا ہے اور ہر ایک کی الگ الگ تفصیل بیان کی ہے اور انکے متعلق کچھ ضابطے بیان کیے ہیں

تشریح: قوله حَرْفَا لِلاِسْتِفْهَامِ الخ استفہام کے دو حرف ہیں (۱) همزه (۲) هل یہ دونوں صدارت کلام کو چاہتے ہیں اور یہ دونوں جملہ پر داخل ہوتے ہیں خواہ جملہ اسمیہ ہو جیسے ازید قائم خواہ جملہ فعلیہ ہو جیسے هل قام زید تو ان دونوں کا جملہ فعلیہ پر داخل ہونا جملہ اسمیہ سے اکثر ہے اس لئے کہ فعل سے استفہام بنسبت اسم کے اولی ہے۔

وقوله قَدْتَدْخُلُ الْهَمْزَةُ الخ یہاں سے مصنفؒ یہ بیان کر رہے ہیں کہ ہمزہ کا استعمال هل سے زیادہ ہے یعنی ہمزہ ایسی جگہوں پر استعمال ہوتا ہے جہاں پر هل کا لانا جائز نہیں ہوتا اور وہ چار جگہیں ہیں

(۱) پہلی جگہ : ہمزہ استفہام ایسے اسم پر داخل ہو جس کے بعد فعل ہو تو وہاں هل کا لانا جائز نہیں جیسے ازید ضربت اب اسکو هل زید ضربت کہنا جائز نہیں کیونکہ هل بمعنی قد کے ہے اور قد فعل کے ساتھ خاص ہے

(۲) دوسری جگہ : جس کلام سے استفہام انکاری مراد ہو وہاں ہمزہ استفہام آئے گا هل کا لانا جائز نہیں جیسے اتضرب زیدا وهو اخوك اسکو هل تضرب وهو اخوك کہنا جائز نہیں کیونکہ استفہام انکاری کے لئے ہمزہ ہے نہ کہ هل

(۳) تیسری جگہ : ہمزہ کا استعمال ام متصلہ کیساتھ ہو تو جیسے ازید عندك ام عمرو اسکو هل زید عندك ام

عمرو کہنا جائز نہیں کیونکہ ام متصلہ کیساتھ ہمزہ آتا ہے نہ کہ ھل ۔

(۴) چوتھی جگہ : ہمزہ استفہام حروف عاطفہ پر داخل ہو جیسے اَوَمَنْ کَانَ اور اَفَمَنْ کَانَ اور اَثُمَّ اِذَا مَاوَقَعَ اٰمَنْتُمْ حروف عاطفہ پر ھل نہیں آسکتا کیونکہ استفہام میں اصل ہمزہ ہے اور ھل اسکی فرع ہے لہذا ھل کا استعمال ہمزہ کی طرح نہیں ہو سکتا ورنہ فرع کی اصل پر فوقیت لازم آئے گی۔

قولہ وَھٰھُنَا بَحْثٌ الخ یہاں سے مصنفؒ ایک اشارہ کر رہے ہیں جہاں ہمزہ کا لانا جائز نہیں صرف ھل ہی آسکتا ہے ۔

(۱) حروف عاطفہ ھل سے پہلے آسکتے ہیں ہمزہ سے پہلے نہیں آسکتے جیسے فھل انتم شاکرون

(۲) اثبات میں نفی کے واسطے ھل آسکتا ہے ہمزہ نہیں جیسے ھَلْ ثُوِّبَ الْکُفَّارُ ای لم یتوب

(۳) ھل نفی کا فائدہ دیتا ہے اور اثبات کی غرض سے اس کے بعد الا کا لانا درست ہوتا ہے جیسے ھل جزاء الاحسان الا الاحسان اور ہمزہ نفی کا فائدہ نہیں دیتا اس لئے ھل لانا ضروری ہے۔

(۴) جس مبتدا پر ھل داخل ہو اسکی خبر پر باء زائد آتی ہے نفی کی تاکید کیلئے جیسے ھل زید بقائم یہاں پر ہمزہ لانا درست نہیں۔

(۵) ھل کے بعد اِلاَّ آسکتا ہے ہمزہ کے بعد الا نہیں آسکتا اس لئے ہمزہ لانا درست نہیں جیسے فَھَلْ یُھْلَکُ اِلَّا الْقَوْمُ الْفَاسِقُوْنَ ۔

فصل قولہ حُرُوْفُ الشَّرْطِ الخ یہاں سے مصنفؒ حروف شرط کو بیان کر رہے ہیں حروف شرط یہ ہیں (۱) اِنْ (۲) لَوْ (۳) اَمَّا یہ تینوں صدارت کلام کو چاہتے ہیں اور ان تینوں میں سے ہر ایک دو جملوں پر داخل ہوتا ہے خواہ وہ دونوں جملے اسمیہ ہوں خواہ فعلیہ خواہ دونوں مختلف ہوں یعنی پہلا جملہ اسمیہ اور دوسرا فعلیہ ہو خواہ اسکا عکس یعنی پہلا فعلیہ اور دوسرا اسمیہ ہو پہلے جملے کو شرط اور دوسرے کو جزاء کہتے ہیں۔

قولہ فَاِنْ لِلْاِسْتِقْبَالِ الخ حروف شرط میں سے اِنْ مستقبل کیلئے آتا ہے اگرچہ ماضی پر داخل ہو جیسے ان زرتنی اکرمتك اور حرف شرط میں سے لو زمانہ ماضی کیلئے آتا ہے اگرچہ مضارع پر داخل ہو جیسے لو تزورنی اکرمتك

اور اِن اور لَو کو فعل لازم ہے خواہ فعل لفظا ہو جیسا کہ مثالوں میں گزر چکا خواہ فعل تقدیرا ہو جیسے ان انت زائری فانا اکرمك اصل میں تھا ' ان کنتَ زائری فانا اکرمك جب فعل کو حذف کیا تو ضمیر متصل کو منفصل سے بدل دیا

وَاعْلَمْ اَنَّ اَنْ لَاتُسْتَعْمَلُ الخ | یہاں سے مصنفؒ ایک ضابطہ بیان کررہے ہیں کہ صرف اِن کا استعمال ایسے امور میں ہوتا ہے جن کے وجود اور عدم میں شک ہو اور جو امور یقینیہ ہوں ان میں حرف اِن کا استعمال کرنا صحیح نہیں اور یوں کہنا جائز نہیں اٰتِیْكَ اِنْ طَلَعَتِ الشَّمْسُ کیونکہ طلوع شمس امر یقینی ہے اور حرف اِنْ امور مشکوکہ کیلئے آتا ہے اس لئے یہاں پر حرف اِنْ کا استعمال صحیح نہیں بلکہ یوں کہا جائے گا اتیك اذا طلعت الشمس کیونکہ اذا امر یقینی کیلئے آتا ہے۔

وقوله لَوْتَدُلُّ عَلٰی نَفْیِ الْجُمْلَةِ الخ | یہاں سے مصنفؒ حرف شرط میں سے لو کو بیان کرتے ہیں کہ لو دوسرے جملے کی نفی پر دلالت کرتا ہے پہلے جملہ کی نفی کے سبب سے ' جیسے اللہ تعالیٰ کا قول ہے لَوْكَانَ فِیْهِمَا اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا اگر زمین وآسمان میں اللہ کے علاوہ کئی معبود ہوتے تو دونوں کا نظام فاسد ہو جاتا اس آیت میں لو' فساد عالم کے انتفاء پر دلالت کرتا ہے تعدد الٰہہ کے انتفاء کے سبب سے۔

وقوله اِذَا وَقَعَ الْقَسَمُ الخ | جب قسم ابتدا کلام میں ہو اور وہ قسم شرط سے مقدم ہو تو اس وقت فعل کا ماضی ہونا واجب ہے جس پر حرف شرط داخل ہے خواہ ماضی لفظا ہو ' جیسے والله ان اتیتنی لاکرمتك ' چاہے ماضی معنا ہو جیسے والله ان لم تاتنی لاهجرتك ' اس مثال میں فعل ماضی معنا ہے کیونکہ فعل مضارع پر جب لم داخل ہوتا ہے تو اسکو ماضی منفی کے معنی میں کردیتا ہے اسوقت جملہ ثانیہ لفظوں کے اعتبار سے جواب قسم ہوگا نہ کہ شرط کی جزاء' اسی بنا پر کہ دوسرا جملہ باعتبار لفظ کے جواب قسم ہے نہ کہ شرط کی جزاء ' تو اس دوسرے جملے میں اس چیز کا لانا واجب ہے جو جواب قسم میں لام اور اسکی مثل آتے ہیں جیسا کہ مذکورہ دو مثالوں میں گزر چکا۔

قوله اِمَّا اِنْ وَقَعَ الْقَسَمِ الخ | اگر قسم ابتدائے کلام میں نہ ہو بلکہ قسم درمیان میں ہو شرط یا غیر شرط مقدم ہونے کی وجہ سے ' تو اسوقت دو امر جائز ہیں ایک یہ کہ قسم کا اعتبار کیا جائے اور جواب کو جواب قسم کہا جائے جیسے ان اتیتنی و الله لاٰتِیَنَّكَ اور یہ بھی جائز ہے شرط کا اعتبار کیا جائے اور جواب کو شرط کی جزاء قرار دیا جائے اور قسم کو لغو

قرار دیا جائے اور اسکا اعتبار نہ کیا جائے جیسے ان تاتنی واللہ اٰتِیْکَ۔

قولہ وَاَمَّا لِتَفْصِیْلِ مَا ذُکِرَ الخ یہاں سے مصنفؒ حروف شرط سے اما کو بیان کرتے ہیں کہ اما مجمل شیٔ کی تفصیل کیلئے آتا ہے جیسے اَلنَّاسُ سَعِیْدٌ وَشَقِیٌّ کہ انسانوں میں سے بعض نیک بخت اور بعض بد بخت ہیں اس جملے میں اجمال تھا اماالذین الخ سے اس اجمال کی تفصیل بیان کی گئی ہے کہ جو نیک بخت ہیں وہ جنت میں ہوں گے اور جو بد بخت ہیں وہ جہنم میں ہوں گے' اما کے جواب میں فاء کا لانا واجب ہے اور پہلے جملے کا دوسرا کیلئے سبب ہونا بھی واجب ہے تا کہ فاء اور سببیت مذکورہ کلمہ اما کی شرط ہونے پر دلالت کرے جیسے اس آیت مذکورہ میں ففی الجنۃ و فی النار اما کے جواب میں ہیں' اور اس پر فاء آئی ہے اور پہلا جملہ یعنی سعادت دخول جنت کا سبب اور شقاوت دخول جہنم کا سبب ہے۔

وقولہ اَنْ یُّحْذَفَ فِعْلُھَا الخ جس فعل پر حرف اما داخل ہو تو اما کے فعل کو حذف کرنا واجب ہے باوجودیکہ شرط کیلئے فعل کا ہونا ضروری ہے جس پر وہ داخل ہے لیکن اما کے فعل کا حذف اسلئے واجب ہے تا کہ حذف فعل سے اس بات پر تنبیہ ہو جائے کہ اما سے جو تفصیل ہوئی ہے اس سے مقصود اسم پر حکم لگانا ہے جو اما کے بعد واقع ہوا ہے نہ کہ فعل پر حکم لگانا مقصود ہے جیسے اما زیدٌ فمنطلقٌ اصل میں یوں تھا مھما یکن من شیٔ فزیدٌ منطلقٌ' اس مثال میں یَکُنْ مِنْ شَیْءٍ یہ شرط اور جار مجرور ہے اس کو حذف کر کے اما کو مھما کے قائم مقام کیا گیا ہے اما فزید منطلق باقی رہ گیا چونکہ فاء جزائیہ پر اما حرف شرط کا داخل ہونا مناسب نہیں تھا اس لئے نحویوں نے جزء اول یعنی فزید سے فاء کو نقل کر کے دوسرے جزء یعنی منطلق کو دے دیا اور فعل محذوف کے عوض میں اما اور فاء کے درمیان جزء اول یعنی زید کو رکھ دیا تو اما زید فمنطلق ہو گیا۔

قولہ ثُمَّ ذَالِکَ الْجُزْءُ الْاَوَّلُ الخ اگر جزء اول یعنی وہ اسم جو اما کے بعد واقع ہو اگر مبتدا بننے کی [illegible] یعنی [illegible] اول مبتدا ہو گا جیسے مذکورہ مثال میں زید مبتدا ہے اگر جزء اول مبتدا ہونے کی صلاحیت نہیں رکھتا یعنی وہ اسم ظرف ہے تو جزء اول کا عامل وہ ہو گا جو فا کے بعد ہے جیسے اما یومَ الجمعۃِ فزید منطلق اس مثال میں جزاول یعنی یوم الجمعۃ ظرف ہونے کیوجہ سے مبتداء بننے کی صلاحیت نہیں رکھتا

لہذا اسمیں عامل منطلق ہوگا اور وہ یوم الجمعة کو ظرفیت کی بنا پر نصب دے گا۔

فصل: حَرْفُ الرَّدْعِ كَلَّا وُضِعَتْ لِزَجْرِ الْمُتَكَلِّمِ وَرَدْعِهِ عَمَّا يَتَكَلَّمُ بِهِ كَقَوْلِهِ تَعَالىٰ وَاَمَّا اِذَا مَا ابْتَلٰهُ فَقَدَرَ عَلَيْهِ رِزْقَهٗ فَيَقُوْلُ رَبِّیْ اَهَانَنِ كَلَّا اَیْ لَا يَتَكَلَّمُ بِهٰذَا فَاِنَّهٗ لَيْسَ كَذٰلِكَ هٰذَا بَعْدَ الْخَبَرِ وَقَدْ تَجِيْئُ بَعْدَ الْاَمْرِ اَيْضًا كَمَا اِذَا قِيْلَ لَكَ اِضْرِبْ زَيْدًا فَقُلْتَ كَلَّا اَیْ لَا اَفْعَلُ هٰذَا قَطُّ وَقَدْ تَجِيْئُ بِمَعْنٰی حَقًّا كَقَوْلِهٖ تَعَالىٰ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ وَحِيْنَئِذٍ تَكُوْنُ اِسْمًا يُبْنٰی لِكَوْنِهٖ مُشَابِهًا لِكَلَّا حَرْفًا وَقِيْلَ تَكُوْنُ حَرْفًا اَيْضًا بِمَعْنٰی اِنَّ لِتَحْقِيْقِ الْجُمْلَةِ نَحْوُ كَلَّا اِنَّ الْاِنْسَانَ لَيَطْغٰی بِمَعْنٰی اِنَّ

فصل: تَاءُ التَّانِيْثِ السَّاكِنَةُ تَلْحَقُ الْمَاضِیَ لِتَدُلَّ عَلٰی تَانِيْثِ مَا اُسْنِدَ اِلَيْهِ الْفِعْلُ نَحْوُ ضُرِبَتْ هِنْدٌ وَقَدْ عَرَفْتَ مَوَاضِعَ وُجُوْبِ اِلْحَاقِهَا وَاِذَا لَقِيَهَا سَاكِنٌ بَعْدَهَا وَجَبَ تَحْرِيْكُهَا بِالْكَسْرِ لِاَنَّ السَّاكِنَ اِذَا حُرِّكَ حُرِّكَ بِالْكَسْرِ نَحْوُ قَدْقَامَتِ الصَّلٰوةُ وَحَرَكَتُهَا لَا تُوْجِبُ رَدَّ مَا حُذِفَ لِاَجْلِ سُكُوْنِهَا فَلَا يُقَالُ رَمَاتِ الْمَرْاَةُ لِاَنَّ حَرَكَتَهَا عَارِضَةٌ وَاقِعَةٌ لِرَفْعِ اِلْتِقَاءِ السَّاكِنَيْنِ فَقَوْلُهُمْ اَلْمَرْاَتَانِ رَمَاتَا ضَعِيْفٌ وَاَمَّا اِلْحَاقُ عَلَامَةِ التَّثْنِيَةِ وَجَمْعِ الْمُذَكَّرِ وَجَمْعِ الْمُؤَنَّثِ فَضَعِيْفٌ فَلَا يُقَالُ قَامَا الزَّيْدَانِ وَقَامُوْ الزَّيْدُوْنَ وَقُمْنَ النِّسَاءُ وَبِتَقْدِيْرِ الْاِلْحَاقِ لَا تَكُوْنُ الضَّمَائِرُ لِئَلَّا يَلْزَمُ الْاِضْمَارُ قَبْلَ الذِّكْرِ بَلْ عَلَامَاتٍ دَالَّةٍ عَلٰی اَحْوَالِ الْفَاعِلِ كَتَاءِ التَّانِيْثِ ـ

ترجمه: فصل حرف ردع کے بیان میں اور وہ کلا ہے اور یہ متکلم کو ڈانٹنے کے لئے اور اس کو روکنے کے لئے اس بات سے جس کا وہ تکلم کر رہا ہے وضع کیا گیا ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا قول وَاَمَّا اِذَا مَا ابْتَلٰهُ فَقَدَ

عَلَیْهِ رِزْقَهٗ فَیَقُوْلُ رَبِّیْ اَهَانَنْ کلا جب اللہ تعالی نے بندے کو آزمایا اور اس پر رزق کو تنگ کیا تو وہ کہتا ہے کہ میرے رب نے مجھے ذلیل کر دیا ہرگز ایسا نہیں یعنی متکلم کو ایسا تکلم نہ کرنا چاہیے کیونکہ واقع ایسا نہیں اور یہ کلا خبر کے بعد واقع ہوگا اور کبھی امر کے بعد بھی آتا ہے جیسا کہ جب تم سے کہا جائے اضرِبْ زیدا تو جواب میں کہے کلا یعنی میں یہ کام ہرگز نہیں کروں گا اور کبھی کلا حقا کے معنی میں بھی آتا ہے جیسے کلا سوف تعلمون اور اس وقت وہ اسم ہوگا اور مبنی ہوگا کلا حرف کے مشابہ ہونے کی وجہ سے' اور کہا گیا ہے کہ حرف ہوگا اور اِنَّ کے معنی میں ہوگا جو جملہ کی تحقیق کے لئے آتا ہے جیسے کَلَّا اِنَّ الْاِنْسانَ لَیَطْغٰی بمعنی اِنَّ ہے۔

فصل: تائے تانیث ساکنہ ماضی میں لاحق ہوتی ہے تاکہ دلالت کرے اس تانیث پر جس کی طرف فعل کی اسناد کی گئی ہے جیسے ضَرِبَتْ هِنْد اور تحقیق اسکے لاحق ہونے کے وجوبی مقامات کو تو نے پہچان لیا' تاء تانیث ساکنہ کے بعد حرف ساکن لاحق ہو تو اس وقت تائے تانیث ساکنہ کو کسرہ کے ساتھ حرکت دینا واجب ہے اس لئے کہ ساکن کو جب حرکت دی جاتی ہے تو کسرہ دی جاتی ہے جیسے قدقامت الصلوٰۃ اور اس کی حرکت اس حرف کے واپس لانے کو واجب نہیں کرتی جسکو سکون کیوجہ سے حذف کر دیا گیا پس نہیں کہا جائے گا رماۃ المراۃ اس لئے کہ اسکی حرکت عارضی ہے جو اجتماع ساکنین کو اٹھانے کے لئے واقع ہوئی ہے پس عربوں کا یہ قول المراتان رماتا ضعیف ہے اور بہر حال تثنیہ اور جمع مذکر اور جمع مؤنث کی علامت کا لاحق کرنا ضعیف ہے (جب فاعل ظاہر ہو) پس نہیں کہا جائے گا قاما الزیدان اور قاموا الزیدون وقمن النساء ان علامتوں کے لاحق کرنے کی تقدیر پر ضمیر نہیں آئے گی تاکہ اضمار قبل الذکر لازم نہ آئے بلکہ علامات ہوں گی جو احوال فاعل پر دلالت کرنے والی ہوں گی کہ فاعل تثنیہ ہے یا جمع جیسا کہ تاء تانیث ساکنہ مسند الیہ کے مؤنث ہونے پر دلالت کرتی ہے۔

تجزیہ عبارت: مذکورہ عبارت میں مصنفؒ نے حرف ردع کو بیان کرنے کے بعد اس کے متعلق تفصیل بیان کی ہے اور تاء تانیث ساکنہ بیان کرنے کے بعد اسکے متعلق ضابطے بیان کئے ہیں۔

تشریح: فصل قوله حَرْفُ الرَّدْعِ الخ حرف ردع کلا ہے جو متکلم کو ڈانٹنے کیلئے وضع کیا گیا ہے

اور اس بات سے روکنے کے لئے وضع کیا گیا ہے جس کا متکلم تکلم کر رہا ہے جیسے قرآن مجید میں ہے واما اذا ما ابتلٰه الخ جب اللہ تعالیٰ اس کی آزمائش کرتا ہے پس اس پر رزق تنگ کر دیتا ہے تو وہ کہتا ہے کہ میرے رب نے میری اہانت کی کلا ہرگز نہیں، متکلم کو ایسی بات نہیں کرنی چاہیے کیونکہ واقعہ ایسا نہیں اور کلا زجر کے معنی میں اسوقت ہوگا جب خبر کے بعد ہوگا اور یہ کبھی امر کے بعد بھی آتا ہے جیسے تم سے کوئی کہے اِضْرِبْ زیداً تو تم اسکو جواب میں کہو کلا کہ میں ایسا ہرگز نہیں کروں گا۔

وقوله قَدْ تَجِئُ بِمَعْنٰی حَقًّا الخ اور کلا کبھی حقا کے معنی میں بھی آتا ہے یعنی مضمون جملہ کی تحقیق کے لئے جیسے اللہ تعالیٰ کا قول کلا سوف تعلمون کہ تحقیق تم عنقریب جان لوگے اور جب کلا بمعنی حقا ہو اسوقت حرف نہیں ہوتا بلکہ اسم ہوتا اور کلا حرفی کیساتھ لفظا اور معنا مشابہت ہونے کیوجہ سے مبنی ہوتا ہے لفظی مشابہت تو ظاہر ہے، معنوی مشابہت یہ ہے کہ جیسے کلا حرفی ڈانٹنے کیلئے ہوتا ہے اسی طرح کلا اسمی سے بھی اس چیز سے جھڑکا جاتا ہے جس چیز کو وہ بول رہا ہے اور علامہ کسائی فرماتے ہیں کہ کلا بمعنی حقا ہونے کی صورت میں بھی حرف ہی ہوتا ہے اور اِنَّ کے معنی میں ہو کر جملے کی تحقیق کیلئے آتا ہے جیسے کلا ان الانسان لیطغی بمعنی ان الانسان لیطغی تحقیق انسان البتہ سرکشی کرتا ہے۔

فصل قوله تَاءُ التَّانِيْثِ الخ یہاں سے مصنفؒ یہ بیان کرتے ہیں کہ تائے تانیث ساکنہ کو ماضی کے آخر میں لاحق کرتے ہیں تاکہ اس بات پر دلالت کرے کہ فعل کا مسند الیہ مؤنث ہے جیسے ضَرَبَتْ ھند' تاء تانیث ساکنہ کہنے سے تاء متحرکہ نکل گئی کیونکہ وہ اسم کے ساتھ خاص ہے جیسے ضاربة باقی تائے تانیث کے ماضی کے ساتھ لاحق ہونے کی جگہیں فاعل کی بحث میں گزر چکی ہیں وہاں سے ملاحظہ فرمائیں۔

قوله وَاِذَا لَقِيَهَا سَاكِنٌ الخ یہاں سے مصنفؒ ایک ضابطہ بیان کرتے ہیں کہ جب تائے تانیث ساکنہ کے بعد کوئی حرف ساکن آجائے تو دو ساکن جمع ہونے کی وجہ سے تائے تانیث ساکنہ کو کسرہ دینا واجب ہے جیسے قد قامت الصلوة کسرہ اس لئے دیا جائے گا کیونکہ قاعدہ ہے اَلسَّاكِنُ اِذَا حُرِّكَ حُرِّكَ بِالْكَسْرِ۔

قوله وَحَرَكَتُهَا لَا تُوْجَبُ الخ یہ عبارت ایک اعتراض مقدر کا جواب ہے۔

اعتراض: اعتراض یہ ہوتا ہے کہ جب التقائے ساکنین کی وجہ سے ایک ساکن حذف ہو جاتا ہے تو تائے تانیث ساکنہ کو جب حرکت دی جاتی ہے تو وہ حرف واپس آجانا چاہیے کیونکہ حذف کی علت جو التقائے ساکنین تھی تائے تانیث ساکنہ کے متحرک ہونے کی وجہ سے زائل ہوگئی لہذا رمت المراۃ کو رمات المراء ۃ پڑھنا چاہیے حالانکہ اس طرح نہیں پڑھا جاتا۔

جواب: اس تائے تانیث کی حرکت عارضیہ ہے جو التقائے ساکنین کو دور کرنے کے لئے لائی گئی ہے اور حرکت عارضیہ بمنزلہ سکون کے ہوتی ہے اسلئے تائے تانیث ساکنہ کو حرکت دینے کی وجہ سے محذوف واپس نہیں آئے گا اور عربوں کا یہ قول المرء تان رماتا' میں الف جو التقائے ساکنین کی وجہ سے حذف ہو گیا تھا اس کو واپس لوٹا کر رماتا پڑھنا ضعیف ہے۔

قوله وَاِمَّا اِلْحَاقُ عَلَامَة الخ یہ عبارت ایک اعتراض مقدر کا جواب ہے

اعتراض: اعتراض یہ ہوتا ہے کہ تثنیہ اور جمع کی علامت' تانیث کی علامت کی طرح ہے اور مسند الیہ کے تثنیہ اور جمع ہونے پر دلالت کرنے کے لئے یہ لاحق ہونی چاہئیں جیسے کے مسند الیہ کو مؤنث ہونے پر دلالت کیلئے تائے تانیث لاحق ہوتی ہے۔

جواب: مصنفؒ اس کا جواب دیتے ہیں کہ جب فعل کا فاعل ظاہر ہو تو فعل کے آخر میں تثنیہ اور جمع مذکر ومؤنث کی علامتیں لاحق کرنا ضعیف ہے لہذا قاما الزیدان میں الف تثنیہ کا لاحق کرنا اور قاموا الزیدون میں واو جمع کا لاحق کرنا اور قمن النساء میں نون جمع مؤنث کا لاحق کرنا ضعیف ہے کیونکہ خود الزیدان الزیدون اور النساء فاعل کے تثنیہ اور جمع ہونے پر دلالت کرتے ہیں اور دوسری وجہ یہ ہے کہ فعل کے آخر میں مذکورہ صورت میں تثنیہ و جمع کی علامت لاحق کرنے سے تکرار فاعل لازم آئے گا۔

قوله وَبِتَقْدِيْرِ الْاِلْحَاقِ الخ یہاں سے مصنفؒ یہ بیان کرتے ہیں کہ جب فعل کا فاعل اسم ظاہر تثنیہ یا جمع ہو تو فعل کے ساتھ تثنیہ اور جمع کی علامت نہیں لائی جائے گی کیونکہ اضمار قبل الذکر لازم آئے گا جو کہ ناجائز ہے بلکہ صورت مذکورہ میں یہ علامتیں فاعل کے احوال پر دلالت کرنے کیلئے ہوں گی کہ فاعل تثنیہ ہے یا جمع جیسے کہ تائے

تانیث ساکنہ مسند الیہ کے مونث ہونے پر دلالت کرتی ہے ضمیر نہیں ہوتی کیونکہ اگر یہ ضمیر ہوتی تو اظہار فاعل کے وقت اس کو حذف کرنا واجب ہوتا حالانکہ اسے حذف نہیں کیا جاتا بلکہ ضربت هند کہا جاتا ہے

فصل: اَلتَّنْوِیْنُ نُوْنٌ سَاکِنَةٌ تَتْبَعُ حَرَکَةَ آخِرِ الْکَلِمَةِ لَا لِتَاکِیْدِ الْفِعْلِ وَهِیَ خَمْسَةُ اَقْسَامٍ اَلْاَوَّلُ لِلتَّمَکُّنِ وَهُوَ مَا یَدُلُّ عَلٰی اَنَّ الْاِسْمَ مُتَمَکِّنٌ فِیْ مُقْتَضَی الْاِسْمِیَّةِ اَیْ اَنَّهٗ مُنْصَرِفٌ نَحْوُ زَیْدٌ وَرَجُلٌ وَالثَّانِیْ لِلتَّنْکِیْرِ وَهُوَ مَا یَدُلُّ عَلٰی اَنَّ الْاِسْمَ نَکِرَةٌ نَحْوُ صَهٍ اَیْ اُسْکُتْ سُکُوْتًا مَّا فِیْ وَقْتٍ مَّا وَاَمَّا صَهْ بِالسُّکُوْنِ فَمَعْنَاهُ اُسْکُتْ السُّکُوْتَ اْلاٰنَ وَالثَّالِثُ لِلْعِوَضِ وَهُوَ مَایَکُوْنُ عِوَضًا عَنِ الْمُضَافِ اِلَیْهِ نَحْوُ حِیْنَئِذٍ وَسَاعَتَئِذٍ وَیَوْمَئِذٍ اَیْ حِیْنَ اِذَا کَانَ کَذَا وَالرَّابِعُ لِلْمُقَابَلَةِ وَهُوَالتَّنْوِیْنُ الَّذِیْ فِیْ جَمْعِ الْمُؤَنَّثِ السَّالِمِ نَحْوُ مُسْلِمَاتٍ وَهٰذِهِ الْاَرْبَعَةُ تُخْتَصُّ بِالْاِسْمِ وَالْخَامِسُ لِلتَّرَنُّمِ وَهُوَ الَّذِیْ یَلْحَقُ آخِرَ الْاَبْیَاتِ وَالْمَصَارِیْعِ کَقَوْلِ الشَّاعِرِ شعر

اَقِلِّی اللَّوْمَ عَاذِلُ وَالْعِتَابَنْ   وَقُوْلِیْ اِنْ اَصَبْتُ لَقَدْ اَصَابَنْ

وَکَقَوْلِهٖ ع یَا اَبَتَا عَلَّکَ اَوْعَسَاکَنْ   وَقَدْ یُحْذَفُ مِنَ الْعَلَمِ اِذَا کَانَ مَوْصُوْفًا بِابْنٍ اَوْابْنَةٍ مُضَافًا اِلٰی عَلَمٍ آخَرَ نَحْوُ جَاءَ زَیْدُ بْنُ عَمْرٍو وَهِنْدُ ابْنَةُ بَکْرٍ۔

ترجمہ: تنوین نون ساکن کو کہتے ہیں جو کلمہ کے آخری حرکت کے تابع ہوتی ہے جو فعل کی تاکید کیلئے نہیں ہوتی اور یہ تنوین پانچ اقسام پر ہے پہلی قسم تنوین تمکن ہے اور وہ تنوین ہے جو دلالت کرے اس بات پر کہ اسم اسمیت کے تقاضے میں راسخ ہے یعنی وہ منصرف ہے جیسے زید اور رجل اور دوسری قسم تنکیر کے لئے ہے اور وہ تنوین ہے جو اس بات پر دلالت کرے کہ اسم نکرہ ہے جیسے صه ای اسکت سکوتا ما فی وقت ما

یعنی تو کسی نہ کسی وقت میں خاموش ہو جا بہر حال صہ بغیر تنوین کے سکون کے ساتھ ' اس کا معنی ہے تو اسوقت خاموش ہو جا اور تیسری قسم عوض کے لئے ہے یہ وہ تنوین ہے جو مضاف الیہ کے عوض میں لائی جاتی ہے جیسے حینئذ اور ساعتئذ اور یومئذ ای حین اذا کان کذا یعنی جس وقت ایسا ہو' چوتھی تنوین مقابلے کیلئے ہے یہ وہ تنوین ہے جو جمع مؤنث سالم میں ہوتی ہے جیسے مسلمات اور یہ چاروں تنوین اسم کے ساتھ خاص ہیں اور پانچویں قسم تنوین ترنم ہے اور یہ وہ تنوین ہے جو ابیات اور مصرعوں کے آخر میں آتی ہے جیسے شاعر کا قول 'اے ملامت کرنیوالے تو کم کردے ملامت اور عتاب کو' اور تو کہہ اگر میں درست کام کروں البتہ تحقیق اس نے درست کام کیا اور یہ روبہ شاعر کا قول اے میرے باپ شاید کہ تو رزق پائے یا قریب ہے کہ پائے اور کبھی علم سے تنوین کو حذف کر دیا جاتا ہے جب کہ وہ موصوف واقع ہو ابن یا ابنة کا اور ابن اور ابنة مضاف ہوں دوسرے علم کی طرف جیسے جاء نی زید ابن عمرو اور هند ابنة بكر

تجزیہ عبارت : مذکورہ عبارت میں مصنفؒ نے تنوین کی تعریف کرنے کے بعد تنوین کی پانچ قسمیں بیان کی ہیں-

تشریح: قوله اَلتَّنْوِیْنُ نُوْنٌ سَاكِنَةٌ الخ تنوین اس نون ساکنہ کو کہتے ہیں جو کلمہ کے آخری حرکت کے تابع ہو اور تاکید فعل کیلئے نہ ہو -

فوائد قیود : تتبع حركة آخرا لكلمة کہنے سے لَمْ یکن لَدن اور مِن کا نون خارج ہو گیا کیونکہ یہ تو اجزاء کلمات ہیں نہ کہ تابع حرکات ' لا لتاكيد الفعل کہنے سے نون خفیفہ اس سے خارج ہو گیا کیونکہ نون خفیفہ تاکید فعل کے لئے آتا ہے -

قوله وَهِیَ خَمْسَةُ اَقْسَامٍ الخ یہاں سے مصنفؒ تنوین کی پانچ قسمیں بیان کرتے ہیں (۱) تنوین تمکن (۲) تنوین تنکیر (۳) تنوین عوض (۴) تنوین مقابلہ (۵) تنوین ترنم

تنوین تمکن : تنوین تمکن وہ تنوین ہے جو اس بات پر دلالت کرے کہ وہ اسم جس پر تنوین داخل ہوئی ہے وہ متمکن ہے یعنی وہ اسمیت کے تقاضے میں راسخ ہے اس بات پر دلالت کرے کہ وہ اسم منصرف ہے یا منصرف کے حکم

میں ہے جیسے جاء زید اس کا دوسرا نام تنوین صرف بھی ہے اسلئے ... اور غیر منصرف کے درمیان فرق پیدا کرتی ہے۔

تنوین تنکیر: تنوین تنکیر وہ تنوین ہے جو اس بات پر دلالت کرے کہ جس اسم پر داخل ہے وہ نکرہ ہے یہ تنوین معرفہ اور نکرہ کے درمیان فرق بیان کرنے کے لئے آتی ہے جیسے صَهٍ اس کا معنی ہے اسکت سکوتا ما فی وقت ما کسی نہ کسی وقت میں تو چپ ہو جا اور صَهْ سکون کے ساتھ اس کا معنی ہے اسکت السکوت الان تو چپ رہ چپ رہنا اس وقت اور صَهْ سکون کے ساتھ ہو تو اس وقت یہ معرفہ ہے۔

تنوین عوض: تنوین عوض اس تنوین کو کہتے ہیں جو مضاف الیہ کے عوض میں لائی جاتی ہے جیسے حینئذ اور ساعتئذ اور یومئذ حینئذ اصل میں حین اذا کان کذا تھا حین جب اذ کی طرف مضاف ہوا اور اذ جملہ کی طرف پھر جملہ کو تخفیف کی غرض سے حذف کر کے اس کے بدلے میں اذ کیساتھ تنوین لگادی' اسی طرح ساعتئذ اصل میں ساعۃ اذ کان کذا اور یومئذ اصل میں یوم اذ کان کذا ہے مضاف الیہ کو حذف کر کے اسکے بدلے میں تنوین لائی گئی۔

تنوین مقابلہ: تنوین مقابلہ وہ تنوین ہے جو جمع مؤنث سالم میں جمع مذکر سالم کے نون کے مقابلے میں آتی ہے جیسے مسلمات مومنات اسمیں تنوین نون کے مقابلے میں ہے جو کہ مسلمون یا مسلمین میں ہے اور یہ چاروں قسم کی تنوین اسم کے ساتھ خاص ہے فعل میں نہیں آتی۔

تنوین ترنم: تنوین ترنم وہ تنوین ہے جو آواز کو خوبصورت کرنے کے لئے شعروں اور مصرعوں کے آخر میں آیا کرتی ہے کیونکہ ترنم کا لغوی معنی ہے گانا اور یہ تنوین ایسا حرف ہے جس سے ترنم پیدا ہوتا ہے جس سے تحسین صوت حاصل ہوتی ہے جیسے کہ شاعر کے قول میں تنوین ترنم ہیں۔

کقول الشاعر اَقِلِّی اللَّوْمَ عَاذِلَ وَالْعِتَابَنْ ☆ وَقُوْلِی اِنْ اَصَبْتُ لَقَدْ اَصَابَنْ

شعر کی تشریح: یہ جریر بن عطیہ تمیمی کا شعر ہے' اقلی صیغہ واحد مؤنث حاضر امر حاضر معروف از باب افعال بمعنی تو کم کر' عاذل یہ منادی مبنی علی الضم ہے یا حرف ندا محذوف ہے' عاذل یہ مرخم ہے عاذلۃ کا

بمعنی اے ملامت کرنے والی 'یا یہ معشوقہ کا نام ہے و العتابن اسمیں تنوین ترنم کی ہے بمعنی ناراضگی اصل میں عتاب تھا فتحہ کی مشابہت کی وجہ سے اسمیں الف پیدا ہو عتابا ہوا پھر ترنم کیلئے الف کو نون سے بدل دیا عتابن ہو گیا 'قولی صیغہ واحد مؤنث حاضر امر حاضر معروف از باب نصر ینصر بمعنی تو کہہ" اَصَبْتُ واحد متکلم ماضی معروف از باب افعال بمعنی اگر میں درست کام کروں اَصَابَنْ اصل میں اصاب تھا فتحہ کی مشابہت کی وجہ سے اسمیں الف ظاہر ہوگا اصابا ہو گیا پھر ترنم کیلئے الف کو نون سے بدل دیا اصابن ہو گیا صیغہ واحد مذکر غائب ماضی معروف از باب افعال' بمعنی اس نے درست کام کیا-

<u>شعر کا ترجمہ</u> : کم کر تو ملامت کو اور ناراضگی اے عاذلہ (یا اے ملامت کرنے والی) اگر میں کوئی کام درست کروں تو تو کہہ البتہ اس نے درست کام کیا-

محل استشهاد: العتابن اور اصابن میں تنوین ترنم کی ہے یہ دونوں اصل میں العتابا اور اصابا تھے الف کو حذف کر کے تنوین ترنم کو اس کے آخر میں لگادیا' العتابن میں تنوین ترنم اسم پر داخل ہے اصابن میں تنوین ترنم فعل پر داخل ہے -

<u>**ترکیب**</u> : اقلی فعل امر حاضر انتِ ضمیر مستتر اس کا فاعل' اللوم معطوف علیہ واو عاطفہ العتابن معطوف' معطوف علیہ اور معطوف مل کر اقلی کا مفعول بہ' فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر معطوف علیہ' واو عاطفہ قولی فعل امر حاضر انتِ ضمیر مستتر اسکا فاعل' فعل فاعل ملکر جملہ فعلیہ ہو کر قول' اِن حرف شرط اصبتُ فعل تُ ضمیر بارز فاعل' فعل فاعل سے ملکر جملہ ہو کر شرط' لام برائے تاکید قد حرف تحقیق اصاب فعل ھو ضمیر مستتر فاعل (ن برائے تنوین ترنم) فعل فاعل مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر جزاء' شرط و جزاء ملکر مقولہ'' قول مقولہ سے ملکر معطوف' معطوف علیہ معطوف مل کر جواب ندا' عاذل منادی قائم مقام مفعول بہ' یا حرف ندا محذوف قائم مقام ادعو' ندا منادی اور جواب ندا مل کر جملہ انشائیہ ہوا

و كقوله يَا اَبَتَا عَلَّكَ اَوْ عَسَاكَنْ | یہاں سے مصنفؒ تنوین ترنم کی دوسری مثال دے رہے ہیں کہ عساکن پر تنوین ترنم داخل ہے اصل میں عساك تھا دونوں مثالوں میں فرق یہ ہے پہلی مثال میں تنوین ترنم آخر

بیت میں ہے دوسری مثال میں تنوین مصرعہ کے آخر میں ہے۔

مصرعہ کی تشریح: یا ابتا اس میں یاء حرف نداء ہے ابتا اصل میں یا ابی تھا منادی یائے متکلم کی طرف مضاف تھا، یائے متکلم کو حذف کر کے اس کے عوض میں تاء اور الف لائے ہیں، عَلَّكَ اصل میں لَعَلَّكَ تھا اور عساکن اس پر معطوف ہے اصل میں عساك تھا اس پر تنوین ترنم داخل کی تو عساکن بن گیا اور لعل اور عسیٰ کی خبر محذوف ہے تقدیر عبارت یوں ہے لَعَلَكَ تَجِدُ رِزقًا او عَسَاكَ تَجِدُهُ معنی یوں ہے اے میرے باپ شاید تو رزق کو پائے یا قریب ہے کہ پائے اور یہ مصرعہ روبہ شاعر کا قول ہے۔

قوله وقد يحذف من العلم الخ | کبھی تنوین اس علم سے حذف کر دی جاتی ہے جبکہ علم ابن یا ابنۃ کا موصوف واقع ہو اور ابن یا ابنة دوسرے علم کی طرف مضاف ہو جیسے جاء نی زید ابن عمرو اور ھند ابنة بکر

فصل: نُوْنُ التَّاكِيْدِ وَهِيَ وُضِعَتْ لِتَاكِيْدِ الْأَمْرِ وَ الْمُضَارِعِ إِذَا كَانَ فِيْهِ طَلَبٌ بِإِزَاءِ قَدْ لِتَاكِيْدِ الْمَاضِيْ وَهِيَ عَلٰى ضَرْبَيْنِ خَفِيْفَةٌ اَيْ سَاكِنَةٌ اَبَدًا نَحْوُ اِضْرِبَنْ وَ ثَقِيْلَةٌ اَيْ مُشَدَّدَةٌ مَفْتُوْحَةٌ اَبَدًا اِنْ لَمْ يَكُنْ قَبْلَهَا اَلِفٌ نَحْوُ اِضْرِبَنَّ وَمَكْسُوْرَةٌ اِنْ كَانَ قَبْلَهَا اَلِفٌ نَحْوُ اِضْرِبَانِّ وَاِضْرِبْنَانِّ وَتَدْخُلُ فِي الْاَمْرِ وَ النَّهْيِ وَ الْاِسْتِفْهَامِ وَالتَّمَنِّيْ وَ الْعَرْضِ جَوَازًا لِاَنَّ فِيْ كُلٍّ مِّنْهَا طَلَبًا نَحْوُ اِضْرِبَنَّ وَلَا تَضْرِبَنَّ وَهَلْ تَضْرِبَنَّ وَلَيْتَكَ تَضْرِبَنَّ وَ اَلَا تَنْزِلَنَّ بِنَا فَتُصِيْبَ خَيْرًا وَقَدْ تَدْخُلُ فِي الْقَسَمِ وُجُوْبًا لِوُقُوْعِهٖ عَلٰى مَايَكُوْنُ مَطْلُوْبًا لِلْمُتَكَلِّمِ غَالِبًا فَاَرَادُوْا اَنْ لَّا يَكُوْنَ آخِرُ الْقَسَمِ خَالِيًا عَنْ مَعْنَى التَّاكِيْدِ كَمَا لَا يَخْلُوْ اَوَّلُهٗ مِنْهُ نَحْوُ وَ اللّٰهِ لَاَفْعَلَنَّ كَذَا وَاعْلَمْ اَنَّهٗ يَجِبُ ضَمُّ مَا قَبْلَهَا فِيْ جَمْعِ الْمُذَكَّرِ نَحْوُ اِضْرِبُنَّ لِيَدُلَّ عَلَى الْوَاوِ الْمَحْذُوْفَةِ وَكَسْرُهَا مَا قَبْلَهَا فِي الْمُخَاطَبَةِ نَحْوُ اِضْرِبِنَّ لِيَدُلَّ عَلَى الْيَاءِ الْمَحْذُوْفَةِ وَفَتْحُ مَاقَبْلَهَا فِيْ مَا عَدَاهُمَا اَمَّا فِي الْمُفْرَدِ فَلِاَنَّهٗ لَوْضُمَّ لَاِلْتَبَسَ بِجَمْعِ الْمُذَكَّرِ وَلَوْ كُسِرَ لَا

لَتَبَسَ بِالْمُخَاطَبَةِ وَأَمَّا فِي الْمُثَنّٰى وَجَمْعِ الْمُؤَنَّثِ فَلِأَنَّ مَا قَبْلَهَا اَلِفٌ نَحْوُ اِضْرِبَانِّ وَاِضْرِبْنَانِّ وَزِيْدَتْ اَلِفٌ قَبْلَ النُّوْنِ فِي جَمْعِ الْمُؤَنَّثِ لِكَرَاهَةِ اِجْتِمَاعِ ثَلَاثُ نُوْنَاتٍ نُوْنُ الضَّمِيْرِ وَنُوْنَا التَّاكِيْدِ وَ نُوْنُ الْخَفِيْفَةِ لَاتَدْخُلُ فِي التَّثْنِيَةِ اَصْلًا وَلَا فِيْ جَمْعِ الْمُؤَنَّثِ لِاَنَّهٗ لَوْ حَرَّكْتَ النُّوْنَ لَمْ تَبْقَ خَفِيْفَةً فَلَمْ تَكُنْ عَلَى الْاَصْلِ وَاِنْ اَبْقَيْتَهَا سَاكِنَةً يَلْزَمُ اِلْتِقَاءُ السَّاكِنَيْنِ عَلٰى غَيْرِ حَدِّهٖ وَهُوَ غَيْرُ حَسَنٍ۔

تمت بالخیر

ترجمہ : فصل نون تاکید کے بیان میں 'نون تاکید وہ نون ہے جو وضع کیا گیا ہے امر اور مضارع کی تاکید کے لئے جب کہ اسمیں طلب کے معنی ہوں' قد کے مقابلہ میں جو ماضی کی تاکید کیلئے وضع کیا گیا ہے اور وہ نون تاکید دو قسم پر ہے' پہلی قسم خفیفہ ہے جو ہمیشہ ساکن ہوتی ہے جیسے اضربن اور دوسری قسم نون ثقیلہ ہے یعنی مشددہ ہے جو ہمیشہ مفتوح ہوتا ہے اگر اس سے پہلے الف نہ ہو جیسے اِضْرِبَنَّ اور نون ثقیلہ مکسورہ ہوتا ہے اگر اس سے پہلے الف ہو جیسے اِضْرِبَانِّ اِضْرِبْنَانِّ اور نون ثقیلہ داخل ہوتا ہے امر' نہی' استفہام' تمنی اور عرض میں جوازی طور پر اسلئے کہ ان میں سے ہر ایک میں طلب پائی جاتی ہے جیسے اِضْرِبَنَّ اور لاتضرِبَنَّ اور ھل تضرِبَنَّ اور لَيْتَكَ تَضْرِبَنَّ اور الا تنزلَنَّ بِنَا فَتُصِيْبَ خيرًا اور کبھی نون تاکید داخل ہوتا ہے جواب قسم میں وجوبی طور پر' بوجہ اس قسم کے واقع ہونے کے اس چیز پر جو غالبا متکلم کو مطلوب ہوتا ہے تو نحویوں نے ارادہ کیا کہ قسم کا آخر تاکید سے خالی نہ ہو جس طرح اس کا اول اس سے خالی نہیں جیسے وَاللّٰهِ لَاَفْعَلَنَّ كَذَا۔

اور تو جان کہ واجب ہے نون تاکید کے ماقبل کو ضمہ دینا جمع مذکر میں جیسے اضرِبُنَّ تاکہ وہ واو محذوفہ پر دلالت کرے اور اس کے ماقبل کو کسرہ دینا واحد مؤنث حاضر میں جیسے اِضْرِبِنَّ تاکہ کسرہ یائے محذوفہ پر دلالت کرے اور اس کے ماقبل کو فتح دینا ان دونوں کے علاوہ میں' بہر حال مفرد میں (نون تاکید کے ماقبل کو فتحہ اسلئے دیا) اسلئے کہ اگر ضمہ دیا جائے تو التباس لازم آئے گا جمع مذکر کے ساتھ اور اگر کسرہ دیا جائے تو البتہ التباس لازم آئے گا واحد مؤنث

حاضر کے ساتھ اور بہر حال تثنیہ اور جمع مؤنث میں (نون تاکید سے ماقبل کو فتحہ دیا گیا) اسلئے کہ نون تاکید سے ماقبل الف واقع ہے جیسے اِضرِبَانّ اور اِضرِبْنَانّ اور جمع مؤنث میں نون تاکید سے قبل الف زیادہ کیا گیا ہے تین نون کے اجتماع کی کراہت کی وجہ سے اور وہ نون ضمیر اور تاکید کے دو نون ہیں اور نون خفیفہ تثنیہ میں بالکل داخل نہیں ہوتا اور نہ جمع مؤنث میں داخل ہوتا ہے' اسلئے کہ اگر تو نون کو حرکت دے تو وہ خفیفہ باقی نہیں رہے گا پس اپنی اصل پر باقی نہ رہے گا اور اگر تو اس کو ساکن باقی رکھے تو اجتماع ساکنین علی غیر حدہ لازم آئے گا اور وہ اچھا نہیں ہے

تجزیہ عبارت: مذکورہ عبارت میں مصنفؒ نے نون تاکید بیان کرنے کے بعد اسکے داخل ہونے کے مواضع بیان کئے ہیں اور نون تاکید کے ماقبل کا حال بیان کیا ہے۔

تشریح: قوله نُوْنُ التَّاكِيْدِ الخ | نون تاکید اس نون کو کہتے ہیں جو امر اور مضارع کی تاکید کیلئے وضع کیا گیا ہے جب کہ اسمیں طلب کا معنی موجود ہو کیونکہ نون کے ساتھ اسی کی تاکید لائی جاتی ہے جو مطلوب ہو جس طرح قد فعل ماضی میں تاکید کیلئے وضع کیا گیا ہے اسی طرح تاکید مضارع اور تاکید امر کیلئے نون تاکید وضع کیا گیا ہے جیسے لَيَضرِبَنَّ لِيَضرِبَنَّ۔

قوله وَهِيَ عَلٰى ضَرْبَيْنِ الخ | یہاں سے مصنفؒ نون تاکید کی دو قسمیں بیان کررہے ہیں (۱) نون تاکید ثقیلہ (۲) نون تاکید خفیفہ 'نون تاکید خفیفہ ہمیشہ ساکن ہوتا ہے جیسے لَيَضرِبَنْ اور اِضرِبَنْ 'نون خفیفہ اسلئے ساکن ہوتا ہے کیونکہ یہ مبنی ہے اور مبنی میں اصل سکون ہے 'نون ثقیلہ ہمیشہ مشدد اور مفتوح ہوتا ہے اور اگر اس سے پہلے الف نہ ہو جیسے اِضرِبُنَّ اور نون ثقیلہ مکسور ہوتا ہے اگر اس سے پہلے الف ہو جیسے اِضرِبَانِّ اور اِضرِبنَانِّ۔

قوله وَتَدْخُلُ فِي الْاَمْرِ الخ | یہاں سے مصنفؒ نون تاکید کے دخول کے مواضع بیان کررہے ہیں چاہے نون تاکید ثقیلہ ہو یا خفیفہ ہو نون تاکید امر پر داخل ہوتا ہے جیسے اِضرِبَنَّ اور نہی میں داخل ہوتا ہے جیسے لاتضربَنّ استفہام میں داخل ہوتا ہے جیسے هَلْ تَضرِبَنَّ تمنی میں داخل ہوتا ہے جیسے لَيْتَكَ تَضرِبَنّ اور عرض میں داخل ہوتا ہے جیسے اَلاَ تَنزِلَنَّ بِنَا فَتُصِيْبَ خَيْراً ان سب میں نون تاکید جوازاً داخل ہوتا ہے کیونکہ ان میں سے

ہر ایک میں طلب کے معنی ہوتے ہیں اور طلب کے مناسب تاکید ہے لہذا نون تاکید ان پر طلب کی تاکید کے لئے آئے گا اور نون تاکید نفی میں بھی آتا ہے اگرچہ اسمیں طلب کے معنی نہیں ہوتے لیکن وہ نفی فعل میں نہی کے ساتھ مشابہ ہوتا ہے کیونکہ نفی میں نون تاکید کا آنا قلیل ہے اسلئے مصنفؒ نے اس کو ذکر نہیں کیا۔

قوله وَقَدْتَدْخُلُ الخ | یہاں سے مصنفؒ ایک ضابطہ بیان کرتے ہیں کہ جواب قسم جب مثبت ہو اسمیں نون تاکید کا داخل کرنا واجب ہے کیونکہ قسم اکثر اس چیز پر واقع ہوتی ہے جس کا وجود متکلم کیلئے مطلوب اور مقصود ہوتا ہے لہذا جواب قسم محل تاکید ہے لہذا نحویوں نے ارادہ کیا کہ جواب قسم بھی تاکید سے خالی نہ ہو جس طرح اس کا اول تاکید سے خالی نہیں ہوتا جیسے وَ اللّٰهِ لَاَفْعَلَنَّ كَذَا۔

قوله وَاعْلَمْ اَنَّهٗ يَجِبُ الخ | یہاں سے مصنفؒ نون تاکید کے ماقبل کا حال بیان کرتے ہیں کہ جمع مذکر غائب وحاضر میں نون ثقیلہ وخفیفہ کا ماقبل مضموم ہوتا ہے تاکہ یہ ضمہ واو محذوفہ پر دلالت کرے جو التقائے ساکنین کی وجہ سے حذف ہو گیا ہے جیسے اِضْرِبُنَّ اور اِضْرِبُنْ اور واحد مؤنث حاضر میں نون ثقیلہ کا ماقبل مکسور ہوتا ہے تاکہ یہ کسرہ یائے محذوفہ پر دلالت کرے جو اجتماع ساکنین کی وجہ سے حذف ہو گئی ہے جیسے اِضْرِبِنَّ اور اِضْرِبِن –

قوله وَفَتْحُ مَاقَبْلَهَا فِيْ مَا عَدَاهُمَا الخ | جمع مذکر غائب اور حاضر اور واحد مؤنث حاضر کے علاوہ باقی تمام صیغوں میں نون تاکید کا ماقبل مفتوح ہوتا ہے واحد کے صیغوں میں نون تاکید کا ماقبل مفتوح اسلئے ہوتا ہے کہ اگر ماقبل کو ضمہ دیا جائے تو جمع مذکر کے صیغوں کے ساتھ التباس لازم آئے گا اور اگر نون تاکید کے ماقبل کو کسرہ دیا جائے تو واحد مؤنث حاضر کے صیغوں کے ساتھ التباس لازم آئے گا' لہذا واحد کے صیغوں میں نون تاکید کا مفتوح ہونا متعین ہو گیا۔

قوله وَاَمَّا فِي الْمُثَنّٰى وَجَمْعِ الْمُؤَنَّثِ الخ | یہاں سے مصنفؒ تثنیہ اور جمع مؤنث میں نون تاکید کے ماقبل کا حال بیان کر رہے ہیں کہ تثنیہ میں چاہے حاضر ہو یا غائب' چاہے مذکر ہو یا مؤنث' اسی طرح جمع مؤنث میں چاہے غائب یا حاضر' ان میں نون تاکید کے ماقبل کو فتح دینا اسلئے واجب ہے کہ ان صیغوں میں نون تاکید سے ماقبل الف ہوتا ہے اور الف فتحہ کے حکم میں ہوتا ہے جیسے اِضْرِبَانِّ اِضْرِبْنَانِّ اور الف چاہتا ہے میرا ماقبل مفتوح ہو اس لئے نون تاکید سے پہلے فتحہ ہوتا ہے' اور جمع مؤنث حاضر میں نون تاکید سے پہلے الف کا اضافہ کر دیا گیا ہے کیونکہ

تین نون کا مسلسل جمع ہونا نحویوں کے نزدیک ایک مکروہ امر ہے 'تین نون اسطرح کہ ایک نون جمع مؤنث کا اور دونون تاکید کے ہیں اب نون تاکید سے پہلے الف کا اضافہ اسلئے کیا گیا تاکہ تین نون کا اجتماع لازم نہ آئے

قوله وَنُوْنُ الْخَفِيْفَةِ الخ | یہاں سے مصنفؒ یہ بیان کرنا چاہتے ہیں کہ نون خفیفہ کن صیغوں میں آتا ہے اور کن صیغوں میں نہیں آتا تو نون خفیفہ تثنیہ کے صیغوں میں بالکل نہیں آتا خواہ وہ تثنیہ مذکر کے صیغے ہوں خواہ تثنیہ مؤنث کے 'اسی طرح جمع مؤنث کے صیغہ میں بھی نون خفیفہ نہیں آتا 'ان صیغوں میں نون خفیفہ نہ آنے کی وجہ یہ ہے کہ اگر نون خفیفہ کو حرکت دی جائے تو وہ نون خفیفہ نہیں رہے گا 'لہذا نون خفیفہ اپنی اصل حالت پر باقی نہیں رہے گا کیونکہ نون خفیفہ کی وضع سکون پر ہے اور اگر نون خفیفہ کو ساکن باقی رکھیں جو اس کی اصل ہے تو اجتماع ساکنین علی غیر حدہ لازم آئے گا جو غیر مستحسن ہے بلکہ ممنوع ہے '۔

لیکن یونسؒ نحوی جمہور سے اختلاف کرتے ہیں لہذا ان کے نزدیک اجتماع ساکنین علی غیر حدہ جائز ہے لیکن ان کا مذہب ضعیف ہے استعمالات ان کے خلاف ہیں۔

تمت بالخیر

اللہ تعالی کی نصرت ومدد اور خصوصی رحمت سے ۶ رجب المرجب ۱۴۲۲ھ بمطابق ۲۴ ستمبر ۲۰۰۱ بروز پیر بعد نماز فجر اس کتاب سے فراغت ہوئی 'دعاء ہے کہ اللہ تعالی اسے مقبول ونافع بنائے اور آخرت کا ذخیرہ بنائیں اور قارئین سے استدعا ہے کہ مبارک وقت میں جب بندہ یاد آجائے تو دعاؤں میں یاد رکھیں۔

فَالْحَمْدُ لِلّٰهِ اَوَّلاً وَّاٰخِراً وَّظَاهِرًا وَّبَاطِنًا وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ ' اٰمِيْنَ ثُمَّ اٰمِيْنَ.

سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ اَشْهَدُ اَنْ لاَّ اِلٰهَ اِلاَّ اَنْتَ اَسْتَغْفِرُكَ وَاَتُوْبُ اِلَيْكَ

محمد اصغر علی عفی عنه 'فاضل دارالعلوم فیصل آباد ' فاضل عربی

استاذ جامعه اسلامیه عربیه مدنی تاون غلام محمد آباد

جامعه اسلامیه عربیه للبنات رحمانیه چوك غلام محمد آباد فیصل آباد' پاکستان

مؤلف کی دیگر تالیفات

(۱) تهذيب الكافيه اردو شرح كافيه

صفحات ۳۴۲ جس میں اعرابِ عبارت ، ترجمہ سادہ اور عام فہم ،نحو کے مسائل تجزیہ عبارت کے عنوان سے، مشکل مقامات کا حل تشریح کے عنوان سے اوراعتراض وجوابات مع فوائد بیان کیے گئے ہین۔ نیز اشعار کی تشریح محل استشہاد اور ترکیب بھی پیش کی گئی ہے۔

(۲) ضياء النحو اردو شرح هداية النحو

صفحات ۳۳۲ جس میں اعرابِ عبارت ، ترجمہ سادہ اور عام فہم کیا گیا ہے،نحو کے مسائل کا خلاصہ تجزیہ عبارت کے عنوان سے بیان کیا گیا ہے،تشریح کے عنوان سے کتاب کا مکمل حل اوراعتراض وجواب مع فوائد بیان کیے گئے ہیں،اشعار کی تشریح محل استشہاد اور ترکیب پیش کی گئی ہے۔

(۳) تهذيب البلاغة اردو شرح دروس البلاغة

صفحات ـــــ جس میں (۱) اعراب عبارت (۲) ترجمہ عبارت سادہ اور عام فہم بیان کیا گیا ہے (۳) علمِ معانی کے مسائل کا خلاصہ تجزیۂ عبارت کے عنوان سے پیش کیا گیا ہے (۴) تشریح عبارت کے تحت کتاب کا مکمل حل اور فوائد نافعہ بیان کیے گیے ہیں (۵) اشعار کی تشریح ،مطلب اور محلِ استشہاد پیش کیا گیا ہے (۶) ضمیمہ کے تحت پانچ سالہ وفاق المدارس کے سوالیہ پرچوں کو حل کیا گیا ہے۔

(۴) الوضاحة الكاملة اردو شرح العقيدة الطحاوية

صفحات ـــــ جس میں درج ذیل خصوصیات کو مدِ نظر رکھا گیا ہے۔

(۱) اعراب عبارت (۲) ترجمہ سادہ اور عام فہم (۳) مقصودِ مصنف تجزیہ عبارت کے عنوان سے

پیش کیا گیا ہے (۴) تشریحِ عبارت کے تحت عقائد اہل السنت والجماعت کا اثبات اور مذاہب باطلہ کے دلائل اور انکی تردید اور فوائد نافعہ بیان کیے گیے ہیں۔

(۵) اجود الحواشی اردو شرح اصول الشاشی

صفحات ۴۶۷ جو چند خصوصیات پر مشتمل ہے (۱) اعراب عبارت (۲) سادہ ترجمہ اور عام فہم (۳) اصول فقہ کے مسائل کا خلاصہ تجزیہ عبارت کے عنوان سے پیش کیا گیا ہے (۴) تشریح کے تحت کتاب کا مکمل حل اور ائمہ کرامؒ کے اختلافی مسائل مع ادلہ، احناف کی طرف سے ائمہ کرامؒ کے دلائل کے جوابات بیان کیے گیے ہیں (۵) فوائد نافعہ اور اعتراضات وجوابات بیان کیے گیے ہیں

(۶) آداب الوالدين وتربية الاولاد

صفحات ۲۵۱ جس میں والدین کے آداب، خدمت کرنے پر دنیا وآخرت میں انعامات، نافرمانی کرنے پر دنیا وآخرت کے نقصانات اور اولاد کی دینی تربیت کے کرنے پر انعامات اور اولاد کی تربیت کرنے کے طریقوں پر مشتمل آیات قرآنی واحادیث نبویؐ اور صحابہ کرامؓ اور اولیاء اللہؒ کے ایمان افروز واقعات کا دلکش مجموعہ،

جس کا مطالعہ مسلمانوں کے دلوں میں والدین کی خدمت اور اولاد کی دینی تربیت کرنے کا جذبہ پیدا کرنے کا مؤثر ترین ذریعہ ہے

(۷) محسن انسانیت کے چالیس معجزات مع کنز الحسنات

صفحات ۱۲۷ جس میں آپ ﷺ کے چالیس معجزات کا تذکرہ جو احادیث کی معتبر کتابوں سے نقل کئے گئے ہیں، جن کے مطالعہ سے آنحضرت کی بے پناہ محبت اور عظمت اور آپ ﷺ کی صداقت کا یقین قلب میں جاگزین ہوتا ہے۔

(۸) احادیث کے بکھرے موتی

(زیر ترتیب)

کنز الحسنات

کے عنوان سے مختلف مواقع اور احوال کی دعائیں جو آنحضرت ﷺ سے منقول ہیں، جن کا معمول بنانا دنیا اور آخرت کی سعادتیں حاصل کرنے کا مؤثر ترین ذریعہ ہے۔

(۹) کنز الحسنات

کیلنڈر کی شکل میں دستیاب ہیں جو مفت حاصل کیے جاسکتے ہیں۔